



فتاویٰ محسوسہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجتہد

زیر نگرانی

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	بقیة کتاب الحظر والإباحة	
	باب حقوق الوالدین وغیرہما	
	(والدین کے حقوق کا بیان)	
۲۹	والدین کا معذور پیر اور استاذ کی خدمت سے روکنا.....	۱
۳۰	والدین کی خدمت مقدم ہے یا تعلیم کی تکمیل؟.....	۲
۳۱	والدین سے الگ رہنا کیا اکرامِ مسلم کے خلاف ہے؟.....	۳
۳۲	والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا.....	۴
۳۳	والدین کی نافرمانی.....	۵
۳۴	معصیت کے کام میں والدین کی اطاعت.....	۶
۳۴	ایضاً.....	۷

۳۵ نکاح کے بعد لڑکی پر والدین کا کتنا حق ہے؟	۸
۳۶ والدہ کی خدمت سے چڑچڑاپن پیدا ہو جانے کا اثر	۹
۳۷ والدہ کی بے جا حمایت پر ان سے قطع تعلق	۱۰
۳۹ والدین میں نا اتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے؟	۱۱
۳۹ والدہ کی انتاہے تو والد ناراض ہوتے ہیں	۱۲
۴۰ والدہ ناراض ہو تو کیا کرے؟	۱۳
۴۰ باپ کے مال سے مُطَلَّقه ماں کی مدد	۱۴
۴۱ فاسقہ والدہ کے ساتھ برتاؤ	۱۵
۴۳ باپ کو ستانے کا وبال	۱۶
۴۴ فاسق باپ کے ساتھ سلوک	۱۷
۴۴ باپ کے ساتھ سخت کلامی	۱۸
۴۵ بوڑھے باپ کی اطاعت	۱۹
۴۶ درجہ کس کا زیادہ ہے باپ یا ماں کا؟	۲۰
۴۶ باپ نے دونوں بیٹوں کو الگ کر دیا	۲۱
۴۷ کیا بغیر باپ کی اجازت کے نکاح کرنا ناجائز ہے؟	۲۲
۴۸ باپ بیٹوں کے حقوق	۲۳
۵۵ والد کی حالت خلاف شرع ہو تو کیا کیا جائے؟	۲۴
۵۶ باپ سے تنخواہ چھپانے کا حیلہ	۲۵
۵۶ قرض لے کر بچے کی پرورش کی گئی تو ادائیگی کس پر لازم ہے؟	۲۶
۵۷ حقوق العباد میں کوتاہی کا علاج جبکہ اصحاب حقوق معلوم نہ ہوں	۲۷
۵۸ باپ کے مال کا استعمال بلا اجازت	۲۸

باب السلام والقیام والمصافحة

الفصل الأول فی السلام وإجابته

(سلام اور اس کے جواب کا بیان)

۵۹	آنے والے کو بیٹھنے والے کا سلام کرنا.....	۲۹
۶۰	طریق سلام اور اس کا جواب.....	۳۰
۶۳	آنے والے کے ذمہ سلام ہے.....	۳۱
۶۴	”السلام علیکم“ میں اضافہ.....	۳۲
۷۰	سلام کرنے کے لئے پاؤں پر ہاتھ پھیرنا.....	۳۳
۷۰	سلام کے لئے ہاتھ سے اشارہ.....	۳۴
۷۳	سلام میں ہاتھ کا اشارہ.....	۳۵
۷۳	بحالتِ اذان سلام کا حکم.....	۳۶
۷۴	نماز پڑھنے اور وضو کرنے والوں کو سلام کرنا.....	۳۷
۷۶	نمازی کو سلام.....	۳۸
۷۸	مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا.....	۳۹
۷۹	خالی مسجد میں سلام کرنے کا حکم.....	۴۰
۷۹	نمازیوں، ذاکرین، منتظرین نماز اور خاموش لوگوں کو آتے وقت سلام کرنا.....	۴۱
۸۱	کھانا کھانے والے کو سلام کرنا.....	۴۲
۸۱	ڈھیلے سے استنجا سکھاتے وقت سلام کا جواب.....	۴۳
۸۲	استنجا سکھاتے ہوئے سلام کا جواب.....	۴۴
۸۴	گھٹنے کھولے ہوئے کو سلام.....	۴۵
۸۴	ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدہ تلاوت اور سلام کا جواب.....	۴۶

۸۵ سلامِ غائب کا جواب	۴۷
۸۶ بیوی کو سلام کرنا یا لکھنا	۴۸
۸۷ امر د کا کسی کو سلام کرنا	۴۹
۸۷ امر د کے سلام کا جواب بحالتِ شہوت	۵۰
۸۷ دو شخص یکدم سلام کریں تو جواب کس پر ہے؟	۵۱
۸۸ نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا	۵۲
۸۸ آدابِ عرض وغیرہ	۵۳
۸۹ ناراضگی کی وجہ سے ترکِ سلام کی مدت	۵۴
	الفصل الثانی فی سلام الکافر و الفاسق وردہ علیہما	۵۵
	(کافر اور فاسق کے سلام اور اس کے جواب کا بیان)	
۹۱ کافر کا سلام	۵۶
۹۱ غیر مسلم اور فاسق کو سلام	۵۷
۹۲ ”آداب، عرض، نمستے“ کا جواب کس طرح دیا جائے؟	۵۸
۹۲ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کفار کو سلام کے الفاظ	۵۹
۹۲ کفار کو ”السلام علیکم“ کے ساتھ سلام کا حکم	۶۰
۹۲ فساق و فجار کو ابتداً بالسلام کا حکم	۶۱
۹۵ غیر مسلم کے سلام کا جواب	۶۲
۹۶ ایضاً	۶۳
۹۷ ایضاً	۶۴
۹۷ سلامِ کافر کا جواب	۶۵
۹۸ ایضاً	۶۶
۹۸ شیعوں کے سلام کا جواب	۶۷

۶۸ ایضاً	۹۹
۶۹ قادیانی کے سلام کا جواب اور اس کی دعوت	۹۹
۷۰ قادیانی و شیعہ کو سلام اور جواب	۱۰۰
۷۱ فرقہ خا کساری کے ساتھ سلام و طعام	۱۰۱
۷۲ فاسق کو سلام کرنا	۱۰۳
۷۳ کسی کو منافق کہہ کر سلام کا جواب نہ دینا	۱۰۴
۷۴ داڑھی منڈے کو سلام اور اس کے سلام کا جواب اور اس کی اولاد کا حکم	۱۰۵
۷۵ مظلوم ظالم کے سلام کا جواب دے	۱۰۸
۷۶ تاش کھیلنے والوں کو سلام	۱۰۹
<h3>الفصل الثالث فی المصافحة والمعانقة</h3> <h4>(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)</h4>		
۷۷ مصافحہ کی تعریف اور طریقہ	۱۱۱
۷۸ جبراً مصافحہ کرنا	۱۱۲
۷۹ سلام کے ساتھ مصافحہ	۱۱۴
۸۰ غیر مسلم سے مصافحہ	۱۱۵
۸۱ کافر فاسق سے مصافحہ و معانقہ	۱۱۵
۸۲ محرم عورتوں سے مصافحہ	۱۱۷
۸۳ چھوٹی لڑکیوں سے معانقہ	۱۱۷
۸۴ معانقہ کرنے کا طریقہ	۱۱۸
<h3>الفصل الرابع فی القیام والتقبیل</h3> <h4>(قیام اور تقبیل کا بیان)</h4>		
۸۵ بزرگوں کی تعظیم کے لئے قیام	۱۲۰

۱۲۰	قیامِ تعظیسی.....	۸۶
۱۲۱	مہمان کے لئے قیام و تقبیل.....	۸۷
۱۲۵	بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا.....	۸۸
۱۲۶	علماء کی قدم بوسی و دست بوسی.....	۸۹
۱۲۸	قدم بوسی.....	۹۰
۱۳۰	تقبیل یدین ورجلین.....	۹۱
۱۳۱	ماں کے پیروں کو تعظیماً چھونا.....	۹۲
۱۳۲	والدین کی قدم بوسی.....	۹۳
۱۳۲	پیر یا والدین کے پیر کو چومنا.....	۹۴
۱۳۳	عورت کا شوہر کے پیروں کو چھونا.....	۹۵
۱۳۳	بڑوں کے پیر پکڑ کر دعائیں لینا.....	۹۶
۱۳۴	پیر پکڑ کر معافی مانگنا.....	۹۷
۱۳۵	والدین یا استاد کی قبر کو بوسہ دینا.....	۹۸
۱۳۶	امرد کا بوسہ بلا شہوت.....	۹۹

باب الترضی والترحم

(رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

۱۳۸	”علیہ السلام“ و ”رضی اللہ عنہ“ کا استعمال.....	۱۰۰
۱۴۱	اہل بیت کے لئے ”علیہ السلام“ کا استعمال.....	۱۰۱
۱۴۲	”علیہ السلام“ اور لفظ ”امام“ کا استعمال.....	۱۰۲
۱۴۶	”علیہ السلام“ و ترضی و ترحم.....	۱۰۳
۱۴۸	ایضاً.....	۱۰۴

۱۶۲	۱۰۵
۱۶۳ یزید کے لئے ”علیہ السلام“ اور ”رضی اللہ عنہ“ کا استعمال	۱۰۶
۱۶۳ فاسق و فاجر کے لئے ”رضی اللہ عنہ“ اور ”نور اللہ مرقدہ“	۱۰۷
باب الحجاب		
الفصل فی ثبوت السترو وجوبہ		
(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)		
۱۶۶ پردہ فرض ہے یا سنت؟	۱۰۸
۱۶۶ پردہ کس سے فرض ہے؟	۱۰۹
۱۶۸ پردہ کا حکم	۱۱۰
۱۶۹ پردہ کس عمر سے کس عمر تک کرنا چاہیے؟	۱۱۱
۱۷۰ چہرہ کا پردہ	۱۱۲
۱۷۲ چہرہ کا پردہ	۱۱۳
۱۷۳ محرم سے پردہ کی حد	۱۱۴
۱۷۵ مشترکہ مکان میں شرعی پردہ	۱۱۵
۱۷۸ بیوی کو بے پردگی پر مجبور کرنا	۱۱۶
۱۷۹ بیوی کو بے پردگی سے روکنا	۱۱۷
۱۸۲ جو عورت پہلے سے بے پردہ ہو اس کو بھی پردہ لازم ہے	۱۱۸
۱۸۳ کیا نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے پردہ ہے؟	۱۱۹
۱۸۳ لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا	۱۲۰
۱۸۳ عورتوں کو مزدوری کے لئے باہر نکلنا	۱۲۱
۱۸۶ حفاظتِ نظر کے ساتھ بازار سے خرید و فروخت	۱۲۲
۱۸۷ عورتوں کو گھومنے کے لئے باہر نکلنا	۱۲۳

۱۹۲	نامحرموں کو دیکھنا.....	۱۲۴
فصل فی مایتعلق بصوت المرأة		
(عورت کی آواز کا بیان)		
۱۹۳	عورت کی آواز کا پردہ ہے یا نہیں؟.....	۱۲۵
۱۹۶	عورت کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر.....	۱۲۶
۱۹۷	لاؤڈ اسپیکر پر تعلیم کے لئے لڑکیوں کی تقریر.....	۱۲۷
۱۹۸	عورتوں کی اجلاس میں شرکت، تقریر و قراءت.....	۱۲۸
الفصل الثانی فیمن يجب عنه الستر		
(جن سے پردہ ضروری ہے، ان کا بیان)		
۲۰۳	اندیشہ فتنہ کی صورت میں محارم سے بھی پردہ ہے.....	۱۲۹
۲۰۴	بہنوئی کی والدہ سے پردہ.....	۱۳۰
۲۰۴	بہنوئی کی اولاد سے پردہ.....	۱۳۱
۲۰۵	چچی اور ممانی سے پردہ.....	۱۳۲
۲۰۵	مطلقہ بیوی سے پردہ.....	۱۳۳
۲۰۶	نامحرم ملازم سے پردہ.....	۱۳۴
۲۰۷	سالی سے پردہ.....	۱۳۵
۲۰۸	دوست کی بیوی کا پردہ.....	۱۳۶
۲۰۹	نامحرم معمر عورت سے پردہ.....	۱۳۷
۲۰۹	جیٹھ اور دیور کے پردہ میں فرق.....	۱۳۸
۲۱۰	بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں.....	۱۳۹
۲۱۱	جووان بیٹی باپ، بہن بھائی کا ایک بستر پر سونا.....	۱۴۰

۲۱۲ بہو کا ساس کے بدن کو دباننا اور مالش کرنا	۱۴۱
۲۱۲ بھانج کے ساتھ رہنا اور بھتیجیوں سے خدمت لینا	۱۴۲
۲۱۳ کافرہ عورت کو بیوی کی طرح رکھنا	۱۴۳
الفصل الثالث فی الخلوۃ والاختلاط بالأجنبية ومسہا		
(اجنبی عورتوں سے تنہائی اور میل جول اور مس کرنے کا بیان)		
۲۱۹ بعض غیر محارم اور عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا	۱۴۴
۲۲۰ نامحرم کے ساتھ تنہائی اگرچہ وہ متدین ہو	۱۴۵
۲۲۱ نامحرم کے ساتھ تنہائی	۱۴۶
۲۲۲ بوڑھے آدمی کے ساتھ خلوت	۱۴۷
۲۲۳ نامحرم کے ساتھ رکشائیں بیٹھنے کی سزا	۱۴۸
۲۲۵ کاروبار میں نامحرم کو ہاتھ لگانا	۱۴۹
۲۲۵ زیر تربیت لڑکی سے خدمت	۱۵۰
۲۲۶ مردوں کا نامحرم عورتوں کو چوڑی پہنانا	۱۵۱
۲۲۶ نامحرم کو چوڑیاں پہنانا	۱۵۲
۲۲۷ چوڑی پہنانے کا پیشہ	۱۵۳
۲۲۹ ضرورت پڑنے پر نامحرم عورتوں سے گفتگو	۱۵۴
۲۳۰ سالی اور دیور کے ساتھ گفتگو	۱۵۵
۲۳۱ غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرنا	۱۵۶
۲۳۱ غیر محرم سے تعلق و محبت کا علاج	۱۵۷
۲۳۲ عورتوں کے لئے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟ اور عورت کا نامحرم کے ساتھ سفر کرنا	۱۵۸
۲۳۳ مرد، عورتیں راستہ پر مل کر نہ چلیں	۱۵۹
۲۳۳ لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اسکول میں رہنا اور غیر محارم کے ساتھ کمرے میں خلوت	۱۶۰

الفصل الرابع فی النظر إلى العورة وإفشاءها

(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

۲۳۶	اپنا ستر دیکھنا.....	۱۶۱
۲۳۶	بیوی کا ستر دیکھنا.....	۱۶۲
۲۳۷	زوجین کا ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھنا.....	۱۶۳
۲۳۸	بیوی کا جسم دیکھنا.....	۱۶۴
۲۳۸	فرج میں ادخالِ اصبع سے کھیلنا.....	۱۶۵
۲۳۹	ولادت سے ساتویں روز برہنہ کر کے نہلانا.....	۱۶۶
۲۴۰	بے پردگی کی حالت میں اسپتال میں ولادت.....	۱۶۷
۲۴۱	ڈاکٹر کے سامنے اپنا بدن کھولنا.....	۱۶۸
۲۴۳	ملازمت کیلئے ڈاکٹری معائنہ.....	۱۶۹
۲۴۵	داخلہ کالج یا ملازمت سرکاری کے لئے برہنہ بدن کا معائنہ.....	۱۷۰
۲۴۶	بانجھ کی اولاد کے لئے اس کی شرم گاہ پر ہاتھ رکھ کر وظیفہ پڑھنا.....	۱۷۱
۲۴۶	ستر کھول کر کشتی کرنا.....	۱۷۲
۲۴۷	کشتی کا دنگل دیکھنا.....	۱۷۳
۲۴۸	چارانگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ دکھانا.....	۱۷۴
۲۴۹	پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا.....	۱۷۵
۲۵۱	گھٹنا ستر ہے یا نہیں؟.....	۱۷۶
۲۵۱	کاشتکاروں کے لئے کشفِ عورت.....	۱۷۷
۲۵۲	گھٹنے کھول کر کھیتی وغیرہ کا کام کرنا.....	۱۷۸
۲۵۲	برہنہ ہو کر سونا.....	۱۷۹

باب اللباس

الفصل الأول فی القمیص و السروال و الإزار

(قمیص اور شلووار کا بیان)

۲۵۵	شرعی لباس.....	۱۸۰
۲۵۵	مسنون لباس.....	۱۸۱
۲۵۷	مسنون لباس کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں.....	۱۸۲
۲۵۸	کون سے لباس کا استعمال مذہب اسلام میں جائز ہے، اور پینٹ کوٹ کا استعمال.....	۱۸۳
۲۶۱	گرتا کہاں تک لمبا ہو.....	۱۸۴
۲۶۲	نصف ساق تک گرتا.....	۱۸۵
۲۶۳	گرتا نصف ساق تک ہے.....	۱۸۶
۲۶۳	گرتے کی کیفیت.....	۱۸۷
۲۶۵	گرتے میں کالر.....	۱۸۸
۲۶۵	سیاہ کرتا پہننا.....	۱۸۹
۲۶۶	قمیص پہننا.....	۱۹۰
۲۶۷	قمیص کا حکم.....	۱۹۱
۲۶۷	کالر دار قمیص اور بڑے پانچوں کا پانجامہ.....	۱۹۲
۲۶۸	آستین کا لمبا بنوانا.....	۱۹۳
۲۶۹	آستین لمبا بنوانا.....	۱۹۴
۲۶۹	چوڑا پانجامہ.....	۱۹۵
۲۷۰	چوڑی دار پانجامہ.....	۱۹۶
۲۷۰	چوڑی مہری کا پانجامہ.....	۱۹۷

۲۷۱	پانجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی ممانعت کی وجہ.....	۱۹۸
۲۷۲	ٹخنے سے نیچے پانجامہ.....	۱۹۹
۲۷۳	دھوتی، لنگی کا استعمال اور حقہ پینا.....	۲۰۰
۲۷۵	لنگوٹ.....	۲۰۱
۲۷۵	پانجامہ اور لنگی میں کون افضل ہے.....	۲۰۲
۲۷۸	غسل کے بعد گرتا پہلے پہنے یا پانجامہ.....	۲۰۳
الفصل الثانی فی لبس البنطلون والصدرة وغيرهما		
(پینٹ، کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)		
۲۸۰	کوٹ، پتلون اور انگریزی بال.....	۲۰۴
۲۸۱	پینٹ کوٹ کا استعمال.....	۲۰۵
۱۸۲	درزی کونا جائز لباس سینا.....	۲۰۶
۱۸۲	کوٹ پتلون سینا.....	۲۰۷
۲۸۴	کوٹ قمیص، بونٹ، ترکی ٹوپی وغیرہ.....	۲۰۸
۲۸۶	قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا.....	۲۰۹
۲۸۷	دفتر کے وقت پتلون پہننا.....	۲۱۰
۲۸۷	لباس، پتلون وغیرہ.....	۲۱۱
۲۸۹	ٹائی کا استعمال.....	۲۱۲
۲۹۰	لباس میں فساق و فجار کا شعار.....	۲۱۳
۲۹۱	فساق یا فجار کے شعار کو اختیار کرنا.....	۲۱۴
۲۹۲	لباسِ فساق.....	۲۱۵
۲۹۲	تنگ لباس پر تنبیہ.....	۲۱۶

الفصل الثالث فی العمامة والقلنسوة

(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

۲۹۴ عمامہ کا حکم	۲۱۷
۲۹۴ جس عمامہ پر چاندی کے نقش ہوں اس کا استعمال	۲۱۸
۲۹۵ عمامہ بیٹھ کر، پانچامہ کھڑے ہو کر پہننا	۲۱۹
۲۹۶ ٹوپی کا ثبوت	۲۲۰
۲۹۷ مسنون ٹوپی	۲۲۱
۲۹۸ کس قسم کی ٹوپی ثابت ہے؟	۲۲۲
۲۹۹ گول ٹوپی	۲۲۳
۳۰۰ دوپلی ٹوپی اور گول ٹوپی	۲۲۴
۳۰۱ گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق مع فتاویٰ دارالعلوم و مظاہر علوم	۲۲۵
۳۰۲ کا مدار ٹوپی و جوتا	۲۲۶
۳۰۵ ٹیرنگ کپڑا، کشتی دار ٹوپی اور قمیص پہننا	۲۲۷
۳۰۶ ننگے سر پھرنا	۲۲۸

الفصل الرابع فی لباس النساء

(عورتوں کے لباس کا بیان)

۳۰۷ سیاہ برقعہ، جمپیر، لہنگا، سلاخیس، سرخی کا حکم	۲۲۹
۳۰۸ عورتوں کا لباس اور ستر	۲۳۰
۳۱۰ عورتوں کا چوڑی دار پانچامہ پہننا	۲۳۱
۳۱۱ عورتوں کو نیم آستین کا گرتہ پہننا	۲۳۲
۳۱۳ سینہ بند اور عورت کا موئے زیر ناف سترے سے لینا	۲۳۳

۳۱۴ عورتوں کے لئے فیشن کی چیزیں	۲۳۴
۳۱۵ مردانہ لباس عورتوں کے لئے	۲۳۵
۳۱۶ عورت کے لئے انگیہ کا استعمال	۲۳۶
۳۱۷ چوڑیاں پہننا	۲۳۷
۳۱۸ آواز رار چوڑی پہننا	۲۳۸
الفصل الخامس فی الثیاب المحرمة و غیرها (نا جائز لباس کا بیان)		
۳۲۱ مرد کے لئے مخمل کا استعمال	۲۳۹
۳۲۱ ریشم کا کپڑا اور کیڑا	۲۴۰
۳۲۵ ریشمی جبہ	۲۴۱
۳۲۶ ریشمی رومال و ازار بند	۲۴۲
۳۲۷ کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے	۲۴۳
۳۲۸ ٹیرلین کا استعمال	۲۴۴
۳۲۸ نائیلون کا استعمال	۲۴۵
۳۲۹ مرد کے لئے کون کون سے رنگ ناجائز ہیں	۲۴۶
الفصل السادس فی أشياء الزينة (زیب و زینت کی اشیاء کا بیان)		
۳۳۰ عورتوں کے لئے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟	۲۴۷
۳۳۱ لڑکوں کے لئے کریم پاؤڈر کا استعمال	۲۴۸
۳۳۱ لبوں پر سرخی	۲۴۹
۳۳۲ بالوں ہونٹوں پر سرخی	۲۵۰

الفصل السابع فی المتفرقات

۳۳۴ علماء کی مستورات کا فیشن حجت شرعیہ نہیں؟	۲۵۱
۳۳۶ درزی کا بچا ہوا کپڑا رکھ لینا	۲۵۲
۳۳۷ گریباں کھلا رکھنا	۲۵۳

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول فی الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

۳۳۹ سونے چاندی کی انگوٹھی وغیرہ	۲۵۴
۳۴۰ سونے کی انگوٹھی مرد کیلئے	۲۵۵
۳۴۱ انگوٹھی میں سونے کا نگ	۲۵۶
۳۴۳ چاندی وغیرہ کی انگوٹھی	۲۵۷
۳۴۴ چاندی کی انگوٹھی	۲۵۸
۳۴۴ کئی نگ والی انگوٹھی	۲۵۹

الفصل الثانی فی أسنان الذهب والفضة

(سونے چاندی کے دانتوں کا بیان)

۳۴۶ چاندی سونے کے دانت، ان کے تار اور خول کا دانت کیلئے استعمال	۲۶۰
۳۴۷ سونے چاندی کے دانت	۲۶۱
۳۴۹ ایضاً	۲۶۲
۳۵۰ رولڈ گولڈ گور میں دانت	۲۶۳

۳۵۱	چاندی کا خلال.....	۲۶۴
الفصل الثالث فی مصنوعات الذهب وغیرہ (سونے وغیرہ کی مصنوعات کا بیان)		
۳۵۲	گرتے میں سونے کے بٹن.....	۲۶۵
۳۵۳	سونے چاندی کے بٹن.....	۲۶۶
۳۵۳	رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین، لوہے کی انگوٹھی، مخلوط دھاتوں کے بٹن کا حکم.....	۲۶۷
۳۵۴	پیتل کے بٹن.....	۲۶۸
۳۵۵	تانہ کے برتن پر چاندی کی قلعی.....	۲۶۹
۳۵۶	برتن پر سونے چاندی کا ملمع کرنا.....	۲۷۰
۳۵۶	سکہ پر سونے چاندی کا ملمع کر کے زیور بنانا.....	۲۷۱
۳۵۷	تانے، پیتل وغیرہ کا استعمال.....	۲۷۲
الفصل الرابع فی ما يتعلق بساعة الوقت (گھڑی کے استعمال کا بیان)		
۳۶۰	گھڑی باندھنا کیسا ہے؟.....	۲۷۳
۳۶۰	گھڑی کس ہاتھ میں پہنی جائے؟.....	۲۷۴
۳۶۱	انگوٹھی اور گھڑی کی چین.....	۲۷۵
۳۶۲	گھڑی میں کس دھات کا پٹہ ہو؟.....	۲۷۶
۳۶۵	گھڑی کا استعمال مرد و عورت کے لئے.....	۲۷۷
۳۶۵	گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ.....	۲۷۸
۳۶۷	جیبی گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم.....	۲۷۹

الفصل الخامس فی الحلیۃ للنساء (عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

۳۶۸ بیوہ عورت کا زیور پہننا	۲۸۰
۳۶۹ سہاگن کیلئے سیاہ موتیوں کے ہار کا استعمال	۲۸۱
۳۷۰ چوڑیاں پہننا	۲۸۲
۳۷۰ زیور پہننے کے لئے ناک میں سوراخ کرنا	۲۸۳
۳۷۱ لڑکیوں کے کان چھیدنا	۲۸۴

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

۳۷۲ ”یاسین“ نام رکھنا	۲۸۵
۳۷۳ ”حسین احمد“ نام رکھنا	۲۸۶
۳۷۳ ”غلام محمد، صدر العلی، غلام نبی، غلام رسول، رسول بخش“ نام رکھنا	۲۸۷
۳۷۵ ”محمد عظیم“ نام رکھنا	۲۸۸
۳۷۶ ”نرنجن علی“ نام کو بدل کر ”محمد علی“ رکھنا	۲۸۹
۳۷۶ ”مرسلین“ نام رکھنا	۲۹۰
۳۷۷ ”ربانی“ نام رکھنا	۲۹۱
۳۷۸ ”بیچی“ اور ”ناصر“ نام رکھنا	۲۹۲
۳۷۹ ”عبدالربان“ نام رکھنا	۲۹۳
۳۷۹ بچہ کا نام ”محمد رسول اللہ“ یا ”موسیٰ کلیم اللہ“ رکھنا	۲۹۴
۳۸۰ کسی کا نام ”محمد“ ہو اُس پر درود کی علامت	۲۹۵

۳۸۱	کسی ادارہ کا نام، نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھنا.....	۲۹۶
۳۸۲	درست اور نادرست نام.....	۲۹۷
۳۸۳	بچہ کا نام ”نبی خان“ رکھنا.....	۲۹۸
۳۸۴	”محمد علیم“ نام رکھنا.....	۲۹۹
۳۸۴	”ابوالاعلیٰ“ نام رکھنا.....	۳۰۰
۳۸۵	”محمد عمر فاروق“ نام رکھنا.....	۳۰۱
۳۸۵	”عبدالسبحان“ نام رکھنا.....	۳۰۲
۳۸۷	”عبدمناف“ نام رکھنا.....	۳۰۳
۳۸۷	”یافث“ نام رکھنا.....	۳۰۴
۳۸۸	”عبدالرحیم“ کو ”رحیم“ کہہ کر پکارنا.....	۳۰۵
۳۸۹	جسمانی امراض کیلئے نام بدلنا.....	۳۰۶
۳۹۰	قوم کا نام ”افغان محمدی“.....	۳۰۷

باب خصال الفطرة

الفصل الأول فی اللحية والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

۳۹۲	داڑھی.....	۳۰۸
۳۹۴	داڑھی کی تحقیق.....	۳۰۹
۳۹۷	ایک مشت ڈاڑھی کی تحقیق.....	۳۱۰
۳۹۹	داڑھی کی مقدار.....	۳۱۱
۴۰۳	داڑھی بڑھانے اور موئے زیر ناف کاٹنے کی وجہ.....	۳۱۲
۴۰۳	داڑھی کی مقدار اور اس کا مفصل حکم.....	۳۱۳

۴۰۷	داڑھی کی حد شرعی	۳۱۴
۴۰۸	داڑھی منڈانے کا حکم	۳۱۵
۴۱۰	داڑھی کو بالکل صاف کرنے اور ایک انگلی رکھنے میں تفاوت	۳۱۶
۴۱۲	داڑھی کے چھوٹے بڑے بالوں کو برابر کرنا	۳۱۷
۴۱۲	بیوی کا شوہر سے داڑھی کاٹنے کا مطالبہ کرنا	۳۱۸
۴۱۴	ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا	۳۱۹
۴۱۶	علاج کے لئے داڑھی صاف کرنا	۳۲۰
۴۱۶	مجاہدین کے لئے داڑھی منڈانا	۳۲۱
۴۱۸	داڑھی اگانے کے لئے چہرہ پر استرہ پھیرنا	۳۲۲
۴۲۰	خط بنوانا	۳۲۳
۴۲۱	عورت کی ڈاڑھی کا حکم	۳۲۴
۴۲۲	جمعہ کے روز حجامت	۳۲۵
۴۲۳	مونچھ کا حلق کرنا	۳۲۶
۴۲۳	مونچھیں منڈانا	۳۲۷
۴۲۵	ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا	۳۲۸
<h2>فصل فی حلاق اللحية</h2> <h3>(نائی کا بیان)</h3>		
۴۲۷	داڑھی بنانے والے نائی کا حکم	۳۲۹
۴۲۸	نائی کے پیشہ کی تفصیل	۳۳۰
۴۲۹	حجام کا داڑھی مونڈنا	۳۳۱
۴۲۹	مسلم حجام کا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا	۳۳۲
۴۳۰	جن اوزاروں سے غیر مسلم کی حجامت بنائی ان سے مسلم کی حجامت بنانا	۳۳۳

الفصل الثانی فی الشعر

(بالوں کا بیان)

۲۳۱ بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا؟	۳۳۴
۲۳۲ سر پر بال (پٹھے) رکھنا	۳۳۵
۲۳۵ سر کے بالوں کی تفصیل	۳۳۶
۲۳۶ بالوں میں کفار کی مشابہت	۳۳۷
۲۳۶ انگریزی بال	۳۳۸
۲۳۷ انگریزی بال رکھنا	۳۳۹
۲۳۷ انگریزی بال کو سنتی بال بنانا	۳۴۰
۲۳۸ عورتوں کا بالوں کی مینڈھیاں گوندھ کر کلپ لگانا	۳۴۱
۲۳۹ نائلوں کی چوٹی کا استعمال	۳۴۲
۲۳۹ عورتوں کا دو چوٹی رکھنا، سرخی پوڈر استعمال کرنا	۳۴۳
۲۴۰ بالوں میں پن لگانا	۳۴۴
۲۴۱ کلپ کا استعمال	۳۴۵
۲۴۱ ابروؤں کے درمیان بالوں کا حکم	۳۴۶
۲۴۲ رخسار اور حلق کے بالوں کا حکم اور ڈاڑھی کی مقدار	۳۴۷
۲۴۲ بغل کے بال	۳۴۸
۲۴۲ ٹانگوں کے بال کا ثنا	۳۴۹
۲۴۵ استرے سے بالوں کی صفائی	۳۵۰
۲۴۵ عورت کو استرے سے صفائی کرنا	۳۵۱
۲۴۶ موئے زیر ناف کس جگہ سے کاٹے جائیں	۳۵۲
۲۴۸ موئے زیر ناف کو دفن کرنا	۳۵۳

۲۴۸ موئے زیر ناف کاٹنے کی مدت	۳۵۴
۲۴۹ غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کیا جائے؟	۳۵۵
۲۵۰ موئے زیر ناف دوسرے سے صاف کرانا	۳۵۶
۲۵۰ نابینا موئے زیر ناف کس طرح صاف کرے؟	۳۵۷
۲۵۱ کٹے ہوئے موئے انسانی کی کھا د اور اس کی تجارت	۳۵۸
الفصل الثالث فی تقليم الأظفار		
(ناخن کاٹنے کا بیان)		
۲۵۲ ناخن اور بالوں کو جلانے کا حکم	۳۵۹
الفصل الرابع فی الخضاب		
(مہندی اور خضاب کا بیان)		
۲۵۳ داڑھی یا سر پر خضاب لگانے کا حکم	۳۶۰
۲۵۵ خضاب کا حکم	۳۶۱
۲۵۶ مہندی یا خضاب لگانا	۳۶۲
الفصل الخامس فی الختان		
(ختنہ کا بیان)		
۲۵۸ ختنہ کی ابتدا، کون سے انبیائے کرام مختون پیدا ہوئے؟	۳۶۳
۲۶۱ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے؟	۳۶۴
۲۶۲ ختنہ کا وقت اور حکم	۳۶۵
۲۶۴ ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا اور دعوت کرنا	۳۶۶
۲۶۵ ختنہ کے موقع پر اناج لوٹا بھر کر دیا جائے وہ کس کا حق ہے؟	۳۶۷

۳۶۵ بالغ کا ختنہ	۳۶۸
۳۶۷ ختنہ کی کھال کا استعمال و فروخت	۳۶۹
<h2>باب الصورة والملاہی</h2> <h3>الفصل الأول فی الصورة</h3> <h4>(تصویر کا بیان)</h4>		
۳۶۹ فوٹو کھچوانا	۳۷۰
۳۶۹ فوٹو رکھنا	۳۷۱
۳۷۰ تصویر اور کتے کا حکم	۳۷۲
۳۷۲ کپڑے پر جاندار کی تصویر	۳۷۳
۳۷۳ جاندار کی تصویر بے جان کے ضمن میں	۳۷۴
۳۷۳ تہوار کے موقع پر جاندار کی تصویریں بنانا	۳۷۵
۳۷۴ صدر کے مرنے پر اس کی تصویر ہال میں لگانا	۳۷۶
۳۷۵ عید کارڈ، کرسمس کارڈ، دیوالی کارڈ کے بغیر جاندار کی تصویر چھاپنا	۳۷۷
۳۷۶ پیسہ، روپیہ کی تصویر پر ڈائجسٹ کو قیاس کر کے مسجد میں ”ہدیٰ ڈائجسٹ“ کے مطالعہ کا حکم	۳۷۸
۳۷۸ پریس میں خبروں کے ساتھ تصویر چھاپنا	۳۷۹
۳۷۹ باتصویر اخبار کا حکم	۳۸۰
۳۸۰ تصویر دار کاغذ کو جلانا	۳۸۱
۳۸۰ تصویر کی طباعت اور اس کی آمدنی	۳۸۲
۳۸۲ باتصویر رسائل کی خریداری	۳۸۳
۳۸۲ چڑیا والی گھڑی	۳۸۴
۳۸۳ سوال متعلق استفتاء بالا	۳۸۵

۳۸۵	برکت کے لئے تصاویر گھر میں رکھنا	۳۸۶
۳۸۶	اخبار میں تصاویر کی اشاعت کرنا	۳۸۷
۳۸۹	مکان میں تصاویر	۳۸۸
۳۹۰	آنکھ اور دانت کی تصویر	۳۸۹
۳۹۱	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر	۳۹۰
۳۹۳	روضہ اقدس کی تصویر مسجد میں	۳۹۱
۳۹۴	تعلیم کے لئے فوٹو	۳۹۲
۳۹۴	پرائیویٹ امتحان کے لئے فوٹو	۳۹۳
۳۹۵	تنخواہ وصول کرنے کے لئے فوٹو	۳۹۴
۳۹۶	شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ	۳۹۵
۳۹۷	معلم مقرر کرنے کے لئے فوٹو منگانا	۳۹۶
۳۹۸	فوٹو مٹانے کی ترکیب	۳۹۷
الفصل الثانی فی التمثال		
(مجسمہ سازی کا بیان)		
۳۹۹	شیر کی کھال کیا تصویر کے حکم میں ہے؟	۳۹۸
۳۹۹	شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر بنانا	۳۹۹
۵۰۰	گڑیاں بنانا اور ان سے کھیلنا	۴۰۰
۵۰۳	بچوں کی گڑیاں اور کھلونا	۴۰۱
الفصل الثالث فی الملہی والتلفزیون		
(سینما اور ٹی وی کا بیان)		
۵۰۵	سینما دیکھنا	۴۰۲

۵۰۸ سینما تھیٹر دیکھنا	۴۰۳
۵۰۸ سینما، تصویر، فوٹو	۴۰۴
۵۰۹ تصویر اور فوٹو میں فرق	۴۰۵
۵۱۱ قسم قسم کی فلم دیکھنا	۴۰۶
۵۱۲ متبع شریعت کو سینما دیکھنا	۴۰۷
۵۱۳ سینما میں معجزہ شق القمر اور اس کی توجیہ	۴۰۸
۵۱۴ سینما کے جواز پر واقعہ موسیٰ علیہ السلام سے استدلال	۴۰۹
۵۱۸ نیک نیت سے سینما دیکھنا اور اس کا اعلان کرنا	۴۱۰
۵۲۱ فلم حج	۴۱۱
۵۲۳ ٹیلی ویژن	۴۱۲
۵۲۳ ریڈیو کی خرید و فروخت اور استعمال	۴۱۳
۵۲۴ گانا سننے کی دلیل	۴۱۴
۵۲۵ ٹرانسٹر سننا	۴۱۵
۵۲۷ ریڈیو بجانا اور اس میں گانا سننا	۴۱۶
باب الألعاب		
(کھیلوں کا بیان)		
۵۲۸ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نیزہ بازی دیکھنے سے کھیل تماشے پر استدلال	۴۱۷
۵۳۱ کشتی چلانے میں مقابلہ کرنا	۴۱۸
۵۳۱ والی بال	۴۱۹
۵۳۲ فٹ بال، کبڈی کھیلنا، کشتی لڑنا	۴۲۰
۵۳۳ تاش کا کھیل	۴۲۱

۵۳۵	تعلیمی تاش.....	۴۲۲
۵۳۶	کیرم بورڈ.....	۴۲۳
۵۳۷	کیرم بورڈ بطور تفریح.....	۴۲۴
۵۳۸	گھر میں کھیل کھیلنا.....	۴۲۵
۵۴۰	بچوں کا لٹو وغیرہ کھیلنا.....	۴۲۶
۵۴۳	بچہ کو جھنجھنے سے بہلانا.....	۴۲۷
باب الموالات مع الکفار والفسقة		
(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)		
۵۴۵	غیر مسلم سے تعلقات.....	۴۲۸
۵۴۵	کافر سے موالات و مواسات.....	۴۲۹
۵۴۶	شان خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک.....	۴۳۰
۵۴۷	جس کا ظاہر کافروں جیسا ہو، اس کے ساتھ تعلق.....	۴۳۱
الفصل الأول فی التشبه بالکفار		
(کفار کی مشابہت کا بیان)		
۵۴۹	سراغ رسانی کے لئے کافروں کی ہیئت اختیار کرنا.....	۴۳۲
۵۵۰	بہروپیہ اور سی آئی ڈی کا غیر مسلم کی صورت وضع بنانا.....	۴۳۳
۵۵۳	شعار اہل کفر کو اختیار کرنا.....	۴۳۴
۵۵۴	غیر قوموں کے ساتھ تشبہ.....	۴۳۵
۵۵۵	ہندوانہ زیبائش.....	۴۳۶
۵۵۶	بالوں میں کفار کی مشابہت.....	۴۳۷
۵۵۷	عورت کو مانگ میں سیندور اور پیشانی پر بندی لگانا.....	۴۳۸

۵۵۸ سرکاری تقاریب میں ہنود کا مسلمان کی پیشانی پر سیندور لگانا	۴۳۹
۵۵۹ لباس اور برتن میں تشبہ سے پرہیز	۴۴۰
۵۶۰ اذانِ مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا	۴۴۱
۵۶۱ دھوتی باندھنا	۴۴۲
۵۶۲ مسلمان بھنگی کا حکم	۴۴۳

الفصل الثانی فی الشركة فی أعیاد الکفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

۵۶۵ ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شریک ہونا	۴۴۴
۵۶۶ رام لیلا جیسے تہوار میں شرکت	۴۴۵
۵۶۷ غیر قوم کے تہوار میں ان کو مبارکباد دینا	۴۴۶
۵۶۸ غیر قوم کے مذہبی اجتماع میں شرکت	۴۴۷
۵۶۸ ہندوؤں کے میلہ میں جانا	۴۴۸
۵۶۹ میلے اور نمائش میں جانا	۴۴۹
۵۷۱ میلہ میں سامان خریدنے کے لئے جانا	۴۵۰
۵۷۱ ہندوؤں کے میلہ کے وقت بنی ہوئی مٹھائی خرید کر کھانا	۴۵۱
۵۷۲ ہولی کے دن ہندو استاد سے ملنا	۴۵۲
۵۷۳ مسلمانوں پر ہولی کا رنگ چھڑکنا	۴۵۳
۵۷۵ عیسائی مذہبی تقریب میں شرکت	۴۵۴

الفصل الثالث فی إعانة الکفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

۵۷۷ غیر مسلم کے مذہب میں مسلم کا روپیہ لگانا	۴۵۵
-----	--	-----

۵۷۷	غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی مصلحت سے تعاون	۳۵۶
۵۷۹	تعمیر مندر میں امداد	۳۵۷
۵۸۰	مندرا اور پوجا میں چندہ دینا	۳۵۸
۵۸۱	کفار کے میلہ میں چندہ دینا	۳۵۹
۵۸۲	غیر مسلم کی تقریب میں مصلحت و سیاحت شرکت کر کے چندہ دینا	۳۶۰
۵۸۳	ہندوؤں کی رسم میں چندہ	۳۶۱
۵۸۵	ہولی میں چندہ دینا	۳۶۲
۵۸۵	سانگ کرانا اور اس میں روپیہ دینا	۳۶۳
۵۸۷	غیر مسلم سے کفن سلوانا	۳۶۴
۵۸۷	کافر میت کو جلانے کے لئے سامان دینا	۳۶۵
۵۸۸	ہندو لاش کو جلانے کے لئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا	۳۶۶
<h3>الفصل الرابع فی إعانة الفساق و الفجار</h3> <h4>(فساق و فاجر کی مدد کرنے کا بیان)</h4>		
۵۸۹	نا جائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے	۳۶۷
۵۹۰	معصیت میں ساتھ دینا	۳۶۸
۵۹۳	قاتل کی مدد کرنا	۳۶۹
۵۹۴	مقتول اور قاتل کی مدد کرنا	۳۷۰
۵۹۵	اپنے باپ کے قاتل کی مدد کرنا	۳۷۱
۵۹۷	ظالم کی رہائی میں مدد کرنا	۳۷۲
۵۹۸	ظالم سے ہمدردی کا طریقہ	۳۷۳
۵۹۹	ظالم کو مار ڈالنا	۳۷۴
۶۰۰	زانی کی مدد بھی گناہ ہے	۳۷۵

۶۰۱بدکاری کی وجہ سے گھر سے نکالی گئی بھانجی کو اپنے یہاں پناہ دینا	۴۷۶
۶۰۲ناجائز اولاد کو سماج میں جگہ دینا	۴۷۷
☆.....☆.....☆		

بقیة كتاب الحظر والإباحة

باب حقوق الوالدین وغیرہما

(والدین کے حقوق کا بیان)

والدین کا معذور پیر اور استاذ کی خدمت سے روکنا

سوال [۹۱۰۰]: اگر کسی شخص کے پیر یا استاذ دائم المرض ہوں اور بسبب کمزوری مرض و تقاضائے عمر طبعی معذور بھی اتنے ہوں کہ ہمہ وقت دوسروں کی خدمت کے محتاج ہوں اور بالکل تنہا، نہ بیوی، نہ بچے، شاگرد یا مرید ان کی خدمت کرنا چاہیں، لیکن والدین ان کی خدمت اور ان کے یہاں جانے سے بھی روکیں۔ چونکہ والدین دینی ماحول اور تعلیمی، بزرگوں کی صحبت سے کورے ہیں، لیکن مرید اور شاگرد بفضلہ تعالیٰ شرع اور صوم و صلوة کے پابند ہیں، مسئلہ مسائل سے واقف اور دین کی خدمت بھی کر رہے ہوں۔

ان حالات کے تحت مرید اور شاگرد کی پیر اور استاذ کی خدمت اور خبر گیری ضروری ہے یا والدین کی

اطاعت فرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پیر اور استاذ کا مقام تو بلند ہے، اگر کوئی غیر آدمی بھی خدمت کا ایسا محتاج ہو کہ اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس کی بھی خبر گیری کا حکم ہے (۱)۔ والدین کو استاذ اور پیر کی خدمت سے روکنے کا حق نہیں، جبکہ اس کی

(۱) ”عن: ابي هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”للمؤمن على

المؤمن سن خصال: يعوده إذا مرض، ويشهده إذا مات، ويجيبه إذا دعاه“. الحديث. (مشكوة

المصابيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول، ص: ۳۹۷، قديمی)

وجہ سے والدین کی خدمتِ ضروریہ میں فرق نہ آتا ہو (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۴ھ۔

والدین کی خدمتِ مقدم ہے یا تعلیم کی تکمیل؟

سوال [۹۱۰۱]: میں نے حفظ کیا، پھر کچھ عربی پڑھی، ارادہ تھا کہ درسِ نظامی کی تکمیل کر کے کچھ دین کی خدمت کر جاؤں، لیکن میرے والدین کی انتہائی کوشش ہے کہ پڑھنا ترک کر کے کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاؤں، جس سے دنیاوی زندگی بنے۔ تو کیا میں والدین کو ناراض کر کے اور عارضی طور پر ترکِ تعلق کر کے کسی دوسری جگہ جا کر درسِ نظامی کی تکمیل میں مصروف ہو جاؤں تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر والدین آپ کی خدمت و اعانت کے محتاج ہیں، ان کے گزارے کی کوئی صورت نہیں اور آپ ہی ان کی خدمت پوری کر سکتے ہیں تو آپ کو اس کی اجازت نہیں کہ ان سے ترکِ تعلق کر کے کہیں چلے جائیں اور درسِ نظامی کی تکمیل کریں، بلکہ ان کی خدمت ہی کرتے رہیں اور فارغِ وقت میں دینی علم۔ خواہ اردو میں ہی ہو۔ حاصل بھی کر سکتے ہیں۔ اگر وہ آپ کی خدمت کے محتاج نہیں تو اس کا حکم دوسرا ہے، پھر بھی ایسی روش اختیار نہ کی جائے جس سے والدین کی حق تلفی ہو اور نہ ان کا مقابلہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۷ھ۔

(۱) ”فقال عمران بن حصين رضى الله تعالى عنه للحكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

يقول: ”لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى“ (مسند أحمد، بقية حديث الحكم بن عمرو

الغفاري رضى الله تعالى عنه، (رقم الحديث: ۲۰۱۳۱): ۶/۵۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”عن علي رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا طاعة

في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف“ (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية

وتحريمها في المعصية: ۲/۱۲۵، قديمی)

(۲) ”واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج لدينه، وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه =

والدین سے الگ رہنا کیا اکرامِ مسلم کے خلاف ہے؟

سوال [۹۱۰۲]: اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کی روشنی میں رہبری فرمائیں: میں تبلیغ کا کام کرتا ہوں، یہاں کا ذمہ دار بھی ہوں، جماعتوں میں اکثر چٹوں وغیرہ میں جاتا ہوں، دن رات اللہ کے فضل سے کام میں لگا ہوں، دین کا داعی ہوں، میرے لئے گھر کے حالات بڑے پریشان کن ہو گئے ہیں، میرے والد صاحب کا انتقال ہو کر قریب ۶/ ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ والد صاحب کی زندگی میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ علیحدہ مکان میں رہتا تھا، جتنا ہوتا مالی امداد کرتا۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد بڑی ذمہ داری مجھ پر آئی ہے کہ دو بہنیں بالغ اور چار بھائی جس میں دو کمانے والے ہیں، میں ہی بڑا ہوں۔ طے پایا کہ سب ایک ہی گھر میں رہیں اور گھر کو سب کی آمدنیوں سے چلائیں، لیکن بھائیوں کے خیال مختلف ہیں اور والدہ صاحبہ بھی اختلاف فرماتی ہیں کہ میں علیحدہ ہی رہوں۔ میری بیوی سے بھی میری والدہ اچھی نہیں رہتی، رات دن جھگڑے، لیکن میں اس خیال سے کہ اکرامِ مسلم بہت ضروری ہے، مل کر رہنا چاہتا ہوں اور اپنے متعلقین کی مالی مدد بھی مل کر رہنے میں ہوتی ہے۔

اگر میں علیحدہ ہو جاؤں تو اسلام کی روشنی میں اکرامِ مسلم کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ اور میرا ایسا کرنا ماں کی نافرمانی میں داخل ہوگا یا نہیں؟ گھر میں تین بھائی بڑے بالغ ہیں، ان کا رویہ بھی میری بیوی سے اچھا نہیں ہے،

= لرفع غیرہ“۔ (الدر المختار، المقدمة: ۱ / ۴۲، سعید)

”لا یحل سفر فیہ خطر إلا بإذنہما (أی بإذن الوالدین)، وما لا خطر فیہ یحل بلا إذن منہ، ومنہ السفر فی طلب العلم“۔ (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”لأنه أولى من التجارة إذا كان الطريق آمناً ولم يخف عليهما الضيعة“۔ (رد المحتار، كتاب الجهاد، مطلب: طاعة الوالدین فرض عین: ۱۲۵/۴، سعید)

”وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا إذن والديه لوملتحياً“۔ (الدر المختار، كتاب الحظر

والإباحة، فصل فی البیع: ۲۰۸/۶، سعید)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ، کتاب الکراهیة، الفصل الأول: ۳۲۷/۳، سهیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب السادس والعشرون: ۳۶۵/۵،

۳۶۶، رشیدیہ)

پردہ کرانا ان بھائیوں سے ضروری ہے تو دوسرے مکان میں رہنا پڑے گا۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟
 آج دنیا میں ماں باپ بھائی بہنوں سے علیحدہ رہنا بہت معیوب خیال کیا جاتا ہے کیونکہ میں تبلیغ کی
 جماعتوں میں کام کرتا ہوں، میرے کردار پر ہر ایک کی نظر رہتی ہے۔ میرا علیحدہ رہنا کیسا رہے گا؟ براہ کرم جواب
 مرحمت فرمائیں تو بہت احسان مند ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

معاشرتی مصالح کے پیش نظر الگ رہنا اور حقوق ادا کرتے رہنا اکرامِ مسلم کے خلاف نہیں، والدہ
 محترمہ کو اچھی طرح ادب و نرمی سے سمجھا دیں کہ یہ مصالح ہیں علیحدہ رہنے میں، اس مجبوری سے علیحدہ رہتا ہوں
 اور ان کی خدمت کرتے رہیں، ہمیشہ ان کے پاس جاتے رہیں، محبت میں کمی نہ کریں تو انشاء اللہ اچھے ثمرات
 مرتب ہوں گے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۸/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۸/۱۳۹۰ھ۔

والدین کے حکم سے مال اور بیوی کو چھوڑنا

سوال [۹۱۰۳]: والدین کے بارے میں ایک حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس وصیتیں کی تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ”والدین کی نافرمانی نہ
 کرنا چاہیے اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ بیوی چھوڑ دے، یا سارا مال خرچ کر دے“ (۲)۔ اس کی تشریح کر دیجئے کہ کیا

(۱) قال الله تعالى: ﴿واخفض لهما جناح الذل من الرحمة، وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراً﴾
 (سورة الإسراء: ۲۴)

قال العلامة الألوسي رحمه الله: ”أى تواضع لهما وتذلل ﴿من الرحمة﴾: أى من فرط

رحمتك عليهما“۔ (روح المعاني، سورة الإسراء: ۱۵ / ۵۶، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھیے: (تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) ”عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أو صانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعشر کلمات،

قال: ”لا تشرك بالله شيئاً وإن قتلت أو حرقت، ولا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك =

ہر حال میں یہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

والدین کی اطاعت لازم ہے اور ان کے حکم کی خاطر بیوی اور سارے مال کو چھوڑ دینے کا حکم ہے، بشرطیکہ فتنہ میں ابتلاء کا قوی اندیشہ نہ ہو، مثلاً بیوی کو چھوڑ دینے سے زنا میں مبتلا ہو جائے اور مال خرچ کر دینے سے چوری وغیرہ میں مبتلا ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

والدین کی نافرمانی

سوال [۹۱۰۴]: والدین کی نافرمانی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جائز امور میں والدین کی نافرمانی کرنے والا سخت گنہگار ہے:

= ومالك. "اه". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: مسند الأنصار، حديث معاذ بن جبل، (رقم الحديث: ۲۱۵): ۳۱۶/۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه أن رجلاً أتاه فقال: إن لي امرأة وإن أمي تأمرني بطلاقها، فقال له أبو الدرداء: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "الوالد أوسط أبواب الجنة، فإن شئت فحافظ على الباب أضيع". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۱۹، قديمی)

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: "كانت تحتی امرأة أحبها، وكان عمر رضي الله تعالى عنه يكرهها، فقال لي: طلقها، فأبيت، فأتى عمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فذكر ذلك له، فقال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلقها". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قديمی)

"يجب التطلق متابعة للوالد، ورضاء له، فقد ورد عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". الخ". (نفع المفتى والسائل، ما يتعلق بإطاعة الوالدین، ص: ۴۱۲، دار ابن حزم)

”عن المغيرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات“. الحديث. مشكوة شريف (۱)۔ ”ومن أصبح عاصياً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار“. الحديث مشكوة شريف (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۱۱/ شعبان، ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبداللطیف ۱۱/ شعبان، ۱۳۵۵ھ۔

معصیت کے کام میں والدین کی اطاعت

سوال [۹۱۰۵]: اگر والدین اپنی اولاد سے ناجائز کام کو کہیں تو اولاد کو کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ہرگز نہیں کرنا چاہئے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۹۱۰۶]: زید بغرض اطاعت والدین ایک مکتب میں ملازمت کرتا ہے، مگر وہاں پر معصیت

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، الفصل الأول، ص: ۴۱۹، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قدیمی)

(۳) ”عن علی رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال ”لا طاعة في

معصية الله، إنما الطاعة في المعروف“۔ (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية

وتحريمها في المعصية: ۱۲۵/۲، قدیمی)

”فقام عمران بن حصين رضى الله تعالى عنه، فلقبه بين الناس قال: تذكروا يوم قال رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا طاعة لمخلوق في معصية الله“..... ”فقال عمران للحكم: سمعت

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالى“۔ (مسند

أحمد (رقم الحديث: ۲۰۱۳۰، ۲۰۱۳۱) : ۶/ ۵۹، ۶۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(وفیض القدير، (رقم الحديث: ۹۹۰۳) : ۱۲/ ۶۲۸۶، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

پر مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ بھی بعض امارد پر نظرِ شہوت ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے، پھر وہی عمل سرزد ہو جاتا ہے۔ اب یقین ہے کہ ملازمت ترک کر دینا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ والدین کی اطاعت کی خاطر ملازمت ضروری ہے یا ترکِ معصیت کی خاطر ملازمت ترک کر دینا؟ اور اپنے مرشد کے یہاں رہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نفسِ ملازمت تو معصیت نہیں (۱)، البتہ اس ملازمت میں معصیت کے دواعی ہیں، جن کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے اور غالباً اسی معاصی کا عادی بن گیا ہے، پھر وہ جہاں بھی جائے گا اپنی عادت کی راہ نکال لے گا، ادھر غالباً والدین کا بھی مقصود یہ مخصوص ملازمت نہیں، بلکہ ان کا مقصد اخراجات کی سہولت اور تحصیلِ آمدنی ہے۔ اگر اس کا ظن غالب ہے کہ دوسرے کسی کام کی ملازمت کے بعد اس معصیت سے بچ جائے گا تو وہ ملازمت کرے تا کہ دونوں فائدے حاصل ہوں: معصیت سے حفاظت بھی ہو جائے اور آمدنی بھی ہو جائے (۲)۔ یا پھر اپنے مرشد کی خدمت میں جلدی جلدی جاتا رہے اور اصل تو یہ ہے کہ اپنے اس مرض کو اپنے مرشد سے کہنے پر جو کچھ وہ اس سے حفاظت کا علاج تجویز کریں پختہ ہو کر اس پر عمل کرتے رہیں۔ اپنی رائے پر علاج کرنے سے عمل نہیں ہوتا ہے، ورنہ مرشد کی ضرورت ہی کیا تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۸۹ھ۔

نکاح کے بعد لڑکی پر والدین کا کتنا حق ہے؟

سوال [۹۱۰۷]: بعد نکاح والدین کا لڑکی کو اپنے حسبِ منشاء استعمال کی کس قدر اجازت ہے؟

(۱) قال الله تعالى: ﴿فإذا قضيت الصلاة، فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله﴾ (سورة

الجمعة: ۱۰)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ علیہ: ﴿وابتغوا من فضل الله﴾: أي الربح علی ما قيل. (روح

المعانی: ۲۸/۱۰۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

وقال ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ بعد الآية المذكورة: ﴿اذکروا الله کثیراً لعلکم تفلحون﴾: أي

حال بیعکم وشرائکم وأخذکم وإعطائکم. (تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۶۷، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحاً﴾. (سورة المؤمنون، آیت: ۵۱)

اور شوہر کو کتنا اس بات کا حق ہے کہ اپنے جائز امور معاملات میں اور جنسی تسکین کے لئے (علاوہ ایام حیض و نفاس کے) کس وقت استعمال کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

والدین تو رخصت کر کے فارغ ہو گئے، ہفتہ میں ایک دفعہ لڑکی اپنے والدین کی زیارت کے لئے جاسکتی ہے، مگر زیارت کر کے واپس چلی آئے، بغیر شوہر کی اجازت کے وہاں نہ رہے۔ والدین جب چاہیں لڑکی کو دیکھنے کے لئے اس کے مکان پر جاسکتے ہیں، مگر بغیر داماد کی اجازت کے رات کو وہاں نہ رہیں (۱)۔ شوہر اپنی تسکین کے لئے اس کے تحمل کی رعایت کرتے ہوئے جس قدر مناسب ہو استعمال کر سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدہ کی خدمت سے چڑچڑاپن پیدا ہو جانے کا اثر

سوال [۹۱۰۸]: میری والدہ بیمار تھیں، آخری دنوں میں ان کی تیمارداری کرتے کرتے میرے

(۱) ”ولا یمنعہما من الخروج إلى الوالدین فی کل جمعة إن لم یقدر علی إتیانہا
(ولا یمنعہما من الدخول علیہا فی کل جمعة ویمنعہم من الکیونونہ - وفی نسخة: من البیتوتہ -
..... (عندہا) بہ یفتی“۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المؤمنة:
۳/۶۰۲، ۶۰۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۸۶/۲، ۱۸۷، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)
(و کذا فی خلاصۃ الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخر فی خروج المرأة من البیت:
۲/۵۲، ۵۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، باب النفقة:
۱/۴۲۹، رشیدیہ)

(۲) ”ولو تضررت من کثرة جماعہ، لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب
القسم: ۳/۲۰۳، سعید)

(و کذا فی الدر المنتقی، کتاب النکاح، باب القسم: ۱/۵۵۰، غفاریہ)

مزاج میں چڑچڑاپن آگیا تھا، مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں ماں کے آخری دنوں میں میٹھی زبان سے بات نہ کر سکا، مجھے بتلائیں کہ میری ماں نے اس کا کیا اثر لیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہی اثر لیا ہوگا کہ ایسی ضعیفی اور کمزوری کی حالت میں آپ بھی خدمت سے اکتا گئے، ان کے لئے زیادہ سے زیادہ استغفار اور شریعت کے مطابق ایصالِ ثواب کرتے رہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۹۴ھ۔

والدہ کی بے جا حمایت پر ان سے قطع تعلق

سوال [۹۱۰۹]: ایک شخص جس کا یہ غالب گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہے، اس معاملہ میں کہ اس کو اس کے مرحوم والد کے ہر ترکہ میں برابر کا حصہ نہیں دیا گیا ہے، دلیل اس کے پاس موجود ہے اور اس کا اس بات پر دعویٰ ہے کہ اس کو رہنے کی جگہ بھی اتنی کم ہے کہ مشکل سے گزر رہتا ہے، یعنی بچوں کو لٹانے کی جگہ بھی ڈھنگ کی نہیں۔ والد کی میراث میں ایک مکان ہے جس کا جگہ کے اعتبار سے جھگڑا چل رہا ہے، ورنہ اس کے ساتھ چار وارث ہیں:

۱۔ ایک نے تو کاروبار اچھا ہونے کی بناء پر مکان کرائے پر لیکر رہائش اختیار کر لی ہے، اس کے باوجود گھر پر قبضہ کر رکھا ہے، اس نے مکان کے ایک بڑے کمرہ اور ایک چھوٹے کمرہ پر قبضہ کر رکھا ہے، جس میں اس کا ایک لڑکا رہتا ہے۔

(۱) "عن أبي أسيد الساعدي رضي الله تعالى عنه قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذ جاء رجل من بني سلمة، فقال: يا رسول الله! هل بقي من برّ أبويّ أبرهما به بعد موتهما؟ قال: "نعم، الصلاة عليهما والاستغفار لهما". الحديث. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثانی، ص: ۴۲۰، قدیمی)

"وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن العبد ليموت والداه أو أحدهما، وإنه لهما لعاق، فلا يزال يدعولهما ويستغفر لهما حتى يكتبه الله باراً". (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث، ص: ۴۲۱، قدیمی)

۲- اور ایک نے نیچے کے دو بڑے کمروں پر میری غیر موجودگی میں قبضہ کر لیا ہے۔

۳- اور تیسرا بھی اس کے پاس ایک وسیع کمرہ اور ایک چھوٹا کمرہ ہے اور احقر کے پاس صرف ایک کمرہ ہے جو چھوٹا تو نہیں لیکن بڑا بھی نہیں ہے۔ ترکہ میں والد صاحب کچھ زمین چھوڑ گئے ہیں جس کی دو سال کی آمدنی احقر کو نہیں ملی اس کے بعد آمدنی کا شکر کرنے دی ہی نہیں۔

والدہ محترمہ کی ایماء پر یا ان کی جانبدارانہ تعلق پر یہ سب کچھ ہوتا ہے کہ ان حالات میں والدہ محترمہ نے ان کی حمایت بھرپور کی ہے اور ناچیز نے ان کی مخالفت میں جھگڑا بھی کیا ہے۔ یہ تمام موصوف کے دعوے ہیں اور ان حالات میں موصوف نے مع والدہ کے سب سے تعلق اس شرط پر توڑ دیئے ہیں کہ جب تک موصوف کو اس کا حق نہیں دیا جاتا وہ اس تعلق کو بحال نہیں کرے گا تو اس کا یہ عمل لوگ شریعت کے خلاف بتلاتے ہیں۔ موصوف کا یہ عمل شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان سب حالات کے باوجود قطع تعلق کرنا خود حق تلفی ہے، والدہ کا احترام اور ان کی خدمت اور ان کو خوش کرنا لازم ہے، دوسرے اہل قرابت کا یہی حق ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ”دنیاوی رنجش کی وجہ سے قطع تعلق کر دینے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی اور اس کی مغفرت نہیں ہوتی“ اس لیے آپ والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو خوش کریں اور دیگر اہل قرابت سے بھی سلام و کلام جاری رکھیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۱۴۰۱ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْلُ لِهَمَا أَف﴾ الآية. (بنی اسرائیل: ۲۳)

”وعن المغيرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله حرم عليكم عقوق الأمهات.““ وعن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ليس الواصل بالمكافى، ولكن الواصل الذى إذا قطعت رحمه وصلها.“ (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۹، قديمى)

”عن الأعمش قال: كان ابن مسعود جالساً بعد الصبح فى حلقة، قال: أنشد الله قاطع رحم لما قام عنا؛ فإنا نريد أن ندعو ربنا، وأن أبواب السماء مرتجة دون قطع رحم.“ رواه الطبرانى، ورجاله رجال الصحيح، إلا أن الأعمش لم يدرك ابن مسعود.“ (مجمع الزوائد، كتاب البر والصلة، باب صلة =

والدین میں نا اتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے؟

سوال [۹۱۱۰]: والدین کی خدمت کرنا قرآن و حدیث میں فرض بتایا گیا ہے، مگر والدین میں خود اتنی نا اتفاقی ہے کہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنا گوارا نہیں کرتے، اگر لڑکے اپنی ماں کو رکھتے ہیں تو والد ناراض ہو کر فوراً الگ رہتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے کھانا بنا کر کھاتے ہیں۔ والدین کی جدائیگی کا عرصہ ۱۸، یا ۲۰ سال کا ہو گیا ہے، اب اگر والدہ کو راضی کرتے ہیں تو والد ناراض ہوتے ہیں، حالانکہ دونوں پڑھے ہوئے ہیں۔ ایسے وقت میں اولاد کیا کرے، کس کو راضی کرے اور کس کو ناراض رکھے؟

نیز والدہ کو ساتھ رکھتے ہیں تو لڑکے والدہ کی نازیبا حرکت جو کہ برداشت کے قابل نہیں برداشت نہیں کرتے، وہ حرکت یہ ہے کہ والدہ کبھی اپنے قرآن شریف کو بکس میں بند کر دیتی ہیں اور اب کچھ دنوں سے وہ اپنے قرآن شریف کو اپنے ساتھ لے کر سوتی ہیں، حالانکہ رات کو پڑھتی بھی نہیں ہیں۔ اب ایسے حالات میں اولاد کیا کرے، والدین سے علیحدگی اختیار کر لے یا کیا کرے؟ تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے، والدہ کی خدمت کرنے سے اگر والد ناراض ہوں اور بُرا کہیں تو خاموشی سے سن لیں، ان کو جواب نہ دیں (۱)۔ والدہ اگر اپنا قرآن شریف بکس میں بند کر دیں تو ان کی اس بات پر کوئی اعتراض نہ کرے، گھر میں تلاوت کے لیے دوسرا قرآن شریف دوکان سے لے لیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے دلوں میں محبت پیدا فرمادے اور لڑائی ختم کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۱۴۰۱ھ۔

والدہ کی مانتا ہے تو والد ناراض ہوتے ہیں

سوال [۹۱۱۱]: زید کے والدین زندہ ہیں، زید کی والدہ کہتی ہے کہ گھر پر کام کرو اور والد کہتے ہیں کہ دہلی جا کر کام کرو اور دہلی میں آمدنی زیادہ ہے، اگر والدہ کی مانتا ہے تو والد اس سے بولنا چھوڑ دیتے ہیں اور

= الرحم وقطعها: ۱۵۱/۸، دارالفکر بیروت

(۱) قال الله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه إحساناً﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تقل لهما أف ولا تنهرهما﴾ (سورة الاسراء: ۲۳)

اگر والد کی بات مانے تو والدہ بولنا چھوڑ دیتی ہیں۔ اب اس کا کیا کرنا چاہئے، والدہ کی بات کو ترجیح دے یا والد کی بات کو ترجیح دے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مکان پر رہ کر گزارہ نہیں ہوتا، پریشانی زیادہ رہتی ہے تو باہر جا کر کام کرے اور والدہ کو سمجھا دے کہ خفانہ ہوں، روپیہ کما کر آپ کے واسطے لاؤں گا اور دعاء بھی کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو مجھ سے خوش رکھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدہ ناراض ہو تو کیا کرے؟

سوال [۹۱۱۲]: میری ماں مجھ سے اس وجہ سے ناراض ہے کہ وہ مجھے پڑھائی کو خرچہ دیتی رہی ہے، روپے سے بہت محبت کرتی ہے، اسلام کے خلاف رشوت وغیرہ کی ترغیب دیتی ہے، مجھ سے یہ کہتی ہے کہ مجھے اپنی صورت مت دکھا، میں اس میں راضی ہوں، خدا کے ڈر سے جاتا ہوں، گندے الفاظ سن کر میں اس سے علیحدگی اختیار کر لوں، اللہ کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ خدمت میں جایا کریں، جسمانی خدمت بھی کریں، کچھ ہدیہ تحفہ بھی لے جایا کریں، موسم کی چیز، کبھی کپڑا، کبھی جوتا اور جو چیز ان کو مرغوب ہو پیش کر دیا کریں، اللہ پاک سے دعاء بھی کیا کریں کہ ماں کے دل سے نفرت نکال کر محبت پیدا فرمادے، انشاء اللہ تعالیٰ کچھ مدت میں اچھا تغیر پیدا ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۶ھ۔

باپ کے مال سے مُطلّقة ماں کی مدد

سوال [۹۱۱۳]: ایک شخص جس کا نام خالد ہے، اس نے ایک عورت سے شادی کر لی اور اس عورت

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "والدین میں نا اتفاقی ہو تو اولاد کیا کرے؟")

(۲) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان: "فاسق باپ کے ساتھ سلوک")

کے پیٹ سے دو لڑکے اور دوسری لڑکیاں پیدا ہوئیں، اس میں ایک کا نام زید اور دوسرے کا نام بکر ہے۔ پھر کسی وجہ سے خالد نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، طلاق دینے کے بعد خالد نے دوسری عورت سے شادی کی۔ دوسری عورت کے پیٹ سے تین بچے ہیں: ایک لڑکا اور دو لڑکیاں۔ مگر طلاق دینے کے بعد زید اور بکر کی ماں پریشانی اور غربت کی زندگی گزار رہی ہے۔ اب زید اور بکر جو کہ بالغ ہیں وہ اپنی پریشان حال ماں کی مدد کرنا چاہتے ہیں ماں کا حق اور ماں کی خدمت سمجھ کر۔ تو وہ اپنی ماں کی خدمت کس طرح کریں؟

کیا باپ کی جائیداد میں سے بغیر باپ کی رضامندی اور بغیر پوچھے اس میں سے کچھ لے کر ماں کی مدد کرنا کیسا ہے؟ اور اس طرح لے کر ماں کو دینا ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر باپ کی اجازت کے اس کے مال میں سے والدہ کو کچھ نہ دیں (۱)، البتہ خود کما کر جس قدر ہو سکے خدمت کرتے رہیں۔ حق تعالیٰ فلاح دارین نصیب فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۹۱ھ۔

فاسقہ والدہ کے ساتھ ہر تاؤ

سوال [۹۱۱۴]: ہندہ ایک عورت اس کا بیٹا زید ہے، ہندہ مطلقہ ایک اجنبی شخص کے مکان پر رہتی ہے اور اس اجنبی غیر شخص سے تعلق کل رہائش خانگی اس کے مکان میں بلا نکاح کئے ہوئے ہے، ہندہ ہر غیر شخص سے گفتگو کرنے میں بے حیا و بے شرم ہے، شرعی پردہ قطعی اٹھا دیا ہے، ہر اسلامی شخص سے متنفر ہے۔ چند امور قابل

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". الحديث". (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب

البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(ومجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب البيوع، باب الغصب: ۳/۲۷۱، دارالفکر، بیروت)

(وکنز العمال، الفرع الثاني في أحكام الإيمان المتفرقة: ۱/۹۲، (رقم الحديث: ۳۹۷)، مكتبة التراث

الإسلامي حلب)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تنبيه الغافلين، باب ماجاء في الظلم، ص: ۲۰۲، حقانیہ)

دریافت ہیں:

- ۱- زید بیٹا اپنی والدہ ہندہ سے شرعی برتاؤ کیسا کرے؟
- ۲- زید کو یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اگر میں والدہ کی خدمت نہ کروں اور میل جول نہ رکھوں اور ترک تعلق کر لوں تو شرعی گرفت اور قیامت میں مواخذہ تو نہ ہوگا، پر ممکن ہے ترک تعلق سے اصلاح ہو جائے اور اصلاح ہونے کی صورت میں عند اللہ ترک تعلق سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ زید ہندہ (اپنی والدہ) کے کھانے وغیرہ کا کفیل نہیں بلکہ ہندہ خود اپنی ضروریات اپنے طور پر پورا کرتی ہے۔

امراول: اصلاح شرعی ہندہ کی کہ وہ ان خرافات سے باز آجائے۔

امردوم: زید مواخذہ شرعی روز قیامت سے سبکدوش ہو جائے، دینی دنیاوی حیثیت سے برقی

الذمہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کو لازم ہے کہ اپنی والدہ کا احترام باقی رکھے، کوئی بات خلاف ادب کرنا یا گستاخی سے پیش آنا درست نہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اصلاح کی کوشش کرے، خود سمجھائے یا کسی ایسے شخص کے ذریعے سے نصیحت کرائے جس کا اس پر اثر پڑ سکے، خود دعاء کرے، باقی تنگ کرنا، مارنا، پیٹنا، یا گالی وغیرہ دینا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۴/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/شوال/۵۹ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْل لَهْمَا أَفَ، وَلَا تَنْهَر هَمَا﴾ (سورة بنى إسرائيل: ۲۳)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”فی فصول العلامی: إذا رای منکراً من والدیہ یأمرهما مرة، فإن قبلأفبها، وإن کرها سکت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما، فإن الله تعالیٰ یکفیه ماأهمه من أمرهما“ (ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم:

(۲/۷۸، سعید)

”فإن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فيه منفعة من أمره ونهاه عن المنكر، والأب والأم =

باپ کو ستانے کا وبال

سوال [۹۱۱۵]: میرا لڑکا صحبت زید کی وجہ سے میرا نافرمان ہے، مجھ کو ستاتا ہے، میں نے بہت فتاویٰ منگا کر اس کو سنائے کہ اس کی اصلاح ہو مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا، اس کے متعلق آپ بھی فتویٰ دیں کہ ایسے لڑکے کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

والد کا بہت بڑا حق ہے، والد کی خدمت و خوشنودی سے اللہ پاک کی خوشنودی اور جنت حاصل ہوتی ہے، والد کو ناراض کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، والد کو ستانا اور تکلیف پہنچانا سخت محرومی ہے، اس کا وبال دنیا و آخرت دونوں جگہ بھگتنا ہوتا ہے۔ لڑکے کو اپنی حرکتوں سے باز آنا اور توبہ کرنا چاہئے، ورنہ انجام نہایت سخت اور ناقابل برداشت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= أحق بأن ينفع لهما لكن ينبغي أن لا يعنف على الوالدین، فإن قبلا فيهما، وإلا سكت واشتغل

بالاستغفار لهما“۔ (نفع المفتی والسائل، ما يتعلق بإطاعة الوالدین، ص: ۴۲۳، دار ابن حزم)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه إحساناً﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تقل لهما أف ولا تنهرهما﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۲۳)

”وعن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

”رضي الرب في رضي الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد“۔ (مشكوة المصابيح، باب البر والصلة،

الفصل الثاني، ص: ۴۱۹، قديمي)

”وعنه (أبي هريرة رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”رغم

أنفه، رغم أنفه، رغم أنفه“۔ قيل: من يارسل الله! قال: ”من أدرك والديه عند الكبر أحدهما أو كلاهما،

ثم لم يدخل الجنة“۔ (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص:

۴۱۸، قديمي)

فاسق باپ کے ساتھ سلوک

سوال [۹۱۱۶]: زید صاحبِ اولاد ہے، مگر بُرے فعلوں میں مبتلا ہے حتیٰ کہ ایک لڑکے نے بُرا فعل کرتے ہوئے دیکھ بھی لیا، جب اولاد نے زید کو منع کیا تو زید نے اولاد سے بولنا چھوڑ دیا، تو اب اولاد کا فرض ہے وہ زید سے بات چیت کریں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اولاد کو اپنے باپ کا ادب کرنا چاہیے اور اس کو خوش رکھنا چاہیے (۱)، لیکن آہستہ آہستہ موقع پا کر باپ کو خدا کے عذاب سے ڈرانا اور نصیحت بھی کرنا چاہیے، بلکہ کسی بزرگ سے تعلق قائم کر دینا چاہیے تاکہ ان کی صحبت اور ہدایت سے باپ کی یہ بُری عادت چھوٹ جائے۔ غرض نہ باپ سے تعلق ختم کریں، نہ بے ادبی سے پیش آئیں، نہ اس کو اس بُرے حال پر چھوڑیں، اس کے لئے دعاء اور خیر خواہی میں لگے رہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۸۵ھ۔

باپ کے ساتھ سخت کلامی

سوال [۹۱۱۷]: باپ بیٹے میں سخت گفتگو ہو رہی تھی، غصہ میں باپ نے کہہ دیا کہ میں جو تماردوں گا، اس پر بیٹے نے جواب دیا کہ سو جوتے میں تم کو ماروں گا۔ سوال یہ ہے کہ ایسے بیٹے کے لئے شریعت کیا حکم کرتی ہے؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ، وَلَا تَنْهَرْهُمَا﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۲۳)

(۲) وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”فی فصول العلامی: إذا رای منکراً من والدیہ یا مرہما مرّةً فإن قبلاً فیہا، وإن کرہا سکت عنہما واشتغل بالدعاء والا ستغفار لہما، فإن اللہ تعالیٰ یکفیه ماہمہ من أمرہما“۔ (رد المحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتہم: ۷۸/۴، سعید)

”فإن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فيه منفعة من أمره ونهاه عن المنكر، والأب والأم أحق بأن ينفع لهما لكن ينبغي أن لا يعنف على الوالدین، فإن قبلاً فیہا، وإلا سکت واشتغل بالاستغفار لہما“۔ (نفع المفتی والسائل، ما يتعلق بإطاعة الوالدین، ص: ۴۲۳، دار ابن حزم)

الجواب حامداً و مصلياً:

جو بیٹے باپ کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں وہ بہت نالائق اور بد قسمت ہیں، باپ کی تعظیم واجب ہے، جہاں تک اپنے بس میں ہو، والد کو خوش رکھا جائے اور اگر غصہ میں کچھ کہیں تو خاموش ہو کر سن لیا جائے، ہرگز کوئی جواب نہ دیا جائے، اس سے دین بھی تباہ ہوتا ہے اور دنیا بھی۔ والد کو چاہئے کہ ایسے نالائق بیٹے سے ایسی بات نہ کرے جس سے وہ تلخ جواب دے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بوڑھے باپ کی اطاعت

سوال [۹۱۱۸]: اگر باپ یا دادا بوڑھا ہے اور اولاد جوان ہے اور اولاد ان کا حکم نہ مانیں تو ان کے

لیے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اولاد کے ذمہ باپ کا حکم ماننا لازم ہے خاص کر جبکہ وہ بوڑھے ضعیف ہوں تو ان کی فرمانبرداری و تعظیم اور زیادہ ضروری ہے، اگر وہ بھی خلاف شرع حکم دیں تو اس میں اطاعت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، إِمَّا يَلْعَنُ عِنْدَكَ الْكَبِيرُ

أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا، فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تَنْهَرَهُمَا، وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

قال العلامة الآلوسی: "والنهي عن ذلك يدل على المنع في سائر أنواع الإيذاء". (روح

المعاني، (سورة الإسراء: ۲۳): ۱۵/۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا﴾ (سورة الأحقاف: ۱۵)

وقال الله تعالى: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنًا، وَإِنْ جَاهِدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ

علم، فَلَا تَطْعَمَهُمَا﴾ (سورة العنكبوت: ۸)

درجہ کس کا زیادہ ہے باپ یا ماں کا؟

سوال [۹۱۱۹]: کلام ربانی اور احادیث کے مطابق باپ کا حق و درجہ و مرتبہ زائد ہے یا ماں کا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

احترام کے لحاظ سے باپ کا رتبہ زیادہ ہے اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا حق زیادہ ہے (۱)۔ فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ۔

باپ نے دونوں بیٹوں کو الگ کر دیا

سوال [۹۱۲۰]: دو بھائیوں میں شدید اختلاف ہو گیا، والد نے اتحاد کی بہت کوشش کی، جب

کامیابی نہ ہوئی تو دونوں کو الگ کر دیا، چولہا الگ کر دیا، تاکہ آئندہ دلوں میں زیادہ فرق نہ پیدا ہو۔ تو والد صاحب کا یہ فیصلہ کیسا ہے؟

= ”وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رجل: يا رسول الله! من أحق بحسن صحابتي؟

قال: ”أمك“. قال: ثم من؟ قال: ”أمك“. قال: ثم من؟ قال: ”أمك“. قال: ثم من؟ قال: ”أبوك“.

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۸، قدیمی)

”عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا طاعة

في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف“۔ (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية

وتحريمها في معصية: ۲/۱۲۵، قدیمی)

(۱) ”وعن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”رضي

الرب في رضي الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأداب، باب البر

والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۱۹، قدیمی)

”إذا تعذر عليه مراعاة جميع حقوق الوالدین، رجح جانب الأب فيما يرجع إلى التعظيم

والاحترام، وحق الأم فيما يرجع إلى الخدمة والإنعام“۔ (فتاویٰ اللکنوی المسمی: نفع المفتی والسائل،

ما يتعلق بإطاعة الوالدین، ص: ۴۲۲، دار ابن حزم)

الجواب حامداً ومصلياً:

کوشش و فہمائش کے باوجود جب اتحاد نہ ہو سکا اور دونوں کو علیحدہ کر دیا کہ مزید فتنہ خانہ جنگی نہ ہو تو اچھا کیا، مگر دونوں کے ساتھ معاملہ یکساں کرنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۹۴ھ۔

کیا بغیر باپ کی اجازت کے نکاح کرنا نافرمانی ہے؟

سوال [۹۱۲۱]: ایک بالغ لڑکا غیر شادی شدہ ایک لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے، مگر وہاں پر والد صاحب نے اس لئے شادی کرنے سے انکار کیا کہ کچھ ان بن ہوگئی ہے، حالانکہ پہلے وہیں رشتہ کیا تھا، دوسری جگہ جہاں لڑکے کو آٹھ ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا بات کر لی، لڑکے نے ان آٹھ ہزار روپیوں کو ٹھکرا کر پہلی جگہ اپنی مرضی سے شادی کر لی، جبکہ والد صاحب سے اصرار و ضد کی وجہ سے ناراضگی ہوگئی۔ تو مذکورہ صورت میں لڑکا والد کا نافرمان ہوگا کہ نہیں، اگر نہیں تو کیوں، اور ہوگا تو کیوں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آٹھ ہزار روپے لڑکے کے لئے شرط قرار دینا غلط ہے، ناجائز ہے (۲)، ناجائز کام میں والد کی اطاعت نہیں، اگر لڑکے نے اس غلط رویے سے بچنے کے لئے اپنی شادی خود کر لی تو وہ نافرمان نہیں ہوا:

(۱) "عن النعمان بن بشير رضى الله تعالى عنه قال: تصدق علىّ ابي ببعض ماله، فقالت له أمي عمرة بنت رواحة رضى الله تعالى عنها: لا أرضى حتى تشهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فانطلق أباي إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليشهد على صدقتي، فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أفعلت بولدك كلهم"؟ قال: لا، قال: "اتقوا الله، واعدلوا في أولادكم". (الصحيح لمسلم، كتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة: ۳۷/۲، قديمي)

(۲) "عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: ثم قام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الناس، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: "مأبال رجال يشترطون شروطاً ليست في كتاب الله، ما كان من شرط ليس في كتاب الله، فهو باطل وإن كان مائة شرط". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الولاة: ۳۷۷/۱، قديمي)

”لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق“. الحدیث (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۴/۱۴۰۶ھ۔

باپ بیٹوں کے حقوق

سوال [۹۱۲۲]: زید کی دو شادیاں ہوئیں: پہلی شادی اس کے دادا نے اپنے صرفہ سے بحالتِ بلوغ کی کہ جس کے چند سال گزرنے کے بعد اس کی بیوی کے مرنے پر زید کی دوسری شادی زید کے صرفہ سے اس طریقہ سے ہوئی کہ زید اپنی آمد اپنے والد کو بھیجتا رہا، بوقتِ شادی زید کے والد نے خدا کی قسم کھا کر اس کی خالہ سے کہا کہ ہمارے ذمہ اس شادی میں کوئی قرضہ نہیں ہے۔ زید کی دوسری شادی میں جتنا صرفہ ہوا وہ سب زید کی نگاہ میں رہا اور وہ سب زید کی موجودگی میں ہوا، پہلی شادی کا تخمینہ بھی زید کے خیال میں ہے۔

ایک مرتبہ زید کے والد نے لکھا کہ شادی کا قرضہ ہے۔ زید نے دریافت کیا کہ کس کا اور کتنا ہے؟ اور آپ نے بوقتِ شادی قرضہ نہ ہونے کی قسم کھائی تھی۔ اس پر جواب نہ آنے پر زید نے کل تخمینہ مصارف شادی کا لکھ کر اپنے والد کی خدمت میں بھیج دیا اور لکھا جو مجھ کو یاد ہے، میں لکھ دیتا ہوں اور اگر اس میں کسی قدر کمی بیشی ہو وہ مجھ کو لکھ دیجئے تاکہ اس کو دے کر مجری کر لیا جائے، لیکن والد کی طرف سے کوئی حساب نہیں آتا، حالانکہ زید کے روبرو جہاں تک صرفہ ہوا تھا وہ سب زید کے والد نے لکھ بھی دیا تھا۔ اس حساب کے نہ آنے پر زید کو اپنے

(۱) (فیض القدير: ۱۲/۶۲۸۶، (رقم الحدیث: ۹۹۰۳) مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکة المكرمة)

”فقام عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فلقیہ بین الناس قال: تذکر یوم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لاطاعة لمخلوق في معصية الله“..... فقال عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ للحکم: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”لاطاعة لأحد في معصية الله تبارک وتعالی“. قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لاطاعة في معصية الله تبارک وتعالی“. (مسند أحمد، بقية حدیث الحکم بن عمرو والغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رقم الحدیث: ۲۰۱۳۰ - ۲۰۱۳۰): ۶/۵۹، ۶۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم..... قال: ”لاطاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف“. (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمهما في معصية: ۱۲۵/۲، قدیمی)

حساب کا اور پختہ یقین ہو گیا۔

شادی کے بعد سے زید کی اہلیہ میسے چلی گئی اور کچھ دنوں زید کے ہاں رہی اس حالت میں بھی زید اپنے باپ کے پاس ماہواری خرچ روانہ کرتا رہا، اس ضرورت سے کہ اس کی بیوی کی واپسی پر کسی خاص ضرورت میں کام آجائیں گے۔ اس کے والد کے پاس بوجہ مدرسے و جائیداد اتنی آمدنی ہے کہ ان کے اخراجات کو کافی ہو، چنانچہ وہ کہہ بھی چکے ہیں کہ ہم اپنی لائق کر لیتے ہیں، تاہم وہ زید سے بھی کنبے کا خرچ کہہ کر مانگتے ہیں، کبھی شادی کے اخراجات کے نام سے مطالبہ کرتے ہیں اور کوئی حساب مانگنے پر حساب نہیں بتلاتے۔

میرا تخمینہ جو حساب کا ہے اس کے لحاظ سے شادی کے متعلق کوئی رقم بقایا نہیں ہونی چاہیے، والد اور دوسرے شریک شادی اور واقف کار بھی میرے تخمینہ اور حساب کی تائید کرتے ہیں۔ میں نے تخمینہ پیش کر کے عرض کیا کہ میری جانب تو کوئی رقم بقایا نہیں ہونا چاہیے اور اگر بالفرض ہو تو وہ رقم جو میں نے شادی کے بعد علی الحساب بھیجی ہے اس کو کام میں لائیے۔ اس کے متعلق کبھی فرماتے ہیں کڑیاں خرید لی، کبھی فرماتے ہیں گھر کے خرچ کی تمہیں اطلاع نہیں، کبھی کہتے ہیں میرا بھی حق ہے۔

زید کی آمدنی بہت محدود ہے، نیز اس کا بھی خیال ہے کہ مسلمان اخراجات کی زیادتی سے تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ زید کے والد اس سے بھی ناراض ہوتے ہیں کہ اپنی اہلیہ کے کپڑے خود بنا لیتا ہے۔ پس کیا صورت موجودہ میں زید کے ذمہ کوئی امر ضروری ہے؟

۲..... جب کہ والد صاحب خرچ کا حساب نہیں دیتے اور زید کو اپنے اور شریک کے اشارہ کے ذریعہ سے علم ہو چکا کہ اس کے ذمہ کوئی مطالبہ باقی نہیں تو زید کا یہ کہنا کہ ہمارے ذمہ کچھ نہیں، داخل گناہ تو نہ ہوگا؟

۳..... کیا زید کے والد کو زید کی بیوی کا حق اپنے لئے لینے کا حق حاصل ہے؟

۴..... کیا زید کے والد کو زید اور اس کی بیوی کے لئے کپڑے نہ بنانے پر مجبور کرنے کا حق ہے؟

۵..... زید کے والد اگر کوئی ایسا کام کریں جس میں زید کی مضرت یا حق تلفی ہو تو زید ان کی اس طرف

توجہ مبذول کر سکتا ہے، نیز والد کے لئے زید کی عدم موجودگی میں ایسا کام جس سے اس کا ضرر یا حق تلفی ہو، کیسا ہے؟

۶..... اگر زید کے والد کے ذمہ واقع میں قرضہ نہ ہو اور وہ توریہ یا غلط طریقہ سے قرضہ ظاہر کریں اور

کسی سے کہلوادیں کہ ہمارا قرضہ ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

۷..... اگر زید کے پاس سامانِ زندگی موجود ہو تو شکرِ نعمت فرض ہے یا نہیں؟

۸..... زید شادی کا حساب سمجھنے میں حق بجانب ہے یا نہیں؟ اور والد کو حساب بتلانا چاہیے یا نہیں؟

۹..... اگر والد کی آمدنی بدرجہ کفایت ہو اور زید کوئی خاص طریقہ پر خدمت نہ کرے، بجز اس کے کہ جو

شے وہ طلب کریں بھیج دے تو اس کو گناہ تو نہ ہوگا؟

۱۰..... زید حتیٰ الامکان والدین کی اطاعت و ادب کو ملحوظ رکھتا ہے، لیکن والد ناراض رہتے ہیں، بددعاء

دیتے ہیں۔ کیا ناحق بددعاء قبول ہو جاتی ہے؟ والدین کو ناحق اولاد پر غصہ کرنا شریعت کی تعلیم کے موافق

کیسا ہے؟ اولاد اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ کونسا طرز عمل مشروع ہے؟

۱۱..... جب کہ زید اس کے لیے تیار ہے کہ آپس کے معاملات روبرو بلا شرکتِ غیرے طے ہو جائیں،

پھر زید کے والد کا ایسے اشخاص کو خانگی معاملات میں ڈالنا جن سے ہوا خیزی اور بدنامی کا اندیشہ ہو، شرعاً کیسا

ہے؟ اور کیا زید کو والد کا یہ امر قابل قبول ہے؟

۱۲..... زید کے والد کو کوئی اہم کام زید سے مشورہ سے کرنا جائز ہے یا نہیں، جب کہ زید عند الناس

مقبول ہے؟

شمس الاسلام از دہلی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

والد کے بہت حقوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت جگہ اپنی عبادت کے ساتھ والد پر احسان کی

تاکید فرمائی ہے، احادیث میں والد کے حقوق کی رعایت اور راضی رکھنے کی سخت تاکید آئی ہے (۱)، اس لئے

جہاں تک ہو سکے والد کو راضی رکھنا چاہیے، جب تک کسی معصیت کا امر نہ ہو تو والد کا کہنا ماننا حتیٰ الامکان

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنًا﴾ (سورة العنكبوت: ۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿أَنْ أَشْكُرَ لِي وَلَوْ أَلَدَيْكَ﴾ (سورة لقمان: ۱۴)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ (سورة لقمان: ۱۵)

ضروری ہے (۱)۔

۲..... اگر والد کے ذمہ قرض نہ ہو بلکہ والد کو خود ضرورت ہو تب بھی اولاد کو ضرور والد کی خدمت کرنی چاہیے اگرچہ خود کسی قدر تنگی کرنی پڑے، اگر اپنے پاس ہی موجود نہ ہو تو مجبوری ہے (۲)۔

۳..... جو حق بیوی کا زید کے ذمہ واجب ہے وہ والد کو لینا جائز نہیں (۳)۔

۴..... اگر زید اپنے لئے یا اپنی بیوی کیلئے ضرورت سے زائد کپڑے بنائے تو والد کو حق حاصل ہے کہ منع کر دے اور زید کو ماننا ضروری ہے (۴)، البتہ ضرورت کے موافق کپڑے کہ بغیر ان کے گزرنہ ہو سکتا ہے بنانے

(۱) قال الله تعالى: ﴿وإن جاهدك لتشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما﴾ (سورة العنكبوت: ۸)
 (۲) "عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه أن رجلاً قال: يا رسول الله! إن لي مالا وولداً، وإن أبي يريد أن يجتاح مالي، فقال: "أنت ومالك لأبيك". (سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب مال الرجل من مال ولده، ص: ۱۶۵، قديمي)

"يعنى: أولادكم من أجل أكسابكم وأفضلها، فما كسبت أولادكم، فإنه حلال لكم.....
 فى الحديث دليل على وجوب نفقة الوالد على ولده". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النفقات
 وحق المملوك، الفصل الثانی: ۵۲۱/۶، ۵۲۲، رشیدیہ)
 (و كذا فى بدائع الصنائع، كتاب النفقة، فصل فى نفقة الأقارب: ۱۶۷/۵ - ۱۷۱، دار الكتب العلمية
 بيروت)

(۳) "وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:
 "ألا! لا تظلموا أبا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب
 الغصب والعارية، الفصل الثانی، ۲۵۵، قديمي)

"فتجب للزوجة على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس، وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته".
 (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۵۷۲/۳، سعيد)

(۴) "وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أصبح مطيعاً لله
 فى والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً. ومن أصبح عاصياً لله فى والديه، أصبح له
 بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فواحداً". قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن
 ظلماه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة: الفصل الثالث: ۴۲۱، قديمي)

سے منع کرنے کا حق والد کو حاصل نہیں (۱)۔

۵..... والد کو یہ ہرگز جائز نہیں کہ زید کو ضرر پہنچانے کی نیت سے کوئی حکم کریں (۲)۔ البتہ اگر ضرر پہنچانے کی نیت تو نہیں مگر کسی شرعی کام یا ذاتی کام سے زید کو معمولی ضرر پہنچتا ہو، زید کو اس پر صبر کرنا چاہئے (۳)۔

۶..... جھوٹ بولنا، دھوکا دینا جائز نہیں (۴)، مگر جب والد زید سے کچھ مانگے اور زید کے پاس گنجائش

(۱) ”(وتفرض لها الكسوة في كل نصف حول مرة) لتجدد الحاجة حراً وبردأ“۔ (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۵۸۰/۳، سعید)

(۲) ”عن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ملعون من ضار مؤمناً أو مكرهه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الثاني، ص: ۴۲۸، قديمی)

(۳) ”وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أصبح مطيعاً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً. ومن أصبح عاصياً لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فواحداً“۔ قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: ”وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة: الفصل الثالث: ۴۲۱، قديمی)

(۴) ”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”عليكم بالصدق فإن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة، وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقاً. وإياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وما يزال الرجل يكذب حتى يكتب عند الله كذاباً“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان، الفصل الأول، ص: ۴۱۲، قديمی)

”عن سفيان بن أسد الحضرمي رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثاً هولك به مصدق وأنت به كاذب“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، المصدر المتقدم، ص: ۴۱۳، قديمی)

ہو تو ضرور دینا چاہیے (۱)، اس کا موقع نہ آنے دے کہ والد دھوکا دے کر زید سے کچھ وصول کرے کہ یہ والد اور زید دونوں کیلئے شرم کی بات ہے۔

۷..... شکرِ نعمت ہر شخص پر فرض ہے (۲)۔

۸..... حساب صاف رکھنا چاہیے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر زید کے یا والد کے ذمہ کوئی قرض نہ ہو تو والد کی خدمت نہ کرے بلکہ حتیٰ الوسع خدمت ضروری ہے۔

۹..... جس قدر زید میں طاقت ہو والد کی خدمت کرتا رہے، اگر باوجود قدرت کے خدمت نہیں کرے گا تو حقوق کی ادائیگی میں قصور رہے گا۔

۱۰..... والدین کبھی بلا وجہ اولاد کے لیے بددعاء نہیں کرتے، جب تنگ آ کر پریشان ہو جاتے ہیں تب مجبور ہو کر بددعاء کرتے ہیں اور اگر بلا وجہ بددعاء کریں تو اس کی قبول ہونے کی توقع نہیں (۳)۔ تاہم اولاد کو چاہیے کہ والدین کی کسی غصہ کی بات کا جواب نہ دے، سب کچھ خاموش سن لے، اس کی سعادت اسی میں ہے، اگر کوئی بات والدین بالکل ناحق کہیں تب بھی صبر کرے (۴) اور والدین کے لئے دعائے خیر کرے (۵)، البتہ

(۱) ”وعن عمر وبن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه أن رجلاً أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: إن لي مالاً وإن والدي يحتاج إلى مالي، قال: ”أنت ومالك لوالدك، إن أولادكم من أطيب كسبكم، كلوا من كسب أولادكم“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب النکاح، باب النفقات، الفصل الثانی، ص: ۴۹۱، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فأذكروني أذكركم، واشكروا لي ولا تكفرون﴾ (سورة البقرة: ۱۵۲)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولو يعجل الله للناس الشر استعجالهم بالخير لقضى إليهم أجلهم﴾ (سورة يونس: ۱۱)

قال العلامة الآلوسی: ”وعن مجاهد أنه قال: هو قول الإنسان لولده وماله إذا غضب: اللهم

لاتبارك فيه، اللهم عنه“۔ (روح المعاني: ۷۸/۱۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في تفسير الطبري: ۶۵/۱۱، دار المعرفة، بيروت)

(۴) قال الله تعالى: ﴿ولاتقل لهما أف﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۲۳)

(۵) ”إذ أراي منكراً من والديه يأمرهما مرة، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما، واشتغل بالدعاء

والاستغفار، فإن الله تعالى يكفيه ما أهمه من أمرهما“۔ (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب

في تعزير المتهم: ۷۸/۴، سعيد)

معصیت کے کاموں میں اس کا ساتھ نہ دے (۱)۔ جب اولاد اس طرح نرمی اور صبر اور احسان و خدمت کرے گی تو انشاء اللہ والدین کی طبیعت میں نرمی آئے گی۔ اور سب کے ساتھ حسن سلوک سے ملنا چاہیے اور حسن خلق کہتے ہیں کہ مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس سے خالق اور مخلوق دونوں راضی رہیں۔

۱۱..... معاملات کو آپس میں سلجھانا بہتر ہے (۲)، لیکن والدین اس سے متاثر نہ ہوں کہ انتہائی درجہ کی شفقت میں کمی نہ کریں (۳)۔ جھوٹی باتیں مشہور کرنا اور بدنام کرنا جائز نہیں، زید کے والد کو چاہیے کہ اس سے اجتناب کرے (۴)۔

(۱) ”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”لا طاعة فی معصیة اللہ، إنما الطاعة فی المعروف“۔ (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء: ۱۲۵/۲، قديمی)
 (۲) ”عن أبي الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا أخبرکم بأفضل من درجة الصيام والصدقة والصلوة“؟ قال: قلنا: بلی، قال: ”إصلاح ذات البین، وفساد ذات البین هی الحالقة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینھی عنہ من التهاجر، الفصل الثانی، ص: ۲۲۸، قديمی)

(۳) ”عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس“۔

”وعن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: جاء أعرابی إلى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فقال: أتقبلون الصبیان، فما نقبلهم، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أوأملک لک أن نزع اللہ من قلبک الرحمة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الأول، ص: ۴۲۱، قديمی)

(۴) ”وعن حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”لا یدخل الجنة قنات“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتیم، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قديمی)

”عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا بالفاحش ولا بالبذی“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب ال داب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتیم، الفصل الثانی، ص: ۴۱۳، قديمی) =

۱۲..... مشورہ کر لینا بہتر ہے (۱)، لیکن اگر اپنے کام میں والد مشورہ نہ کرے تو زید کو اس پر ناراض ہو جانا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ذوالعقدہ/۵۳ھ۔

والد کی حالت خلاف شرع ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال [۹۱۲۳]: میرے والد صاحب کی حرکتیں بیجا ہیں، انہوں نے اپنی بہو سے زنا کے لئے کہا، وہ شراب بھی پیتے ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کوشش کیجئے کہ وہ کسی صاحب نسبت بزرگ کی خدمت میں جایا کریں، موقع ملے تو ان کو ایسی تبلیغی جماعت کے ساتھ روانہ کر دیجئے جو صحیح طریقہ پر کام کرنے والی ہو جو اصول کی بھی پابندی کرے اور ان کے لیے اللہ پاک سے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہا کریں۔ اگر وہ پڑھنا جانتے ہوں تو حضرت اقدس اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ یا کسی دوسرے بزرگ کی کتابیں ان کو دیجئے کہ وہ ان کا مطالعہ کیا کریں، اگر وہ نہ پڑھیں تو خود کسی دوسرے سے ان کو کتابیں سنوائیں۔ اللہ پاک اصلاح فرمائے (۳)۔ آمین۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۹ھ۔

= "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ما أحب أني

حكيت أحداً، وأن لي كذا وكذا". (مشکوٰۃ المصابیح، المصدر السابق، ص: ۴۱۴، قدیمی)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وشاورهم فی الأمر﴾ (سورة آل عمران: ۱۵۹)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وأمرهم شورى بينهم﴾ (سورة الشورى: ۳۸)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقل لهما أف، ولا تنهرهما﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۲۳)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقل لهما أف، ولا تنهرهما﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۲۳)

ایسی صورت میں والدین کے لئے دعائیں کرنی چاہئے:

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "فی فصول العلامی: إذا رای منكراً من والديه

یأمرهما مرة، فإن قبلأفبها، وإن کرها سکت عنهما واشتغل بالدعاء والا ستغفار لهما، فإن اللہ تعالیٰ =

باپ سے تنخواہ چھپانے کا حیلہ

سوال [۹۱۲۴]: ایک لڑکا کہتا ہے کہ جب اس کو تنخواہ ملتی ہے تو اس کے والد اس کے پاس سے مانگ لیتے ہیں اور لڑکا شرم و عزت کی خاطر تمام پیسہ دے دیتا ہے، اس کے بعد اس کے والد اس کو صرف کرایہ اور خرچ کے واسطے پیسہ دے دیتا ہے، مگر اس کو وہ ناکافی ہوتا ہے تو لڑکا اپنے والد کو کم تنخواہ بتا کر کم دیتا ہے۔ تو کیا اس طرح لڑکے کو کرنا جائز ہے یا نہیں اور کیا یہ شریعت کے نزدیک چوری ہوئی یا نہیں؟ مگر ایک بات یاد رہے کہ لڑکا بالغ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تنخواہ ملے تو اپنی ضرورت کے موافق اس میں سے کسی دوسرے کے پاس رکھ دے اور کہہ دے کہ میرے پاس اتنا ہی پیسہ ہے، یا کسی دوست سے قرض لے کر ضرورت پوری کر لیا کرے اور تنخواہ ملتے ہی پہلے اس کا قرض ادا کر دے، اس طرح گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرض لے کر بچے کی پرورش کی گئی تو ادائیگی کس پر لازم ہے؟

سوال [۹۱۲۵]: زید نے ہندہ کو طلاق دیدی ہے، ہندہ اپنے بال بچوں کے لئے غیر مسلموں سے سودی قرض لیتی رہتی تھی، زید اور ہندہ دونوں ہی گھر چلاتے تھے۔ اب بعد طلاق ہندہ پر جو قرض باقی رہ گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ قرض بچوں وغیرہ کے لیے تھا۔ تو اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے یا زید پر واجب ہے، کیونکہ

= یکفیه ما أہمہ من أمرہما۔ (ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی تعزیر المتہم:

۷۸/۴، سعید)

”فإن الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر فیہ منفعۃ من أمرہ ونہاہ عن المنکر، والأب والأم أحق بأن ینفع لہما لکن ینبغی أن لا یعنف علی الوالدین، فإن قبلا فبہا، وإلا سکت واشتغل بالاستغفار لہما۔“ (نفع المفتی والسائل، ما یتعلق بإطاعة الوالدین، ص: ۴۲۳، دار ابن حزم)

(۱) ”التوریة أن یتظہر خلاف ما أضمّر فی قلبہ و أن یراد الإتیان بلفظٍ یحتمل معنیین، اھ۔“

(ردالمحتار، کتاب الإکراه: ۱۳۴/۶، سعید)

زید کے بچوں کے لئے ہی ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ضابطہ میں اس قرض کی ادائیگی ہندہ پر واجب ہے، کیونکہ اس نے قرض لیا ہے، زید نے نہیں لیا، اگر زید نے ہندہ سے کہہ دیا تھا کہ قرض لے کر میرے بچوں کی پرورش کرنا، میں ادا کر دوں گا تو زید اس قرض کا ذمہ دار ہے، وہ ادا کرے اگرچہ تقاضائے دیانت یہ ہے کہ زید اس قرض کو ادا کرے، کیونکہ بچوں کا نفقہ زید پر ہی لازم ہے، مگر قرض خواہوں کو زید سے مطالبہ کا حق نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۳ھ۔

حقوق العباد میں کوتاہی کا علاج جبکہ اصحاب حقوق معلوم نہ ہوں

سوال [۹۱۲۶]: بلوغ کے بعد اگر حقوق العباد میں غلطی ہوئی ہو اور یاد نہ ہو، اور اگر یاد ہو مگر وہ

معاملہ جس میں غلطی ہوئی ہو صحیح طریقہ پر یاد نہ ہو کہ کس سے ہوا تھا، کس طرح ہوا تھا؟ مثلاً کسی کو کوئی تکلیف پہونچائی تھی، یا کسی سے کوئی چیز خریدی تھی، مگر یہ یاد نہیں ہے کہ کیا چیز خریدی تھی اور کتنے کی، یا کتنی خریدی تھی؟ اور یہ بھی یاد نہیں ہے کہ کس سے خریدی تھی؟ اور یہ یاد ہے کہ خریدی تھی، یا وہ شخص جس سے معاملہ ہوا تھا مر گیا ہو، اسی طریقہ سے تکلیف پہونچانے کا معاملہ بھی ہو۔ تو ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تین مرتبہ ﴿قل هو اللہ﴾ پڑھ کر دعاء کر لیا کریں کہ یا اللہ! جس جس کو مجھ سے تکلیف پہونچی ہے اور

جس کا کوئی حق میرے ذمہ رہ گیا ہو اس کا ثواب اس کو پہونچا دے۔ اگر صاحب حق موجود ہو اور یاد بھی ہو تو اس

(۱) ”ولكن فائدته أن يرجع الغريم على الزوج، وبدون الأمر ليس له الرجوع عليه، وإنما يرجع رب الدين على المرأة ظاهره أنه ليس لرب الدين الأخذ من الزوج بدون الحوالة“. (البحر الرائق،

كتاب الطلاق، باب النفقات: ۴/۱۳، ۴/۱۴، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقات: مطلب فی الأمر بالاستدانة علی الزوج: ۳/۵۹۱-

۵۹۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۳، ۱۸۴، غفاریہ)

سے معافی تلافی کر کے صفائی کر لی جائے، یا کوئی مال حق ہو، ادا کر دیا جائے۔ صاحب حق معلوم نہ ہو تو اتنی مقدار اس کی طرف سے خیرات کر دی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۹۳ھ۔

باپ کے مال کا استعمال بلا اجازت

سوال [۹۱۲۷]: باپ کے مال سے بغیر باپ کی اجازت کے اور بغیر رضامندی کے بالغ لڑکوں کو

باپ کا مال استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

باپ کو ناگوار گزرے تو اجازت نہیں (۲)۔



(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته“. الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۲۳۵، قديمی)

”عليه ديون ومظالم جهل أربابها وأيس) من عليه ذلك (من معرفتهم، فعليه التصدق بقدرها من ماله“. (الدر المختار، كتاب اللقطة، مطلب فيمن عليه ديون ومظالم جهل أربابها: ۲۸۳/۳، سعيد)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۱۱/۶، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فلا تقل لهما أف﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ: ”والنهي عن ذلك يدل على المنع في سائر أنواع الإيذاء“.

(روح المعاني، (سورة الإسراء: ۲۳): ۵۵/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في تفسير ابن كثير: ۳۳/۳، سهيل اكيڈمی لاہور)

باب السلام والقیام والمصافحة

الفصل الأول فی السلام وإجابته

(سلام اور اس کے جواب کا بیان)

آنے والے کو بیٹھنے والے کا سلام کرنا

سوال [۹۱۲۸]: "قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "یسلم الراكب علی الماشی،

والماشی علی القاعد، والقلیل علی الكثير" (۱)۔

اگر کوئی آنے والا سلام نہ کرے اور بیٹھنے والا آنے والے کو سلام کرے، یا پیٹھ پیچھے کسی کو سلام کرے، تو

مستحق ثواب ہوگا یا مستحق عذاب؟ بینوا و توجروا۔

عبدالسلام، ایواڑی، ضلع گوڑگاؤں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس صورت میں بھی مستحق ثواب ہوگا، گو افضل طریقہ وہ ہے جو حدیث شریف میں مذکور ہے:

"قال ابن بطال عن المهلب: تسليم الصغير لأجل حق الكبير؛ لأنه أمر بتوقيره والتواضع

له، وتسليم القليل لأجل حق الكثير؛ لأنَّ حقه أعظم، وتسليم المارّ لشبهه بالداخل على أهل

المنزل، وتسليم الراكب لثلاث تكبر بر كونه، فيرجع إلى التواضع. وقال ابن العربي: حاصل ما في

الحديث أن المفضول بنوع ما يبدأ الفاضل، اهـ". بذل المجهود: ۳۲۲/۵ (۲)۔

(ترجمہ) "ابن بطال نے مہلب سے نقل کیا ہے کہ چھوٹے کا سلام کرنا

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۸۷/۲، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الأول، قدیمی)

(۲) (بذل المجهود: ۳۲۲/۵، کتاب الأدب، اولیٰ بالسلام، ناشر معهد الخلیل الاسلامی)

بڑے کے حق کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ اس کو اس کی توقیر اور اس کے لئے تواضع کرنے کا حکم کیا گیا ہے۔ اور قلیل کا سلام کرنا کثیر کے حق کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ اس کا حق عظیم ہے۔ اور گزرنے والے کا سلام کرنا اس بنا پر ہے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے والے کے مشابہ ہے۔ اور سوار کا سلام کرنا اس لئے ہے تاکہ وہ اپنے سوار ہونے سے مغرور نہ ہو، بلکہ اس میں تواضع پیدا ہو جائے۔ ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کس درجہ میں مفضول (کم درجہ) ہے، وہ فاضل (زیادہ درجہ والا) کو سلام میں ابتدا کرے۔“

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/شعبان/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رمضان/۶۶ھ۔

طریق سلام اور اس کا جواب

سوال [۹۱۲۳]: ایک شخص کہتا ہے ”السلام علیکم“ دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے ”وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ“۔ کیا یہ جواب درست ہے، اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والا اس طرح سلام کرے: ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ“ اور جواب دینے والا ”وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“ کہے (۱)، اس سے زیادہ کوئی لفظ بڑھانا جیسے

(۱) ”عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال:

السلام علیکم، فردّ علیہ، ثم جلس فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”عشر“۔ ثم جاء آخر فقال:

السلام علیکم ورحمة اللہ، فردّ علیہ، فجلس، فقال: ”عشرون“۔ ثم جاء آخر فقال: السلام علیکم

ورحمة اللہ وبرکاتہ، فردّ علیہ فجلس، فقال: ”ثلثون“۔ رواه الترمذی وأبو داؤد“۔ (مشکوٰۃ المصابیح:

۳۹۸/۲، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

(سنن أبی داؤد: ۷۰۶/۲، باب: کیف السلام، دار الحدیث ملتان) =

”ومغفرته“ مناسب نہیں اگرچہ بعض روایات میں لفظ ”ومغفرته“ سلام کے ساتھ وارد ہوا ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۹۸، میں ہے (۱)، مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ سلام کی انتہا

= ”قیل: ”البرکات“ عبارة عن الثبات، ولذا لا یزاد علیہ لا فی السلام ولا فی الجواب“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۴۲۷/۸، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، رشیدیہ)

وقال العلامة النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”والأفضل أن یقول: السلام علیکم، لیتناوله وملكیہ، وأكمل منه أن یزید ورحمة اللہ، وأیضاً وبرکاتہ..... اھ۔ وأما صفة الرد، فالأفضل والأكمل أن یقول: وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“۔ (شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۲۱۲/۲، کتاب السلام، باب: یسلم الراكب علی الماشی، قدیمی)

وقال العلامة القرطبی: ”الثالثة: قوله تعالیٰ: ﴿فحیوا بأحسن منها أو ردوها﴾ رد الأحسن أن یزید فیقول: علیک السلام ورحمة اللہ، لمن قال: سلام علیک، فإن قال: سلام علیک ورحمة اللہ، زدت فی ردک: وبرکاتہ، وهذا هو النہایة، فلا مزید. قال اللہ تعالیٰ مخبراً عن البیت الکریم: ﴿رحمة اللہ وبرکاتہ﴾“۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبی، (سورة النساء: ۸۶): ۲۰۷/۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

”روی النسائی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کنا عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فجاء رجل، فسلم، فقال: السلام علیکم، فرد علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال: ”عشر“ ثم جلس، ثم جاء آخر، فسلم، فقال: السلام علیکم ورحمة اللہ، فرد علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال: ”عشرون“۔ ثم جلس، وجاء آخر، فقال: السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ، فرد علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وقال: ”ثلاثون“۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبی، (سورة النساء: ۸۶): ۲۱۰/۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۹۸/۲، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

(وَأَبُو دَاوُدَ: ۷۰۶/۲، باب کیف السلام، دارالحدیث، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

(وموطأ الإمام محمد، ص: ۳۸۵، باب رد السلام، میر محمد کتب خانہ کراچی)

”وظاہرہ أن الزیادة علی ”وبرکاتہ“ خلاف السنة، كما یفیدہ ظاہر قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ویوافقہ ما فی موطأ یحیی: مالک عن یحیی ابن سعید أن رجلاً سلم علی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، فقال: السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ والغادیات والرئحات، فقال ابن عمر رضی اللہ =

”وبرکاته“ ہے:

”والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد، ولا ينبغي أن يزداد على ”بركاته“ شيء. قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لكل شيء منتهى ومنتهى السلام: ”وبركاته“ كذا في المحيط، اهـ“. الهندية: ۵/۳۴۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/جمادی الاولیٰ/۶۰ھ۔

= تعالیٰ عنہما: وعلیک ألفاً ثم. كأنه کره ذلك.

ویطابقه ما أخرجه البيهقي على ما ذكره في الدر المنثور عن عروة ابن الزبير أن رجلاً سلم عليه، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فقال عروة: ما ترك لنا فضلاً، إن السلام انتهى إلى البركة. لكن قد ورد في بعض الأخبار المرفوعة تجويز الزيادة، فعند أبي داؤد: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه، فجلس، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”عشرون“. ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه فجلس، فقال: ”عشرون“. ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه، فقال: ”ثلثون“. ثم أتى آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: ”أربعون“. وقال: ”هكذا تكون الفضائل“. وفي كتاب عمل اليوم والليلة لابن السني: قال النووي في الأذكار: إسناده ضعيف.

عن أنس رضي الله تعالى عنه كان رجل يمرّ بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم يرفع دواب أصحابه، فيقول: السلام عليك يا رسول الله، فيقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه“. فقيل: يا رسول الله! تسلّم على هذا سلاماً ما تسلّمه على أحد من أصحابك؟ قال: ”وما يمنعني من ذلك“. وهو ينصرف بأجر بضعة رجلاً، فالأولى القول بتجويز ذلك أحياناً، والاكتفاء على بركاته أكثر“. (التعليق الممجد على هامش موطأ الإمام محمد، ص: ۳۸۵، مير محمد كتب خانہ)

(۱) (الفتاوى العالمكيريّة: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام)

آنے والے کے ذمہ سلام ہے

سوال [۹۱۲۲]: کسی شخص کے یہاں کچھ آدمی مزدوری کرتے ہوں جیسا کہ کھیت کاٹنا، اور وہ اپنے کام میں مشغول ہے، ایک شخص پیچھے سے آ کر کھڑا ہو گیا اور یہ مزدور جو کہ کام کرنے والے تھے وہ مختلف برادری کے تھے اور نماز وغیرہ کے بالکل پابند نہیں تھے، ان میں سے ایک آدمی نے پیچھے ہو کر اس شخص کو سلام کیا جو پیچھے کھڑے ہو گئے تھے، انہوں نے سلام کا جواب آہستہ آواز سے دیا، جس آدمی نے سلام کیا تھا اس کو اس کے ساتھیوں نے نصیحت کی کہ تم کو سلام نہ کرنا چاہئے تھا۔ تو آپ سے یہ عرض ہے کہ سلام کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا اور کتنا عذاب منع کرنے والوں کو ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص کسی کے پاس جائے اس کو چاہئے کہ سلام کرے (۱) اور جس کے پاس جائے وہ سلام کا جواب دے (۲)، لیکن اس نے سلام نہیں کیا، وہ خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا اور جس کے پاس گیا تھا اس نے سلام کر لیا اور اس کی بڑائی کا لحاظ کر لیا تب بھی گناہ نہیں، بلکہ اس کو بہت ثواب ملے گا، اس پر اعتراض کرنا اور سلام سے روکنا غلط ہے۔ جو شخص سلام کی ابتدا کرے اس کی فضیلت آئی ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

(۱) ”ویسلم الماشی علی القاعد، ویسلم الذی یأتیک من خلفک، کذا فی المحيط“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۲۵/۵، کتاب الکراہیة، الباب السابع فی السلام، رشیدیہ)
(و کذا فی رد المحتار: ۴۱۶/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)
(۲) سلام کا جواب دینا واجب اور مسلمان کا حق ہے:

”عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أمرنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبع ونهانا عن سبع: أمرنا باتباع الجنائز، وعیادة المريض، وإجابة الداعی، ونصر المظلوم، وإبرار القسم، ورد السلام“۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱/۱۶۶، قدیمی)
(و صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب بدء السلام، باب: ۲/۹۲۰، قدیمی)

(۳) ”عن أبی أمامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن أولى الناس باللہ من بدأ بالسلام“۔ رواه أحمد والترمذی وأبو داؤد“۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۹۸/۲، کتاب الأدب، =

”السلام علیکم“ میں اضافہ

سوال [۹۱۲۵]: زید بکر کی ملاقات کے وقت ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ“ کہتا ہے۔ اور بکر اس کے جواب میں ”ورحمة اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ“ کہتا ہے۔ بکر کا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب تحریر کیجئے۔

۲..... اگر زید ”ورحمة اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ“ کہتا ہے اور بکر اس کے جواب میں ”وعلیکم السلام ورحمة اللہ“ صرف کہہ کر یہ بھی کہتا ہے کہ سلام کا جواب دینے والا ”و مغفرتہ“ نہیں کہے گا۔ لہذا ایسی صورت میں سب جائز ہے یا ناجائز اور سوال کا جواب دینے والا صحیح راستے پر ہے یا نہیں؟

۳..... یہ بھی تحریر کریں ”و مغفرتہ“ سلام کے اندر..... کہنا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

روایات میں ”و مغفرتہ“ بھی آیا ہے اور بعض میں اس سے زائد بھی، سلام میں اور جواب میں بھی۔ اور بعض میں ”وبرکاتہ“ کو سلام کی انتہا بتایا گیا ہے اور اس پر اضافہ کو منع کیا گیا ہے، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ سلام اس طرح کرنا مستحب ہے: ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ“ اور جواب میں بھی اسی طرح مستحب ہے یعنی ”وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“۔ اس پر اضافہ و مغفرتہ سلام کا کرنے والا کرے اور نہ جواب دینے والا کرے:

”عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فردّ عليه، ثم جلس فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”عشر“۔ ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة اللہ، فردّ عليه، فجلس، فقال: ”عشرون“۔ ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة اللہ وبرکاتہ، فردّ عليه فجلس، فقال: ”ثلثون“۔ رواه

= باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی

”عن عبد الله عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”البادئ بالسلام برئ من الكبر“۔ رواه

البيهقي في شعب الإيمان“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الأدب، باب السلام، ص: ۴۰۰، قدیمی)

الترمذى وأبو داؤد“ (١) -

”وعن معاذ بن أنس رضى الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بمعناه، وزاد: ”ثم أتى آخر، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: ”أربعون“. وقال: ”هكذا تكون الفضائل“. رواه أبو داؤد (٢) -

(١) (مشكوة المصابيح: ٣٩٨/٢، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانى، قديمى)

(وسنن أبى داؤد: ٤٠٦/٢، باب: كيف السلام، دار الحديث، ملتان)

”قيل: ”البركات“ عبارة عن الثبات، ولذا لا يزداد عليه لا فى السلام ولا فى الجواب“. (مرقاة

المفاتيح: ٣٢٤/٨، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانى، رشيديه)

وقال العلامة النووى رحمه الله تعالى: ”والأفضل أن يقول: السلام عليكم، ليتناوله وملكه، وأكمل منه أن يزيد ”ورحمة الله“ وأيضاً ”وبركاته“ اهـ. وأما صفة الرد، فالأفضل والأكمل أن يقول: وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته“. (شرح النووى على الصحيح لمسلم: ٢١٢/٢، كتاب السلام، باب: يسلم الراكب على الماشى، قديمى)

وقال العلامة القرطبى: ”الثالثة: قوله تعالى: ﴿فحيّوا بأحسن منها أو ردوها﴾ رد الأحسن

أن يزيد فيقول: عليك السلام ورحمة الله، لمن قال: سلام عليك، فإن قال: سلام عليك ورحمة الله، زدت فى ردك: وبركاته، وهذا هو النهاية، فلا مزيد. قال الله تعالى منجراً عن البيت الكريم: ﴿رحمة الله وبركاته﴾“. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبى، (سورة النساء: ٨٦): ٢٠٤/٥،

دار الكتب العلمية بيروت)

”روى النسائى عن عمران بن حصين رضى الله تعالى عنه قال: كنا عند النبي صلى الله تعالى

عليه وسلم، فجاء رجل، فسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقال: ”عشر“. ثم جلس، ثم جاء آخر، فسلم، فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ”عشرون“. ثم جلس، وجاء آخر، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال: ”ثلاثون“. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبى، (سورة النساء: ٨٦): ٢١٠/٥، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) (مشكوة المصابيح: ٣٩٨/٢، باب السلام، الفصل الثانى، قديمى) =

”عن محمد بن عمرو بن عطاء قال: كنت جالساً عند عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما، فدخل عليه رجل يمانى فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، ثم زاد شيئاً مع ذلك أيضاً. قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما من هذا؟ - وهو يومئذ قد ذهب بصره - قالوا: هذا اليماني الذي يغشاك فعرفوه إياه حتى عرفه، قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما: إن السلام انتهى إلى ”البركة“. قال محمد: وبهذا نأخذ، إذا قال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فليكف، فإن اتباع السنة أفضل“. مؤطا إمام محمد (١) - وبسط

= (وأبو داؤد: ٤٠٦/٢، باب كيف السلام دار الحديث، بيروت بوهز گيٹ ملتان)

(١) (موطأ الإمام محمد، ص: ٣٨٥، باب رد السلام، مير محمد كتب خانہ کراچی)

”وظاهره أن الزيادة على ”وبركاته“ خلاف السنة، كما يفيد ظاهر قول ابن عباس رضى الله تعالى عنهما، ويوافقه ما فى مؤطا يحيى: مالك عن يحيى ابن سعيد أن رجلاً سلم على ابن عمر رضى الله تعالى عنهما، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والغاديات والرئحات، فقال ابن عمر رضى الله تعالى عنهما: وعليك الفائم كأنه كره ذلك.

ويطابقه ما أخرجه البيهقي على ما ذكره فى الدر المنثور عن عروة ابن الزبير أن رجلاً سلم عليه، فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فقال عروة: ما ترك لنا فضلاً، إن السلام انتهى إلى البركة. لكن قد ورد فى بعض الأخبار المرفوعة تجويز الزيادة، فعند أبى داؤد: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: السلام عليكم، فرد عليه، فجلس، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”عشرة“. ثم جاءه آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه فجلس، فقال: ”عشرون“. ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فرد عليه، فقال: ”ثلثون“. ثم أتى آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: ”أربعون“. وقال: ”هكذا تكون الفضائل“. وفى كتاب عمل اليوم والليلة لابن السنن: قال النووى فى الأذكار: إسناده ضعيف.

عن أنس رضى الله تعالى عنه كان رجل يمزّ بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم يرعى دواب أصحابه، فيقول: السلام عليك يا رسول الله، فيقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه“. فقيل: يا رسول الله! تسلم على هذا سلاماً ما تسلمه على أحد من أصحابك؟ قال: ”وما يمنعنى من ذلك“، وهو ينصرف بأجر بضعة رجلاً. فالأولى القول =

الحافظ في الفتح: ١١/٥(١)-

= بتجويز ذلك أحياناً، والاكتفاء على بركاته أكثر“. (التعليق الممجد على هامش موطأ الإمام محمد، ص: ٣٨٥، مير محمد كتب خانه)

(١) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى: "قوله: "فقالوا السلام عليك ورحمة الله". كذا للأكثر في البخارى هنا، و كذا للجميع فى بدء الخلق، ولأحمد ومسلم من هذا الوجه من رواية عبد الرزاق، ووقع هنا للكشميهنى، فقالوا: وعليك السلام ورحمة الله، وعليها شرح الخطابى، واستدل برواية الأكثر لمن يقول: يجزئ فى الرد أن يقع باللفظ الذى يتدأ به، كما تقدم. قيل: ويكفى أيضاً الرد بلفظ الأفراد".

(قوله: فزادوه: ورحمة الله) فيه مشروعية الزيادة فى الرد على الابتداء، وهو مستحب بالاتفاق، لوقوع التحية فى ذلك فى قوله تعالى: ﴿فحيوا بأحسن منها أو ردوها﴾، فلو زاد المبتدئ "ورحمة الله" استحب أن يزداد "وبركاته" فلو زاد "وبركاته" فهل تشرع الزيادة فى الرد؟ و كذا لو زاد المبتدئ على وبركاته، هل يشرع له ذلك؟ أخرج مالك فى الموطأ عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: انتهى السلام إلى البركة.

وأخرج البيهقى فى الشعب من طريق عبد الله بن بابيه قال: جاء رجل إلى ابن عمر رضى الله تعالى عنهما فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: حسبك إلى "وبركاته". انتهى إلى وبركاته. ومن طريق زهرة بن معبد قال: قال عمر رضى الله تعالى عنه: انتهى السلام إلى وبركاته. ورجاله ثقات. وجاء عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما الجواز، فأخرج مالك أيضاً فى الموطأ عنه، أنه زاد فى الجواب: "والغاديات والرائحات".

وأخرج البخارى فى الأدب المفرد، من طريق عمرو بن شعيب عن سالم مولى ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: وكان ابن عمر رضى الله تعالى عنهما يزيد إذا رد السلام، فأتيته مرة فقلت: السلام عليكم، فقال: السلام عليكم ورحمة الله. ثم أتيته فزدت و بركاته، فرد وزاد: وطيب صلواته. ومن طريق زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه أنه كتب إلى معاوية رضى الله تعالى عنه: السلام عليكم - يا أمير المؤمنين! - ورحمة الله وبركاته ومغفرته وطيب صلواته.

ونقل ابن عقيق العيد عن أبى الوليد بن رشد أنه يؤخذ من قوله تعالى: ﴿فحيوا بأحسن منها﴾ الجواز فى الزيادة على البركة إذا انتهى إليها المبتدئ. أخرج أبو داود والترمذى والنسائى بسند قوى =

”والأفضل: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد، ولا يزيد على هذا“. فتاوى عالمگیری: ٥/٣٣٠(١)۔ ”ولا يزيد الرأى على ”وبركاته“. درمختار: ٥/٣٦٥(٢)۔ فقط والله سبحانه تعالى اعلم۔

حرره العبد محمود نگو، عفا الله عنه۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر له، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= عن عمران بن حصين رضى الله تعالى عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: السلام عليكم، فرد عليه، وقال: ”عشر“. ثم جاء آخر فقال: السلام عليكم ورحمة الله، فرد عليه، وقال: ”عشرون“. ثم جاء آخر فزاد: ”وبركاته“ فرد وقال: ”ثلاثون“. وأخرجه البخارى فى الأدب المفرد من حديث أبى هريرة، وصححه ابن حبان وقال: ”ثلاثون حسنة“. وكذا فيما قبلها صرح بالمعدود. وعند أبى نعيم فى عمل اليوم والليلة من حديث على رضى الله تعالى عنه أنه هو الذى وقع له مع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك. وأخرج الطبرانى من حديث سهيل بن حنيف بسند ضعيف رفعه: ”من قال: السلام عليكم، كتب له عشر حسنات. ومن زاد: ورحمة الله، كتبت له عشرون حسنة. ومن زاد: وبركاته، كتبت له ثلاثون حسنة“.

وأخرج أبو داود من حديث سهل بن معاذة بن أنس الجهنى عن أبيه بسند ضعيف نحو حديث عمران، وزاد فى آخره: ثم جاء آخر فزاد: ومغفرته، فقال: ”أربعون“. وقال: ”هكذا تكون الفضائل“. وأخرج ابن السنى فى كتابه بسندٍ واهٍ من حديث أنس رضى الله تعالى عنه قال: كان رجل يمر فيقول: السلام عليك يا رسول الله! فيقول له: ”وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه“. وأخرج البيهقى فى الشعب بسند ضعيف أيضاً من حديث زيد بن أرقم رضى الله تعالى عنه: كنا إذا سلم علينا النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، قلنا: وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته“.

وهذه الأحاديث الضعيفة إذا انضمت قوى ما اجتمعت عليه من مشروعية الزيادة على ”وبركاته“. واتفق العلماء على أن الرد واجب على الكفاية“. (فتح البارى: ١/١١٦، كتاب الاستيذان، باب بدء السلام، دارالمعرفة بيروت)

(١) العبارة بتمامها: ”والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، والمجيب كذلك يرد. ولا ينبغي أن يزداد على البركات شيء. قال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما: لكل شيء =

= منتهی و منتهی السلام البرکات، کذا فی المحيط“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۵/۳۲۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام و تسمیت العاطس، رشیدیہ)

(۲) العبارة بأسرها: ”ولا یزید الرأء علی ”وبرکاته“۔ (الدرالمختار). قال العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: ولا یزید الرأء علی وبرکاته) قال فی التاتارخانیة: والأفضل للمسلم أن یقول: السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته، والمجیب كذلك یرد، ولا ینبغی أن یزاد علی البرکات شیء، اه“۔ (ردالمحتار: ۶/۴۱۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ الکاملیة، ص: ۲۷۳، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ حقانیہ پشاور)

ترجمہ عربی عبارات

”حضرت عمران بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، السلام علیکم کہا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا۔ وہ شخص بیٹھ گیا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دس نیکیاں“۔ پھر دوسرا شخص آیا، اس نے السلام علیکم ورحمة اللہ کہا، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا۔ وہ شخص بیٹھ گیا، ارشاد فرمایا: ”بیس نیکیاں“۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته کہا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا وہ بیٹھ گیا۔ ارشاد فرمایا: ”تیس نیکیاں“۔ امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی معنی میں روایت کی ہے، اس میں اتنی زیادتی اور ہے: پھر ایک شخص آیا، اس نے ”السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته ومغفرته“ کہا، آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”چالیس نیکیاں“۔ اور ارشاد فرمایا: ”اسی طرح فضیلتیں (ثواب میں زیادتی) ہونگی“۔ امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔

محمد بن عمرو بن عطاء فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک یمنی شخص حاضر ہوا اور السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته کہا اس کے ساتھ کچھ

سلام کرنے کے لئے پاؤں پر ہاتھ پھیرنا

سوال [۹۱۲۶]: ہمارے یہاں سلام کا رواج اس طرح ہے کہ چھوٹے بیٹھ کر اپنے بڑوں کے قدم پر ہاتھ پھیرتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ آیا اس قسم کا سلام عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سلام کا یہ طریقہ خلاف سنت و خلاف اسلام ہے، ہر یکنوں کا طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بند نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

سلام کے لئے ہاتھ سے اشارہ

سوال [۹۱۲۷]: بوقت سلام دست برداشتن چہ حکم دارد؟

اور بھی زیادہ کہا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ کون شخص ہے۔ اس وقت حضرت کی بینائی جاچکی تھی۔ لوگوں نے جواب دیا: یہ آنے والا یعنی شخص ہے اور اس کا تعارف کرایا، یہاں تک کہ اس کو پہچان لیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سلام و برکت (و برکاتہ) پر ختم ہو جاتا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں، جب کسی نے السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کہا تو اس پر رُک جائے، اس لئے کہ اتباع سنت افضل ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

اور افضل السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ ہے اور مجیب بھی اسی طرح جواب دے

”وبرکاتہ“ پر زیادتی نہ کرے، فتاویٰ عالمگیری۔ اور کوئی ”وبرکاتہ“ پر زیادتی نہ کرے، درمختار۔

(۱) اس سے سجدے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو جائز نہیں ہے:

”و فی القہستانی: الإیما فی السلام إلی قریب الرکوع کالسجود. و فی العمادیة: ویکرہ

الانحناء؛ لأنه يشبه فعل المجوس“. (مجمع الأنهر: ۵۴۲/۲، کتاب الکراہیة، فصل فی أحكام النظر

واللمس، دار إحياء التراث العربی بیروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

بوقتِ ضرورتِ برائے سلام یا جواب دست برداشتنِ رواست، مثلاً: کسے را از دور سلام کند یا جواب دهد و آواز نتوان رسانید، یا کسے کہ را سلام کند یا جواب دهد و آن آواز نمی شنود، پس درین صورت چون بزبان سلام کند یا جواب دهد بدست نیز اشاره کند. وبے ضرورت چنین نمودن چنانکہ طریقهٔ ابنائے زمانہ است، مکروه است. وبر اشارهٔ دست اکتفاء نمودن در سلام یا جواب و بزبان نگفتن مکروه است (١). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

(١) "وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ليس منا من تشبه بغيرنا، ولا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى، فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع، وتسليم النصارى الإشارة بالأكف". رواه الترمذى، وقال: إسناده ضعيف."

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: "وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ليس منا: أى من أهل طريقتنا و مراعى متابعتنا "من تشبه بغيرنا": أى من غير أهل ملتنا "لا تشبهوا" - بحذف إحدى التائين -: أى لا تشبهوا باليهود "ولا بالنصارى" زيد "لا" لزيادة التأكيد. "فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع، وتسليم النصارى الإشارة بالأكف" - بفتح فضم جمع كف - والمعنى: لا تشبهوا بهم جميعاً فى جميع أفعالهم خصوصاً فى هاتين الخصلتين، ولعلمهم كانوا يكتفون فى السلام أو ردّه أو فيهما بالإشارتين من غير نطق بلفظ السلام الذى هو سنة آدم وذريته من الأنبياء والأولياء.

كانه صلى الله تعالى عليه وسلم كوشف له أن بعض أمته يفعلون ذلك، أو مثل ذلك من الانحناء أو مطأطأة الرأس، أو الاكتفا بلفظ السلام فقط. ولقد رأيت فى المسجد الحرام واحداً من المتصوفة الداخلة فى سلك السالكين المرتاضين المتوكلين الزاهدين فى الدنيا المكتفى بإزار ورداء صائم الدهر لازم الاعتكاف، ليس شىء عنده من أسباب الدنيا، وهو على ذلك أكثر من أربعين سنة، ثم اختار السكوت المطلق فى آخر العمر بحيث يكتفى فى رد السلام بإشارة الرأس، مع أنه ما كان خالياً عن نوع معرفة ودوام تلاوة وحسن خلق و سخاوة نفس، إلا أنه كان ما يرى أنه يطوف. والله أعلم =

الحافظ في الفتح: ١١/٥(١)-

= بتجويز ذلك أحياناً، والاكتفاء على بركاته أكثر“. (التعليق الممجد على هامش موطأ الإمام محمد، ص: ٣٨٥، مير محمد كتب خانه)

(١) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى: "قوله: "فقالوا السلام عليك ورحمة الله". كذا للأكثر في البخارى هنا، و كذا للجميع فى بدء الخلق، ولأحمد ومسلم من هذا الوجه من رواية عبد الرزاق، ووقع هنا للكشميهنى، فقالوا: وعليك السلام ورحمة الله، وعليها شرح الخطابى، واستدل برواية الأكثر لمن يقول: يجزئ فى الرد أن يقع باللفظ الذى يتدأ به، كما تقدم. قيل: ويكفى أيضاً الرد بلفظ الإفراد".

(قوله: فزادوه: ورحمة الله) فيه مشروعية الزيادة فى الرد على الابتداء، وهو مستحب بالاتفاق، لوقوع التحية فى ذلك فى قوله تعالى: ﴿فحيوا بأحسن منها أو ردوها﴾، فلو زاد المبتدئ "ورحمة الله" استحب أن يزداد "وبركاته" فلو زاد "وبركاته" فهل تشرع الزيادة فى الرد؟ و كذا لو زاد المبتدئ على وبركاته، هل يشرع له ذلك؟ أخرج مالك فى الموطأ عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: انتهى السلام إلى البركة.

وأخرج البيهقى فى الشعب من طريق عبد الله بن بابيه قال: جاء رجل إلى ابن عمر رضى الله تعالى عنهما فقال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته، فقال: حسبك إلى "وبركاته". انتهى إلى وبركاته. ومن طريق زهرة بن معبد قال: قال عمر رضى الله تعالى عنه: انتهى السلام إلى وبركاته. ورجاله ثقات. وجاء عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما الجواز، فأخرج مالك أيضاً فى الموطأ عنه، أنه زاد فى الجواب: "والغاديات والرائحات".

وأخرج البخارى فى الأدب المفرد، من طريق عمرو بن شعيب عن سالم مولى ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: وكان ابن عمر رضى الله تعالى عنهما يزيد إذا رد السلام، فأتيته مرة فقلت: السلام عليكم، فقال: السلام عليكم ورحمة الله. ثم أتيتهم فزدت و بركاته، فرد وزاد: وطيب صلواته. ومن طريق زيد بن ثابت رضى الله تعالى عنه أنه كتب إلى معاوية رضى الله تعالى عنه: السلام عليكم -يا أمير المؤمنين!- ورحمة الله وبركاته ومغفرته وطيب صلواته.

ونقل ابن دقيق العيد عن أبى الوليد بن رشد أنه يؤخذ من قوله تعالى: ﴿فحيوا بأحسن منها﴾ الجواز فى الزيادة على البركة إذا انتهى إليها المبتدئ. أخرج أبو داود والترمذى والنسائى بسند قوى =

سلام میں ہاتھ کا اشارہ

سوال [۹۱۲۸]: کسی کو ”السلام علیکم“ کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سلام کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کی بھی گنجائش ہے اگرچہ ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

بحالتِ اذان سلام کا حکم

سوال [۹۱۲۹]: اذان ہوتے وقت اگر کوئی سلام کرے تو جواب سلام دینا چاہیے یا نہیں، ایسے

وقت سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اذان کے وقت سلام کا جواب دینا واجب نہیں، کیونکہ جواب اذان ذکر ہے اور ذکر و دعاء و تسبیح وغیرہ کی

حالت میں اگر سلام کیا جائے تو اس کا جواب واجب نہیں ہوتا:

”وفی شرح الشرعة: صرح الفقهاء بعدم وجوب الردّ فی بعض المواضع: القاضی إذا

سلم علیه الخصمان، والأستاذ الفقیه إذا سلم علیه تلمیذہ أو غیرہ أو انّ الدرس، و سلام السائل

والمشتغل بقراءة القرآن، والدعاء حال شغله، والجالسین فی المسجد لتسبیح أو قراءة أو ذکر

حال التذکیر“ (۲)۔

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”سلام میں ہاتھ کا اشارہ“)

(۲) (رد المحتار: ۶۱۸/۱، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة، وما یکره فیها، مطلب: المواضع التي

لا یجب فیها رد السلام، سعید)

”ویکره السلام عند قراءة القرآن جهراً، وكذا عند مذاكرة العلم، وعند الأذان والإقامة.

والصحيح أنه لا یردّ فی هذه المواضع أيضاً، كذا فی الغیائیة..... حکى عن الشيخ الإمام الجلیل أبی

بکر محمد بن الفضل البخاری أنه كان یقول فیمن جلس للذکر أى ذکر كان، فدخّل علیه داخل وسلم

علیه: وسعه أن لا یردّ، كذا فی المحيط“. (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۳۲۵، ۳۲۶، کتاب الکراهیة، =

لیکن جواب اذان سے فارغ ہو کر سلام کا جواب دینا مناسب ہے، کما حقہ الشیخ ابن عابدین

فی ردالمحتار، ص: ۶۴۵ (۱)۔

اور جو شخص جواب اذان میں مشغول ہو، اس کو سلام کرنا مکروہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ربیع الأول/۵۵ھ۔

نماز پڑھنے اور وضو کرنے والوں کو سلام کرنا

سوال [۹۱۳۰]: مسجد میں وضو سے پہلے یا بعد میں کچھ آدمی سنتیں نقلیں پڑھ رہے ہوں اور

کوئی مسجد میں داخل ہو، یا اپنی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے، ایسی حالت میں اس کو سلام بلند آواز سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= الباب السابع فی السلام، رشیدیہ

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۴/۶، کتاب الکراہیة، نوع فی السلام، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق: ۲/۲۷۱، باب ما یفسد الصلاة، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲/۱۶، باب ما یفسد الصلاة، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱/۳۹۵، باب ما یفسد الصلاة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) ”فإنه يمكن أن يجیب، ثم یرد السلام“۔ (ردالمحتار: ۱/۳۹۹، کتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب فی تکرار کراہة الجماعة، سعید)

”إذا لم یرد السلام فی الحال، هل یرد بعد الفراغ من الخطبة؟ علی قول محمد رحمہ اللہ

تعالیٰ یرد“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۳۲۶، الباب السابع فی السلام، رشیدیہ)

(۲) ”لعله إنما یجب رد السلام وإن قلنا: إنه لا ینال الإجابة، أو قلنا بعدم وجوبها؛ لأن السلام علیہ فی

هذه الحالة غیر مشروع کالسلام علی القارئ والمؤذن، فلذا لم یجب رده، کما قدمناه“۔ (ردالمحتار:

۱/۴۰۰، کتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب فی کراہة تکرار الجماعة فی المسجد، سعید)

۲..... وضو خانہ مسجد سے ملحق ہے، کچھ آدمی وضو کر رہے ہیں، سو ایسی حالت میں نو وارد وضو کرنے

والوں کو سلام کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... نماز پڑھنے والوں کو اگر سلام کرے تو ناجائز ہے (۱)، اسی طرح جو شخص دعاء، تسبیح، ذکر وغیرہ میں مشغول

ہے اسے سلام کرنا بھی منع ہے (۲)۔ ہاں! کوئی شخص فارغ ہو تو اس کو سلام کرنا درست ہے، مسجد میں بھی اور باہر بھی۔

۲..... وضو کرنے والے کو سلام کرنا درست ہے جب کہ وہ دعاء نہ پڑھ رہا ہو (۳) ورنہ

(۱) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان ”نمازی کو سلام“۔)

(۲) قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ:

”سلامک مکروہ علی من ستمتع
مصل وتال ذا کر ومحدث
ومن بعد ما أبدی یسن ویشرع
خطیب ومن یصغی إلیهم ویسمع

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: ذا کر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه یذکر اللہ تعالیٰ، ویذکر الناس به، والظاهر أنه أعم، فیکره السلام علی مشتغل بذکر اللہ تعالیٰ بأی وجه کان، رحمتی“. (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب المواضع التي یکره فیها السلام: ۶۱۶/۱، سعید)

(۳) وضو کے دوران بعض غیر منقول دعائیں فقہائے کرام نے ذکر کی ہیں، لیکن دوران وضوء بعض دعائیں منقول بھی ہیں:

”عن عقبه بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: کنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم خدام..... فأدرکت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب الناس، فسمعتہ یقول: ”مامنکم من أحد یتوضأ، فیحسن الوضوء، ثم یقوم، فیرکع رکعتین یقبل علیہما بقلبه ووجهه إلا فقد أوجب“. فقلت: یخ بخ ما أجود هذه! فقال رجل بین یدی التي قبلها: یا عقبه أجود منها، فنظرت، فإذا هو عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قلت: ما هی یا أبا حفص؟! قال: إنه قال انفاً قبل أن تجیئی: ”مامنکم من أحد یتوضأ، فیحسن الوضوء، ثم یقول حین یفرغ من وضوءه: أشهد أن لا إله إلا اللہ وحده لا شریک له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، إلا فتحت له أبواب الجنة الثمانية یدخل من أيها شاء“. (سنن أبی داؤد، کتاب الطهارة، باب ما یقول الرجل إذا توضأ: ۲۵/۱، مکتبه إمدادیہ ملتان)

”وعن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، بعین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۳/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/ربیع الاول/۵۵ھ۔

نمازی کو سلام

سوال [۹۱۳۱]: اگر کوئی شخص نماز میں ہو اور آنے والا سے سلام کرے تو اس کو زبان یا اشارہ سے

جواب دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب کوئی شخص نماز میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کیا جائے کہ یہ مکروہ ہے (۲)، اگر کسی نے ناواقفیت سے

= ”من توضأ فأحسن الوضوء، ثم قال: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، فتحت له ثمانية أبواب من الجنة من أيها شاء“۔ (الجامع الترمذی، کتاب الطهارة، باب ما يقال بعد الوضوء: ۱۸/۱، سعید)

”وعن البراء بن عازب رضى الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”ما من عبد يقول حين يتوضأ: بسم الله، ثم يقول بكل عضو: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، ثم يقول حين يفرغ: اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، إلا فتحت له ثمانية أبواب الجنة يدخل من أيها شاء الخ“۔ (ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب في مباحث الاستعانة في الوضوء بالغير: ۱۲۷/۱، سعید)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى:

”سلامك مكروه على من ستسمع
ومن بعد ما أبدى يسن ويشرع
مصل وتسال ذاكر ومحدث
خطيب ومن يصغى إليهم ويسمع

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله: ذاكر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه يذكر الله تعالى، ويذكر الناس به، والظاهر أنه أعم، فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالى بأى وجه كان، رحمتي“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب المواضع التي يكره فيها السلام: ۲۱۶/۱، سعید)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى:

سلام کر لیا تو وہ جواب نہ دے، نہ زبان سے نہ اشارہ سے (۱)، شامی میں اس کی تصریح موجود ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۹۱ھ۔

”سلامک مکروہ علی من ستسمع
مصل و تال ذاکر و محدث
و من بعد ما أبدی یسن و یشرع
خطیب و من یصغی إلیهم و یسمع“۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: سلامک مکروہ) ظاہرہ التحريم، وسيجىء التصريح بالإثم فى بعضها. (قوله: ومن بعد ما أبدى، الخ) فعل مضارع رباعى: أى أظهر، والمعنى: وغير الذى أذكره هنا یسن، و لا یناقضه قوله و الزيادة تنفع؛ لأنه من كلام صاحب النهر، كما ستعرفه، فافهم“۔ (ردالمحتار: ۱/۶۱۶، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب: المواضع التى یکره فیها السلام، سعید)

(۱) ”عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: كنا نسلم على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو فى الصلاة قبل أن نأتى أرض الحبشة، فيرد علينا، فلما رجعنا من أرض الحبشة، أتته فوجدته يصلى، فسلمت عليه، فلم يردّ علىّ حتى إذا قضى صلوته، قال: ”إن الله يحدث من أمره ما يشاء، وإن مما أحدث أن لا تتكلموا فى الصلاة“۔ فرد علىّ السلام، وقال: ”إنما الصلاة لقرأة القرآن و ذكر الله، فإذا كنت فيها فليكن ذلك شانك“۔ رواه أبو داؤد“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۹۱، کتاب الصلوة، باب ما لا يجوز من العمل فى الصلاة وما لا یباح، الفصل الثانی، قديمی)

(و كذا فى الفتاوى العالمکیرية، كتاب الكراهية، الباب السابع فى السلام و تشمیت العاطس: ۲۲۶/۵، رشیدیہ)

(و كذا فى البزازیة على هامش الفتاوى العالمکیرية، كتاب الكراهية، نوع فى السلام: ۳۵۳/۶، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: ”و رد السلام - ولو سهواً - بلسانه لا بيده، بل يكره على المعتمد“۔ (الدرالمختار). قال الشامى رحمه الله تعالى: ”(قوله: لا بيده): أى لا يفسدها رد السلام بيده، خلافاً لمن عزا إلى أبى حنيفة رحمه الله تعالى أنه مفسد، فإنه لم يُعرف نقله من أحد من أهل المذهب، وإنما يذكر عدم الفساد بلا حكاية خلاف، بل صريح كلام الطحاوى أنه قول أئمتنا الثلاثة، و كأن هذا القائل فهم من قولهم: (ولا يرد بالإشارة) أنه مفسد، كذا فى الحلية لابن أمير حاج =

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

سوال [۹۱۳۲]: مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا چاہئے یا نہیں، جب کہ کچھ لوگ نماز پڑھتے ہوتے ہیں، کچھ وظائف میں، کچھ خاموش بیٹھے ہوتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

ایسی حالت میں ان کو سلام کرنا مستحب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الحلبي. واستدرک فی البحر علی قوله: (فإنه لم يعرف، الخ) بأن نقله صاحب المجمع وهو من أهل المذهب المتأخرين.

ومع هذا فالحق أن الفساد ليس بثابت في المذهب، وإنما استنبطه بعض المشايخ مما في الظهيرية وغيرها من أنه لو صافح بنية التسليم فسدت، فقال: فعلى هذا تفسد أيضاً إذا ردت بالإشارة. ويدل لعدم الفساد أنه عليه السلام فعله، كما رواه أبو داؤد، وصححه الترمذي. وصرح في المنية بأنه مكروه: أي تنزيهاً، وفعله عليه السلام لتعليم الجواز، فلا يوصف فعله بالكراهة، كما حققه في الحلبة، اهـ. (ردالمحتار: ۱/۲۱۶، كتاب الصلوة، مطلب: الفرق بين السهو والنسيان، سعيد)

وقال الرافعي رحمه الله تعالى: "قوله: كما حققه في الحلبة) لكن قال الزيلعي: ولا يرد بالإشارة؛ لأنه عليه السلام لم يرد بها على ابن مسعود ولا جابر رضي الله تعالى عنهما. وما روى من قول صهيب: "سلمت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يصلي فرد بالإشارة" يحتمل أنه كان نهياً عن السلام، أو كان حالة التشهد وهو يشير، فظنه رداً، اهـ."

وقال المقدسي بعد ذكر حاصل ما في شرح المنية: أقول: ما ذكره الشارح يرد هذا؛ لأن الرد مشترك يراد به عدم القبول، ولعله المراد من فعله عليه السلام، فكأنه يرد عليهم سلامهم ويعلمهم أنه في الصلاة، ويراد به المكافأة، وليس بمراد. وبهذا التوفيق يستغنى عن التطويل والتعسف وجعله مكروهاً تنزيهاً لوقوعه من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. (تقريرات الرافعي على ردالمحتار: ۸۱۱، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، سعيد)

(۱) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان "نمازیوں، ذاکرین، منتظرین نماز اور خاموش لوگوں کو آتے وقت سلام کرنا"،

فلیراجع، ص: رقم الحاشیة: ۱)

خالی مسجد میں سلام کرنے کا حکم

سوال [۹۱۳۳]:۱۔ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو اس صورت میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یا نکلنے

ہوئے سلام کرنا کیسا ہے؟

نمازیوں، ذاکرین، منتظرین نماز اور خاموش لوگوں کو آتے وقت سلام کرنا

سوال [۹۱۳۴]:۲۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مسجد کے کل حاضرین نماز میں مشغول ہیں اور

آنے والا سلام کرتا ہے، یا کچھ لوگ نماز میں کچھ وضو میں اور کچھ نماز کے انتظار میں، اس صورت میں داخل ہونے والا سلام کرتا ہے۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

۳۔ یہی صورت نکلنے کے وقت ہوتی ہے کہ جانے والا سلام کر کے چلا جاتا ہے، حالانکہ لوگ اپنی

سنتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ بالا صورتوں میں سلام کرنے والا اس قدر بلند آواز سے سلام کرتا ہے کہ حاضرین میں

سے ہر شخص بہ آسانی سن لیتا ہے۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

۱۔..... یہ طریقہ ٹھیک ہے، اس طرح کہنا چاہیے ”السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين“ مگر یہ

داخل ہوتے وقت تو ثابت ہے (۱) نکلنے وقت کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

(۱) ”ولو دخل و لم ير أحداً، يقول: ”السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين“۔ (الدر المختار).

قال الشامي رحمه الله تعالى: ”(قوله: وعلى عباد الله الصالحين) فيكون مسلماً على الملائكة

الذين معه، وصالحى الجن والحاضرين وغيرهم، وقالوا: إن الجن مكلفون بما كلفنا به. ومقتضاه أنه

يجب عليهم الرد، ولا يخرجون عنه إلا بالإسماع، و لم أر حكمه، وقد يقال: إنهم أمروا بالاستتار عن

أعين الإنس؛ لعدم الأنس والمجانسة، ورده ظاهراً من قبيل الإعلان، فتدبر“۔ (رد المحتار: ۴۱۶/۶،

كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، سعيد)

(و كذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۲۰۷/۳، كتاب الحظر والإباحة، دار المعرفة بيروت)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۵/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع فى السلام، رشيدية) =

۲..... یہ مکروہ ہے، ردالمحتار میں یہ مسئلہ موجود ہے (۱)۔

۳..... یہ بھی مکروہ ہے، کذا فی رد المحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

= (و کذا فی أحكام القرآن للجصاص : ۳/۴۸۹، قدیمی)

(۱) قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ:

”سلامک مکروہ علی من ستسمع

ومن بعد ما أبدی یسن و یشرع

ومصل وتال ذا کر محدث

خطیب و من یصغی إلیهم و یسمع“.

(الدرالمختار).

قال الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: سلامک مکروہ) ظاهرہ التحريم، و سیجیء التصريح بالإثم فی بعضها. (قوله: و من بعد ما أبدی، الخ) فعل مضارع رباعی: أى أظهر من کلام صاحب النهر كما ستعرفه، فافهم. (قوله: ذا کر) فسره بعضهم بالواعظ؛ لأنه یذکر الله تعالیٰ و یذکر الناس به، والظاهر أنه أعمّ فیکره السلام علی مشغول بذكر الله تعالیٰ بأی وجه کان، رحمتی“ (ردالمحتار: ۱/۶۱۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

”السلام تحية الزائرين، والذين جلسوا فی المسجد للقرأة والتسبیح أو لانتظار الصلاة، ما جلسوا فیہ لدخول الزائرين علیهم، فلیس هذا أو أن السلام، فلا یسلم علیهم، ولهذا قالوا: لو سلم علیهم الداخل، وسعهم أن لا یجیبوه، کذا فی القنیة..... ولا یسلم عند الخطبة یوم الجمعة والعیدین واشتغالهم بالصلاة، لیس فیهم أحد إلا یصلی، کذا فی الخلاصة“ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۵/۳۲۵، ۳۲۶، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۳۵۳، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، رشیدیہ)

واضح رہے کہ کراہت کا حکم اس وقت ہے جب سارے لوگ نماز میں مشغول ہوں، اگر کچھ نماز میں مشغول ہوں اور کچھ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوں تو سلام کرے یا نہ کرے، دونوں کا اختیار ہے:

”وإن دخل مسجداً وبعض القوم فی الصلاة وبعضهم لم یكونوا فیها، یسلم، وإن لم یسلم، لم

یکن تارکاً للسنة، اه“ (ردالمحتار: ۶/۴۱۳، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(۲) (مر آنفاً فی الحاشیة المتقدمة)

کھانا کھانے والے کو سلام کرنا

سوال [۹۱۳۵]: قرآن مجید پڑھنے والے کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، یا کھانا کھانے والے کو

سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے کو سلام کرنا مکروہ ہے اور ایسے سلام کا جواب

دینا بھی واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۸/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۷/شعبان/۵۸ھ۔

ڈھیلے سے استنجا سکھاتے وقت سلام کا جواب

سوال [۹۱۳۶]: ڈھیلے سے استنجا خشک کرتے وقت اگر کسی نے سلام کیا تو جواب دیا جاسکتا

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص پیشاب کے بعد ڈھیلے سے استنجا خشک کر رہا ہے اس کو اگر کوئی شخص سلام کرے تو جواب دینے

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى:

”ودع أكلًا إلا إذا كنت جائعاً وتعلم منه أنه ليس يمنع“.

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”يكره السلام على العاجز عن الجواب حقيقة كالمشغول

بالأكل أو الاستفراغ، أو شرعاً كالمشغول بالصلاة وقرأة القرآن، ولو سلم لا يستحق الجواب، اهـ“.

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۶۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة، وما يكره فيها، مطلب:

المواضع التي يكره فيها السلام، سعيد)

”قولهم: كآكل (ظاهره أن ذلك مخصوص بحال وضع اللقمة في الفم والمضغ، وأما قبل

وبعد، فلا يكره، لعدم العجز، وبه صرح الشافعية“.

(ردالمحتار: ۶/۴۱۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

کے متعلق معارف السنن میں دو قول نقل کئے ہیں، ایک میں اجازت ہے دوسرے میں ممانعت (۱)۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس وقت قطرہ آرہا ہے اس وقت جواب نہ دے اور جب محض احتیاط کے لئے ڈھیلا رکھا ہے تو جواب دے دے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

استنجا سکھاتے ہوئے سلام کا جواب

سوال [۹۱۳]: زید پیشاب کے بعد یا قضائے حاجت کے بعد ڈھیلا سکھا رہا تھا، اس حالت

میں عمر نے اس کو سلام کیا۔ تو زید سلام کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟

۲..... حدیث شریف میں جو حالت استنجا میں سلام اور بات چیت کی جو ممانعت ہے، اس سے کون سی

حالت اور کون سا وقت مراد ہے؟

۳..... عمر کہتا ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں کلوخ سکھاتے وقت سلام کا جواب دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ کیا

عمر کا کہنا صحیح ہے؟

(۱) ”وأما السلام على من يستنجى من البول بالحجر أو المدر، قاعداً أو قائماً - كما تعرف اليوم في بلادنا - فلم يثبت فيه من القدماء شيء، وكان الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي رحمه الله يقول برد السلام عند ذلك، وكان الشيخ محمد مظهر النانوتوي - مؤسس المعهد العربي ”مظاهر علوم“ - بسهارنפור يقول بترك الرد“۔ (معارف السنن، باب في كراهية رد السلام غير متوضئ: ۱/۳۱، سعید)

(۲) سوال: استنجا کرتے وقت سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: فقہاء نے پیشاب کرتے وقت سلام کرنے کو مکروہ لکھا ہے، استنجا کرتے وقت اگر تقاطر بول یعنی

پیشاب کے قطرے گرتے ہوں تو اس حکم کی رو سے اس وقت بھی سلام مکروہ ہے اور اگر تقاطر بول نہ ہو تو پھر بھی بے ادبی سے خالی

نہیں، اس لئے ایسے مواقع پر سلام کرنے سے اجتناب کیا جائے، اور اگر سلام کرے تو استنجا کے بعد جواب دے دے، کیونکہ سلام

کے جواب میں تاخیر جائز ہے۔ (إمداد الفتاوى، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء، استنجاء کے وقت سلام کا

حکم: ۵۹۱/۲، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... اگر اس کو قطرہ نہیں آ رہا ہے محض احتیاطاً سکھا رہا ہے تو جواب دے دے، ورنہ نہیں (۱)۔

۲..... جب کہ قضائے حاجت میں مشغول ہو (۲)۔

۳..... فتاویٰ رشیدیہ کا حاصل جوابات کی شق اول مراد ہے یعنی جب کہ محض احتیاطاً سکھا رہا ہو:

”سلامک مکروہ ومن هو فی حال التغوط أشنع، اه“۔ درمختار۔ قال الشامی:

”مرادہ مایعم البول، اه“۔ ردالمحتار: ۱/۱۵۴ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۰ھ۔

(۱) (راجع، ص: ۸۲، رقم الحاشیة: ۱)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً جائز لکھا ہے:

سوال: ”استبراء کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا چاہیے یا نہیں، حدیث شریف میں تو ”إذ البول“ کا

لفظ آیا ہے پھر لوگ استنجا کرتے وقت سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ یہ ان کی غلط فہمی ہے یا کچھ اصل بھی ہے؟ علاوہ بریں حدیث

شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ حائضہ بھی سلام کرتیں اور سلام کا جواب دیتی تھیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقاطر مانع تحیت نہیں؟

جواب: فی الدر المختار، أول باب مفسدات الصلوة: ”سلامک مکروہ علی من ستسمع

..... فهذا ختام والزيادة تنفع“۔ ان ابیات میں مواضع کراہیت سلام کو شمار کیا ہے، مگر اس میں یہ حالت معدود نہیں،

اور تامل سے اور بھی کوئی دلیل منع کی نہیں معلوم ہوتی، پس ظاہر اسیے بلا سند محض رسم پڑ گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ

اتم“۔ (إمداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، احکام سلام و تعظیم اکابر، استنجا کے وقت سلام: ۳/۹، مکتبہ

دارالعلوم کراچی)

(۲) ”ردالسلام واجب، إلا علی من فی الصلوة أو فی قضاء حاجة الإنسان“۔ (ردالمحتار، باب

ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا: ۱/۶۱۸، سعید)

(۳) (الدر المختار: ۱/۶۱۷، سعید)

”ولا یسلم علی الذی یتغنی، والذی یبول، والذی یطیر الحمام رجل سلم علی من کان

فی الخلاء یتغوط ویبول، لا ینبغی لہ أن یسلم علیہ فی هذه الحالة، فإن سلم علیہ، قال أبو حنیفة رحمہ اللہ

تعالیٰ: یرد علیہ السلام بقلبه لا بلسانه، وقال أبو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ: لا یرد علیہ لا بالقلب ولا

باللسان ولا بعد الفراغ أيضاً. وقال محمد رحمہ اللہ: یرد علیہ السلام بعد الفراغ من الحاجة“۔ =

گھٹنے کھولے ہوئے کو سلام

سوال [۹۱۳۸]: ایک آدمی گھٹنے کھولے بیٹھا ہے، دوسرا اس کے پاس آتا ہے، آنے والا بیٹھے

ہوئے کو سلام کرے یا نہ کرے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

حنفیہ کے نزدیک گھٹنا عورت ہے اور کاشفِ عورت کو سلام کرنا مکروہ لکھا ہے: ”ودع كافرًا أيضًا

ومكشوف عورة، ومن هو في حال التغوط أشنع، اهـ“۔ درمختار: ۱/۶۴۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ
تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدہ تلاوت اور سلام کا جواب

سوال [۹۱۳۹]: ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو میں اگر سجدہ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدہ تلاوت

واجب ہوگا؟ نیز مذکورہ صورتوں میں اگر سلام علیک سنا جائے تو جواب دینا بھی واجب ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

اگر قاری یا متکلم کی قرأت و آواز کو کسی آلہ میں محفوظ کر لیا گیا تو اس میں آیت سجدہ سننے سے سجدہ

تلاوت لازم نہیں ہوگا، ٹیپ ریکارڈ کا بھی یہی حکم ہے، اس کے سلام کا جواب بھی ضروری نہیں۔ ریڈیو میں تقاضہ

احتیاط یہ ہے کہ آیت سجدہ سن کر سجدہ تلاوت کیا جائے، اور اس کے سلام کا جواب بھی دیا جائے بشرطیکہ اصل

= (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فی السلام: ۳۲۶/۵، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها: ۶۱۷/۱، سعید)

قال الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ العبارة المذكورة: ”(قوله: ومكشوف عورة) ظاهره ولو الكشف

لضرورة“۔ (ردالمحتار: ۶۱۷/۱، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة، وما یکره فیها، مطلب: المواضع

التي یکره السلام، سعید)

(وكذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۵/۶، کتاب الکراهیة، نوع فی

السلام، رشیدیہ)

آواز سے سنائی دے رہی ہو، کوئی ریکارڈ نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۸۹ھ۔

سلام غائب کا جواب

سوال [۹۱۲۰]: اگر کوئی شخص کسی کا سلام پیش کرے تو جواب کس طرح دینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عليه و عليكم السلام (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”ظاہر ہے کہ یہ آلہ حال ہی میں ایجاد ہوا ہے، اس کا حکم صریح الفاظ میں کتب فقہ یا نصوص کتاب و سنت میں نہیں ہو سکتا، قواعد و اصول اور امثال و نظائر ہی سے اس کا حکم دریافت کیا جاسکتا ہے۔ فقہائے کرام کے کلام میں اس کی ایک نظیر یہ مذکور ہے کہ صوت صدی یعنی آواز بازگشت جو کسی گنبد یا کنوئیں میں سنی جاتی ہے، یہ آواز چونکہ متکلم کی اصلی آواز نہیں، بلکہ اس کا عکس ہے، جو ایک غیر جاندار، غیر ذی شعور چیز کے ذریعہ انسان تک پہنچا ہے، اس لئے فقہاء نے اس کو تلاوت قرار نہیں دیا اور وجوب سجدہ کے لئے تلاوت صحیحہ شرط ہے، اس لئے بازگشت کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب نہیں۔“ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام، باب ریڈیو پر تلاوت قرآن، عنوان: ”ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت، ص: ۱۶۳، إدارة المعارف کراچی)

(۲) ”وعن غالب رحمہ اللہ تعالیٰ قال: إنا لجلوس بباب الحسن البصرى رحمہ اللہ تعالیٰ إذ جاء رجل فقال: حدثني أبي عن جدي، قال: بعثني أبي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ائتہ فاقراءہ السلام، قال: فأتيتہ فقلت: أبي يقرئك السلام، فقال: ”عليك وعلى أبيك السلام“. رواه أبو داؤد.“ (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۳۹۹، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

”وفى الحصن: وإذا بلغ سلاماً، فليقل: وعليه السلام ورحمة الله وبركاته“. رواه الجماعة عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرفوعاً. أو ”وعليك وعليه السلام“. رواه النسائي عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً. (مرقاۃ المفاتیح: ۴۳۶/۸، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانی، رشیدیہ)

”أن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً: ”يا عائشة! هذا جبرئيل يقرئك السلام“. فقلت: وعليه السلام ورحمة الله وبركاته، ترى ما لا أرى.“
تريد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.“ (صحيح البخارى: ۵۳۲/۱، كتاب المناقب، باب فضل عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، قدیمی)

بیوی کو سلام کرنا یا لکھنا

سوال [۹۱۴۱]: زید نے اپنی بیوی کو ”سلام علیکم“ کیا، یا خط لکھا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بیوی کو سلام کرنا اور خط میں لکھنا بالکل درست ہے، کوئی شبہ نہ کریں، بلکہ شوہر جب مکان میں آوے تو وہ خود سلام کرے، اس کا انتظار نہ کرے کہ بیوی سلام کرے گی تو جواب دوں گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۸۸ھ۔

= قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "ولو قال لآخر: اقرأ فلاناً السلام، يجب عليه ذلك".
(الدرالمختار). وقال الشامي رحمه الله تعالى: "وقال أيضاً: ويستحب أن يرد على المبلّغ أيضاً، فيقول:
وعليك وعليه السلام، اهـ. ومثله في شرح تحفة القرآن للمصنف. وزاد: وعن ابن عباس رضي الله
تعالى عنهما: يجب، اهـ. لكن قال في التاتارخانية: ذكر محمد حديثاً يدل على أن من بلغ إنساناً سلاماً
عن غائب، كان عليه أن يرد الجواب على المبلّغ أولاً، ثم على ذلك الغائب، اهـ. وظاهره الوجوب،
تأمل". (ردالمحتار: ۶/۴۱۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)
(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۵/۱۹۳، دارالكتب العلمية بيروت)
(۱) لقوله تعالى: ﴿فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا﴾ الآية (سورة النور: ۶۱)

"وقال الزهري: إذا دخلت بيتك، فسلم على أهلک، فهم أحق من سلمت عليه". (أحكام
القرآن للجصاص: ۳/۴۸۹، قديمي)

"وعن قتادة قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم "إذا دخلتم بيتاً، فسلموا على أهله".
"وعن أنس رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يا بُنَيَّ! إذا
دخلت على أهلک، فسلم، يكون بركةً عليك وعلى أهل بيتك". رواه الترمذي.
"وعن جرير رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مرّ على نسوة، فسلم
عليهن. رواه أحمد". (مشکوٰۃ المصابيح: ۳۹۹، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)
"الرجل مع المرأة إذا التقيا، سلم الرجل أولاً، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى
العالمكيرية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدية) =

امرد کا کسی کو سلام کرنا

سوال [۹۱۴۲]: ۱..... امرد ہر ایک سے سلام کر سکتا ہے یا نہیں؟

امرد کے سلام کا جواب بحالتِ شہوت

سوال [۹۱۴۳]: ۲..... امرد کے سلام کا جواب دینا بحالتِ شہوت کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... کر سکتا ہے، اگر فتنہ نہ ہو (۱)۔

۲..... ایسی حالت میں اس کا جواب نہ دے، فعل بد تو آخری درجہ ہے، بسا اوقات نظر اس کا سبب بن جاتی

ہے۔ نیت اگر دیکھنے ہی تک محدود ہے، یعنی اس کی شہوت دیکھنے سے ہی پوری ہو جاتی ہے تو یہ بھی درست نہیں، بلکہ بعض ارباب تحقیق نے ایسی نظر کو اشد و افتح قرار دیا ہے، کیونکہ جتنا مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

دو شخص یکدم سلام کریں تو جواب کس پر ہے؟

سوال [۹۱۴۴]: بسا اوقات دو مسلمانوں کی ملاقات ہوتی ہے اور دونوں بیک وقت ”السلام

= (و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۳/۲۳، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی التسیح

والتسلیم، رشیدیہ)

(۱) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ:

”رد السلام واجب إلا علی من فی الصلوة أو یاکل شغلا

أو سلّم الطفل أو السكران أو شابة یخشی بہا افتتان“

(ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا، مطلب المواضع التي لا یجب فیہا

ردالسلام: ۱/۶۱۸، سعید)

(۲) ”وإن كان صبیحاً، فحکمہ حکم النساء، وهو عورة من قرنه إلى قدمه، لا یحل النظر إلیه عن شهوة

..... وفيه إشارة إلى أنه لو علم منه الشهوة أو ظن أو شک حرم النظر، كما فی المحيط وغيره، اهـ.“

(ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۶/۲۶۵، سعید)

علیکم“ کہہ دیتے ہیں تو اس صورت میں جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

”إذا التقيا فأفضلهما أسبقهما، فإن سلّما معاً، يرد كل واحد“. عالمگیری (۱) اس سے

معلوم ہوا کہ دونوں جواب دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱/۹۲ھ۔

نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا

سوال [۹۱۴۵]: نئے چاند کو دیکھ کر اگر سلام کرے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نئے چاند کو دیکھ کر سلام کرنا ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

آداب عرض وغیرہ

سوال [۹۱۴۶]: ”آداب عرض ہے“ اور اسی جیسے دوسرے لفظوں سے مصلیٰ مثلاً کسی ڈاکٹر، لیڈریا

امیر سے اس کے گمان بد خلقی و بد تہذیبی سے بچنے کے لئے یا جان پہچان ہونے کی وجہ سے، یا ایسے ہی کسی اور وجہ

سے غیر مسلم سے سلام کے بجائے ان لفظوں کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۲۵/۵، کتاب الکراہیة، الباب السابع فی السلام، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۴۱۶/۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

حاصل جواب یہ ہے کہ دونوں سلام کرنے والوں پر ایک دوسرے کا جواب دینا لازم اور ضروری ہے۔

(۲) ”عن بلال بن یحییٰ بن طلحة بن عبید اللہ، عن أبیه، عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أن النبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کان إذا رأى الهلال، قال: ”اللهم! أهله علينا بالأمن والإيمان والسلامة والإسلام ربی

وربک اللہ تعالیٰ“۔ (عمل الیوم واللیلة، باب ما یقول إذا رأى الهلال، ص: ۵۹۶، مکتبة الشیخ)

الجواب حامداً ومصلياً:

گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

ناراضگی کی وجہ سے ترکِ سلام کی مدت

سوال [۹۱۴]: زید اور عمر دونوں کا رہنا سہنا ایک ساتھ تھا، بعد میں کسی بناء پر دونوں لڑ گئے اور زید

نے عمر سے یہ کہہ دیا کہ تیرا آج سے مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ تم میری کوئی چیز استعمال کرنا اور نہ میں تمہاری

کوئی چیز استعمال کروں گا۔ لیکن ناراضگی کو تین دن گزرنے ہی نہیں پائے تھے کہ عمر نے زید سے سلام کر لیا، مگر زید

نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب شرعاً گناہ کس پر ہے، کیا عمر زید سے سلام کرتا رہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تعلق رکھنے میں اگر فتنہ ہو تو زیادہ میل جول نہ رکھا جائے، مگر سلام نہ ترک کیا جائے (۲)۔ اگر ایک

(۱) ”فمن تمكن من دفع الظلم عن نفسه، فذلك خير له“۔ (رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب العشر،

مطلب: هل يجب العشر على المزارعين في الاراضي السلطانية: ۳۳۶/۲، سعید)

(۲) ”عن ابي ايوب الأنصاري رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

”لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ

بالسلام“۔ متفق عليه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۴۲۷، کتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التهاجر

والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، قديمی)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: ”قال الخطابى: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه

ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك

..... وأجمع العلماء على أن من خاف مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة فى

دنياه، يجوز له مجانته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه..... اهـ.

والمعنى: أفضلهما فى طريق الأخلاق و حسن المعاشرة ”الذى يبدأ بالسلام“: أى ثم الذى

يرده. وفيه إيماء إلى أن من لم يردّه ليس فيه خيراً، أصلاً، فيجوز هجرانه بل يجب؛ لأنه بترك

رد السلام صار فاسقاً، وإنما يكون البادئ خيراً الدلالة فعلها، على أنه أقرب إلى التواضع وأنسب إلى =

ان میں سے سلام کرتا ہے تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا، دوسرا اگر جواب نہیں دے گا تو وہ ذمہ دار رہے گا (۱)، تاہم وہ اگر منع کر دے کہ مجھے سلام مت کرو، تمہارے سلام سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو پھر سلام نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۳ھ۔



= الصفاء وحسن الخلق، وللإشعار بأنه معترف بالتقصير“. (مرقاة المفاتيح: ۸/۷۵۹، باب ما ينهى عنه من التهاجر و التقاطع و اتباع العورات، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۱) ”وعن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا يكون لمسلم أن يهجر مسلماً فوق ثلاثة، فإذا لقيه سلم عليه ثلاث مرات كل ذلك لا يرد عليه، فقد باء بإثمه“. رواه أبو داؤد“. (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۸، كتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التهاجر و التقاطع، اه، الفصل الثاني، قديمی)

الفصل الثانی فی سلام الکافر والفاسق وردہ علیہما

(کافر اور فاسق کے سلام اور اس کے جواب کا بیان)

کافر کا سلام

سوال [۹۱۴۸]: اگر مجھ سے ایک کافر کہے کہ تو عمر کو ”نمستے“ کہہ دینا (۱) یا ”جے رام جی“ کہہ

دینا (۲) تو مجھے کیا کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کو ”سلام“ کہنا چاہئے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

غیر مسلم اور فاسق کو سلام

سوال [۹۱۴۹]: غیر مسلم کو سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر ان کے مجمع سے گزر رہو تو ان کو سلام

کیا جائے یا نہیں؟

(۱) ”نمستے: بندگی، آداب، تسلیم“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۷۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”جے رام: عجم کے ایک باطل پیغمبر کا نام ہے“۔ (لغات سعیدی، (المادہ: جی) ص: ۲۴۲، سعید)

”رام: فرمانبردار، محکوم، ہر شئی مہینے کا کیسواں دن“۔ (لغات سعیدی، حرف الراء، ص:

۳۴۸، سعید)

(۳) ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”إذا لقی أحدکم أخاہ

فلیسلم علیہ“.

”عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم قال: ”لیس منا من تشبه بغيرنا، لا تشبهوا بالیہود ولا بالنصارى“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص:

۳۹۹، باب السلام، الفصل الثانی، قدیمی)

”آداب، عرض، نمستے“ کا جواب کس طرح دیا جائے؟

سوال [۹۱۵۰]: ۲..... آداب عرض، نمستے (۱) وغیرہ جو کلمات ان کی طرف سے بطور سلام

استعمال ہے ان کا جواب کیسے دیا جائے؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کفار کو سلام کے الفاظ

سوال [۹۱۵۱]: ۳..... جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کن کلمات سے کفار کو سلام

کرتے اور کیسے جواب دیتے تھے؟

کفار کو ”السلام علیکم“ کے ساتھ سلام کا حکم

سوال [۹۱۵۲]: ۴..... کفار کو ”السلام علیکم“ کے ساتھ سلام کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فساق و فجار کو ابتداً بالسلام کا حکم

سوال [۹۱۵۳]: ۵..... فساق و فجار کا کیا حکم ہے، ان میں ابتداً بالسلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہ

کیا جاوے تو بد اخلاقی و تکبر ہے۔ اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا:

..... جو کلمات ان کے یہاں بطور سلام مستعمل ہوتے ہیں ان کو نہ ابتداءً کہے نہ جواباً، وقت ضرورت

ان کو ”السلام علی من اتبع الهدی“ سے خطاب کرنا درست اور ثابت ہے (۲)۔ اگر وہ ”السلام علیکم“

(۱) ”نمستے: بندگی، آداب، تسلیم“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۷۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما أخبره أن أبا سفيان بن حرب رضي الله تعالى عنه أخبره

أن هرقل أرسل إليه في ركب من قريش ”بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد عبد الله ورسوله

إلى هرقل عظيم الروم: سلام علي من اتبع الهدى.“ (صحيح البخاري: ۵/۱، باب بدء الوحي، قديمي)

”إذا سلم على أهل الذمة، فليقل: السلام على من اتبع الهدى. وكذلك يكتب في الكتاب

إليهم، اهـ. وفي التاتارخانية: إذا كتبت إلى يهودي أو نصراني في حاجة، فاكتب: السلام على من اتبع

الهدى، اهـ.“ (ردالمحتار: ۲/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

کہیں تو جواب میں ”وعلیکم“ کہہ دیا جاوے (۱)۔

۲..... اگر وہ اپنے کلمات ”نمتے“ وغیرہ کہیں تو جواب میں ”هداک اللہ“ اور ”سلام“ کہہ دیا جاوے،

فقط ”سلام“ کہہ دینا بھی درست ہے (۲)۔

جب مجمع مخلوط ہو تو ”السلام علیکم“ کہنا چاہئے اور نیت ان کی ہو جو اس کے اہل ہیں، اگر خالص

ان کا ہو تو ”السلام علی من اتبع الهدی“ کہے:

”أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لا بأس بأن يسلم عليهم.

وقال بعضهم: لا يسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمی، وإذا كان له حاجة،

فلا بأس بالتسليم عليه. ولا بأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزداد على قوله:

”وعليکم“. قال الفقيه أبو الليث: إن مررت بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قلت:

السلام عليكم، وتريد به المسلمين، وإن شئت قلت: السلام على من اتبع الهدى، اهـ“. فتاویٰ

عالمگیری: ۹۶/۴ (۳)۔

وفی البخاری، ص: ۲۲۴: ”باب التسليم فی مجلس فيه أخلاط من المسلمين

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إذا سلم عليكم أهل

الكتاب، فقولوا: وعليکم“. متفق عليه“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب السلام، الفصل

الأول، ص: ۳۹۸، قديمی)

”قال النووي: اتفقوا على الرد على أهل الكتاب إذا سلموا، لكن لا يقال لهم: ”وعليکم

السلام“ یعنی ولا ”عليکم السلام“ ولا ”عليک السلام“ بقرينة قوله: وأما إذا كان منفرداً فلا يأتي

بصيغة الجمع؛ لإيهامه التعظيم، وإن كان المراد عليكم ما تستحقونه من إرادة التعظيم“. (مرقاة

المفاتيح: ۲۲۱/۸، باب السلام، رشيدیه)

(و كذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲۱۳/۲، كتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل

الكتاب، قديمی)

(۲) كما مر في الحاشية المتقدمة انفاً

(۳) (الفتاوى العالمگیریة: ۳۲۵/۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدیه)

والمشركين“ وفيه: ”فسلم عليهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم“. الحديث (۱)۔
 ۵..... سلام ”تحيہ“ ہے جس سے اکرام و تعظیم کے ساتھ دعاء مقصود ہے، فاسق معین احکام شرع کا اکرام نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ خود بھی مستحق اکرام نہیں ہے، اس لئے اس کو سلام کرنا مکروہ ہے: ”ولا یسلم علی الفاسق المعین، اھ“۔ رد المحتار: ۱/۴۱۴ (۲)۔

لیکن بسا اوقات یہ ترک سلام بغض و دشمنی کا باعث بن جاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے احکام کی خلاف ورزی، بلکہ ہتک ہوتی ہے۔ نیز اس کے فسق کی وجہ سے اس کے ایمان سے صرف نظر ہو کر اس کی بے توقیری بھی بعض دفعہ پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں بحیثیت مومن اس کو سلام کیا جاوے تو اس سے تعلیمات اسلام کی اشاعت بھی ہوتی ہے، محبت اور اُلفت بھی پیدا ہوتی ہے جس کی بنا پر ایسے لوگ اسلام کے احکام کو سننے

(۱) العبارة بتمامها: ”باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين وفيه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ركب حماراً عليه إكاف تحته قطيفة فدية، فأردف أسامة بن زيد، وهو يعود سعد بن عبادة في بني الحارث بن خزرج، وذلك قبل وقعة بدر، حتى مر في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين عبدة الأوثان واليهود، وفيهم عبد الله بن أبي بن سلول، وفي المجلس عند الله بن رواحة. فلما غشيت المجلس عجاظة الدابة خمر عبد الله بن أبي أنفه بردائه، ثم قال: لا تغبروا علينا، فسلم عليهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم وقف فنزل فدعاهم إلى الله اھ“۔
 (صحيح البخارى: ۲/۹۲۴، كتاب الاستيذان، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين، قديمي)

(ومشكوة المصابيح: ۲/۳۹۸، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

”قال النووي إذا مر بمجلس فيه مسلم وكافر أن يسلم بلفظ التعميم ويقصد به المسلم. قال ابن العربي: ومثله إذا مر بمجلس يجمع أهل السنة والبدعة، و بمجلس فيه عدول و ظالمة، و بمجلس فيه محب و مبغض. واستدل النووي على ذلك بحديث الباب“. (فتح الباري: ۱۱/۴۷، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲/۲۱۴، قديمي)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار: ۶/۴۱۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

کے لئے بھی آمادہ ہوتے ہیں، بغض اور دشمنی سے تحفظ رہتا ہے اور اپنی بڑائی بھی پیدا نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال [۹۱۵۴]: بستی کے بعض اہل ہنود بوقت ملاقات کہتے ہیں ”نمستے“۔ کسی کو ”رام رام“

کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا جواب دینا چاہئے؟ حافظ شیرازی کے اس شعر کا کیا مطلب ہے:

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام

با مسلمان اللہ اللہ، با برہمن رام رام

کیا حافظ شیرازی ”رام رام“ کا جواب ”رام رام“ سے دینے کی اجازت دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جواب میں ”هداك الله“ کہا جائے (۲)۔ یہ شعر حافظ شیرازی کا نہیں ہے، اللہ جانے کس کا ہے، یہ

(۱) ”و يسلم المسلم على اهل الذمة لو له حاجة إليه، وإلا كره، هو الصحيح“۔ (الدر المختار).

قال الشامي رحمه الله تعالى: ”(قوله: لو له حاجة إليه): أي إلى الذمي المفهوم من المقام. قال

في التاتارخانية: لأن النهي عن السلام لتوقيره، ولا توقير إذا كان السلام لحاجة“۔ (رد المحتار:

۴۱۲/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

”وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه.

ولأبأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يراد على قوله: وعليكم“۔ (الفتاوى العالمكيرية:

۳۲۵/۵، الباب السابع في السلام، رشيدية)

(و كذا في البزازیة علی هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۵/۶، كتاب الكراهية، نوع في السلام، رشيدية)

”واختلف في السلام على الفساق، في الأصح أنه لا يبدأ بالسلام كذا في التمرتاشي. ولو

كان له جيران سفهاء إن سالمهم يتركون الشر حياءً منه، وإن أظهر خشونة يزيدون الفواحش يعذر في

هذه المسالمة ظاهراً، كذا في القنية في المتفرقات“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۶/۵، كتاب الكراهية،

الباب السابع في السلام، رشيدية)

(۲) ”ولو سلم يهودى أو نصرانى أو مجوسى على مسلم، فلا بأس بالرد، ولكن لا يزيد على قوله =

کوئی دلیل شرعی نہیں جس سے ”رام رام“ کے جواب پر استدلال کیا جاسکتا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال [۹۱۵۵]: کیا کسی ہندو کو ”رام رام“ کرنے یا لینے سے کفر عائد ہو جاتا ہے، یا ”جے رام“

کرنے سے؟

الجواب حامدًا ومصليًا:

اسلامی شعائر ”السلام علیکم“ ہے، غیر اسلامی شعار کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر اگر وہ غیر کا

شعار ہو تو اس کو اختیار کرنا معصیت ہے، اگر مذہبی شعار ہو تو کفر تک نوبت پہنچ جانے کا خطرہ ہے، اس لئے جواب

میں ”هداك الله الإسلام“ کہہ دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۰ھ۔

= وعليك، كما في الخانية“. (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۱۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۱) ”وعنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۲/۳۷۵، قدیمی)

”قال الطیبی: هذا عام في الخلق والخلق والشعار، ولما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في

هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۱۵۵، کتاب اللباس،

الفصل الثانی، حقانیہ پشاور)

وقال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية من

الاعتقادات وإرادات و أمور خارجية من أقوال و أفعال، قد تكون عبادات و قد تكون عادات في نحو:

طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق و سفر و إقامة و رکوب و غيرها، و بین الظاهر و الباطن

ارتباط و مناسبة. و قد بعث اللہ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالحکمة التي هي سنة وهي الشريعة

و المنهاج الذي شرعه له، فكان مما شرعه له من الأقوال و الأفعال ما يبين سبيل المغضوب عليهم =

غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال [۹۱۵۶]: اگر کوئی غیر مسلم سلام کرے تو جواب میں کیا کہنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

وعليكم، يا "هداك الله الإسلام" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

سلام کافر کا جواب

سوال [۹۱۵۷]: اگر ایک کافر زید کے ذریعہ بکر کو سلام کہلائے تو بکر جواب میں کیا کہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یوں کہے "وعليكم السلام، وهداه الله الإسلام" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= والضالین، فأمر بمخالفتهم في الهدى الظاهر في هذا الحديث. وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمر: منها أن المشاركة في الهدى تؤثر تناسبات و تشاكلاً بين المتشابهين، تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال، وهذا أمر محسوس..... اهـ". (فيض القدير: ۱۱/۵۷۳، ۵۷۴، رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكة المكرمة رياض

(۱) (راجع للتخريج المسئلة الآتية)

(۲) "أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لا بأس بأن يسلم عليهم. وقال بعضهم: لا يسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمی، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه. ولا بأس ببرد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزداد على قوله: "وعليكم". قال الفقيه أبو الليث: إن مررت بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قات: السلام عليكم، وتريد به المسلمين، وإن شئت قلت: السلام على من اتبع الهدى، اهـ". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدية)

"باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين..... وفيه أن النبي صلى

الله تعالى عليه وسلم ركب حماراً عليه إكاف تحته قطيفة فذكية، فأردف أسامة بن زيد، وهو يعود سعد =

أيضاً

سوال [۹۱۵۸]: اگر کافر مسلمان کو ”جے رام جی“ کہے اور مسلمان ہاتھ اٹھا دے، یا ”آداب“ کہے

دے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گنجائش ہے کہ فقط ہاتھ اٹھا دے، یا ”آداب“ کہے دے، بہتر ہے کہ ”هداك الله الإسلام“ کہے (۱)۔

فقط والله سبحانه تعالى اعلم۔

حرره العبد محمود عفا الله عنه، دارالعلوم دیوبند۔

شیعوں کے سلام کا جواب

سوال [۹۱۵۹]: شیعہ وغیرہ اگر اہل سنت والجماعت کو ”السلام علیکم“ کریں تو جواب

میں ”وعلیکم السلام“ کہنا چاہئے یا نہیں؟

= بن عبادة في بنى الحارث بن خزرج، وذلك قبل وقعة بدر، حتى مر في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين عبدة الأوثان واليهود، وفيهم عبد الله بن أبي بن سلول، وفي المجلس عبد الله بن رواحة. فلما غشيت المجلس عجاضة الدابة خمر عبد الله بن أبي أنفه بردائه، ثم قال: لا تغبروا علينا، فسلم عليهم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم وقف فنزل فدعاهم إلى الله اهـ.“ (صحيح البخارى: ۹۲۳/۲، كتاب الاستيذان، باب التسليم في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين، قديمي)

(ومشكوة المصابيح: ۳۹۸/۲، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثاني، قديمي)

”قال النووي: إذا مر بمجلس فيه مسلم وكافر أن يسلم بلفظ التعميم ويقصد به المسلم. قال

ابن العربي: ومثله إذا مر بمجلس يجمع أهل السنة والبدعة، وبمجلس فيه عدول وظلمة، وبمجلس فيه محب ومبغض. واستدل النووي على ذلك بحديث الباب.“ (فتح البارى: ۴۷/۱۱، باب التسليم

في مجلس فيه أخلاط من المسلمين والمشركين، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲۱۳/۲، قديمي)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

أيضاً

سوال [۹۱۶۰]: ۲..... جو شیعہ اپنی بزبان سے یہ کہے کہ بزرگوں پر تبرائیں نہیں کرتا، اس کے سلام کے

جواب میں ”وعلیکم السلام“ کہہ دے تو حرج نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... جو شیعہ فاسق ہیں کافر نہیں ہیں، ان کے سلام کا جواب شریعت کے موافق ”وعلیکم السلام

ورحمة الله وبركاته“ دینا چاہیے۔ اور جو شیعہ کافر ہیں ان کے جواب میں صرف ”وعلیکم“ کہہ دینا

چاہئے (۱)۔

۲..... جو شیعہ صحابہ یا دیگر اکابر پر سب و شتم نہیں کرتے، اور بھی کفریات نہیں کرتے تو ان کے سلام

کے جواب میں ”وعلیکم السلام ورحمة الله وبركاته“ کہنے میں کچھ حرج نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۱/۵۶ھ۔

قادیانی کے سلام کا جواب اور اس کی دعوت

سوال [۹۱۶۱]: اگر کوئی قادیانی سلام کرے تو جواب دیا جائے گا یا نہیں، یا از خود ان کو سلام کیا

جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر وہ دعوت دے تو شرکت کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ یا ان کو اپنی کسی دعوت میں بلا سکتے

ہیں یا نہیں؟

(۱) ”واختلف فی السلام علی الفساق، فی الأصح أنه لا يبدأ بالسلام، كذا فی التمر تاشی. ولو كان له

جیران سفهاء إن سالمهم یتروكون الشر حياءً منه، وإن أظهر خشونه، یزیدون الفواحش یعذر فی هذه

المسالمة ظاهراً، كذا فی القنیة فی المتفرقات“. (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۲۶/۵، کتاب الکراهیة،

الباب السابع فی السلام، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”غير مسلم اور فاسق کو سلام“)

الجواب حامداً ومصلياً:

قادیانی نے نصوصِ قطعیہ کے خلاف اپنا عقیدہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے، اس لئے وہ اسلام سے خارج و مرتد ہیں، جو مسلمان قادیانی مذہب اختیار کر لے اُس کا بھی وہی حکم ہے، اس کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا اور اس اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کی دعوت کرنا جائز نہیں۔ تمام کفار کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے، مرتد کا معاملہ اس سے مختلف ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

قادیانی وشیعہ کو سلام اور جواب

سوال [۹۱۶۲]: شیعہ جو رافض کہلاتے ہیں، یا مرزا قادیانی لوگوں کو سلام کرنا یا ان کے سلام کا

جواب دینا شرع شریف میں کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان لوگوں کو سلام نہیں کرنا چاہئے، اگر یہ لوگ سلام کریں تو جواب میں فقط ”وعلیکم“ کہہ دیا جائے (۲)، یا

(۱) ”واعلم أن تصرفات المرتد على أربعة أقسام و يبطل منه اتفاقاً ما يعتمد الملة. وهي خمس: النكاح والذبيحة والعصير والشهادة والإرث، الخ“. (الدرالمختار).

”أى ما يكون الاعتماد في صحته على كون فاعله معتقداً ملةً من الملل: أى والمرتد لا ملة له أصلاً؛ لأنه لا يقرّ على ما انتقل إليه. وليس المراد ملة سماوية، لئلا يرد النكاح المجوسى والوثنى صحيح ولا ملة نهما سماوية، بل المراد للأعم“. (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۲۲۹/۴، سعید)

(۲) ”عن أنس رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إذا سلم عليكم أهل الكتاب، فقولوا: وعليكم“. متفق عليه“. (مشكوة المصابيح: ۳۹۸/۲، كتاب الأدب، باب السلام، الفصل الثانى، قديمى)

(و كذا فى ردالمحتار: ۴۱۲/۶، ۴۱۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، سعید)

”هداك الله“ کہہ دینا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۹/۵۵ھ۔

فرقہ خاکساری کے ساتھ سلام و طعام

سوال [۹۱۶۳]: ایک شخص کے عقائد ہیں کہ خاکسار کافر ہیں، پھر زیدان کافروں کے ساتھ سلام

و کھانا کھاتا ہے۔ تو کیا مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں اور قابل معاملات دنیاوی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عنایت اللہ مشرقی بانی خاکسار نے اپنی تحریرات ”تذکرہ“ ”قول فیصل“ وغیرہ میں عقائد اسلام کا

استہزاء کیا ہے اور سخت ترین توہین کر کے بنیادی چیزوں کا انکار کر دیا ہے، اس لئے وہ علمائے اسلام کے فتویٰ

کے مطابق کافر ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ بلا ضرورت میل جول سلام کلام محبت کا تعلق رکھنا ناجائز ہے (۲)،

(۱) ”أما التسليم على أهل الذمة، فقد اختلفوا فيه: قال بعضهم: لا بأس بأن يسلم عليهم. وقال بعضهم:

لا يسلم عليهم. وهذا إذا لم يكن للمسلم حاجة إلى الذمي، وإذا كان له حاجة، فلا بأس بالتسليم عليه.

ولا بأس برد السلام على أهل الذمة، ولكن لا يزداد على قوله: ”وعليكم“. قال الفقيه أبو الليث: إن مررت

بقوم وفيهم كفار، فأنت بالخيار: إن شئت قلت: السلام عليكم، وتريد به المسلمين، وإن شئت قلت:

السلام على من اتبع الهدى، اهـ.“ (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۵، كتاب الكراهية: الباب السابع في

السلام، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء، بعضهم أولياء بعض، ومن

يتولهم منكم فإنه منهم﴾ (سورة المائدة: ۵۱)

”أى لا يتخذ أحد منكم أحداً منهم ولياً بمعنى لا تصافوهم مصافاة الأحاب ولا تستنصروهم“.

(روح المعاني، (سورة المائد: ۵۱): ۱۵۶/۶، دار إحياء التراث العربى بيروت)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تتركوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ (سورة هود: ۱۱۳)

اس لئے کہ ان کے عقائد دوسروں میں بھی سرایت کریں گے، لہذا ان سے بالکل علیحدہ رہنا چاہئے۔ جو شخص بلا ضرورت شرعیہ ان سے تعلق رکھے وہ گناہ گار ہوگا، اس کا اسلام خطرے میں ہے (۱)۔ تاہم اس کو کافر کہنا درست نہیں ہے (۲)۔

(۱) ”عن أبی عبیدة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إن بنی اسرائیل لما وقع فیہم النقص، کان الرجل یرى أخاه علی الذین فیہا عنہ، فإذا کان الغد لم یمنعه ما رآی منه أن یکون أکیله وشریبہ وخلیطہ فضرب اللہ قلوب بعضهم ببعض ونزل فیہم القرآن، فقال: ﴿لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی بن مریم﴾ حتی بلغ ﴿ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما أنزل إلیہ ما اتخذوہم أولیاء، ولكن کثیراً منهم فاسقون﴾ قال: وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متکئاً فجلس، وقال: ”لا، حتی تأخذوا علی یدی الظالم فتاطروہ علی الحق اطراً“۔ (سنن ابن ماجہ، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر: ۲/۲۸۹، قدیمی)

”قال الخطابی رحمہ اللہ تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الہجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلك قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد وصلته ما یفسد علیہ دینہ أو یدخل مضرةً فی دنیاہ، یجوز له مجانبتہ وبعده“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الأدب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشیدیہ)

”وعن الحسن: لاتجالس صاحب ہوی، فیقذف فی قلبک ماتبعہ علیہ، فتہلک، أو تخالفہ فیمرض قلبک وعن أبی قلابہ: لاتجالسوا أهل الأهواء ولاتجاد لوہم، فإنی لا آمن أن یغمسوکم فی ضلالتہم ویلبسوا علیکم ما کنتم تعرفون. قال ایوب: وکان -واللہ- من الفقہاء ذوی الألباب. وعنہ أيضاً: أنه کان یقول: إن أهل الأهواء أهل ضلالہ، ولا أرى مصیرہم إلا إلی النار. وعن الحسن: لاتجالس صاحب بدعة، فإنه یمرض قلبک“۔ (الاعتصام للشاطبی رحمہ اللہ تعالیٰ، باب فی ذم البدع وسوء منقلب أصحابہا: ۱/۶۵، دارالمعرفة، بیروت)

(۲) قال العلامة ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وفی الفتاویٰ الصغری: الکفر شیء عظیم، فلا أجعل المؤمن کافراً متی وجدت رواية أنه لا یکفر، اھ“۔ (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین:

۲۱۰/۵، رشیدیہ)

بعض ناواقف سیدھے سادھے مسلمان مشرقی کے عقائد سے واقف نہیں، مگر اس کی ظاہری تنظیم کو دیکھ کر اس کی تحریک میں شریک ہو گئے، ان کو مشرقی کی خرابیاں دکھلا کر اس تحریک سے بچانا چاہئے۔ اور کسی شخص کے متعلق جب تک پوری تحقیق نہ کر لی جائے اس وقت تک اس کے کفر کا حکم لگانا درست نہیں، اس معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۲/۵۹ھ۔

فاسق کو سلام کرنا

سوال [۹۱۶۲]: کوئی فاسق بتلائے فسق ہو، مثلاً: ریش تراشتا ہو، یا دیگر فسق کے اندر مبتلا ہو تو اس کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں مولوی صاحب مکروہ تحریمی بتلاتے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو عام طور سے گشتوں میں متکلم صاحب کو اس سلسلہ میں پیش قدمی کرنی پڑتی ہے۔ لہذا کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص بتلائے فسق ہو اور اس کو سلام کرنے یا اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو اس کو سلام بھی کیا جائے اور دعوت بھی قبول کی جائے بشرطیکہ وہ حرام مال سے نہ کھلائے، اگر ترک سلام یا ترک دعوت سے اصلاح کی توقع ہو تو ترک کر دیں۔ بقصد تعظیم فسق سلام کرنا جائز نہیں ہے (۲)، لیکن جب اس میں

(۱) "إذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع، فعلى المفتي أن يميل إلى ذلك الوجه، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۱۰، رشیدیہ)

(۲) "واختلف في السلام على الفساق، في الأصح أنه لا يبدأ بالسلام، كذا في التمر تاشي. ولو كان له جيران سفهاء إن سالمهم يتركون الشر حياءً منه، وإن أظهر خشونه، يزيدون الفواحش يعذر في هذه المسالمة ظاهراً، كذا في القنية في المتفرقات". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشیدیہ)

ایمان بھی موجود ہے تو اکرام مسلم لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۹۰ھ۔

کسی کو منافق کہہ کر سلام کا جواب نہ دینا

سوال [۹۱۶۵]: زید نے عمر کو سلام کیا، لیکن عمر نے زید کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ عمر کے پاس بیٹھے ہوئے سعید نے جب عمر سے زید کو سلام کا جواب نہ دینے کے متعلق پوچھا تو عمر نے کہا کہ زید منافق ہے، منافق کے سلام کا جواب مسلمان کو نہیں دینا چاہیے، حالانکہ الحمد للہ تینوں حضرات مسلمان ہیں۔ براہ کرم شریعت کے فیصلے سے مطلع فرمائیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں برادری عمر کے ساتھ کیا سلوک کرے جب کہ وہ ابھی تک زید کو منافق کہنے کے فیصلے پر اڑا ہوا ہے؟
مہربانی فرما کر حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے مدرسہ کی مہر بھی لگا دیجئے، اپنے دستخط کے ساتھ تاکید سندر ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

سلام کا جواب دینا حق مسلم ہے جو کہ واجب ہے:

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:
”للمؤمن على المؤمن ست خصال: يعودہ إذا مرض، ويشهده إذا مات، ويجيبه إذا دعاه،
ويسلم عليه إذا لقيه، الخ“۔ مشکوة شریف: ۲/۳۹۷ (۱)۔

”ردالسلام واجب، اھ“۔ شامی (۲)۔

مسلمان کو منافق کہنے سے تعزیر کا حکم ہے:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ”وعزر الشاتم بيا كافر، يا خبيث، وياسارق،

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام: ۲/۳۹۷، قدیمی)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا، مطلب: المواضع التي لا یجب فیہا

ردالسلام: ۱/۲۱۸، سعید)

یا فاجر، یا مخنث، یا زندق، یا منافق، الخ۔ درمختار (۱)۔

اگر طبیعت میں کسی مسلمان سے ذاتی معاملات کی بناء پر غصہ ہو تو تین روز سے زیادہ سلام و کلام بند نہیں کرنا چاہیے، حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے (۲)، لہذا عمر کو چاہیے کہ غصہ ختم کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرے، بلکہ جواب سلام نہ دینے کی معذرت بھی کرے۔ یہی شریفانہ طریقہ ہے۔ زید کے اندر اگر خرابی ہے تو اس کو نرمی اور ہمدردی سے نصیحت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۷/۹۲ھ۔

داڑھی منڈے کو سلام اور اس کے سلام کا جواب اور اس کی اولاد کا حکم

سوال [۹۱۶۶]: ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جو داڑھی منڈے کو درکنار داڑھی کترے کو بھی سلام نہیں کرتے ہیں، بلکہ سلام کا جواب دینا بھی حرام سمجھتے ہیں۔ ان سے جب سوال کیا تو جواب دیا کہ:

(۱) (الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی الجرح المجرد: ۶۹/۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۷/۵، رشیدیہ)

(۲) ”عن ابی ایوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”لا یحل للرجل أن ینہج أخاه فوق ثلاث لیل“. الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب ما

ینہی من التہاجر والتقاطع، الخ، ص: ۴۲۷، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحتہ: ”قال الخطابی رحمہ اللہ تعالیٰ: رخص

للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلته، و لا یجوز فوقها، إلا إذا کان الہجران فی حق من حقوق

اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلك. و فی حاشیة السیوطی علی المؤطا: قال ابن البر رحمہ اللہ تعالیٰ:

..... وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد و صلته ما یفسد علیہ دینہ، أو یدخل مضرة فی

دنیاہ، یجوز له مجانبتہ وبعده، و رب صرم جمیل خیر من مخالطة تؤذیه..... وإن ہجرة أهل الأهواء

و البدع واجبة علی مر الأوقات ما لم یظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“. (مرقاۃ المفاتیح شرح

مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع..... الخ، الفصل الأول:

۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشیدیہ)

”داڑھی کا ایک مشت رکھنا واجب ہے، اس کا تارک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، فاسق ہے، مردود الشہادۃ ہے، داڑھی کترنا حرام ہے، اس کی امامت، اقامت، اذان مکروہ تحریمی ہے۔ جو مونچھوں کو نہ کترائے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہے، اس کی نماز نامقبول ہے، فاسق لعین ہے۔ داڑھی کترے کو سلام تو درکنار جواب دینا بھی حرام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کی طرف رحمت سے دیکھتا ہے، نہ ان کی دعا قبول کرتا ہے، فرشتے داڑھی کترے کو ملعون کہتے ہیں، داڑھی کترے اللہ کے نزدیک یہود و نصاریٰ ہیں۔“

مولانا نے ترمذی شریف، نسائی شریف، طحاوی شریف وغیرہ کا حوالہ دیا۔ نیز مولانا نے مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ نقل کیا کہ: داڑھی کترے کا نکاح بھی نہیں ہوتا ہے، اس کے بچے حرامی ہوتے ہیں، اس کا ایمان نکل جاتا ہے، اس کو چاہئے کہ ایمان کی تجدید کرے (اصلاح الرسوم)۔

بقول عالم صاحب کیا سب داڑھی منڈوں کو سلام نہ کیا جائے، بلکہ داڑھی منڈے اور داڑھی کترے کو جواب بھی نہ دیا جائے، کیا یہ سمجھا جائے کہ ان کے نکاح نہیں ہوئے؟ کیا (بقول احادیث و فتویٰ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) ان کے بچوں کو حرامی سمجھا جائے، کیوں کہ آج کل اسی فیصد داڑھی منڈے ہیں۔ ۱۵/ فیصد داڑھی کترے ہیں اور پانچ فیصد ایسے ہیں جن کی داڑھی ایک مشت سے زائد ہے؟ آج کل کے حالات کے تحت داڑھی منڈوں اور داڑھی کتروں کے ساتھ کیا رویہ اپنایا جائے، ان کو کیا سمجھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

داڑھی منڈانا حرام ہے، ایک مشت کے پہنچنے سے پہلے کترانا، یا کتر کر ایک مشت سے کم کر لینا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، اس منڈانے اور کترنے میں غیر قوموں کے ساتھ تشبہ ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مقبول الشہادۃ اور عادل نہیں، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

”وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة و مخنثه الرجال، فلم يبيحه

أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح.“ الدر المختار: ۱۱۳/۲ (۱)۔

(۱) (الدر المختار: ۲/۱۸، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، سعيد)

”یحرم علی الرجل قطع لحيته“. درمختار: ۲۱۶/۵ (۱)۔

فاسق معلن کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔ ان سب کے باوجود ایسے شخص کا نکاح بھی منعقد ہو جائے گا اور اس کی اولاد بھی ثابت النسب ہوگی، حرامی نہیں ہوگی، وہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبیرہ گناہ کی وجہ سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا، نہ اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں تشریح ہے، البتہ اگر کوئی شخص حرام قطعی لعینہ کو حلال اعتقاد کرے تو اس اعتقاد کی وجہ سے

= قال الشامي رحمه الله تعالى: ”وعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يحمل الإغفاء على إغفائها عن أن يأخذ غالبها أو كلها، كما هو فعل مجوس الأعاجم من حلق لحاهم، ويؤيده ما في مسلم عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عنه صلى الله تعالى عليه وسلم: ”جزوا الشوارب، وأغفوا اللحي، خالفو المجوس“. فهذه الجملة واقعة موقع التعليل، وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنة الرجال، فلم يبحه أحد، اهـ. ملخصاً“. (ردالمحتار: ۴۱۸/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب في الأخذ من اللحية، سعيد)

(۱) (الدرالمختار: ۴۰۷/۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

قال الملا على القاري رحمه الله تعالى تحت قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”وإغفاء اللحية“: قال التوربشتي: أي توفيرها - يقال: عفا النبات إذا كثر، وأغفوته أنا وأغفيت له لغتان - وقص اللحية من صنع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لا خلاق له في الدين من الطائفة القلندرية“. (مرقاة المفاتيح: ۹۱/۲، باب السواك، الفصل الأول، رشيدية)

”وقص اللحية من سنن الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين والأفرنج والهنود ومن لا خلاق له في الدين ممن يتبعونهم ويحبون أن يزيوا بزيهم فعلم من ذلك أن ما يفعله بعض من لا خلاق له في الدين من المسلمين في الهند والأتراك حرام“. (بذل المجهود: ۳۳/۱، باب السواك من الفطرة، إمداديه ملتان)

قال الشاه ولي الله المحدث الدهلوي رحمه الله تعالى: ”واللحية هي الفارقة بين الصغير والكبير، وهي جمال الفحول وتمام هياتهم، فلا بد من إغفائها. وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعا“. (حجة الله البالغة: ۵۱۷، ۵۱۸، خصال الفطرة وما يتصل بها، قديمي)

اس پر کفر کا حکم ہوگا:

”ولا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا أنزىل عنه

اسم الإيمان“۔ شرح فقہ اکبر، ص: ۸۶ (۱)۔

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ عبارت بلفظہ نقل کی جائے جس کا سوال میں حوالہ ہے تو اس

کی تشریح و توضیح کر دی جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۸/۹۲ھ۔

مظلوم ظالم کے سلام کا جواب دے

سوال [۹۱۶]: اگر ظالم اپنے مظلوم پر سلام کرے اور مظلوم بوجہ اپنے رنج و غصہ و نفرت کے جواب

نہ دے، کیا مظلوم شرعاً گنہگار ہے اور کیا مظلوم پر ظالم بد بخت کے سلام کا جواب دینا شرعاً واجب ہے اور کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ مظلوم اپنے ظالم کے سلام کو جوتی سے ٹھکرا دے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سلام شعارِ اسلام اور حق مسلم ہے اور جواب دینا واجب ہے (۲)، مظلوم کو چاہئے کہ جواب سلام

(۱) (شرح الفقہ اکبر، ص: ۷۱، قدیمی)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”حق المسلم

على المسلم خمس: رد السلام، وعبادة المريض اه“۔ متفق عليه“۔

”وعن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: أمرنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بسبع،

ونهاننا عن سبع: أمرنا بعبادة المريض، واتباع الجنائز، وتشميت العاطس، ورد السلام اه“۔

متفق عليه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۱۳۳، باب عيادة المريض وثواب المريض، الفصل

الأول، قدیمی)

”عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: ”السلام اسم من أسماء الله عز وجل، وضعه الله في

الأرض، فأفشوه بينكم، فإن الرجل إذا سلم على القوم فردوا عليه، كان له عليهم فضل درجة؛ لأنه =

کو ترک کر کے اپنے ذخیرہ آخرت کو نقصان نہ پہنچائے اور ترک واجب کا وبال اپنے سر نہ رکھے۔ اور اس کو ”بد بخت“ یا ”کم بخت“ یا ”اور کوئی ایسا کلمہ نہ کہے جس سے انتقام ہو جائے، ممکن ہے کہ جلے ہوئے دل سے نکلا ہوا کوئی کلمہ اتنا سخت ہو کہ ظالم کے ظلم کے مساوی ہو جائے، یا اس سے بھی بڑھ جائے، وہاں ہر چیز کا وزن ہوگا (۱) پھر سنت اور شعار اور حق مسلم کو جوئی سے ٹھکرا دینا نہایت خطرناک ہے، اس کا تو کبھی تصور بھی ذہن میں نہیں آنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۸/۸۸ھ۔

تاش کھیلنے والوں کو سلام

سوال [۹۱۶۸]: اگر کسی جگہ پر تاش وغیرہ کھیلا جا رہا ہو تو ایسے موقع پر ”السلام علیکم“ کہنا جائز

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چوسر وغیرہ کھیلنے والوں کو سلام کرنے کی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو سلام کر لیا جاوے اس نیت سے کہ جتنی دیر بھی ان کی توجہ اس معصیت (کھیل) سے ہٹ کر دوسری طرف منتقل ہو جائے، اچھا ہے:

”ویسلم علی قوم فی معصیة و علی من یلعب بالشطرنج ناویاً أن یشغلهم عما هم فیہ“

= ذکرہم، فإن لم یردوا علیہ ردّ علیہ من ہو خیرٌ منهم و أطیب. وروی الأعمش عن عمر بن مرة عن عبد الله بن الحارث قال: إذا سلم الرجل علی القوم كان له فضل درجة، فإن لم یردوا علیہ ردت علیہ الملائكة و لعنتهم“. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۵/۱۹۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والوزن يومئذ الحق، فمن ثقلت موازينه، فأولئك هم المفلحون﴾ (سورة الأعراف: ۸)

وقال الله تعالى: ﴿ونضع الموازين القسط ليوم القيامة، فلا تظلم نفس شيئاً، وإن كان مثقال

حبة من خردل أتينا بها، وكفى بنا حاسبين﴾ (سورة الأنبياء: ۷۷)

عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وكره عندهما تحقيراً لهم، اهـ. شامى (۱) - فقط واللّه سبحانه
تعالى اعلم -

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/۵۷ھ -

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ربیع الأول/۵۷ھ -



(۱) (ردالمحتار: ۱/۶۱۷، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب: المواضع التي
یکره فیها السلام، سعید)

وقال بعد هذه العبارة: ”وظاهر قوله: (مالم تعرف توبتهم) أن المراد كراهة السلام عليهم في
غير حالة مباشرة المعصية، أما في حالة مباشرتها ففيه الخلاف المذكور“. (ردالمحتار، المصدر
السابق)

(و كذا في ردالمحتار: ۲/۴۱۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۶، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، رشيدیه)

(و كذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۵۵، كتاب الكراهية، نوع في
السلام، رشيدیه)

”وعليك إذا مرّ على قوم وهم في معصية، يسلم عليهم على قصد أن يشغلهم عما هم فيه“.

(الفتاوى السراجية، كتاب الكراهية، باب التسليم، ص: ۷۲، سعید)

الفصل الثالث فی المصافحة والمعانقة

(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)

مصافحہ کی تعریف اور طریقہ

سوال [۹۱۶۹]: مصافحہ کی کیا تعریف ہے اور اس کے کتنے طریقے ہیں، از روئے شرع اس کے کتنے طریقے ہو سکتے ہیں، پھر ان میں کونسا طریقہ افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دائیں ہاتھ کے لٹن کو دوسرے آدمی کے دائیں ہتھن سے ملانا اور بائیں ہاتھ دونوں سے دائیں ہاتھ کو ظہر سے ملانا یہ مصافحہ ہے، یہی سنت ہے (۱)۔ بعض دفعہ صرف دائیں ہاتھ سے بھی ثابت ہے، کذا فی شرح الترمذی (۲)۔

(۱) ”باب المصافحة. قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: علمنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

التشہد و کفی بین کفیه.“ (صحیح البخاری: ۹۲۶/۲، کتاب الاستیذان، باب المصافحة، قدیمی)

” (باب المصافحة) ہی مفاعلة من الصفحة، والمراد بها الإفضاء بصفحة اليد إلى صفحة

اليد..... ووجه إدخال هذا الحديث في المصافحة أن الأخذ باليد يستلزم التقاء صفحة اليد بصفحة

اليد غالباً.“ (فتح الباری: ۲۶/۱۱، کتاب الاستیذان، باب المصافحة، قدیمی)

” (قولہ: وتمامہ) ونصہ: وهي إصاق صفحة الكف بالكف وإقبال الوجه بالوجه، فأخذ

الأصابع ليس بمصافحة، خلافاً للروافض.“ (ردالمحتار: ۳۸۱/۲، کتاب الحظر والإباحة، باب

الاستبراء وغيره، سعید)

(۲) ”اعلم أن السنة أن تكون المصافحة باليد الواحدة، أعني: اليمنى من الجانبين، سواء كانت عند اللقاء

أو عند البيعة..... وقال الإمام النووي: يستحب أن تكون المصافحة باليمنى، وهو أفضل.“ (تحفة

الأحوذی، أبواب الاستیذان والأدب، باب ماجاء فی المصافحة، فائدة فی بیان أن السنة فی المصافحة أن

تكون باليد الواحدة، (رقم الحديث: ۲۸۷۵): ۵۱۸/۷، ۵۱۹، المكتبة السلفية مدينة منورة)

انگوٹھے کو انگوٹھے کی جڑ سے ملا کر اور ہاتھ کو پکڑ کر کسی قدر حرکت دینا بھی ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جبراً مصافحہ کرنا

سوال [۹۱۷۰]: روک روک کر مصافحہ کروانا کیسا ہے اور کیا قانون شرعی ہے کہ عوام کو روک کر

چاہے طبیعت مانے یا نہ مانے مصافحہ کرایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کوئی استاذ، والد یا مربی اپنا ماتحت بچوں، غیر آدمی کو بطور تربیت و تعلیم روک کر مصافحہ کرائے تو اس

میں مضائقہ نہیں، غیر آدمی جب مصافحہ سے گھبراتا ہو تو اس پر زور نہ دیا جائے (۲)۔ مصافحہ کرنا حدیث و فقہ سے

(۱) "تجوز المصافحة؛ لأنها سنة قديمة متواترة، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صافح أخاه

المسلم وحرک يده، تناثر ذنوبه". (الدر المختار).

قال العلامة الشامي: "قوله: لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم) كذا في الهداية. وفي شرحها

للعيني: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده

فصافحه، تناثر خطاياهما كما يتناثر الشجر". رواه الطبراني والبيهقي.

"والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره، وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ

الإبهام، فإن فيه ينبت المحبة، كذا جاء في الحديث، ذكره القهستاني وغيره، اهـ". (رد المحتار:

۶/۳۸۱، ۳۸۲، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(و كذا في تحفة الأحوذى شرح الترمذى: ۷/۵۱۸، مكتبه سلفيه مدينه منوره)

(۲) اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اس سے مصافحہ کرنا ضروری ہے، اعتراض کرنا مناسب نہیں، کیونکہ اس سے

اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے:

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: "ولا يخفى أن فى كلام الإمام نوع تناقض؛ لأن إتيان

السنة فى بعض الأوقات لا يسمى بدعة مع أن عمل الناس فى الوقتين المذكورين ليس على وجه

الاستحباب المشروع، فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة، وقد يكون جماعة يتلاقون من =

ثابت ہے (۱)، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و اولیائے عظام اور تمام امت مسلمہ کا طریقہ رہا ہے (۲)، اس کی فضیلت بھی آئی ہے (۳)، ان فضائل کو بیان کرنے پر اکتفا کر کے ترغیب تو دی جائے، مگر اس

= غیر مصافحة ویتصاحبون بالكلام ومذاکرة العلم وغیره مدّة مدیدة، ثم إذا صلوا یتصافحون، فأین هذا من السنة المشروعة، ولهذا صرح بعض علماءنا بأنها مکروهة حینئذ، وأنها من البدع المذمومة، نعم لو دخل أحد فی المسجد والناس فی الصلوة أو علی إرادة الشروع فیها، فبعد الفراغ لو صافحهم، لكن بشرط سبق السلام علی المصافحة، فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلا شبهة. ومع هذا إذا مدّ مسلم یدہ للمصافحة، فلا ینبغی الإعراض عنه بجذب الید، لما یترتب علیه من أذى یزید علی مراعاة الأدب“. (مرقاة المفاتیح: ۴۵۸/۸، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، رشیدیہ)

(۱) ”عن قتادة قال: قلت لأنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أكانت المصافحة فی أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال: نعم“. رواه البخاری. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، ص: ۴۰۱، قدیمی)

(۲) ”وعن أيوب بن بُشير عن رجل من عنزة أنه قال: قلت لأبي ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: هل كان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصافحکم إذا لقيتموه؟ قال: ما لقيته قط إلا صافحني“. (مشکوٰۃ المصابیح: ۴۰۲/۲، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی، قدیمی)

”تجوز المصافحة؛ لأنها سنة قديمة متواترة، لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من صافح أخاه المسلم وحرك یدہ، تناثرت ذنوبه“. (الدر المختار).

قال العلامة الشامي: ”(قوله: لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) كذا فی الهداية. وفي شرحها للعينی: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن المؤمن إذا لقی المؤمن فسلم علیه وأخذ بيده فصافحه، تناثرت خطاياهما كما تناثر الشجر“. رواه الطبرانی والبيهقي.

”والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره، وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه عرقا ينبت المحبة، كذا جاء في الحديث، ذكره القهستاني وغيره، اه“. (ردالمحتار: ۳۸۱/۶، ۳۸۲، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(و كذا في تحفة الأحوذی شرح الترمذی: ۵۱۸/۷، مكتبه سلفیه مدينه منوره)

(۳) ”عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ما من مسلمین يلتقيان فيتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا“. رواه أحمد والترمذی وابن ماجه. وفي رواية أبي =

پراصرار اور زور نہ دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

سلام کے ساتھ مصافحہ

سوال [۹۱۷۱]: مصافحہ کے ساتھ سلام کرنا کیسا ہے جب کہ دونوں ایک بستی میں مقیم ہوں؟ اس حدیث کا کیا مطلب ہے:

”قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ما من مسلمین يلتقیان یتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن یتفرقا“۔ رواہ أبو داود، ص: ۱۸۲، ریاض الصالحین، مصری (۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مصافحہ مستحسن ہے، مگر اصرار نہیں ہونا چاہئے (۲)۔ اس کا مطلب تو ظاہر ہے اگر کوئی اشکال ہو تو تحریر کیجئے السراج المنیر ص: ۱۰۱ میں لکھا ہے:

”والمراد الصغائر قیاساً علی النظائر، ویستثنی من هذا حکم الأمر الجمیل

= داؤد: قال: ”إذا التقى المسلمان فتصافحا وحمدا الله واستغفراه، غفر لهما“۔

”وعن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من صلی أربعاً قبل الهاجرة، فكانما صلاهن فی لیلۃ القدر، والمسلمان إذا تصافحا، لم یبق بینہما ذنب إلا سقط“۔ رواہ البیہقی فی شعب الإیمان“۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۴۰۱، ۴۰۳، کتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی، الفصل الثالث، قدیمی)

(۱) ”عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ما من مسلمین يلتقیان یتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن یتفرقا“۔ رواہ أحمد والترمذی وابن ماجہ۔ و فی روایة أبی داؤد: قال: ”إذا التقى المسلمان فتصافحا وحمدا الله واستغفراه، غفر لهما“۔ (مشکوٰۃ المصابیح:

۲/۴۰۱، کتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۲) ”الإصرار علی المندوب یبلغه إلى حد الكراهية“۔ (السعیة فی كشف ما فی شرح الوقایة:

۲/۲۶۵، کتاب الكراهية، قبیل فصل فی القراءة، سهیل اکیڈمی لاہور)

الوجه فتحرم مصافحته، ومن به داء كالأبرص والأجذم، فتكره مصافحته، اهـ“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۹/۶۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

غیر مسلم سے مصافحہ

سوال [۹۱۷۲]: کسی غیر مسلم مرد سے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ اگر وہ ہاتھ بڑھائے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

کافر فاسق سے مصافحہ و معانقہ

سوال [۹۱۷۳]: کیا کفار و فساق و فجار سے مصافحہ معانقہ کیا جاسکتا ہے؟ اور اس سلسلے میں فعل

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے؟ اور اگر یہ لوگ ملاقات کے لئے آئیں اور مصافحہ، معانقہ کے لئے بڑھیں تو

کیا ان سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں؟

(۱) (السراج المنير شرح الجامع الصغير في أحاديث البشير والنذير: ۹۸/۱، مكتبة الإيمان السمانية

مدينة منورة)

(و كذا في فتح الباري، كتاب الاستيذان، باب المصافحة: ۶۵/۱۱، قديمي)

(۲) ”كره للمسلم مصافحة الذمي كذا في نسخ الشارح وأكثر المتون“. (الدر المختار). وقال ابن

عابدين رحمه الله تعالى: ”أى بلا حاجة لما في القنية: لا بأس بمصافحة المسلم جاره النصراني إذا رجع

بعد الغيبة، ويتأذى بترك المصافحة“. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة:

۲/۶، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

مصافحہ، معانقہ کا مقصود اظہارِ محبت، تعظیم، شفقت ہے، والکافر لا يستحق ذلك۔ اصلاً سلام ہے اور مصافحہ اس کا تتمہ ہے اور ”لا تبتدأ أهل الكتاب بالسلام“ (۱) میں اصل ہی کو ختم کر دیا گیا، پھر تتمہ کی گنجائش کہاں۔ فاسق، فاجر ایمان سے خارج نہیں، گنہگار ہے۔

شامی جلد نمبر: ۱، میں ان لوگوں کو شمار کرایا ہے جن کو سلام کرنا مکروہ ہے، ان میں فاسق بھی ہے (۲)، لیکن جہت فسق کے علاوہ کسی اور جہت سے اگر وہ مستحق اکرام ہو تو اس کا یہ حکم نہیں۔ نیز اگر مظاہرہ اخلاق کے ذریعہ اصلاح مقصود ہو تو پھر جہت بدل جائے گی، بلکہ کافر کے لئے بھی یہ جہت مجوز ہو سکے گی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”فلا یسلم ابتداء علی کافر لحدیث: ”لا تبتداء والیہود ولا النصارى بالسلام، فإذا لقیتم أحدهم فی طریق فاضطروه إلی أضحیقه“۔ رواہ البخاری“۔ (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۱۲/۶، سعید)

(۲) ”ردالسلام واجب إلا علی من فی الصلوة أو شابة یخشی علیہ افتتان أو فاسق“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها: ۶۱۸/۱، سعید)

(۳) جیسا کہ اگر کسی غیر مسلم سے کوئی کام پڑ جائے اور اسی کام اور حاجت کی بناء پر اس کو سلام کرنا جائز ہے اسی طرح اگر اس کی اصلاح مقصود ہو تو بھی اس میں گنجائش ہے کہ اس کو سلام کیا جائے:

”أما التسليم علی أهل الذمة، فقد اختلفوا فیہ: قال بعضهم: لا بأس بأن یسلم علیهم. وقال بعضهم: لا یسلم علیهم. وهذا إذا لم یکن للمسلم حاجة إلی الذمی، وإذا کان له حاجة، فلا بأس بالتسليم علیہ. ولا بأس برّد السلام علی أهل الذمة، ولكن لا یزاد علی قوله: ”وعلیکم“۔ قال الفقیه أبو الیث: إن مررت بقوم وفیهم کفار، فأنت بالخیار: إن شئت قلت: السلام علیکم، وتُرید به المسلمین، وإن شئت قلت: السلام علی من اتبع الهدی، اه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۲۵/۵، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام، شدہ)

محرم عورتوں سے مصافحہ

سوال [۹۱۷۴]: محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا کیسا ہے، جیسے کہ والدہ ہے یا ہمشیرہ وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

درست ہے، کما ورد فی الروایات (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۷/۹۵ھ۔

چھوٹی لڑکیوں سے معانقہ

سوال [۹۱۷۵]: بسا اوقات اپنے اقارب سے معانقہ کرنا پڑتا ہے، ان میں چھوٹی لڑکیاں بھی ہوتی

ہیں۔ تو یہ معانقہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اپنے بیٹے، بیٹی، بہن وغیرہ سے معانقہ کرنا درست ہے جن سے معانقہ کرنے میں شہوت نہ ہو، اور

جہاں اس کا خطرہ ہو وہاں پر ہیز کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۹۵ھ۔

(۱) ”وعن عائشة رضي الله تعالى عنهما قالت : ما رأيت أحداً كان أشبه سمتاً وهدياً ودلاً“۔ وفي

رواية:- ”حديثاً وكلاماً برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من فاطمة، كانت إذا دخلت عليه، قام

إليها فأخذ بيدها فقبلها وأجلسها في مجلسه. وكان إذا دخل عليها، قامت إليه فأخذت بيده فقبلته

وأجلسته في مجلسها“. رواه أبو داؤد“. (مشكوة المصابيح: ۲/۲۰۲، كتاب الأدب، باب المصافحة

والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

قال الملا علي القاري: ”فأخذ بيدها فقبلها“: أي بين عينيها أو رأسها، والأظهر الأول، كما

رواه ابن عدى والبيهقي اهـ“. ”وكان إذا دخل عليها، قامت إليه، فأخذت بيده فقبلته“: أي

عضواً من أعضائه الشريفة، والظاهر أنه اليد المنيفة“. (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۶۹، كتاب الأدب، باب

المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، رشيدية)

(۲) ”عن جعفر بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه في قصة رجوعه من أرض الحبشة، قال: فخرجنا حتى =

معانقہ کرنے کا طریقہ

سوال [۹۱۷۶]: معانقہ کا سنت طریقہ کیا ہے، بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تین مرتبہ کاندھے سے ملتے ہیں اور بعض لوگ صرف ایک طرف ملتے ہیں۔ صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صرف ایک طرف کافی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= أتيننا فتلقاني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فاعتقني“. (مشكوة المصابيح: ۲/۲۰۲، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: ”المكروه عن المعانقة ما كان على وجه الشهوة، وعبر عنه المصنف بقوله: (في إزار واحد) فإنه سبب يفضي إليها، فأما على وجه البر والكرامة إذا كان عليه قميص واحد، فلا بأس به، اهـ“. (ردالمحتار: ۲/۳۸۱، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء، سعيد)

وقال الرافي: ”إن كان بشهوة فهو حرام اتفاقاً، وبدونها فحائز اتفاقاً، كما نقله عن الخانية“. (تقريرات الرافي على ردالمحتار: ۲/۳۰۸، باب الاستبراء، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۸/۳۶۳، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء، رشيديه)

(و كذا في تبين الحقائق: ۷/۵۶، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) ”وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قدم زيد بن حارثة المدينة ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في بيتي، فأناه ففرع الباب، فقام إليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عرياناً يجر ثوبه - والله ما رأته عرياناً قبله ولا بعده - فاعتنقه وقبله“. رواه الترمذي.

”عن جعفر بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه في قصة رجوعه من أرض الحبشة: قال: فخرجنا حتى أتينا فتلقاني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فاعتقني، ثم قال: ”ما أدري أنا بفتح خير أفرح أم بقدم جعفر“. ووافق ذلك فتح خير“. رواه في شرح السنة“. (مشكوة المصابيح: ۲/۲۰۲، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي) =

حرره العبد محمود عفا الله عنه، دارالعلوم ديوبند۔



= ”وكذا معانقته في إزار واحد، وقال أبو يوسف: لا بأس بالتقبيل والمعانقة في إزار واحد. ولو كان عليه قميص أو جبة، جاز بلا كراهة بالإجماع، وصححه في الهداية، وعليه المتون.“
(الدرالمختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: ”(قوله: وكذا معانقته) قال في الهداية: ويكره أن يقبل الرجل فم الرجل أو يده أو شيئاً منه أو يعانقه. وذكر الطحاوي أن هذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: لا بأس بالتقبيل والمعانقة، لما روى أنه عليه السلام عانق جعفرأ حين قدم من الحبشة وقبله بين عينيه. ولهما ما روى أنه عليه السلام نهى عن المكامعة، وهي المعانقة، وعن المكامعة وهي التقبيل، وما رواه محمود على ما قبل التحريم. قالوا: الخلاف في المعانقة في إزار واحد، أما إذا كان عليه قميص أو جبة، لا بأس به بالإجماع، هو الصحيح، اهـ.“
(ردالمحتار: ۶/۳۸۰، ۳۸۱، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

وقال الرافعي: ”(ثم قول أبي يوسف: لا بأس، الخ) إن كان بشهوة، فهو حرام اتفاقاً وبدونها فجائز اتفاقاً، كما نقله عن الخانية“. (تقارير الرافعي على ردالمحتار: ۶/۳۰۸، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

الفصل الرابع فی القیام والتقبیل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

بزرگوں کی تعظیم کے لئے قیام

سوال [۹۱۷۷]: بزرگوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب وہ تشریف لائیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۷ھ۔

قیام تعظیمی

سوال [۹۱۷۸]: قیام تعظیمی جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً یہاں جب حضرت مہتمم صاحب و حضرت شیخ

کے آتے وقت طلباء کھڑے ہوتے ہیں، یا کسی اور بزرگ کے آتے وقت کھڑے ہوتے ہیں۔ از روئے شرع ب

قیام جائز ہے یا نہیں؟

(۱) ”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للأنصار:

”قوموا إلی سیدکم“. متفق علیہ“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الأول، ص

۴۰۳، قدیمی)

”وقال بعض العلماء: فی الحدیث إکرام أهل الفضل من علم أو صلاح أو شرف بالقیام لهم إذ

أقبلوا، هكذا احتج بالحدیث جماہیر العلماء“. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب القیام: ۸/۴۷۴،

رشیدیہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شیخ یا کوئی بھی بزرگ تشریف لائیں تو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا تقاضائے ادب ہے اور مستحب ہے، لیکن اگر ان کو اس قیام سے اذیت ہو اور وہ منع کریں تو قیام نہیں کرنا چاہیے۔ اذیت سے بچانا واجب ہے، جیسے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر سب کھڑے ہو گئے، اس پر قیام سے منع فرما دیا، پھر اس کے بعد تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو ناگواری کا لحاظ رکھتے ہوئے قیام نہیں کیا کرتے تھے:

”عن أبی أمامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متکئاً علی عصا، فقمنا له، فقال: ”لا تقوموا کما تقوموا الأعاجم یعظم بعضها بعضاً“۔ رواہ أبو داؤد۔

”عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لم یکن شخص أحب إليهم من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وكانوا إذا رأوه، لم یقوموا، لما یعلمون من کراهيته لذلك“۔ رواہ الترمذی۔ وقال: هذا حدیث حسن صحیح“۔ مشکوة شریف: ۲/۴۰۳، باب القیام الفصل الثانی (۱)۔

”وفی الوهبانية: یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم: أي إن کان ممن یتحق التعظیم، اه“ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۰ھ۔

مہمان کے لئے قیام و تقبیل

سوال [۹۱۷۹]: عربوں کے یہاں تقریب میں کوئی جاتا ہے تو قدیم دستور کے موافق تمام مجلس

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، باب القیام، الفصل الثانی، ص: ۴۰۳، قدیمی)

(و جامع الترمذی، أبواب الأدب، باب ماجاء فی کراهية قیام الرجل للرجل: ۲/۱۰۴، سعید)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الأداب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه: ۲/۳۶۳، إمدادیہ ملتان)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء: ۶/۳۸۴، سعید)

کے لوگ کھڑے ہو کر خیر مقدم کرتے ہیں اور تقبیل بھی کرتے ہیں۔ ایسی جگہ اگر جانا ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟
قیام و تقبیل کا شریعتِ مطہرہ کے اندر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بڑوں کے لئے قیام کرنا درست بلکہ مستحسن ہے (۱)۔ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے، تقبیلِ یدین میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ سے مدینہ طیبہ آئے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی پیشانی کی تقبیل کی تھی، ہاں! محلِ فتنہ ہو تو اس سے احتراز کرنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۸/۱۴۰۶ھ۔

(۱) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للأَنْصار: ”قوموا إلى سبكم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الأول، ص: ۴۰۲، قدیمی)
قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”قیل: أی لتعظیمہ، ویستدل بہ علی عدم کراہتہ، فیکون الأمر بالإباحة ولبیان الجواز..... اهـ۔“

وقال بعض العلماء: فی الحدیث إکرام أهل الفضل من علم أو صلاح أو شرف بالقیام لهم إذا أقبلوا، هكذا احتج بالحدیث جماہیر العلماء..... وقال الإمام حجة الإسلام الغزالی: القیام مکروه علی سبیل الإعظام لا علی سبیل الإکرام. قال ابن حجر فی فتح الباری: هذا تفصیل حسن مرتب“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۴۷۳/۸، ۴۷۴، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الأول، رشیدیہ)

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: ”إن قیام المرء وس للرئیس الفاضل والإمام العادل، والمتعلم للعالم مستحبٌ، وإنما یکره لمن کان بغير هذه الصفات..... وفيه: ثم نقل عن أبي الوليد بن رشد أن القیام يقع علی أربعة أوجه: الأول: محذور، وهو أن يقع لمن یرید أن یقام إليه تکبراً وتعاضماً علی القائمین إليه. والثانی: مکروه، وهو أن يقع لمن لا یتکبر ولا یتعاضم علی القائمین، ولكن یخشی أن یدخل نفسه بسبب ذلك ما یحذر، ولما فیہ من التشبه بالجبارہ. والثالث: جائز، وهو أن يقع علی سبیل البر والإکرام لمن لا یرید ذلك، ویؤمن معه التشبه بالجبارہ. والرابع: مندوب، وهو أن یقوم لمن قدم من سفر فرحاً بقدومه لیسلم علیه، أو إلى من تجددت له نعمة فیهنه بحصولها، أو مصیبة فیعزیه =

= بسببها..... وقال البيهقي: القيام على وجه البر والإكرام جائز كقيام الأنصار لسعد، وطلحة لكعب. ولا ينبغي لمن يقام له أن يعتقد استحقاقه لذلك، حتى إن ترك القيام له، حنق عليه أو عاتبه أو شكاه. (فتح الباری: ۶۱/۱۱، کتاب الاستیذان، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "قوموا إلی سیدکم"، قدیمی)

"وفی الوہبانیہ: يجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم كما يجوز القیام، ولو للقارئ بین یدی = العالم، وسیجیء نظاماً". (الدرالمختار).

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "قوله: يجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم): أى إن كان ممن یتحق التعظیم. قال فی القنیة: قیام الجالس فی المسجد لمن دخل علیہ تعظیماً، وقیام قارئ القرآن لمن یجئ تعظیماً لایکره إذا كان فیمن یتحق التعظیم. وفی مشکل الآثار: القیام لغيره لیس بمكروه لعینه، إنما المكروه محبة القیام لمن یقام له، فإن قام لمن لا یقام له لایكره". (ردالمحتار: ۳۸۴/۶، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، قبیل: فصل فی البیع، سعید)

"ومن قام إجلالاً لشخص فجائز وفی غیر أهل العلم بعض یقرر". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامی: "قال فی القنیة: وقیل له: أن یقوم بین یدی العالم تعظیماً له أما فی حق غیره لایجوز، اه، فهذه مسألة القیام بین یدیہ، وهو غیر مسألة القیام لقدمه تعظیماً، فتنبه لذلك، ش". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۲۸/۶، سعید)

قیام للغير کی اجازت اس وقت ہے جبکہ آنے والے کے دل میں اس کی خواہش نہ ہو، اگر آنے والے کے دل میں اس کی خواہش ہے، یا اس کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، یا قیام سے اس کو خوشی ہوتی ہے تو اس کیلئے قیام جائز نہیں۔ فتح الباری کی مذکورہ بالا عبارت کے علاوہ اس کے عدم جواز پر خود حدیث بھی دال ہے:

"وعن معاوية رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سره أن يتمثل له الرجال قياماً، فليتبوأ مقعده من النار". رواه الترمذی، وأبو داؤد". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثانی، ص: ۴۰۲، قدیمی)

"وعن معاوية رضى الله عنه: "أى ابن أبي سفيان، فإنه المراد منه الإطلاق. "قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من سره: "أى أعجبه وجعله مسروراً، ولفظ الجامع: "من أحب أن يتمثل: "أى ينتصب له الرجل قياماً: أى يقفون بين يديه قائمين لخدمته وتعظيمه من قولهم: مثل بين يديه مثولاً: =

= أى انتصب قائماً..... هذا الوعيد لمن سلك فيه طريق التكبر بقريئة السرور للمثول. وأما إذ لم يطلب ذلك وقاموا من تلقاء أنفسهم طلباً للثواب أو لإرادة التواضع، فلا بأس به“. (مرقاة المفاتيح:

۴/۸، كتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثانی، رشیدیہ)

کسی کے شر اور ضرر سے بچنے کے لئے بھی قیام جائز ہے:

”عن الشيخ الحكيم أبي القاسم: كان إذا دخل عليه غني يقوم له ويعظمه، ولا يقوم للفقراء وطلبة العلم، فقليل له في ذلك؟ فقال: الغني يتوقع مني التعظيم، فلو تركته لتضرر، والفقراء والطلبة إنما يطمعون في جواب السلام والكلام معهم في العلم“. (ردالمحتار: ۶/۳۸۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء، قبيل: فصل في البيع، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۸/۳۶۴، كتاب الكراهية، فصل في الاستبراء، رشیدیہ)

(۲) ”عن أجلح، عن الشعبي أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم تلقى جعفر بن أبي طالب، فالتزمه، وقبل ما بين عينيه“.

”عن إياس بن دغفل قال: رأيت أبا نصره قبل خد الحسن رضى الله تعالى عنه“. (سنن أبي

داؤد: ۲/۶۰۹، كتاب الأدب، باب في قبلة ما بين العينين، دار الحديث ملتان)

”لا يكره تقبيل لزهد وعلم وكبر سن. قال النووي: تقبيل يد الغير إن كان لعلمه وصيانتة وزهده وديانته ونحو ذلك من الأمور الدينية لم يكره بل يستحب. وإن كان لغناه أو جاهه في دنياه، كره، وقيل: حرام، اهـ.“

”وقيل: الحرام ما كان على وجه التملق والتعظيم، وأما المأذون فيه فعند التوديع والقُدوم من السفر وطول العهد بالصاحب، وشدة الحب في الله مع أمن النفس. وقيل: لا يقبل الفم بل اليد والوجهه“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی: ۸/۴۶۲، رشیدیہ)

”وكره تحريماً - قهستاني - تقبيل الرجل فم الرجل أو يده أو شيئاً منه، وكذا تقبيل المرأة المرأة عند لقاء أو وداع، قنية. وهذا لو عن شهوة، وأما على وجه البر، فجائز عند الكل، خانية. وفي الاختيار: عن بعضهم: لا بأس به إذا قصد البر وأمن الشهوة كتقبيل وجه فقيه ونحوه“. (الدر المختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: ”(قوله: وأما علم، وجه البر، فجائز عند الكل)“. قال =

بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنا

سوال [۹۱۸۰]: کسی کی صرف تعظیم و توقیر بجالانا اور اس کو معبود نہ سمجھنا، یہ تعظیم جائز ہے یا نہیں اور یہ شرک تو نہیں؟ اپنے پیر و مرشد سے ملاقات کے وقت ہاتھوں کا چومنا اور پیروں کا چومنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو مستحق تعظیم و توقیر ہو اس کی ایسی تعظیم و توقیر بجالانا جو خدا کے ساتھ مخصوص نہیں جائز ہے، یہ شرک نہیں ہے۔ کسی بزرگ پیر و مرشد کا ہاتھ چومنا جائز ہے (۱)۔ پیر اس طرح نہ چومے جس سے سجدہ کی صورت ہو جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۹۲ھ۔

= الإمام العینی بعد کلام: فعلم إباحة تقبيل اليد والرجل والرأس والكشح كما علم من الأحاديث المتقدمة إباحتها على الجبهة، وبين العینین“. (ردالمحتار: ۶/۳۸۰، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد).

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۹، كتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون في ملاقة الملوك، رشيدیه)

(۱) (تقدم تخريجه، ص: ۱۲۲، رقم الحاشية: ۲)

(۲) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! -صلى الله تعالى عليه وسلم- الرجل منا يلقي أخاه أو صديقه أينحنى له؟ قال: ”لا“. (مشكوة المصابيح، ص: ۴۰۱، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمى كتب خانہ)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: ”أينحنى له“ من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعاً وخدمةً. ”قال: ”لا“: أى فإنه فى معنى الركوع، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۶۸۰):

۸/۳۶۱، رشيدیه)

”تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضى به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن. وهل يكفر إن على وجه العبادة والتعظيم؟ كفر. وإن على وجه التحية، لا، وصار آثماً مرتكباً =

علماء کی قدم بوسی و دست بوسی

سوال [۹۱۸۱]: علماء و صلحاء کے ہاتھ پاؤں چومنا، ان کے آگے جھکنا کیا جائز ہے، کوئی گناہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

علم اور بزرگی کے احترام کی خاطر ہاتھ پیر چومنے کی اجازت ہے، مگر ایسا نہ ہو کہ سجدہ کی صورت بن جائے، اس کی اجازت نہیں (۱) جھکنے کی بھی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حررہ العبد محمود غفرلہ عنہ۔

= للكبيرة“ (الدر المختار).

قال ابن عابدين: ”(قوله: إن على وجه العباداة أو التعظيم، كفر، الخ) تلفيق لقولين، قال الزيلعي: وذكر الصدر الشهيد أنه لا يكفر بهذا السجود؛ لأنه يريد به التحية. وقال شمس الأئمة السرخسي: إن كان لغير الله تعالى على وجه التعظيم، كفر، الخ. وقال القهستاني: وفي الظهيرية: يكفر بالسجدة مطلقاً. وفي الزاهدي: الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود. وفي المحيط: أنه يكره الانحناء للسُلطان وغيره، الخ. وظاهر كلامهم إطلاق السجود على هذا التقيل.“ (رد المحتار: ۳۸۳/۶، فصل في الاستبراء وغيره، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۶۹/۵، الباب الثامن والعشرون في ملاقة الملوك والتواضع لهم وتقيل أيديهم أو يد غيرهم وتقيل رجل ووجه، رشيدية)

”وفي القهستاني: الإيماء في السلام إلى قريب الركوع كالسجود. وفي العمادية: ويكره الانحناء؛ لأنه يشبه فعل المجوس..... وفي المجتبى: الإيماء بالسلام إلى قريب الركوع كالسجود، والانحناء مكره.“ (مجمع الأنهر وملتقى الأبحر: ۵۳۲/۲، كتاب الكراهية، فصل في أحكام النظر ونحوه، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ، فَعَلْنَا نَتْبَادِرَ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَتَقَبَّلَ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَلَهُ. إِنْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا حَدَّثَهُ، وَذَكَرَ قِصَّةَ. قَالَ: فَدَنُونَا يَعْنِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَّلْنَا يَدَهُ.“ (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في قبلة اليد: ۷۰۹/۲، دار الحديث ملتان) =

= قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك، درر. ونقل المصنف عن الجامع أنه لا بأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين والسلطان العادل. وقيل: سنة، مجتبي. وتقبيل رأسه: أي العالم أجود، كما في البزازيه، ولا رخصة فيه: أي في تقبيل اليد لغيرهما: أي لغير عالم وعادل، هو المختار، مجتبي. وفي المحيط: إن لتعظيم إسلامه وإكرامه جاز، وإن ليل الدنيا كره". (الدرالمختار).

قال العلامة الشامي: "قوله: وقيل: سنة): أي تقبيل يد العالم والسلطان العادل. قال الشرنبلالي: وعلمت أن مفاد الأحاديث سنيتها أو ندبه، كما أشار إليه العيني..... أن رجلاً أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله! أرني شيئاً أزداد به يقيناً فقال: "اذهب إلى تلك الشجرة فادعها". فذهب إليها، فقال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدعوك، فجاءت حتى سلمت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال لها: "ارجعي". فرجعت. قال: ثم أذن له فقبل رأسه ورجليه..... اهـ". (ردالمحتار: ٢/٣٨٣، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء وغيره، سعيد) (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٥/٣٦٩، الباب الثامن والعشرون في ملاقات الملوك، رشيديه)

(٢) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الرجل منا يلقي أخاه أو صديقه أينحنى له؟ قال: "لا". (مشكوة المصايح، ص: ٢٠١، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "أينحنى له" من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعاً وخدمةً. "قال: "لا": أي فإنه في معنى الركوع؛ وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ٢٦٨٠): ٨/٣٦١، رشيديه)

"تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضي به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن. وهل يكفر إن على وجه العبادة والتعظيم؟ كُفر. وإن على وجه التحية، لا، وصار آثماً مرتكباً للكبيرة". (الدرالمختار).

قال ابن عابدين: "قوله: إن على وجه العبادة أو التعظيم، كفر، الخ) تلفيق لقولين، قال =

قدم بوسی

سوال [۹۱۸۲]: اعلیٰ حضرت! مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں شرعی رائے کا طلب گار ہوں، ازراہ کرم مدلل جواب سے نوازیں، اگرچہ رائے ہی مقلد کے لئے کافی ہے، مگر چونکہ بعض اناڑی قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے، یہی وجہ ہے کہ خلاف ادب مدلل جواب کے لئے لکھ رہا ہوں، امید ہے کہ گستاخی معاف ہوگی:

قدم بوسی کے بارے میں: ”طحطاوی علی مراقی الفلاح“ میں ہے:

”وورد فی أحادیث ذکرها البدر العینی ما یفید أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقبل یدہ ورجلہ فعلم من مجموع ما ذکرنا إباحة تقبیل الید والرجل والکشح والرأس والجبہة والشفطین وین العینین، ولكن کل ذلك إذا کان علی وجه المبرة والإکرام. وفی الهدایة: ویکره أن یقبل الرجل فم الرجل أو یدہ أو شیئاً منه أو یعانقه فی إزار واحد. وقال

= الزیلعی: وذكر الصدر الشہید أنه لا یکفر بهذا السجود؛ لأنه یرید به التحیة. وقال شمس الأئمة السرخسی: إن کان لغير الله تعالی علی وجه التعظیم، کفر، الخ. وقال القهستانی: وفی الظہیریة: یکفر بالسجدة مطلقاً. وفی الزاهدی: الإیماء فی السلام إلى قریب الركوع کالسجود. وفی المحيط: أنه یکره الانحناء للسلطان وغیره، الخ. وظاهر کلامهم إطلاق السجود علی هذا التقبیل“. (ردالمحتار: ۳۸۳/۶، فصل فی الاستبراء وغیره، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۶۹/۵، الباب الثامن والعشرون فی ملائمة الملوک والتواضع لهم وتقبیل أیدیهم أو ید غیرهم وتقبیل رجل ووجه، رشیدیہ)

”وفی القهستانی: الإیماء فی السلام إلى قریب الركوع کالسجود. وفی العمادیة: ویُتره الانحناء؛ لأنه یشبه فعل المجوس وفی المجتبی: الإیماء بالسلام إلى قریب الركوع کالسجود، والانحناء مکروه“. (مجمع الأنهر وملتیقی الأبحر: ۲/۵، کتاب الکراهیة، فصل فی أحكام النظر ونحوه، دار إحياء التراث العربی بیروت)

أبو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ: لا بأس بذلك كله“۔ ص: ۱۷۵ (۱)۔

وفیه أيضاً: ”وأما المعانقة، فقالا بكراتها، ويبیح: أي أبو یوسف رحمہ

اللہ تعالیٰ للرجل معانقته مثله وتقبيله للمبرة بلا شهوة“۔ ص: ۱۷۵ (۲)۔

ان عبارتوں پر نظر رکھتے ہوئے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ صاحب طحاوی کا مکروہ کہنا طرفین کے قول کی بنا پر ہے، مگر تقبیل اور معانقہ کے بارے میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے، بلکہ ترک قدم بوسی اگر باعث اختلاف ہو اور افتراق بین الاقارب اور قطع رحم کا سبب ہو تو مستحب ہے، جیسا کہ قیام کے متعلق:

”قال ابن وهبان في شرحه: والقيام يستحب في زماننا، لما يورث

تركُه من الحقد والبغضاء“۔ طحاوی، ص: ۱۷۵ (۳)۔

کیا ان کی رائے صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص واجب الاکرام ہو، اس کی قدم بوسی کی اجازت ہے، لیکن اعتقاد میں غلو نہ ہو، اور سجدہ کی ہیئت نہ

ہونے پائے:

”طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله،

أجابه. وقيل: لا يرخص فيه“ (۴)۔

عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ اس میں دو قول ہیں: ایک میں اجازت ہے، وهو الأوسع۔ دوسرے

میں ممانعت ہے، وهو الأورع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۱۹، کتاب الصلوة، فصل فی صفة الأذکار، قدیمی

(۲) حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی صفة الأذکار، ص: ۳۲۰، قدیمی

(۳) حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح، المصدر السابق

(۴) الدر المختار: ۳۸۳/۶، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعید

”طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ليقبله، لا يرخص فيه ولا يجيبه إلى ذلك عند

البعض، وذكر بعضهم: يجيبه إلى ذلك“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة: ۳۶۹/۵، الباب

الثامن والعشرون فی ملاقات الملوك والتواضع لهم، رشیدیہ)

تقبیل یدین ورجلین

السؤال [۹۱۸۳]: ماتقولون فی تقبیل القدمین والیدین، وما ثبوتہ، ولمن یجوز، ولمن لا یجوز، ومن أى جهة؟ ولتکن الجوابات کلها من أجزاء السؤالات بالدلائل المنقولة عن الكتب المشهورة مع الحوالات بالصفحات۔

المستفتی: فدوی محمد بدرالدجی عفی عنہ، ضلع چانگام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

”ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك، درر. ونقل المصنف عن الجامع أنه لا بأس بتقبيل يد الحاكم المتدين والسلطان العادل. وقيل: سنة، مجتبی. وتقبيل رأسه: أى العالم أجود، كما فى البزازية. ولا رخصة فيه: أى فى تقبيل اليد لغيرهما: أى لغير عالم وعادل، هوالمختار، مجتبی. وفى المحيط: إن لتعظيم إسلامه وإكرامه، جاز، وإن لنيل الدنيا كره. طلب من عالم أو زاهد أن يدفع إليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله، أجابه. وقيل: لا يرخص فيه، الخ“. الدرالمختار۔

قال الشامى: ”(قوله: أجابه) لما أخرجه الحاكم أن رجلاً أتى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: يا رسول الله! -صلى الله تعالى عليه وسلم- أرني شيئاً، أزداد به يقيناً، فقال: ”أذهب إلى تلك الشجرة، فادعها“. فذهب فقال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدعوك، فجاءت حتى سلمت على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: لها: ”ارجعى“. فرجعت. قال: ثم أذن له، فقبل رأسه ورجليه“. وقال: ”لو كنت امرأحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها“. وقال صحيح الإسناد، الخ“. من الرسالة الشرنبلالية، الخ“. ردالمحتار على در المختار، كتاب الخطر والإباحة: ۵/۳۳۷(۱)۔ فقط

(۱) (ردالمحتار: ۲/۳۸۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى الاستبراء وغيره، سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۹، الباب الثامن والعشرون فى ملاقات الملوك، رشيدية)

سوال: ”قدم اور ہاتھ چومنے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس کا ثبوت کیا ہے کس کے لئے جائز اور کس کے لئے =

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی بمدرستہ مظاہر علوم سہارنפור، الہند۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، المبتلیٰ بأمانة الإفتاء بالمدرسة العالیة المشتهرة بمظاہر علوم، الواقعة ببلدة سہارنפור، یوبی، ۷/ جمادی الأولى/ ۶۷ھ۔

ماں کے پیروں کو تعظیماً چھونا

سوال [۹۱۸۴]: کیا اسلامی اصول کے مطابق تعظیماً ماں کے پیر چھونا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن

وحدیث سے دلیل عنایت فرمائیں۔

= ناجائز اور کس وجہ سے؟

جواب: ”عالم صاحب ورع کے ہاتھ کو بوسہ دینا بطور تبرک اس میں کچھ حرج نہیں، ذرر۔ اور مصنف نے جامع سے نقل کیا ہے کہ دیانت دار حاکم اور سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے مجتبیٰ۔ اور ان کے علاوہ (لوگوں) کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت نہیں۔ یہی مختار ہے۔ (مجتبیٰ) اور محیط میں ہے کہ اگر اس کے اسلام کی تعظیم اور اس کے اکرام کی بناء پر ہو تو جائز ہے اور اگر حصول دنیا کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔ کسی عالم یا زاہد سے ان کے قدم کے بوسہ دینے کی اجازت طلب کی گئی تو ان کو اس کا موقع دے دینا چاہیے اور کہا گیا ہے کہ اس کی اجازت نہیں۔ اھ۔ درمختار۔ شامی نے درمختار کے قول اجابہ (اس کا موقع دے دے) کے تحت لکھا ہے کہ حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے ایسی چیز دکھائیے جس سے میرے یقین میں اضافہ ہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس درخت کو بلا لاؤ وہ گیا اور اس درخت سے کہا کہ تجھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا رہے ہیں، اس پر وہ حاضر خدمت ہوا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ وہ چلا گیا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو اجازت دی، اس نے آپ کے سر مبارک اور قدمین مبارکین کو بوسہ دیا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ اھ۔ رسالہ شریعی سے یہ ماخوذ ہے۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۵/۳۳۷،

باب الخظر والاباحة فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تعظیم کے لئے ماں کے پیروں کو چھونا قرآن پاک کی کسی آیت اور حدیث شریف کی کسی روایت میں نہیں دیکھا، یہ اسلامی تعظیم نہیں، بلکہ غیروں کا طریقہ ہے جس سے بچنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدین کی قدم بوسی

سوال [۹۱۸۵]: والدین، مرشد، اساتذہ کی بخیاں خیر قدم بوسی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

والدین، اساتذہ، مشائخ کی قدم بوسی کی اجازت ہے بشرطیکہ سجدہ کی ہیئت نہ پیدا ہو جائے، اور دیکھنے والوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ یہ سجدہ کر رہا ہے، ورنہ اجازت نہیں (۲)۔ اور احتیاط کا تقاضا بھی ہے کہ ان کی بھی قدم بوسی نہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۸ھ۔

پیر یا والدین کے پیر کو چومنا

سوال [۹۱۸۶]: پیر یا والدین یا استاد کے پاؤں کو محبت یا عزت سے بوسہ دینا یا ہاتھ لگا کر ملنا کیسا ہے؟

(۱) چونکہ اس میں جھکنا پڑتا ہے جس سے رکوع اور سجدہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے یہ درست نہیں، راجع للتخریج، ص: ۱۲۷، رقم الحاشیة: ۲، و ص: ۱۲۳، رقم الحاشیة: ۲. واللہ اعلم بالصواب.

البتہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”ظاہراً قواعد سے تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ اگر مسموح متبرک، متقی ہو اور ماسح متبع سنت، صحیح العقیدہ ہو تو جائز ہے،

ورنہ ناجائز۔ واللہ اعلم۔ (إمداد الفتاوی: ۲/۹۷، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (جواہر الفقہ، دست بوسی و قدم بوسی، اقوال فقہاء، سوال دوم: ۱/۲۰۰، مکتبہ

دارالعلوم کراچی)

(۲) (راجع، ص: ۱۲۷، رقم الحاشیة: ۲)

الجواب حامداً ومصلياً:

..... پاؤں کو چومنے میں بسا اوقات سجدہ کی صورت ہو جاتی ہے، نیز دوسروں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے کہ وہ تعظیم میں غلو کریں گے، لہذا احتیاط یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۱۲/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

عورت کا شوہر کے پیروں کو چھونا

سوال [۹۱۸۷]: کیا بیوی شوہر کے پیر چھوسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پیر چھونا اسلامی تعظیم نہیں ہے، بلکہ غیروں کا طریقہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۱/۱۰/۹۲ھ۔

بڑوں کے پیر پکڑ کر دعائیں لینا

سوال [۹۱۸۸]: زید اپنے بچوں سے کہتا ہے کہ ماں، دادا، دادی وغیرہ کے پیر پکڑ کر ان سے

(۱) ”وفی رسالة المصافحة للشرنبلالی عن شیخ مشایخہ الحانوتی: التحیة بالرکوع، واسترخاء الرأس مکروهة لكل أحد مطلقاً“۔ (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی صفة الأذکار، ص: ۳۲۰، قدیمی)

”طلب من عالم أوزاهد أن يدفع إليه قدمه ليقبله، لا يرخص فيه“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب

الکراهیة، الباب الثامن والعشرون فی ملاقة الملوک والتواضع لهم: ۳۶۹/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی جواهر الفقه، باب دست بوسی و قدم بوسی، اقوال فقہاء، سوال دوم: ۲۰۰/۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیرہ: ۳۸۳/۶، سعید)

(۲) اس چھونے کی حالت میں رکوع کی اقرب ہیئت بن جاتی ہے، جو کہ ناجائز ہے، (کما تقدم تخريجه تحت المسئلة

المتقدمة آنفاً)

دعائیں لو، اس لئے کہ وہ نیک اور بزرگ ہستیاں ہیں، مثلاً: عید وغیرہ کے موقع پر، یا سفر میں آنے جانے کے وقت۔ تو یہ پیر پکڑنا کیا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تبرکاً وتعظيماً کسی بزرگ کے پیر کو بوسہ دینے کی اجازت ہے جبکہ سجدہ کی ہیئت پیدا نہ ہو اور عقیدہ بھی خراب نہ ہو (۱)۔ پیر پکڑنا جس کو ”پیر لاگن“ بھی کہتے ہیں، یعنی صرف پیروں کو چھو لینا یہ برہمنوں کے یہاں تعظیم کا رواج اور ان کا شعار ہے، اس سے پرہیز لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

پیر پکڑ کر معافی مانگنا

سوال [۹۱۸۹]: پیر پکڑ کر معافی مانگنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ پیر پکڑنے میں جھکنا پڑتا ہے اور کسی کے سامنے جھکنا درست نہیں ہے۔ پس اگر جائز ہے تو اچھا ہے یا نہیں؟

(۱) ”عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رجل: يا رسول الله! - صلى الله تعالى عليه وسلم - الرجل منا يلقي أخاه أو صديقه أينحنى له؟ قال: ”لا“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعالقة، ص: ۴۰۱، قدیمی)

”الانحناء للسلطان أو لغيره مكروه؛ لأنه يشبه فعل المجوس“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الكراهیة، الباب الثامن والعشرون: ۳۶۹/۵، رشیدیہ)

”وأما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه بالإجماع، وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدي العلماء، والعظماء، فحرام، والفاعل والراضی به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن“۔ (الدرالمختار)

وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وفی الزاهدی: الإيماء فی السلام إلى قريب الركوع كالسجود، وفی المحيط: أنه يكره الانحناء للسلطان وغيره، اهـ. وظاهر كلامهم إطلاق السجود على هذا التقبيل“۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۳۸۳/۶، سعید)

(۲) ”وعنه (أى ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۷۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

معانی مانگنے کے لئے پیر پکڑنا کہیں نظر سے نہیں گزرا، بظاہر تو یہ برہمن کی تعظیم ہے، بغیر معافی کے بھی ان کے یہاں کسی کے پیر چھونے کا رواج ہے؟ جس کو ”پیر لاگن“ کہتے ہیں بطور کسی عالم زاہد کے پیر کو بوسہ دینا مصرح ہے:

”طلب من عالم أو زاہد أن يدفع إليه قدمه ويمكنه من قدمه ليقبله، أجاہہ“ (۱)۔

مگر اس کے مقابلہ میں دوسرا قول بھی ہے: ”وقیل: لا یرخص فیہ، اھ“۔ درمختار (۲)۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے: ۵/۲۳۵، میں لکھا ہے:

”أخرجہ الحاکم أن رجلاً أتى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال: یا رسول اللہ! أرنی شیئاً أزداد به یقیناً. فقال: ”أذهب إلی تلك الشجرة فادعها“. فذهب إلیها، فقال: إن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدعوك. فجاءت حتی سلّمت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال لها: ”ارجعی“ فرجعت. قال: ثم أذن له فقبل رأسه ورجلیه“. وقال: ”لو كنت امرأةً أحدأ أن یسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها“. وقال: صحیح الإسناد. من رسالة الشرنبلالی، اھ“ (۳)۔

مگر ایسی ہیئت نہ ہو کہ سجدہ کی شکل بن جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدین یا استاد کی قبر کو بوسہ دینا

سوال [۹۱۹۰]: پیر یا والدین یا استاد کی قبر کو پیار یا عزت سے بوسہ دینا عندالشرع الشریف کیا حکم

ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(۱) (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی الاستبراء وغیرہ: ۵/۳۸۳، سعید)

(۲) (الدرالمختار، المصدر السابق)

(۳) (الدرالمختار مع ردالمحتار، المصدر السابق)

(۴) (راجع، ص: ۱۲۷، رقم الحاشیة: ۲)

الجواب حامداً ومصلياً:

ناجائز ہے:

”ولا يمس القبر ولا يقبله، فإنه من عادة أهل الكتاب، ولم يعهد الاستلام إلا للحجر الأسود والركن اليماني خاصة، اه“۔ طحطاوی، ص: ۲۳۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۱۲/۵۶ھ۔
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

امرد کا بوسہ بلا شہوت

سوال [۹۱۹۱]: ایک مولوی صاحب کی زبانی سنا ہے کہ امرد کا بوسہ لینا بغیر شہوت کے جائز ہے۔ اور تقویت کے لئے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کنز الدقائق کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے۔ سو مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا امرد کا بوسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کنز کے حاشیہ پر ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

میں نے کنز الدقائق کے حاشیہ پر یہ مسئلہ نہیں دیکھا، ان سے عبارت یا باب وغیرہ کا حوالہ لیکر لکھیں تو اس کو دیکھا جائے۔ تقبیل کی اقسام، درمختار، کتاب الخضر والإباحة میں فصل فی البیع سے کچھ

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۲۰، فصل فی زیارة القبور، قدیمی)

”وفی القنیة: قال أبو الليث: لا يعرف وضع اليد علی القبر سنة ولا مستحباً، ولا نرى به بأساً. وقال علاء الدين التاجري: هكذا وجدناه من غير نكير من السلف. وقال شرف الأئمة: بدعة. وعن جار الله العلامة: مشايخ مكة ينكرون ذلك ويقولون: إنه عادة أهل الكتاب. وفي إحياء علوم الدين: إنه من عادة النصارى، انتهى. ولا شك أنه بدعة لاسنة فيه ولا أثر عن صحابي ولا عن إمام ممن يعتمد عليه فيكرهه، ولم يعهد الاستلام في السنة إلا للحجر الأسود والركن اليماني خاصة“۔ (الحلبی الكبير، ص: ۶۰۸، مبحث زیارة القبور، سهیل اکیڈمی لاہور)

”ومن البدع وضع اليد علی القبر“۔ (ملتی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر: ۱/۱۸۸، فصل

فی الصلاة علی الميت، دار إحياء التراث العربی بیروت)

قبل مذکور ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”(فائدة) قيل: التقبيل على خمسة أوجه: قبلة المودة للولد على الخد، وقبلة الرحمة لوالديه على الرأس، وقبلة الشفقة لأخيه على الجبهة، وقبلة الشهوة لمرأته وأمته على الفم، وقبلة التحية للمؤمنين على اليد. وزاد بعضهم قبلة الديانة للحجر الأسود، جوهرة“۔ (الدرالمختار على ردالمحتار: ۳۸۴/۶، كتاب الخطر والإباحة، سعيد)

مذکورہ عبارت میں امر کو بوسہ دینے کا ذکر نہیں، لہذا خوفِ فتنہ کی وجہ سے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

باب الترضی والترحم

(رضی اللہ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

”علیہ السلام“ و ”رضی اللہ عنہ“ کا استعمال

سوال [۹۱۹۲]: ”علیہ السلام“ کہنا کیا انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر فرشتوں، مثلاً: جبرئیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام کیوں کہا جاتا ہے؟ اسی طرح سنا گیا ہے کہ ”رضی اللہ عنہ“ صحابہ کرام کے لئے خاص ہے، مگر بعض عوام اور بعض بزرگان دین کو سنا گیا ہے کہ وہ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر حضرات، مثلاً: امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بریلوی حضرات اعلیٰ حضرت کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ تو یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

سلام، دعائیہ کلمہ ہے جو اپنی اصل کے اعتبار سے غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی بولا جاسکتا ہے (۱)،

(۱) ”وأما السلام، فقال الشيخ أبو محمد الجويني من أصحابنا: هو في معنى الصلوة، فلا يستعمل في الغائب، ولا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: عليّ عليه السلام، وسواء في هذا الأحياء والأموات. وأما الحاضر فيخاطب به فقال: سلام عليك، والسلام عليك، أو عليكم، وهذا مجمع عليه، انتهى ما ذكره. قلت: وقد غلب هذا في عبارة كثير من النساخ لكتب أن يفرد عليّ رضي الله عنه بأن يقال: عليه السلام من دون سائر الصحابة، أو كرم الله وجهه. وهذا وإن كان معناه صحيحاً، ولكن ينبغي أن يسوى بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله عنهم أجمعين.“ (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶): ۵۱۷/۳، سهيل

اكيڈمی لاہور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (كشف الباری عما فی صحیح البخاری للشيخ سليم الله خان دامت =

ہمیشہ وقت ملاقات اس کی تعلیم بھی دی گئی ہے: ”السلام علیکم وعلیکم السلام“ (۱)۔ پنجگانہ نمازوں کے ختم پر امام اور مقتدی سب ہی کہتے ہیں: ”السلام علیکم ورحمة اللہ“ اس میں امام اور مقتدی، نیز ملائکہ کی

= فیوضہم، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة الذاریات، کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ”علیہ السلام“ لکھنا جائز ہے، ص: ۶۲۲، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

(۱) ”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما أن رجلاً سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أئی الإسلام خیر؟ قال: ”تطعم الطعام، وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف“۔ (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب إفشاء السلام من الإسلام: ۹/۱، قدیمی)

”أن الطفیل بن أبی بن کعب أخبره أنه کان یأتی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فیغدو معه إلى السوق، قال: فإذا غدونا إلى السوق لم یمرّ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما علی سقاط ولا علی صاحب بیعة ولا مسکین ولا أحد إلا سلّم علیہ..... قال: وأقول: اجلس بناھننا نتحدث، قال: فقال لی عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: یا أبابطن! -وکان الطفیل ذابطن- إنما نغدو من أجل السلام نسلّم علی من لقینا“۔ (موطأ الإمام مالک، کتاب الجامع، باب جامع السلام، ص: ۷۲۵، میر محمد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (کتاب الأذکار للنووی رحمہ اللہ، کتاب السلام والاستئذان

وتشمیت العاطس وما یتعلق بہا، باب فضل السلام والأمر بإفشاءہ، ص: ۳۰۵، دار البیان، بیروت)

”عن أبی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن أولى

الناس باللہ من بدأ بالسلام“۔ رواہ أحمد و أبو داؤد والترمذی“۔ (مشکاة المصابیح، کتاب الآداب،

باب السلام، الفصل الثانی، ص: ۳۹۸، قدیمی)

”و عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”للمسلم علی

المسلم ست بالمعروف: یسلم علیہ إذا لقیہ“۔ الحدیث۔ (مشکاة المصابیح، باب السلام، الفصل

الثانی، ص: ۳۹۸، قدیمی)

”والأفضل للمسلم أن یقول: السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ، والمجیب كذلك

یرد..... ویأتی بواو العطف فی قوله: وعلیکم السلام“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة،

الباب السابع فی السلام: ۳۲۵/۵، رشیدیہ)

نیت کی جاتی ہے (۱)۔ کوئی شخص کسی کا سلام پہنچائے تو کہا جاتا ہے: ”علیہ و علیکم السلام“ (۲)۔
اصول فقہ کی مشہور کتاب، اصول الشاشی کے شروع میں ہے: ”والسلام علی ابی حنیفة وأحبابہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم“ (۳)۔

قرآن کریم ”سورۃ لم یکن“ میں نیکو کارمومنین کے لئے ارشاد فرمایا گیا: ﴿رضی اللہ
عنہم﴾ (۴) صحابہ کرام کی تخصیص نہیں، لیکن عرفاً یہ لفظ صحابہ کرام کے لئے مستعمل ہوتا ہے، پس جہاں غیر صحابی
کے ساتھ التباس ہوتا ہو، وہاں غیر صحابی کے لئے بولنے سے احتراز (بچنا) چاہئے۔

اعلیٰ حضرت کے معتقدین ان کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل اور بعض ان کو صحابہ کرام کا مظہر
اتم قرار دیتے ہیں جیسا کہ ”وصایا شریف“ کے مختلف ایڈیشنوں سے ظاہر ہے، وہاں احتراز لازم ہے (۵)۔ فقط
واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”ثم یسلم بتسلیمتین) ویقول: السلام علیکم ورحمة اللہ، کذا فی المحيط“ (۱) نوی

العالمکیریة، کتاب الصلاة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة، الخ: ۷۶/۱، رشیدیہ

(۲) ”ویستحب أن یرد علی المبلّغ أيضاً، فیقول: وعلیک وعلیہ السلام“ (رد المحتار، کتاب

الحظر والإباحة: ۴۱۵/۲، فصل فی البیع، سعید)

(۳) (أصول الشاشی، ص: ۵، قدیمی)

(۴) (سورۃ البینة: ۸)

(۵) ”یستحب الترضی والترحم علی الصحابة والتابعین فمن بعدهم من العلماء والعباد وسائر

الأخیار، فیقال: رضی اللہ عنہ، أو رحمہ اللہ، ونحو ذلك. وأما ما قاله بعض العلماء: إن قوله: رضی

للہ عنہ مخصوصٌ بالصحابہ، ویقال فی غیرہم: رحمہ اللہ فقط، فلیس كما قال، ولا یوافق علیہ، بل

لصحیح الذی علیہ الجمهور استحبابہ، ودلائله أكثر من أن تحصر. فإن كان المذكور صحابياً ابن

صحابی قال: قال ابن عمر رضی اللہ عنہما، وكذا ابن عباس، وابن الزبیر، وابن جعفر، وأسامة بن زید

ونحوهم، یشملہ وأباه جميعاً“ (کتاب الأذکار للنووی رحمہ اللہ، باب الصلوة علی الأنبیاء والہم

تبعاً لہم صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم، فصل: یرحم علی الصحابة والتابعین،

ص: ۱۶۰، دارالبيان بیروت) =

اہل بیت کے لئے ”علیہ السلام“ کا استعمال

سوال [۹۱۹۲]: زید امام عالی مقام امام حسین کے ساتھ ”علیہ السلام“ کہتا ہے، لیکن عمر منع کرتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ علمائے اہل سنت اور ارباب فتاویٰ تو صلوة پر پابندی لگاتے ہیں کہ غیر انبیاء کو اصالۃ صلوة نہیں بھیج سکتے، ”علیہ السلام“ پر کوئی پابندی نہیں لگاتے، کتب فقہ: شامی و عالمگیری وغیرہ (۱)۔ نیز حضرات حسین کو ”علیہ السلام“ کہنے کے بہت سے دلائل ہیں، چنانچہ:

۱- آیت قرآنی: ﴿سلام علی الیاسین﴾ کی دوسری قرأت امام نافع مدنی اور ابن عامر سے: ﴿سلام علی ال یاسین﴾ ہے، جس کی تفسیر میں مفسر ابن کثیر: ”یعنی ”آل محمد“ لکھتے ہیں (۲) اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں بھی ایسا ہی ہے (۳)۔ چونکہ حضرات حسین آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، لہذا ان کے ساتھ ”علیہ السلام“ کہنا قرآن سے ثابت ہے۔

= ”(ویستحب الترضی للصحابة رضی اللہ عنہم) و کذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان“۔ (الدرالمختار)۔ ”(قوله: ویستحب الترضی للصحابة)؛ لأنہم كانوا یبالغون فی طلب الرضاء من اللہ تعالیٰ، ویجتهدون فی فعل ما یرضیہ، یرضون بما یدلحقہم من الابتلاء من جہتہ أشد الرضاء، فہولاء أحق بالرضاء، وغیرہم لا یدلحق أدناہم ولو أنفق ملء الأرض ذہباً“۔ (ردالمحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۲، سعید)

(۱) ”ولا یصلی علی غیر الأنبیاء ولا غیر الملائکة إلا بطریق التبع“۔ (ردالمحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، مسائل شتی: ۶/۴۴۶، رشیدیہ)

(۲) ﴿سلام علی ال یاسین﴾ کما یقال فی إسماعیل: إسماعین، وہی لغة بنی أسد وقرأ اخرون ﴿سلام علی إدرا سین﴾ وہی قرأۃ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ. وقرأ اخرون: ﴿سلام علی آل یاسین﴾ یعنی آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“۔ (تفسیر ابن کثیر، (الصفات: ۱۳۰): ۴/۲۸، مکتبۃ دارالسلام)

(۳) ”﴿سلام﴾ منا سعادة و سلامة ﴿علی آل یاسین﴾ علی آل محمد علیہ السلام“۔ (تفسیر ابن عباس علی هامش الدر المنثور، (الصفات): ۴/۳۴۵، مؤسسة الرسالة بیروت)

۲- مفسرین میں امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں حضرات حسنین کے نام کے ساتھ ”علیہ السلام“ لکھا ہے۔ امام ابو بکر جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ جو فقہ حنفی میں صاحب ہدایہ سے بھی بلند پایہ ہیں، انہوں نے احکام القرآن میں جا بجا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”علیہ السلام“ لکھا ہے۔

۳- امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جو بالاتفاق امام المحدثین ہیں، انہوں نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں متعدد جگہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ”علیہا السلام“ لکھا ہے، دیکھئے: فتح الباری علی ہامش صحیح البخاری، جلد اول، ص: ۵۶، ۵۲۳، ۵۲۶، جلد دوم، ص: ۵۷۶، ۶۰۰، ۶۱۰، جلد ہفتم، ص: ۵۳، ۱۱۴، ۲۳۶، ۳۳۵، ۳۳۷، ۳۵۵، ۳۵۷۔

۴- امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے الأدب المفرد مطبوعہ دارالاشاعت، مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی، میں لکھا ہے:

”عن عدی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت البراء یقول:
رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحسن صلوات اللہ علیہ علی
عاتقہ ہو یقول: ”اللہم! إنی أحبہ فأحبہ“ (۱)۔

۵- امام ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں:

”مرّ بحسن بن علی علیہما السلام“ ملاحظہ ہو: ”سنن أبی داؤد، مطبع
قادری دہلی، ص: ۹۳، ۹۴، جلد اول (۲)۔

۶- شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ”شرح تراجم بخاری“ میں لکھتے ہیں: ”من قتل الحسین علیہ
السلام“۔ شرح تراجم ابواب بخاری، ص: ۳۲، ہمراہ صحیح البخاری، مطبوعہ رشیدیہ کتب خانہ دہلی (۳)۔

(۱) (الأدب المفرد، باب حمل الصبی علی العاتق، ص: ۴۵، رحمانیہ لاہور)

(۲) (السنن لأبی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی الرجل یصلی عاقصاً شعرہ: ۲۲/۱، إمدادیہ)

(۳) (رسالة شرح تراجم، أبواب صحیح البخاری فی مقدمة صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب

ما قیل فی قتال الروم: ۳۲/۱، قدیمی)

ان کے علاوہ اس کثرت سے علمائے اہل سنت نے حضرات حسنین کے ساتھ ”علیہ السلام“ لکھا ہے جس کا شمار مشکل ہے۔

علمائے دورِ حاضر کے محققین نے بھی ان حضرات کو ”علیہ السلام“ لکھا ہے، مثلاً: مولانا شبلی نعمانی ”سیرۃ النبی“ میں، مولانا سید سلیمان ندوی ”خطباتِ مدراس“ میں، مولانا ابوالکلام آزاد ”شہیدِ اعظم“ میں، مولانا عبدالسلام ندوی ”اسوۃ صحابہ“ وغیرہ میں۔

مذکورہ دلائل کے ہوتے ہوئے عمر کا ان حضرات کو ”علیہ السلام“ کہنے سے روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث و فقہ سے ثبوت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

فی نفسہ ”السلام علیہ“ یا ”علیہ السلام“ نبی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، غیر نبی کے لئے بھی استعمال کرنا درست ہے، اس کے لئے معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مواقع میں اس کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ اصول فقہ کی درسی کتاب ”اصول الشاشی“ کے شروع میں مصنف نے لکھا ہے: ”والسلام علی ابی حنیفہ وأحبابہ“ (۱)۔ اس کو بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال میں پیش فرمایا ہے اور جلیل القدر محدثین کے حوالے بھی دیئے ہیں (۲)، مگر شرح فقہ اکبر، ص: ۲۰۴، میں ہے:

”وفی الخلاصة أيضاً: إن فی الأجناس عن أبی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ: لا یصلی علی غیر الأنبیاء والملائکة، و من صلی علی غیرہما لا علی جهة التبعية، فهو غال من الشیعة التي سُمیت بالروافض، انتهى. و مفهومه أن حکم السلام نیس كذلك، و نعل وجهه أن السلام تحية أهل الإسلام، و لا فرق بین ”السلام علیہ“ و ”علیہ السلام“ إلا أن قوله: علی علیہ السلام من

(۱) (اصول الشاشی، ص: ۵، قدیمی)

(۲) ”لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں، اس کی سدیہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی النصوص ابوداؤد، صحیح بخاری میں حضرت علیؓ و حضرات حسنینؓ، حضرت فاطمہؓ و حضرت خدیجہؓ و حضرت عباسؓ کے ذکر کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے۔“ (فتاویٰ عزیز، باب الخلافة، عنوان: بارہ امام پر بالاستقلال درود کا فیصلہ، ص: ۲۳۵، سعید)

شعار أهل البدعة، فلا يستحسن في مقام المرام، اهـ“ (۱)۔

پس اگر کسی جگہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مثلاً ”علیہ السلام“ کہنا روا فض کا شعار ہو کہ وہ معصوم مان کر ایسا کہتے ہوں تو اس شعار سے بچنے کے لئے دیگر اکابر حضرات ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت خدیجہ الکبریٰ، حضرت فاطمہ الزہراء۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و جمیع الصحابة۔ کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ اس لفظ کا استعمال کر لیا جائے، یا پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ بھی نہ استعمال کیا جائے جس سے کہ اہل باطل کے شعار سے تحفظ ہو جائے (۲)۔

احقر کے خیال میں یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ اس کو محاذ بنا کر منظر کر بلا پیش کر دیا جائے۔ طرفین کے دلائل فراہم کرنے سے کچھ ایسا ہی اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ پاک ہر فن سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۰ھ۔

”علیہ السلام“ اور لفظ ”امام“ کا استعمال

سوال [۹۱۹۳]: زید کہتا ہے کہ حدیث پاک: ”من تشبه بقوم فهو منهم“ (۳) کی روشنی میں ہم اہل السنۃ والجماعت کو ہر اس چیز سے بچنا چاہئے جو کسی قوم کا خاصہ اور شعار ہو، مثلاً: رافضیوں کا شعار ہے کہ وہ حضرات حسنین کے لئے ”علیہ السلام“ کہتے ہیں اور جب اپنے بچوں کے نام رکھتے ہیں تو حیدر علی، امام علی،

(۱) (شرح الفقہ الأكبر، ص: ۱۶۶، ۱۶۷، قدیمی)

(۲) ”قلت: وقد غلب هذا في عبارة كثير من النساخ للكتب أن ينفرد علي رضي الله تعالى عنه بأن يقال: ”عليه السلام“ من دون سائر الصحابة، أو ”كرم الله وجهه“ . وهذا وإن كان معناه صحيحاً، لكن ينبغي أن يسوي بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله تعالى عنهم أجمعين“ . (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶):
۲/۳/۶۸۲، دار الفحاء دمشق)

”والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة: إن ذلك شعار أهل

البدع“ . (رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۳، سعید)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۰۵، قدیمی)

حسن علی، حسین علی، جواد علی، باقر حسین، کاظم رضا، وغیرہ وغیرہ جیسے نام رکھتے ہیں (۱) اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب اس قوم کا کوئی نام آتا ہے اور اس شخص کے بارے میں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ سنی ہے یا شیعہ تو فوراً اس طرف ذہن جاتا ہے کہ ہونہ ہو، شیعہ ہو۔ کیونکہ روافض ان ناموں کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں رکھتے۔

بکر کہتا ہے کہ اچھے کاموں میں بروں کی مشابہت بُری نہیں جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ عزیزی میں فرمایا ہے۔ اگر تشبہ برفض ہوتا تو علمائے اہل سنت و جماعت نے نہ تو یہ نام رکھے ہوتے اور نہ اپنی کتابوں میں کثرت سے ہر زمانہ میں ”علیہ السلام“ حضرات حسنین کے لئے استعمال کیا ہوتا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید و بکر میں حق پر کون ہے، ان حضرات کے لئے لفظ: ”إمام“ اور ”علیہ السلام“ کہنا اور اسمائے مذکورین کا نام رکھنا تشبہ برفض ہے یا نہیں، کوئی گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

شرح فقہ اکبر، ص: ۲۰۴، ملا علی قاری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ”علیہ السلام“ لکھنے کو شعائر شیعہ و اہل بدعت فرمایا ہے، اس لئے وہ منع فرماتے ہیں (۲)۔ صحابہ کے ساتھ ”ترضی“ اہل سنت

(۱) ”وعنه: أي ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم“ أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أي في الإثم والخير“. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۲۷): ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(۲) ”أن قوله: علي عليه السلام من شعار أهل البدعة، فلا يستحسن في مقام المرام“. (شرح الفقہ الأكبر للملا علی القاری، ص: ۱۶۷، قدیمی)

”وأما السلام، فنقل اللقاني في شرح جوهرة التوحيد عن الإمام الجويني أنه في معنى الصلاة، فلا يستعمل في الغائب ولا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: علي عليه السلام..... والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة: إن ذلك شعار أهل البدع“. (رد المحتار، كتاب الخنثي، مسائل شتى: ۷۵۳/۶، سعید)

والجماعت کا شعار ہے (۱)، فتاویٰ عزیز میں اس کی بھی اجازت ہے (۲)۔ ابوداؤد شریف اور بخاری شریف کی اسانید میں ان کے اور چند ناموں کے ساتھ ”علیہ السلام“ کا لفظ موجود ہے (۳)۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی جگہ مخصوص شعار ہو ورنہ ان کا، مگر عالمگیر شعار نہ ہو، لہذا جہاں شعار ہو وہاں بچنا چاہئے، جہاں نہ ہو وہاں گنجائش دی جائے (۴)۔ یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ مستقل موضوع بحث بنایا جائے۔

جس نام کے معنی فی نفسہ صحیح ہوں مگر کسی علاقہ میں وہ نام غیروں کا شعار بن گیا تو اس سے احتراز چاہئے، الا یہ کہ وہ منصوص و مأثور ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

”علیہ السلام“ وترحمی وترحم

سوال [۹۱۹۴]: دور نبوت و صحابہ و تابعین میں حضرات انبیائے کرام کے لئے ”علیہ السلام“ اور صحابہ کرام کے لئے ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“، تابعین کے لئے ”رحمہ اللہ تعالیٰ“ جیسے آج کل بولا جاتا ہے، بولا جاتا تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قرآن کریم نے صحابہ کرام کے لئے ”رضی اللہ تعالیٰ عنہم“ کا لفظ استعمال کیا ہے (۵)؛ بعض

(۱) ”(ويستحب الترضي للصحابة) وكذا من اختلف في نبوته كذی القرنين و لقمان“۔ (الدر المختار،

كتاب الخنثي، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(۲) ”لفظ سلام کا غیر انبیاء کی شان میں کہہ سکتے ہیں، اس کی سند یہ ہے کہ اہل سنت کی کتب قدیمہ حدیث میں علی النصوص ابوداؤد، صحیح بخاری میں حضرت علیؓ و حضرات حسنینؓ، حضرت فاطمہؓ و حضرت خدیجہؓ و حضرت عباسؓ کے ذکر کے ساتھ لفظ علیہ السلام کا مذکور ہے۔“ (فتاویٰ عزیز (اردو)، ص: ۲۳۵، باب الخلافة، سعيد)

(۳) فی نسخة علی ہامش صحیح البخاری: ”قال: علی علیہ السلام“۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، (سورة الزاریات): ۲/۷۱۹، (رقم الحدیث: ۶)، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب فی الرجل یصلی عاقصاً شعره: ۱/۱۰۲، إمدادیہ)

(۴) ”أقول: و كراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا أيضاً، لكن لا مطلقاً، بل فی المذموم و فیما قصد به التشبه بهم“۔ (رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتى: ۶/۷۵۳، سعيد)

(۵) قال الله تعالى: ﴿ جزاؤهم عند ربهم جنات عدن تجري من تحتها الأنهار خالدین فیها أبداً، رضي الله =

صحابہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان کے وفات (شہادت) پر یہ لفظ ارشاد فرمایا ہے (۱) اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں ذرا زیادہ یہ لفظ مستعمل ہوا، پھر عام ہو گیا۔

انبیاء علیہم السلام کے لئے لفظ ”علیہ السلام“ دور نبوی ہی میں زیادہ مستعمل تھا، صحابہ کرام بھی استعمال فرماتے تھے اور بعد کے حضرات بھی۔ تابعین کے لئے لفظ ”رحمہ اللہ تعالیٰ“ دور صحابہ میں بہت کم تھا، بعد میں زیادہ ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= عنہم ورضوا عنہ، ذلک لمن خشي ربه ﴿البینة: ۸﴾

(۱) ”حضرت وہب ابن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے، بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں، بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو ان کو منتشر کر دے وہ جنت میں میرا ساتھی ہے“۔ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی، تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی خوش خبری دی۔ اس کا سننا تھا کہ تلوار لے کر کفار کے جگمگٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وہب جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی، اور شہید ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ وہب کے سر ہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ: ”اللہ تم سے راضی ہو، میں تم سے راضی ہوں“۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا، باوجودیکہ اس لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہب کے عمل پر آیا، میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لے کر پہنچوں۔ ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا، ورنہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں“۔ (فضائل اعمال، حکایات

صحابہ، باب ہفتم، حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احد میں شہادت، ص: ۷۸، ۷۹، کتب خانہ فیضی لاہور)

ایضاً

حضرت صدر مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال [۹۱۹ ۵]: سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”علیہ السلام“ کہنا، اس کے جواز کا فتویٰ دارالعلوم سے صادر ہونا سخت حیرانی کا باعث ہے۔ غالباً کسی نومشوق طالب علم نے فتویٰ کی ترتیب دی اور آپ حضرات نے بلا تعق کے تصدیق فرما کر اہل سنت و جماعت کے کاز کو نقصان پہنچایا۔

قرآن کریم کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے انبیاء کے اسماء کے ساتھ ”سلام“ (۱) اور ذکریٰ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ”ترضی“ کا استعمال کیا ہے (۲)۔ اہل بدعات اور روافض سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصیت سے ”علیہ السلام“ کہتے ہیں، ان کا عقیدہ عصمتِ اثنا عشریہ سے بھی متعلق ہے۔

فقہاء اور مفسرین کی چند عبارتیں ملاحظہ فرما کر فتویٰ صادر فرمائیں:

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے حجت شرعیہ بن سکتی تھی اگر دیگر فقہائے مجتہدین کی عبارات ان کا ساتھ دیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض خدمت ہے کہ خود فتاویٰ عزیزی کے قدیم نسخہ میں جو بنارس کے مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں دیکھا گیا جس میں تفصیل سے دس صفحات پر پھیلا کر جواز و عدم جواز ہر دو طرح کے دلائل قلمبند فرما کر کے اخیر میں اپنا قول فیصل یوں فرماتے ہیں:

۱..... ”پس واضح دلائل مثل آفتابِ نیمروز گردید کہ صلوة چہ بلکہ سلام ہم بالاستقلال بر غیر انبیاء جائز نیست، و آنچه اسناد و شہود بر جواز سلام آوردند نمونہ اینست قابل تمسک نیستند، لاحتمال الوجوه الآخر فیہا۔ و شاہد نص فی المطلوب باید بہ محتمل الوجوه، کما سبق۔ پس اثبات دعویٰ بآنها نتوان کرد غور باید کرد و انصاف باید داد، و رجال را بحق باید شناخت نہ حق را بر حال“۔ فتاویٰ عزیزی

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿سلام علی نوح فی العالمین﴾ (سورۃ الصافات: ۷۹)

و قال اللہ تعالیٰ ﴿سلام علیٰ ال یاسین﴾. (سورۃ الصافات: ۱۳۰)

و قال اللہ تعالیٰ: ﴿سلام علیٰ ابراہیم﴾. (سورۃ الصافات: ۱۰۹)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ﴾ (سورۃ البینة: ۸)

مخطوطہ، ص: ۳۳۰، ۳۳۱ (۱)۔

۲..... تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

”أما إذا أفرد غيره من أهل البيت بالصلوة، فمكروه، وهو من شعار الروافض. وفي الإكليل في توضيح الصلوة والسلام ناقلاً عن الإمام الجويني: إنه في معنى الصلوة، فلا يستعمل في الغائب ولا يفرد به غير الأنبياء، فلا يقال: على عليه السلام. وبعد السطرين: قد بين علة المنع بحيث قال: والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلوة: إن ذلك شعائر أهل البدع، ثم استشهد من شفاء القاضي عياض تركتها اختصاراً“ (۲)۔

۳..... قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر مظہری میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے:

”لكن أهل الشرع من المحدثين والفقهاء اصطلاحوا على اختصاص لفظ ”الصلوة“ بالأنبياء أو بنينا صلى الله تعالى عليه وسلم إلا تبعاً. وبناءً على هذا الاصطلاح قال مالك رحمه الله تعالى: أكره الصلوة على غير الأنبياء. قال عياض رحمه الله تعالى: هذا قول مالك وسفيان، وهو قول المتكلمين والفقهاء، قالوا: يُذكر غير الأنبياء بالرضي والغفران والرحمة.“

”الصلوة على غير الأنبياء فلم يكن من المعروف، وإنما أحدثت في دولة بني هاشم يعني الخلفاء العباسية“. ملخصاً۔

یہ تفسیر پارہ نمبر: ۱۱، آیت: ﴿وصل عليهم﴾ الخ کے تحت منقول ہے (۳)۔

۴..... روح المعانی، پ نمبر: ۱۱، ﴿وصل عليهم﴾ کے تحت مفصل وضاحت مذکور ہے:

”فلا يقال: على عليه السلام، بل يقال: رضي الله تعالى عنه. والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلوة من أن ذلك شعار أهل البدع، وأنه مخصوص في لسان السلف بالأنبياء والملائكة عليهم السلام“ (۴)۔

(۱) (فتاویٰ عزیزى (اردو)، ص: ۲۳۷، باب الخلافة، سعيد)

(۲) (مدارك التنزيل، (سورة الأحزاب): ۲ / ۳۵۴، قديمی)

(۳) (التفسير المظهرى، (سورة التوبة: ۱۰۳)، ۲ / ۲۹۲، حافظ كتب خانہ کوئٹہ)

(۴) (روح المعانى: ۲۲ / ۸۶، تحت قوله تعالى: ﴿صلوا عليه﴾ (سورة الأحزاب: ۵۶)، دار إحياء بيروت)

۵..... ”شفاء“ قاضی عیاض حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ میں سلام کی بحث میں بڑی صاف عبارت مل جائے گی۔

دیکھ لیں (۱)۔

(۱) قال القاضی رحمہ اللہ: ”عامۃ اهل العلم متفقون علی جواز الصلوة علی غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وروی عن ابن عباس: ”أنه لا تجوز الصلوة علی غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“۔ وروی عنه: لا تنبغی الصلوة علی أحد إلا النبیین. وقال سفیان: یکره أن یصلی إلا علی نبی. ووجدت بخط بعض شیوخی: مذهب مالک أنه لا یجوز أن یصلی علی أحد من الأنبیاء سوی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وهذا غیر معروف من مذهبه، وقد قال مالک فی المبسوط لیحیی بن إسحاق أکره الصلوة علی غیر الأنبیاء، وما ینبغی لنا أن نتعدی ما أمرنا به. قال یحیی بن یحیی: لست آخذ بقوله، ولا بأس بالصلوة علی الأنبیاء کلهم وعلی غیرهم، واحتج بحديث ابن عمر وبما جاء فی حدیث تعلیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوة علیہ، وفیه: ”وعلی أزواجه وعلی آله“۔

وقد وجدت معلقاً عن أبی عمران الفاسی: روى عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کراهة الصلوة علی غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال: وبه نقول، ولم یکن یستعمل فیما مضی. وقد روى عبدالرزاق عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”صلوا علی أنبیاء اللہ ورسله، فإن اللہ بعثهم کما بعثنی“۔ قالوا: والأسانید عن ابن عباس لينة.

والصلوة فی لسان العرب بمعنی الترحم والدعاء، وذلك علی الإطلاق حتی یمنع منه حدیث صحیح أو إجماع، وقد قال تعالیٰ: ﴿هو الذی یصلی علیکم وملكته﴾ [الأحزاب: ۴۳] الآیة. وقال: ﴿خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها، وصل علیهم﴾ [التوبة: ۱۰۳]، الآیة. وقال: ﴿أولئک علیهم صلوات من ربهم ورحمة﴾ [البقرة: ۱۵۷].

وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”اللهم صل علی آل أبی أوفی“. وكان إذا أتاه قوم بصدقتهم قال: ”اللهم صل علی آل فلان“. وفی حدیث الصلوة: ”اللهم صل علی محمد وعلی أزواجه وذریته“. وفی آخر: ”وعلی آل محمد“. قیل: أتباعه وقیل: أمته، وقیل: آل بیته، وقیل: الأتباع والرہط والعشیرة، وقیل: آل الرجل ولده، وقیل: قومه، وقیل: أهله الذین حرمت علیهم الصدقة.

وفی روایة أنس سئل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من آل محمد؟ قال: ”کل تقی“. ویجی علی مذهب الحسن أن المراد بآل محمد محمد نفسه، فإنه كان یقول فی صلاته علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”اللهم اجعل صلواتک وبرکاتک علی آل محمد“. یرید نفسه؛ لأنه كان لا یخل =

= بالفرض ويأتى بالنفل؛ لأن الفرض الذى أمر الله تعالى به هو الصلوة على محمد نفسه، وهذا مثل قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لقد أوتى مزاراً من مزامير آل داؤد". يريد من مزامير داؤد.

وفى حديث أبى حميد الساعدى فى الصلوة: اللهم صل على محمد وأزواجه وذريته". وفى حديث ابن عمر رضى الله تعالى عنهما أنه كان يصلى على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى أبى بكر وعمر". ذكره مالك فى المؤطا من رواية يحيى الأندلسى. والصحيح من رواية غيره ويدعو لأبى بكر وعمر. وروى ابن وهب عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه: كنا ندعو لأصحابنا بالغيب، فنقول: اللهم اجعل منك على فلان صلوات، ثم الأبرار الذين يقومون بالليل ويصومون بالنهار. قال القاضى: والذى ذهب إليه المحققون وأميل إليه ما قاله مالك وسفيان رحمهما الله.

وروى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنه واختاره غير واحد من الفقهاء والمتكلمين أنه لا يصلى على غير الأنبياء عند ذكرهم بل هو شئ يختص به الأنبياء توقيراً وتعريزاً كما يخص الله تعالى عند ذكره بالتنزيه والتقدیس والتعظيم، ولا يشاركه فيه غيره، كذلك يجب تخصيص النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وسائر الأنبياء بالصلوة والتسليم ولا يشاركه فيه سواهم، كما أمر الله بقوله: ﴿صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾ [الأحزاب: ٥٦]. ويذكر من سواهم من الأئمة وغيرهم بالغفران والرضى كما قال تعالى: ﴿يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان﴾ [الحشر: ١٠]، وقال: ﴿والذين تبعوهم بإحسان رضى الله تعالى عنهم﴾ [التوبة: ١٠٠].

أيضاً فهو أمر لم يكن معروفاً فى الصدر الأول كما قال أبو عمران، وإنما أحدثه الرافضة والمتشيعه فى بعض الأئمة، فشاركوهم عند الذكر لهم بالصلوة وساووهم بالنبى صلى الله تعالى عليه وسلم فى ذلك، وأيضاً فإن التشبه بأهل البدع منهى عنه، فتجب مخالفتهم فيما التزموه من ذلك، وذكر الصلوة على آل والأزواج مع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم بحكم التبع والإضافة إليه لا على التخصيص. قالوا: وصلاة النبى صلى الله تعالى عليه وسلم على من صلى عليه مجراها مجرى الدعاء، والمواجهة ليس فيها معنى التعظيم والتوقير. قالوا: وقد قال تعالى: ﴿لاتجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضاً﴾ [النور: ٦١]. فكذلك يجب أن يكون الدعاء له مخالفاً لدعاء الناس بعضهم لبعض، وهذا اختيار الإمام أبى المظفر الإسفرائينى من شيوخنا، وبه قال أبو عمر بن عبد البر. (كتاب الشفاء للقاضى عياض، الباب الرابع فى حكم الصلوة عليه والسلام، الفصل الثامن فى الاختلاف فى =

۶..... ”نسیم الریاض شرح شفاء“ قاضی عیاض میں وضاحت بھی خوب قابل دید ہے (۱)۔

۷..... شرح فقہ اکبر میں ہے:

”قولہ: علیٰ علیہ السلام من شعار أهل البدع، فلا يستحق فی مقام المرام، تفسیر أبی

السعود“ (۲)۔

۸..... تفسیر کبیر میں ہے:

”إن أصحابنا یمنعون من ذکر صلوات اللہ علیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام إلا فی حق

الرسول“ (۳)۔

۹..... اصول الشاشی کا حوالہ بھی دیتے ہیں: ”والسلام علی أبی حنیفة“ تو وہ جذبہ عقیدت میں

= الصلوٰۃ علی غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۴۴۱، ۴۴۳، دارالفکر بیروت

(۱) ”الواقع بین العلماء فی الصلوٰۃ علی غیر الأنبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ای فی جواز الصلوٰۃ علی غیرہ من المؤمنین غیر الأنبیاء كالصحابہ ونحوہم، وسائر الأنبیاء: ای بقیتہم غیرہ کابراہیم وموسیٰ ونحوہما. وسائر بمعنی ”باقی“ كما تقدم. والخلاف فی جواز الصلوٰۃ علی من ذکر استقلالاً لا بطریق التبعية له، كالصلوٰۃ علی الہ وأزواجہ. قال القاضی عیاض المؤلف وفقہ اللہ: ”عامۃ أهل العلم“: ای جمیعہم متفقون علی جواز الصلوٰۃ علی غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الأنبیاء والملائکة والمؤمنین، ودعواہ الاتفاق مطلقاً لیست بمسلمة. وقد قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الأذکار: أجمعوا علی طلب الصلوٰۃ علی نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وكذلك أجمع من یعتد بہ علی استحبابها علی سائر الأنبیاء والملائکة استقلالاً، وأما غیرہم ابتداءً، فالجمهور علی أنه لا یصلی علیہم، واختلف فی هذا المنع، فقال بعض أصحابنا: إنه حرام، والأكثر علی أنه مکروه، کراهة تنزیہ. وذهب کثیر إلی أنه خلاف الأولی، ولس مکروهاً، والصحیح الذی علیہ الأكثر کراهة تنزیہ؛ لأنه شعار أهل البدع. انتهى“. (نسیم الریاض فی شرح الشفاء، الباب الرابع من القسم الثانی فی حکم الصلوٰۃ علیہ والتسلیم لیدیہ، فصل فی الاختلاف فی الصلوٰۃ علی غیر النبی: ۵۰۳/۳، المكتبة السلفية المدینة المنورة)

(۲) (شرح الفقہ اکبر للقاری، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(۳) (التفسیر الکبیر، (سورة التوبة: ۱۰۳): ۱۶/۱۸۰، مکتب الإعلام الإسلامی)

لکھ گئے ہیں (۱)۔

۱۰..... وہیں پر حاشیہ بھی دیکھ لیا جائے، جمہور عدم جواز کی طرف گئے ہیں (۲)۔

۱۱..... ”أما الصلوة على غير الأنبياء عليهم الصلوة والسلام، فيجوز تبعاً، وتكره

استقلالاً؛ لأنه في العرف شعار ذكر الرسل، ولذلك كره أن يقال: محمد عزوجل مع كونه

عزيراً جليلاً“ (۳)۔

غنية المستملى (المعروف بالكبرى) میں ہے:

”فلا يقال: فلان عليه السلام، فالواجب الاتباع واجتناب الابتداع“ (۴)۔

۱۲..... تفسیر کشف میں ہے:

”لأنه يؤدى إلى الاتباع بالروافض“ ۲۴۶/۳ (۵)۔

۱۳..... طیبی کے حوالہ سے مشکوٰۃ کے حاشیہ پر ہے:

(۱) (أصول الشاشی، ص: ۵، قدیمی)

(۲) ”قوله: على أبي حنيفة رحمه الله تعالى. ذكره لبراعته الاستهلال، وأردفه بالصحابة إشارة إلى أنه من

التابعين، وهو الأشبه بالصواب، لما لم يختلفوا في رؤيته أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه. وإنما خص

أبا حنيفة رحمه الله تعالى بالدعاء بالسلامة ليعلم أن المصنف رحمه الله تعالى حنفى المذهب“. (حاشية

أصول الشاشی، المصدر السابق، (رقم الحاشية: ۸)، قدیمی)

(۳) لم أجد هذه العبارة بلفظها، وقد ذكر النووى المسألة بهذا اللفظ: ”ولا يصلى على غير الأنبياء

استقلالاً..... ولكن يصلى عليهم تبعاً، فيقال تبعاً: اللهم صلى على محمد وآل محمد وأصحابه

وأزواجه وذريته..... لم ينقل (السلف) استعمالهم ذلك، بل خصوا به الأنبياء كما خصوا الله تعالى

بالتقديس والتسيح، فيقال..... قال عزوجل..... ولا يقال: قال النبي عزوجل وإن كان عزيزاً

جليلاً“. (حاشية النووى على صحيح الإمام مسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله

تعالى عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱، قدیمی)

(۴) (الحلبى الكبير للشيخ إبراهيم الحلبي الحنفى، ص: ۳، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۵) (الكشاف، (سورة الأحزاب: ۵۶): ۵۵۸/۳، دار الكتب العربى بيروت)

”فالجْمهور علی عدم الجواز ابتداءً، وقیل: إنه حرام، وقیل: إنه مکروه، وقیل: هو ترک الأولی، والصحیح أنه مکروه کراهة تنزیه، واتفقوا علی جواز جعل غیر الأنبیاء تبعاً لهم فی الصلوة“ (۱)۔

۱۴..... خود جماعت دیوبند کے سرخیل حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ”رد السلسلہ“ میں فرماتے ہیں: ”بجز حضرات انبیاء، ملائکہ علی نبینا وعلیہم السلام کے کسی اور پر استقلاً لا درود شریف و سلام نہ پڑھے، البتہ تبعاً مضا لفقہ نہیں“۔ ص: ۹ (۲)۔

۱۵..... صلاة علی النبی کی فصل أشعة اللمعات: ۱/۴۰۵، نکال کر دیکھ لیا جائے، جمہور کا مختار مذہب یہ لکھا

ہے کہ:

”مخصوص است بانبیاء، و مشارکت نیست بایشان جزء ایشان

را در آن، الخ“ (۳)۔

۱۶..... در مختار میں ابن عابدین کہتے ہیں: ”لا یصلی علی غیر الأنبیاء و علی غیر الملائکة إلا بطریق التبع“۔ پھر انہوں نے بھی شفاء کی عبارت مذکور نقل کی ہے، ۵/۴۹۷ (۴)۔

اخیر میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دارالعلوم جیسے علمی فقہی اور بین الاقوامی شہرت یافتہ جگہ سے اس قدر غیر ذمہ دارانہ شرعی تحریر صادر ہو، امید کہ نظر ثانی کے بعد جواب ارسال فرمائیں گے۔ تمام فتوے مختلف مقامات سے آچکے ہیں، کتابت جاری ہے، عنقریب شائع کرانا ہے۔

فتوے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے، ہونا تو یہی چاہئے کہ فرصت نہ بھی ہو، تو اس کے لئے فرصت نکال لیجئے، ہم دارالعلوم جیسی دینی درسگاہ سے بھی توقع باندھے منتظر ہیں، امید کہ فوراً فرصت نکال کر جواب عنایت

(۱) (حاشیة مشکوٰۃ المصابیح، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فضلہا، ص: ۸۷، رقم الحاشیة: ۱)، قدیمی)

(۲) لم أظفر علیہ

(۳) (أشعة اللمعات، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فضلہا: ۱/۴۰۴، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

(۴) (الدر المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۳، سعید)

فرمائیں گے۔ اس میں اہل بدعت اور اہل سنت کے مابین اس نوع کا معرکتہ الآراء عقیدہ گرم ہے، اہل بدعت ایسے ہیں جو صحابہ کی ایک جماعت پر لعن و طعن کرتے ہیں وہ مجوزین ”علیہ السلام“ بہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ورنہ دیوبندی و بریلی کے مختلف اداروں سے جوابات موصول ہو چکے ہیں، سب نے منع تجویز فرمائے فقط۔ والسلام۔

حیدر علی، کتب خانہ مہدوی، مظہر العلوم بنارس۔

الجواب حامداً ومصلياً:

..... سلام ایک تہیہ اور دعاء ہے، زندوں کے لئے بھی، مُردوں کے لئے بھی۔ ملاقات کے وقت اس کی تعلیم دی گئی ہے (۱) ”السلام علیکم، وعلیکم السلام“ (۲)، اس کے ساتھ ”ورحمة اللہ“ اور ”وبرکاتہ“ بھی ثابت ہے (۳)۔

(۱) ”عن أبی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن أولى الناس باللہ من یبدأ بالسلام“۔ رواہ أحمد و أبوداؤد و الترمذی“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثانی، ص: ۳۹۸، قدیمی)

(۲) ”والأفضل للمسلم أن یقول: السلام علیکم ورحمة اللہ و برکاتہ، والمجیب كذلك یرد“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الکراهیة، الباب السابع فی السلام: ۳۲۵/۵، رشیدیہ)

(۳) ”عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رجلاً جاء إلى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال: السلام علیکم، فرد علیہ، ثم جلس، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”عشر“۔ ثم جاء آخر، فقال: السلام علیکم ورحمة اللہ، فرد علیہ، فجلس: فقال: ”عشرون“۔ ثم جاء آخر، فقال: السلام علیکم ورحمة اللہ و برکاتہ، فرد علیہ، فجلس، فقال: ”ثلاثون“۔ رواہ الترمذی و أبوداؤد“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثانی، ص: ۳۹۸، قدیمی)

(و کذا فی سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب کیف السلام: ۷۰۶/۲، دار الحدیث ملتان)

وقال العلامة النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”والأفضل أن یقول: السلام علیکم لیتناولہ و ملکيہ، واکمل منه أن یزید: ورحمة اللہ، وأيضاً و برکاتہ وأما صفة الرد، فالأفضل والاکمل أن یقول: وعلیکم السلام ورحمة اللہ و برکاتہم“۔ (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب السلام، باب لیسلم الراكب علی الماشی: ۲۱۲/۲، قدیمی)

سلام کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ پہلے سے جان پہچان ہو تو سلام کیا جائے بلکہ: ”وتقرئ السلام علی من عرفت و من لم تعرف، اھ۔ بخاری شریف (۱)۔“

اس کو آپس کی محبت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، اس لئے اس کے پھیلانے اور عام کرنے کا حکم ہے:

”أولاً أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم، اھ۔“ مسلم

شریف (۲)۔“

صغیر، کبیر، قلیل، کثیر، راکب، ماشی، قاعد، سب کو ہی اس کی تلقین کی گئی ہے (۳)، حتیٰ کہ ملائکہ کو آدم علیہ و علی نبینا الصلوٰۃ والسلام کا سلام کرنا اور ان کا جواب دینا منقول ہے (۴)۔ الحاصل یہ کسی کا مخصوص و متعین حصہ نہیں، اس لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی مخصوص نہیں، نہ کسی معصوم کی تعیین و تخصیص ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، خود اہل بیت اطہار ہوں، یا خلفائے راشدین مہدیین ہوں، یا دیگر اکابر ہوں، کسی کے لئے اس کی مخالفت نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ اجماع سے ثابت، نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے۔

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب السلام للمعرفة و غیر المعرفة : ۹۲۱/۲، قدیمی)

(۲) (الصحيح للإمام مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون، وأن محبة

المؤمنین من الإیمان، وأن إفشاء السلام سبب لحصولها : ۵۴/۱، قدیمی)

(۳) ”عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”یسلم الصغیر علی

الکبیر، والمار علی القاعد، والقلیل علی الكثير“.

”وعنه رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یسلم الراكب

علی الماشی، والماشی علی القاعد، والقلیل علی الكثير“ . (صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب

تسليم القليل علی الكثير، وباب: یسلم الراكب علی الماشی : ۹۲۱/۲، قدیمی)

(۴) ”عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خلق اللہ آدم

علی صورته فلما خلقه قال: اذهب فسلم علی أولئك النفر وهو نفر من الملائكة جلوس

فاستمع ما یحیونک فإنها تحیتک وتحيّة ذریّتك، فذهب فقال: السلام علیکم، فقالوا: السلام

علیک ورحمة اللہ اھ۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول:

۳۹۷/۱، قدیمی)

کسی وقت یا کسی مقام میں اگر یہ لفظ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عرفاً مخصوص ہو کر شعارِ روافض ہو گیا ہے تو اس کی شعاریت کو ختم کر دینے کی ضرورت ہے، اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ حضرات خلفائے اربعہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر ازواجِ مطہرات کے لئے بھی اس کو استعمال کیا جائے (۱)۔

روافض کا عقیدہ ان سب کے حق میں معصومیت کا نہیں، بلکہ بعض کے حق میں تو نہایت قبیح عقیدہ رکھتے ہیں۔ بس یہ بات ختم ہو جائے گی کہ یہ لفظ معصوم کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی نہ اختیار کیا جائے، اس سے بھی بظاہر نفسِ شعاریت باقی نہ رہے گی (۲)، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عوام کے ذہنوں میں یہ بات ضرور مستقر ہو جائے گی کہ یہ لفظ معصوم کے لئے مستعمل ہوتا ہے غیر معصوم کے لئے نہیں۔

بس جن اکابر محدثین: امام بخاری و امام ابوداؤد وغیرہ کے کلام میں یہ لفظ غیر نبی کے لئے استعمال ہوا ہے ان کے متعلق یہ خیال قائم ہوگا کہ وہ بھی ان کو معصوم مانتے تھے اور ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو شیعوں کا عقیدہ ہے اور اس عقیدہ میں وہ اکابر اور شیعہ متحد ہیں، یا شیعوں کا عقیدہ ان سے ماخوذ ہے، یا نعوذ باللہ وہ بھی شیعہ تھے، اس لئے اس خرابی کے پیش نظر غور کر لیا جائے کہ شعاریت کو ختم کرنے کی کونسی صورت اہون ہے۔

آپ نے جو عبارات منسلکہ پرچہ میں نقل کی ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کے علاوہ بقیہ اکثر عبارات پہلے بھی دیکھی ہوئی ہیں، اب مکرر بھی مراجعت کی، ان میں سے بیشتر عبارات تو لفظ ”صلوٰۃ“ سے متعلق ہیں ”سلام“ کے متعلق نہیں۔ اور بعض عبارات احناف کی نہیں، غیر احناف کی ہیں جن کو حنفیہ

(۱) ”قلت: وقد غلب في هذا في عبارة كثير من النساخ للكتب أن يفرد على رضی اللہ تعالیٰ عنہ بأن يقال: ”عليه السلام“ من دون سائر الصحابة أو ”كرم الله وجهه“. وهذا وإن كان معناه صحيحاً، لكن ينبغي أن يسوّى بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب انتعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضی اللہ عنہ، ورضی عنهم أجمعين.“ (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶)، ۵۱۶/۳، ۵۱۷، سهيل اكيڈمی، لاہور)

(۲) ”لا يصلى على غير الأنبياء و على غير الملائكة اه.“ (الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۳/۶، سعيد)

پر حجت قرار دینا مشکل ہے۔

۱..... حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہر دو عبارت متعارض ہیں۔

۲..... مدارک کی عبارت منقولہ میں: ”الصلوة“ کو اہل بیت کے لئے مکروہ لکھا ہے ”السلام“ کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے حاشیہ اکلیل میں ”السلام“ کا مکروہ ہونا، امام جوینی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیا ہے۔

یہ ہر سہ حضرات حنفی نہیں، ان کے منع کا مدار بھی شعاریت ہے جس کا حل اوپر بیان کر دیا گیا، جیسے: لفظ ”امام“ شیعوں کے نزدیک معصوم کے لئے مخصوص اور ان کا شعار ہے، مگر اہل سنت والجماعت نے اس لفظ کو دوازدہ حضرات کے لئے مخصوص نہیں رکھا، بلکہ اور بھی بہت سے حضرات پر اس کا اطلاق کیا، جیسے ائمہ اربعہ، ائمہ مجتہدین اور ائمہ کلام وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اب یہ شبہ نہیں ہوتا کہ امام کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے اس کی شعاریت ختم ہوگئی (۱)۔

۳..... قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ سب بحث لفظ ”الصلوة“ کے متعلق ہے، نہ کہ ”السلام“ کے متعلق (۲)۔

۴..... روح المعانی میں لفظ ”علیٰ علیہ السلام“ کو منع کیا ہے، احقر نے بھی گذشتہ فتویٰ میں بحوالہ شرح فقہ اکبر میں یہ عبارت نقل کر دی تھی، اس کی دلیل قیاس ہے ”الصلوة“ پر علت وہی شعار ہے جس کا بیان اوپر آچکا ہے۔

(۱) ”أما إذا أفرد غيره من أهل البيت، فمكروه، وهو من شعار أهل البدع“. (تفسیر مدارک: ۳۵۲/۲، قدیمی)

(۲) ”لكن أهل الشرع من المحدثين والفقهاء اصطلاحوا على اختصاص لفظ ”الصلاة“ بالأنبياء أو بنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم إلا تبعاً. و بناءً على هذا الاصطلاح قال مالك رحمه الله تعالى: أكره الصلاة على غير الأنبياء. وقال عياض: هذا قول مالك وسفيان، وهو قول المتكلمين والفقهاء، قالوا: يذكر غير الأنبياء بالرضى والغفران والرحمة. وأما الصلاة على غير الأنبياء، فلم يكن من المعروف، وإنما أحدثت في دولة بني هاشم، يعني خلفاء العباسية“. (التفسير المظهرى: ۲۹۲/۴، حافظ كتب خانہ کوئٹہ)

۵.....قاضی عیاض حنفی نہیں۔

۶.....وہ بحث بھی دیکھ لی ہے۔

۷.....اس کو خود یہاں کے فتویٰ میں نقل کیا گیا تھا جیسا کہ ابھی نمبر: ۴ کے ذیل میں گذرا۔

۸.....تفسیر کبیر کے مصنف حنفی نہیں، علاوہ ازیں اس میں ”الصلوة“ کا تذکرہ ہے ”السلام“ کا

نہیں ہے۔

۹.....اس میں بھی ”الصلوة“ سے بحث ہے ”السلام“ سے تعرض نہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

تعالیٰ سے جس قدر عقیدت ہے اور اس کی بنا پر ”السلام علی ابی حنیفہ“ مصنف اصول الشاشی نے لکھ دیا ہے تو کیا ان کو معصوم تصور کر کے لکھا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا حضرت امام سے بڑے صحابہ اس عقیدت کے مستحق نہیں، درحقیقت ایسا لکھ کر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعاریت پر ضرب لگادی اور بتادیا کہ یہ لفظ معصوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔

۱۰.....میری کتاب میں اس پر کوئی حاشیہ ہی نہیں، بہتر ہوتا آپ وہ عبارت بھی نقل فرمادیتے، تاہم اگر

جمہور احناف کا یہ مسلک ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے تو مجھے اصرار نہیں، رجوع کر لوں گا، مگر اب تک میری نظر سے یہ نہیں گزرا، بلکہ اہل ترجیح فقہاء سے اس کا راجح اور مختار ہونا بھی نہیں دیکھا۔

۱۱.....کبیری میں اصالتاً تو ”الصلوة“ کو غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر استقلاً لا مکروہ لکھا ہے اور اس کا اجماعی ہونا

نقل کیا ہے اور وافیٰ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ وہ غیر انبیاء اور غیر ملائکہ پر بھی ”الصلوة“ کے قائل ہیں، پھر ”السلام“ کو اس پر قیاس کیا، اس کی علت وہی شعاریت ہے، جس کا حل بتادیا گیا (۱)۔

۱۲.....اس کا حاصل بھی وہی تشبہ بالروافض سے احتراز ہے جس کی صورت اوپر لکھ دی گئی۔

۱۳.....اس عبارت نے مسئلہ کو بہت ہلکا کر دیا: ”والصحيح أنه مكروه كراهة تنزید“ (۲) تو اس

(۱) ”و أما استقلاً فتكره إلا على الأنبياء و الملائكة، على ذلك إجماع السلف، خلافاً للروافض

..... و كذلك ”عليه السلام“ لم يعهد في لسان الشرع إلا تبعاً، فلا يقال: فلان عليه السلام.....

اھ۔ (الحلبی الكبير، ص: ۳، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۲) (حاشیة مشکوة المصابیح، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و فضائلها، الفصل =

پر تشدد زیبا نہیں۔ کراہتِ تنزیہہ پر رسالہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر یہ عبارت بھی مجموعی صلوٰۃ و سلام کے متعلق ہے۔

۱۴..... اس میں درود شریف و السلام کے مجموعہ کو استقلالاً انبیاء اور ملائکہ کے لئے مخصوص بتایا گیا ہے، نہ کہ ”السلام“ کو (۱)۔

۱۵..... اشعة اللمعات سے جو عبارت آپ نے نقل کی ہے، وہ صلوٰۃ و سلام کے مجموعہ سے متعلق ہے نہ کہ سلام محض سے، چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:

”اختلاف کردہ اند کہ آیا جائز است صلوٰۃ و سلام بر غیر انبیاء باستقلال یا نہ؟ و مختار نزد جمہور آنست کہ مخصوص است بانبیاء، و مشارکت نیست بایشان جز ایشان“۔

اس کے تقریباً ڈیڑھ سطر کے بعد ہی محض ”السلام“ کے متعلق یہ عبارت ہے:

”و متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت رسول اللہ از ذریت و ازواج مطہرات در کتب قدیمہ از مشایخ اہل سنت و جماعت کتابت آن یافتہ می شود، و در متأخرین ترک آن متعارف شدہ است۔ واللہ اعلم“ (۲)۔

اب غور کیجئے کہ اہل سنت و جماعت کے متقدمین مشائخ پر کیا حکم لگایا جائے گا، اگر آپ کے مخالف فریق نے یہ عبارت بھی پیش کر دی تو آپ کا استدلال بہت کمزور و بے جان ہو کر رہ جائے گا۔

۱۶..... در مختار علامہ علاء الدین ہسکفی کی تصنیف ہے، ابن عابدین کی تصنیف نہیں، پھر جو عبارت آپ نے نقل کی ہے وہ ”الصلوٰۃ“ کے متعلق ہے ”السلام“ سے متعلق نہیں۔

= الأول، ص: ۸۷، (رقم الحاشیة: ۱)، قدیمی

(۱) ”ولا یصلی علی غیر الأنبیاء ولا غیر الملائکہ إلا بطریق التبع“۔ (الذکر المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۶/۷۵۳، سعید)

(۲) (أشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی)، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلاة، باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلها: ۱/۴۰۵، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ مالکی کی جو تصنیف علامہ ابن عابدین نے نقل کی ہے، وہ بھی مجموعہ صلوٰۃ و سلام سے متعلق ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”وقال القاضي عياض رحمه الله تعالى: الذي ذهب إليه المحققون، وأميل إليه ما قاله مالك وسفيان، واختاره غير واحد من الفقهاء والمتكلمين أنه يجب تخصيص النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وسائر الأنبياء بالصلوة والتسليم، الخ“ (۱)۔

علامہ شامی کی اپنی رائے بھی ملاحظہ فرمائی جائے، ”وہو هذا:

”أقول: و كراهة تشبه بأهل البدع مقررة عندنا أيضاً، لكن لا مطلقاً، بل في المذموم وفيما يقصد به التشبه بهم، اهـ“ (۲)۔

اس نے تو استدلال کی بنیاد کو بالکل ہی متزلزل کر دیا۔

احقر ان تمام عبارات کو مکرر دیکھنے کے بعد بھی اپنی رائے میں تغیر و ترمیم کی ضرورت نہیں سمجھتا، ورنہ بلا جھجک رجوع کر لیتا اور قطعاً ناجائز لکھ دیتا۔

احقر کی درخواست اب بھی وہی ہے (جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہے) کہ اس مسئلہ کو موضوع بحث نہ بنایا جائے، یہ ایک مستقل فتنہ ہے جس میں اور وکالت نہیں کر سکیں گے، بلکہ استدلال کی حیثیت (کمزور اور بودے پن) کی وجہ سے مسلک کو مجروح کر دیں گے۔ عجب نہیں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ آئندہ کو آپ سے اعتماد ہی ختم ہو جائے، پھر آپ کوئی پختہ ٹھوس بات فرمائیں تو اس کے تسلیم کرنے میں بھی تامل کیا جائے۔

دارالعلوم کے دارالافتاء پر آپ نے جو کچھ افسوس کیا ہے وہ غایت تعلق کی بنا پر ہے: ”المسلم مراة المسلم“ کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

امید ہے کہ آئندہ بھی خیر خواہانہ مشورہ سے محروم نہیں فرمائیں گے، میں انشاء اللہ قدر کی نگاہ سے دیکھوں گا اور شکر گزار ہوں گا۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۰ھ۔

(۱) (رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی : ۶/۷۵۳، سعید)

(۲) (رد المحتار، المصدر السابق)

أیضاً

سوال [۹۱۹۶]: مخدوم و مکرم حضرت مفتی صاحب دامت معالیکم!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

حسب ہدایت تحقیقات اور حضرت والا کا فتویٰ مرسل ہے۔ فریق ثانی کے متعلق یہ عرض ہے:

۱..... وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر لعن و طعن کو روا رکھتے ہیں، سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ بنارس میں انہوں نے مستقل فتنہ پیدا کر دیا ہے اور یزید کو علانیہ ملعون اور جہنمی اور کافر کہتے ہیں۔

۲..... اور اس فتنہ پیدا کرنے والے ایک مخصوص ادارہ کے علماء ہیں جو ہمیشہ اس نوع کے فتنے کو ابھارتے ہیں۔ امید کہ فوراً جواب سے نوازیں گے۔ دارالعلوم دیوبند کے فتوے کے بغیر ہم لوگ یتیم ہیں۔ فقط والسلام۔

ابوطارق، عبدالقدوس قاسمی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

حسب ہدایت نظر ثانی و ثالث کے بعد جواب ارسال ہے:

۱..... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو شخص لعنت کرتا ہے، وہ لعنت اسی پر واپس جاتی ہے اور وہ شخص اپنی عاقبت برباد کرتا ہے (۱)۔ اگر وہ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "علیہ السلام" کہتا ہے تو آپ سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر و سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو "علیہم السلام" کہتے تاکہ شعار بیت ختم ہو جائے (۲)۔

(۱) "عن أبی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "لا یرمی الرجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیہ بالكفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبه كذلك". (صحیح البخاری، باب ما ینھی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

(۲) "وقد غلب فی هذا فی عبارة کثیر من النساخ لکتب أن یفرد علی رضی اللہ عنہ بأن یقال: علیہ =

اگر آپ نے خود حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ”علیہ السلام“ نہ کہا تو آپ بچ جائیں گے، مگر وہ اس سے باز نہیں آئے گا اور اس کی شعاریت برقرار رہے گی اور بہت سے مشائخ متقدمین سے ایسی عبارتیں نقل کر دے گا جن سے اس کا دعویٰ ثابت ہوگا، اور آپ ان مشائخ کا احترام کریں گے اور ان کے خلاف کچھ نہ کہہ سکیں گے۔

یزید کو کافر اور جہنمی کہنا ہمارا مسلک نہیں (۱)، بلکہ حضرت امام احمد بن حنبل اور علامہ کیاہر اسی شافعی نے اس کو کافر اور مخلد فی النار فرمایا ہے (۲)، ہم لوگ نہ اس کو کافر کہتے ہیں اور نہ اس کی تعریف میں قصیدہ خوانی کر کے اس کو خلیفۃ الخامس علیہ السلام کہتے ہیں (۳) اگرچہ شرح عقائد نسفی میں اس پر لعنت کو جائز لکھا ہے، بلکہ لعنت کر بھی دی ہے (۴)، لیکن ہمارے اکابر نے یہ طریقہ پسند نہیں کیا۔

۲..... ان کے جواب میں اگر خاموشی اختیار کی جائے تو ممکن ہے کہ سنجیدہ طبقہ اس کو قابل التفات نہ سمجھے، پھر بعد چندے یہ خود ہی ختم ہو جائے، ورنہ جواب کی صورت میں تو پھر جواب الجواب وغیرہ کی نوبت آ کر امتداد ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک رحم فرمائے اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔ والسلام۔

احقر: محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۰ھ۔

= السلام من دون سائر الصحابة، أو كرم الله وجهه. وهذا وإن كان معناه صحيحاً، ولكن ينبغي أن يسوي بين الصحابة في ذلك، فإن هذا من باب التعظيم والتكريم، فالشيخان وأمير المؤمنين عثمان أولى بذلك منه رضي الله تعالى عنه وعنهم أجمعين“. (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶):

۵۱۷/۴، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۱) ”وإنما اختلفوا في يزيد بن معاوية حتى ذكر في الخلاصة وغيره أنه لا ينبغي اللعن عليه؛ لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن لعن المصلين ومن كان من أهل القبلة“. (شرح فقه الأكبر، ص: ۷۲، قديمی)

(۲) ”وبعضهم أطلق اللعن عليه: أي على يزيد لما أنه كفر حين أمر بقتل الحسين رضي الله تعالى عنه انتهى“. (شرح الفقه الأكبر، المصدر السابق)

(۳) ”وحقيقة الأمر التوقف فيه، ومرجع أمره إلى الله سبحانه تعالى“. (شرح الفقه الأكبر، ص: ۷۳، قديمی)

(۴) ”والحق أن رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك وإهانته أهل بيت النبي صلى الله تعالى عليه =

یزید کے لئے ”علیہ السلام“ اور ”رضی اللہ عنہ“ کا استعمال

سوال [۹۱۹۷]: کیا یزید کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں اور لکھ

سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

”علیہ السلام“ عموماً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کہتے اور لکھتے ہیں (۱)، کبھی اہل بیت کے لئے بھی یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے (۲)، کبھی دیگر اولیاء اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۵ھ۔

فاسق و فاجر کے لئے ”رضی اللہ عنہ“ اور ”نور اللہ مرقدہ“

سوال [۹۱۹۸]: اگر ایک فاسق و فاجر شخص کو ہم ”رضی اللہ عنہ“ کہیں تو گناہ ہے۔ ”نور اللہ

مرقدہ“ کہیں تو حرج ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر کیا فاسق و فاجر کے لئے دعائے مغفرت نہ کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دعائے مغفرت اگر فاسق و فاجر کے لئے جائز نہ ہوتی تو نماز جنازہ اس کی میت پر نہ پڑھی جاتی (۳)۔

= وسلم مما تواتر معناه وإن كان تفاصيله آحاد، فنحن لانتوقف في شأنه بل في إيمانه لعنة الله عليه

وعلى أنصاره وأعدائه“۔ (شرح العقائد النسفية للتفتازاني، ص: ۱۱۷، المطبع اليوسفي)

(۱) ”قال الجمهور من العلماء: لا يجوز إفراد غير الأنبياء بالصلوة؛ لأن هذا قد صار شعاراً للأنبياء إذا

ذكروا، فلا يلحق بهم غيرهم، فلا يقال: ”قال أبو بكر صلى الله عليه، أو قال على صلى الله عليه“ وإن

كان المعنى صحيحاً“۔ (تفسير ابن كثير، (سورة الأحزاب: ۵۶): ۲۸۲/۳، مكتبة دار الفيحاء)

(۲) ”ويستحب الترضي للصحابه) وكذلك من اختلف في نبوته كذي القرنين ولقمان“۔

(الدر المختار، كتاب الخشي، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

(۳) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الجهاد واجب

عليكم مع كل أمير، برأ كان أفاجراً..... الصلوة واجبة على كل مسلم، برأ كان أو فاجراً وإن عمل =

عرفاً "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" صحابہ کرام کے لئے، یا بہت سے بہت ان کے قریب تر حضرات کے لئے ہے، اس وجہ سے کسی فاسق و فاجر کے لئے ایسے کلمات کہنے سے ان کے صحابہ ہونے، یا ان کے قریب تر بلند مرتبہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



= الكبائر". (سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغز ومع أئمة الجور: ۱/۳۵۰، امدادیه ملتان)
 "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی زانیة ماتت فی نفاسها وولدها". (مجمع الزوائد للهيثمی، كتاب الجنائز، باب الصلوة علی أهل لا إله إلا الله: ۳/۴۱، دار الفکر بیروت)

(۱) "يستحب الترضی والترحم علی الصحابة والتابعین فمن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخیار، فيقال: رضی اللہ عنہ، أو رحمه اللہ، ونحو ذلك. وأما ما قاله بعض العلماء: إن قوله: رضی اللہ عنہ مخصوصٌ بالصحابة، ويقال في غيرهم: رحمه اللہ فقط، فليس كما قال، ولا يوافق عليه، بل الصحيح الذي عليه الجمهور استحبابه، ودلائله أكثر من أن تحصر. فإن كان المذكور صحابياً ابن صحابي قال: قال ابن عمر رضی اللہ عنہما، وكذا ابن عباس، وابن الزبير، وابن جعفر، وأسامة بن زيد ونحوهم، يشمله وأباه جميعاً". (كتاب الأذكار للنووي رحمه اللہ، باب الصلوة علی الأنبياء والهم تبعاً لهم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فصل: يستحب الترضی والترحم علی الصحابة والتابعین، ص: ۱۶۰، دار البيان بیروت)

"(ويستحب الترضی للصحابة رضی اللہ عنہم) وكذا من اختلف في نبوته كذی القرنين ولقمان". (الدر المختار). "قوله: ويستحب الترضی للصحابة؛ لأنهم كانوا يببالغون في طلب الرضا من اللہ تعالیٰ، ويجتهدون في فعل ما يرضيه، ويرضون بما يلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضا، فهولاء أحق بالرضا، وغيرهم لا يلحق أدناهم ولو أنفق ملء الأرض ذهباً". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۲، سعيد)

باب الحجاب

الفصل الأول فی ثبوت الستر ووجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

پردہ فرض ہے یا سنت؟

سوال [۹۱۹۹]: غیر محرم سے مستورات کے لئے پردہ فرض ہے یا سنت؟ اور قرآن شریف کی کس آیت شریفہ کی رو سے، یا کس حدیث شریفہ کی رو سے تاکہ پوری تسلی کر کے عمل کیا جائے؟
پردہ کس سے فرض ہے؟

سوال [۹۲۰۰]: ۲۔ زید کے باپ سے زید کی بیوی کو پردہ کرنا آیا ہے یا نہیں؟ اور اگر پردہ کرنا نہیں آیا تو اس کے بارے میں قرآن شریف کی کوئی آیت شریفہ ہے، یا حدیث شریفہ ہے؟ اسے بھی درج فرما کر آگاہی بخشیں۔ فقط۔

ڈاکٹر محمد عبدالرشید، اسٹنٹ سرجن سول ہسپتال، صوابی، ڈاکخانہ صوابی، ضلع پشاور۔

الجواب حامداً و مصلياً:

..... فرض ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ الآية (۱). بدائع الصنائع: ۱۲۱/۵ (۲)۔

(۱) (سورة النور: ۳۱)

(۲) العبارة بتمامها: ”وأما النوع السادس: وهن الأجنبية الحرائر، فلا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى الوجه والكفين، لقوله تعالى: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ [النور: ۳۰]، إلا أن النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة وهي الوجه والكفان رخص بقوله تعالى: ﴿ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾ [النور: ۳۱]. والمراد من الزينة مواضعها، ومواضع الزينة الظاهرة الوجه والكفان، فالكحل زينة الوجه، والخاتم زينة الكف، ولأنها تحتاج إلى البيع والشراء والأخذ والعطاء، ولا يمكنها ذلك عادةً =

”لا يجوز النظر إلى المرأة، لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه الصلوة والسلام:

”المرأة عورة مستورة“. زيلعي: ۱۷/۶ (۱)۔

﴿فاسئلوهن من وراء حجاب﴾ الآية (۲)۔

۲..... نہیں: ”يحل للرجل النظر من ذوات محارمه إلى رأسها..... لقوله تبارك

وتعالى: ﴿ولا يبدین زینتھن إلا لبعولتھن أو آبائھن أو آباء بعولتھن﴾ الآية“.

بدائع: ۱۲۰/۵ (۳)۔

وبسط طرق الاستدلال في إلقاء السكينة۔ بلکہ ان کے خلاف نص ہے۔ فقط واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، یکم/ذی الحجہ/۵۳ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= إلا بكشف الوجه والكفين، فيحل لها الكشف، وهذا قول أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه“. (بدائع

الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الاستحسان، النوع السادس: ۲/۴۹۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس: ۴/۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (سورة الأحزاب: ۵۳)

”عن ابن عمر رضي الله عنهما، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”المرأة عورة، فإنها

إذا خرجت من بيتها، استشرفها الشيطان“. (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر

إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثاني، قديمي)

(و كذا في الهداية: ۳/۴۵۸، فصل في الوطى والنظر والمس، كتاب الكراهية، مكتبة شركة علمية)

(۳) (بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان، النوع الثالث: ۲/۴۸۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۸، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما لا يحل له، كتاب

الكراهية، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار: ۲/۳۶۷، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(و كذا في الهداية: ۳/۴۶۱، كتاب الكراهية، فصل في الوطى والنظر والمس، مكتبة شركة علميه)

پردہ کا حکم

سوال [۹۲۰۱]: ۱..... پردہ اسلام میں ضروری ہے یا نہیں؟

۲..... اگر کوئی عورت پردہ نہ کرے تو اس کو گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... پردہ اسلام میں ضروری چیز ہے، قرآن کریم (۱) اور حدیث شریف سے ثابت ہے (۲)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾
(سورة الأحزاب: ۵۹)

وقال العلامة الجصاص: ”روى عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال: ”الجلباب الرادء“. وقال ابن أبي نجيح عن مجاهد: يتجلبين، ليعلم أنهن حرائر، ولا يعرض لهن فاسق. وروى محمد بن سيرين عن عبيدة: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾. قال: تقنع عبيدة، وأخرج إحدى عينيه.

وحدثنا عبد الله بن محمد قال: حدثنا الحسن بن أبي الربيع قال: أخبرنا عبد الرزاق قال: أخبرنا معمر عن الحسن قال: كن إماء بالمدينة يقال لهن: كذا وكذا، يخرجن فيتعرض لهن السفهاء فيؤذونهن، وكانت المرأة الحرة تخرج فيحسبون أنها أمة فيتعرضون لها، فيؤذونها، فأمر الله المؤمنات أن: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾، ذلك أدنى أن يعرفن ﴿أنهن حرائر فلا يؤذين اهـ“ (أحكام القرآن للحصاص: ۵۴۶/۳، قدیمی)

(۲) ”وعن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشيطان“. رواه الترمذی. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانی، ص: ۲۶۹، قدیمی)

”وعن أم سلمة رضى الله تعالى عنها أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وميمونة رضى الله تعالى عنها إذا أقبل ابن أم مكتوم، فدخل عليه، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”احتجبا منه“. فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أفعميا وَاِنَّ، أنتما أستماتا تبصرانه؟“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانی، ص: ۲۶۹، قدیمی)

۲..... وہ گنہگار ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۲۰/ربیع الثانی/۵۸ھ۔

پردہ کس عمر سے کس عمر تک کرنا چاہیے؟

سوال [۹۲۰۲]: پردہ کے متعلق عورت کو کتنی عمر تک پردہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب لڑکی سیانی ہو جائے کہ اس کے اندر ایسا مادہ پیدا ہو جائے کہ خود اس کو مرد کی خواہش ہونے لگے،

یا مرد کو اس کی خواہش ہونے لگے تو وہ پردہ کے قابل ہوگی، پھر ساری عمر پردہ کرے گی، کسی وقت بھی اس کو آزادی

نہیں کہ بے پردہ ہو کر مردوں میں گھومتی پھرے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۲ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿تلك حدود الله، ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه﴾ (سورة الطلاق ۱)

وقال الله تعالى: ﴿ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده، يدخله ناراً خالداً فيها، وله عذاب

مہین﴾ (سورة النساء: ۱۴)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيهن﴾

(سورة الأحزاب: ۵۹)

وقال العلامة الجصاص: ”روى عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال: ”الجلباب الرائد“. وقال

ابن أبى نجیح عن مجاهد: يتجلبين، ليعلم أنهن حرائر، ولا يعرض لهن فاسق. وروى محمد بن سيرين

عن عبيدة: ﴿يدنين عليهن من جلابيهن﴾. قال: تقنع عبيدة، وأخرج إحدى عينيه.

وحدثنا عبد الله بن محمد قال: حدثنا الحسن بن أبى الربيع قال: أخبرنا عبد الرزاق قال: أخبرنا

معمر عن الحسن قال: كن إماء بالمدينة يقال لهن: كذا وكذا، يخرجن فيتعرض لهن السفهاء

فيؤذونهن، وكانت المرأة الحرة تخرج فيحسبون أنها أمة فيتعرضون لها، فيؤذونها، فأمر الله المؤمنات

أن: ﴿يدنين عليهن من جلابيهن، ذلك أدنى أن يعرفن﴾ أنهن حرائر فلا يؤذين اهـ“. (أحكام

القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۵۹): ۳/۵۳۶، قديمی)

چہرہ کا پردہ

سوال [۹۲۰۳]: چہرہ کا پردہ عورت کے لئے کسی حدیث یا کلام اللہ سے ثابت ہے، یا اجماع امت اور قیاس سے؟ اور اس کی علت اندیشہ فساد ہے، یا اور کچھ، اگر اندیشہ فساد نہ رہے تو پھر منہ کا چھپانا فرض ہے یا واجب یا مستحب؟

سعید احمد کھیڑہ، افغان۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مقلد کا منصب علت اور دلیل پوچھنا نہیں (۱)، یہ کام مجتہد کا ہے، مقلد کا فرض ہے کہ اس کے امام نے قرآن و حدیث کو دیکھ کر سمجھ کر جو مسئلہ بتا دیا ہے اس پر عمل کرے، ماخذ کے درپے نہ ہو۔ اجنبی سے چہرہ کا چھپانا بلا اندیشہ فساد بھی علاوہ مواقع مستثنیٰ کے ہر حال میں ضروری ہے:

”فحل النظر) مقید بعدم الشهوة، وإلّا فحرام، وهذا في زمانهم، وفي زماننا فممنوع من

الشابة، قهستاني وغيره“. در مختار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۰/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ۲۹/شوال ۵۴ھ۔

(۱) قال العلامة الحصكفي: ”على أن الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وإن لم يظهر دليله،

كما أفاده في رسم المفتي“. (الدر المختار: ۳/۲۱۰، كتاب النكاح، باب الرضاع، سعيد)

(۲) (الدر المختار: ۲/۳۷۰، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

وقال الله تعالى: ﴿يَدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيهِنَّ﴾ قال أبو بكر: ”في هذه الآية دلالة على أن المرأة

الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجبيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج، لئلا يطمع أهل الريب

فيهن. وفيها دلالة على أن الأمة ليس عليها ستر وجهها وشعرها؛ لأن قوله تعالى: ﴿ونساء المؤمنين﴾

ظاهره أنه أراد الحرائر“. (أحكام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۵۹). ۳/۵۴۶، قديمي)

قال الحافظ ابن كثير: ”أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين

وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويدين عيناً واحداً“. (تفسير ابن كثير: ۳/۶۸۴، (سورة

الأحزاب: ۵۹)، مكتبة دار السلام، رياض) =

= ”آج کل بعض لوگ یہ شور مچا رہے ہیں کہ ”اسلام میں پردہ کا حکم تو ہے، مگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے“ ان نادانوں کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتی کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے تو مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا کیوں حکم دیا گیا؟ چہرہ ہی میں کشش ہے اور وہی مجمع المحاسن ہے، سورۃ احزاب کی آیت ﴿یدنین علیہن من جلابیہن﴾ سے چہرہ ڈھانکنے کا واضح حکم معلوم ہو رہا ہے۔

بعض لوگوں کو نماز کے مسئلہ سے دھوکہ ہوا ہے، کیونکہ نماز میں عورت کا چہرہ کھلا رہنے سے نماز ہو جاتی ہے (جس پر قیاس کر کے چہرہ کے پردہ نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں) حالانکہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ شرائط نماز میں لکھا ہے، نہ کہ احکام پردہ میں، لہذا چہرہ کھول کر نماز ہو جانے سے غیر محرموں کے سامنے چہرہ کھول کر آنے پر استدلال کرنا بددیانتی ہے۔ حضرات فقہاء نے شرائط نماز میں اس مسئلے کو لکھا ہے، چنانچہ علامہ شامی نے اس مسئلے کے بعد: ”وتمنع المرأة الشابۃ من كشف الوجه بین الرجال“ فرمایا کہ ایسے فاسد خیال لوگوں کے منہ پر مہر ثبت فرمایا ہے۔

اور شیخ ابن الہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ:

”و فی الفتاوی: الصحیح أن المعتبر فی فساد الصلوۃ انکشاف ما فوق

الأذنین، وفی حرمة النظر یستوی ما یلیہا: ای ما فوق الأذنین وما تحتہما“۔ (زاد

الفقیر، ص: ۲۵ مجلس علمی ڈابھیل)

دوسری بات یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ چہرہ کھولنے کی اجازت ہے تب بھی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے کا کوئی ذکر نہیں۔ جو لوگ ﴿إلا ما ظهر منها﴾ سے عورتوں کے لئے عام طور پر چہرہ کھول کر گھومنے پھرنے کا جواز ثابت کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، کیونکہ ان الفاظ میں عورتوں کو چہرہ کھولنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ دوسرے اعضاء کی طرح ان کے چھپانے کے اہتمام سے زحمت و تکلیف نہ ہو، اس میں نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کے جواز و عدم جواز کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (اور) آیت میں ﴿إلا ما ظهر﴾ فرمایا، نہ کہ ”إلا ما أظہرن“ اسی سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو قصد او ارادۃ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ (مخلص از خواتین کے لئے شرعی احکام)

نیز اس دور فساد میں فتنہ سے مامون رہنے کی کون گارنٹی دے سکتا ہے؟ اور خوف فتنہ و فساد کی وجہ سے چہرہ کے پردہ پر تمام علمائے کرام متحد و متفق ہیں، بالفرض اگر چہرے کا پردہ نہیں تب بھی اس دور فساد میں فتنہ کی وجہ سے واجب ہے، لأن درء المفسدة مقدم علی جلب المنفعة. واللہ اعلم بالصواب.

چہرہ کا پردہ

سوال [۹۲۰۲]: خالدہ ادیب خانم نے جو ایک مشہور ترکی خاتون ہیں، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش کے عنوان پر اپنے ساتویں خطبہ میں یہ بات صاف طور پر ظاہر کی ہے کہ:

”کلام الہی کے اعتبار سے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سر، سینے، اور زینت کو چھپادیں، چہروں کے چھپانے کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ عورتوں سے کہا گیا کہ وہ گھر میں بیٹھی رہیں اور خدمت عامہ انجام نہ دیں۔“ علاوہ ازیں اسی خطبہ میں آگے چل کر یہ الفاظ موجود ہیں کہ ”اگر اس پردہ کو مسلمان قائم رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں اختیار ہے، مگر وہ یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ اس کی بنا مذہب کے احکام پر ہے۔“

لہذا برائے مہربانی یہ فرمائیے کہ وہ کونسی احادیث یا اسلامی روایات ہیں جن کی رو سے عورتوں کو بغیر عذر

چہرہ چھپانا ضروری ہو جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سر، سینہ، زینت اور تمام بدن کے چھپانے کا حکم تسلیم کرنے کے بعد چہروں کے چھپانے کے حکم میں تامل کرنا ہی حیرت انگیز ہے، غور کا مقام ہے ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ (۱) کا حکم کس لئے ہے، اگر اس سے چہروں کا پردہ مقصود نہیں تو کیا ہے، اور ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (۲) الایة (۲) کا کیا مطلب ہے؟

اس کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح مروی ہے:

”قال علی بن ابی طلحة، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: أمر اللہ نساء المؤمنین إذا خرجن من بیوتھن فی حاجة أن یغطین وجوهھن من فوق رؤوسھن بالجلابیب، ویبدین عیناً واحدة، اھ۔“ ابن کثیر (۳)۔

(۱) (سورة النور: ۳۰)

(۲) (سورة الأحزاب: ۵۹)

(۳) (تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۸۴، (سورة الأحزاب: ۵۹)، دار الفیحاء دمشق)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو اصالۃً گھروں میں رہنے کا حکم ہے، اگر کسی حاجت کے لئے مجبوراً نکلیں تو چہرہ اور سر چھپا کر نکلیں، راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کی مقدار کھولنے کی گنجائش ہے۔ اور عبیدۃ سلمانی نے اس آیت کی تفسیر بتلاتے وقت اپنا چہرہ اور سر چھپا کر دکھلایا اور صرف بائیں آنکھ کو کھولے رکھا، کذا فی تفسیر ابن کثیر (۱)۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کس قدر موجب فضیلت ہے، لیکن ارشاد ہے:

”صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلوتها في حجرتها، وصلوتها في مخدعها أفضل من صلوتها في بيتها“۔ رواہ أبو داؤد (۲)۔

ایک اور روایت میں ہے:

”ولا تمنعوا إماء الله مساجد الله، ولكن ليخرجن و هن تفلات“۔ و فی روایة: ”وبیوتهن خیر لهن“ (۳)۔

ایک دفعہ کچھ عورتیں جمع ہو کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - مرد جہاد کر کے فضیلت میں ہم سے بڑھ گئے، آپ کوئی عمل ایسا بتائیے جس سے جہاد جیسی فضیلت حاصل ہو، ارشاد ہوا:

”من قعدت منکن فی بیتها، فإنها تدرک عمل المجاہدین فی سبیل اللہ تعالیٰ“ (۴)۔
یعنی ”جو تم میں سے اپنے گھر میں بیٹھی رہے اس کو جہاد جیسا اجر ملے گا“۔

جہاد جیسی عبادت اور خدمت ملک و ملت کے مقابلہ میں بھی عورتوں کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم ہوا۔

(۱) ”وقال محمد بن سيرين: سألت عبدة السلماني عن قول الله عز وجل: ﴿يدين عليهن من جلابيهن﴾ فغطى وجهه ورأسه، وأبرز عينه اليسرى“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۸۴/۳، دار الفیحاء دمشق)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۹۶، کتاب الصلوٰۃ، باب الجماعة، الفصل الثانی، قدیمی)

(وسنن أبي داؤد: ۹۱/۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی خروج النساء إلى المسجد، إمدادیہ ملتان)

(۳) (سنن أبي داؤد: ۹۱/۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی خروج النساء إلى المسجد، إمدادیہ ملتان)

(۴) (تفسیر ابن کثیر: ۶۳۷/۳، دار الفیحاء دمشق)

ترمذی کی روایت میں ہے:

”عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها

الشیطان“ (۱)۔

خالدہ ادیب خانم نے افسانہ نگاری اور عبارت آرائی، یا دیگر طرقِ مروجہ سے ملک و قوم کی خدمت کر کے ممکن ہے کہ ادبی دنیا میں کوئی خاص شہرت پیدا کی ہو، اور اربابِ قلم سے خراجِ تحسین وصول کیا ہو، لیکن مذہبی اصول و فروع پر عبور کے لئے صرف اتنا کافی نہیں، بلکہ اس کا ساحل بہت بعید ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۸/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۵/شعبان/۶۴ھ۔

محرم سے پردہ کی حد

سوال [۹۲۰۵]: پردہ دار عورت، بہنوئی، بھائی، پھوپھا، چچا، دیور سے پردہ کس حد تک کرے؟ یعنی

شریعت میں اس کا کیا درجہ ہے؟ اور ہاتھ صرف گٹوں تک اور چہرہ کھول کر سامنے آ جائے تو کچھ حرج تو نہیں ہے، یعنی ان لوگوں سے کس درجہ تک پردہ ہے؟

الجواب حامداً ومضلياً:

بھائی اور چچا سے پردہ نہیں (۲)، بہنوئی، پھوپھا، چچا زاد بھائی وغیرہ سے پردہ ہے، بالکل ان کے

(۱) (سنن الترمذی: ۱/۲۲۲، أبواب الرضاع، باب، قبیل أبواب الطلاق واللعان، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ﴾ فأفرد بنات الأخ،

وبنات الأخت بالذكر؛ لأن اسم الأخ والأخت لا يتناولهن كما يتناول اسم البنات بنات الأولاد.

(أحكام القرآن للجصاص: ۲/۱۷۷، قديمی)

وقال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: ”وفروع أبويه وإن نزلن، فتحرم بنات الإخوة

والأخوات وبنات أولاده الإخوة والأخوات“. (ردالمحتار: ۳/۲۸، فصل في المحرمات، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۷۳، الباب الثالث في بيان المحرمات، رشيدیه)

سامنے نہ آئے (۱)۔ اگر ایک ہی مکان میں رہتے ہوں اور مکان کی تنگی ہو تو مجبوراً اتنا پردہ بھی کافی ہے کہ چہرہ ہاتھ نہ کھولے بلکہ گھونگھٹ کرے (۲) اور تنہائی میں ایک جگہ ان کے ساتھ نہ ہو اور بے تکلفی ہنسی مذاق نہ کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مشترکہ مکان میں شرعی پردہ

سوال [۹۲۰۶]: جس مکان میں پورا خاندان ساتھ رہتا ہو، وہاں پردہ قائم رکھنے کی صورت (جب

(۱) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ الخ“ (سورة النساء: ۲۳)

وقال العلامة الشامي: ”أنواع تحريم النكاح سبع:

قربة ملك رضاع جمع وزيد خمسة أتك بالبيان

تطبيق لها ثلاثاً واللعان تعلق بحق غير من نكاح

أوعدة خنثوة بلا اتضاح وآخر الكل اختلاف الجنس

كالجن والمائي لنوع الإنس“.

(رد المحتار: ۲۸/۳، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۲۸۵، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، قديمي)

(۲) ”والمراد تحذير المرأة منهم كما يحذر من الموت، فإن الخوف من الأقارب أكثر، والفتنة منهم أوقع، لتمكنهم من الوصول والخلوة بلا نكير“ (لمعات على هامش مشكوة المصابيح، تحت

الحديث: ”الحمو الموت“، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول،

ص: ۲۶۸، قديمي)

(۳) ”وعن عمر رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا يخلون رجل بالمرأة

إلا كان ثالثهما الشيطان“، رواه الترمذي“ (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر

إلى المخطوبة، الفصل الثاني، قديمي)

کہ جیٹھ اور دیوریکے بعد دیگرے آتے جاتے ہوں) تحریر فرماتے ہوئے پردہ شرعی کو واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

باقی بدن تو چھپا رہتا ہی ہے، چہرہ بھی سامنے نہ کریں اور نامحرم کے ساتھ خلوت کا موقع کبھی آنے نہ دیں، ہنسی مذاق سے پوری احتیاط رکھیں۔ یہ اس وقت جب کہ مکان میں تنگی کی وجہ سے اتنی گنجائش نہ ہو کہ نامحرم کی آمد کے وقت مکان کے اندرونی حصہ میں چلی جائیں، یا پردہ درمیان میں لٹکا دیں، اگر گنجائش ہو تو چہرہ چھپا کر بھی سامنے آنے سے اجتناب کریں۔ یہ تو عورتوں کے حق میں ہے۔

مردوں کے حق میں یہ ہے کہ جب مکان میں جائیں، اطلاع کر کے جائیں اور نگاہ نیچی رکھیں اور ہنسی مذاق، نیز خلوت سے پوری احتیاط کریں:

”عن عقبه بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال:
”إياكم والدخول على النساء“. فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفرأيت الحموم؟ قال:
”الحموم الموت، اهـ“. بخاری شریف (۱)۔

”زاد ابن وهب في روايته عن مسلم: سمعت الليث يقول: الحموم أخو الزوج وما أشبه من أقارب الزوج ابن العم و نحوه. و وقع عند الترمذی بعد تخريج الحديث قال الترمذی: يقال: هو أخو الزوج، كره له أن يخلو بها، قال: ومعنى الحديث على نحو ما روى: ”لا يخلون رجل بامرأة فإن ثالثهما الشيطان، اهـ“. وهذا الحديث الذي أشار إليه أخرجه أحمد من حديث عامر بن ربيعة. وقال النووي رحمه الله تعالى: اتفق أهل العلم باللغة على أن الأحماء أقارب زوج المرأة كأبيه وعمه وأخيه وابن أخيه وابن عمه ونحوهم، اهـ“. فتح الباری: ۲۸۹/۹ (۲)۔

(۱) (صحیح البخاری: ۷۸۷/۲، کتاب النکاح، باب: لا یخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، والدخول على المغیبة، قديمی)

(۲) (فتح الباری: ۳۳۱/۹، کتاب النکاح، (رقم الحديث: ۵۲۳۲)، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح: ۲۷۸/۶، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة و بیان العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۱۰۲)، رشیدیہ)

”الخلوة بالأجنبية حرام، اھ۔“ درمختار (۱)۔

”تمنع من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة، اھ۔“ تنویر: ۱/۴۲۲ (۲)۔ فقط واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

(۱) (الدر المختار: ۳۶۸/۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)

(۲) (تنویر الأبصار مع رد المحتار: ۱/۴۰۶، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، سعید)

ترجمہ عربی عبارات:

”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عورتوں پر داخل ہونے سے بچو“ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ ارشاد فرمایا: ”دیور تو موت ہے“۔ (بخاری شریف)۔

”ابن وہب نے مسلم کی روایت میں زیادہ کیا ہے کہ میں نے لیث سے سنا فرماتے تھے: حمو (دیور) شوہر کا بھائی ہے اور جو شوہر کے عزیز واقارب میں سے اس کے مشابہ ہو: چچا ہو بیٹا وغیرہ۔ اور حدیث کی تخریج کے بعد ترمذی نے کہا ہے: کہا جاتا ہے کہ شوہر کے بھائی کے لئے مکروہ ہے کہ اس کے ساتھ (بھائی کی بیوی کے ساتھ) تنہائی کرے۔

اور حدیث کے معنی جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے کہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث جس کی طرف اشارہ کیا ہے احمد نے عامر بن ربیعہ کی حدیث سے اس کی تخریج کی ہے۔ اور نووی نے کہا کہ علمائے سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اجماع سے مراد عورت کے شوہر کے اقارب ہیں، جیسے: شوہر کا باپ، اس کا چچا، اس کا بھائی اور بھائی اور چچا کا بیٹا اور ان کے مثل“۔ (فتح الباری)۔

”اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے“۔ درمختار۔ ”لوگوں کے درمیان عورت کو چہرہ کھولنے سے

منع کیا جائے گا فتنہ کے اندیشہ سے“ (تنویر)۔

بیوی کو بے پردگی پر مجبور کرنا

سوال [۹۲۰۷]: زید نے اپنی لڑکی صفیہ کا عقد عمر کے بیٹے ظفر کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ اس کی لڑکی پردہ میں رہے گی اور ارکان شرعی کی پابند رہے گی۔ ظفر نے دو سال کے بعد اپنی بیوی کو بے پردہ رکھنا شروع کیا، نیز جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہے تو اسے جواب دیا جاتا ہے کہ کیا رام کہانی شروع کر رکھی ہے۔ زید کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنی بیٹی کو گھر لے آیا۔ ظفر کا اصرار ہے کہ وہ اپنی بیوی کو لے جائے گا، زید کا کہنا ہے کہ تم نے شرط پوری نہیں کی اس لئے اب میں رخصت نہ کروں گا۔ ایسی صورت میں شرعی نقطہ نگاہ سے کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کو چاہئے کہ وہ ظفر سے پختہ عہد کر لے اور چند معزز آدمیوں کے سامنے تحریر کر لے کہ ظفر اب آئندہ اپنی بیوی کو پردہ کے ساتھ رکھے گا، بے پردگی پر مجبور نہ کرے گا، نیز احکام شرع کی پابندی کرے گا۔ اور اگر اس پر اطمینان نہ ہو تو زوجہ کو چاہئے کہ حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے (۱) کہ ظفر میرا شوہر ہے مجھے بے پردہ رکھتا ہے اور احکام شرع کی بجا آوری میں مغل ہوتا ہے۔ اس پر حاکم ظفر کو بلا کر تحقیق کرے اور اس کو حکم دے کہ تم اپنی زوجہ کو پردہ میں رکھو اور احکام شرع کی پابندی میں رکاوٹ نہ ڈالو، ورنہ آزاد کر دو۔ اس پر ظفر احکام شرع کی پابندی کا وعدہ کرے، یا آزاد کر دے اگر وعدہ کرے تو بہتر ہے، اگر آزاد

(۱) قال الله تعالى: ﴿وإن خفتن شقاق بينهما، فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من أهلها، إن يريدوا إصلاحاً

يوفق الله بينهما﴾ (سورة النساء: ۱۱۶)

قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى عليه: "أى وجهوا وأرسلوا إلى الزوجين لإصلاح ذات البين ﴿حكماً﴾: أى رجلاً عدلاً عارفاً حسن السياسة والنظر فى حصول المصلحة وخص الأهل؛ لأنهم أطلب للصالح وأعرف بباطن الحال وتسكن إليهم النفس، فيطلعون على ما فى الضمير كل من حب وبغض، وإرادة صحبة، أو فرقة، وهذا على وجه الاستحباب". (روح المعانى، (سورة النساء: ۱۱۶): ۲۶/۶، دار إحياء التراث العربى بيروت)

کردے تو بعد عدت نکاح ثانی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

بیوی کو بے پردگی سے روکنا

سوال [۹۲۰۸]: زید اپنی بیوی کو اس بات پر تنبیہ کرتا ہے کہ وہ پردہ غیر محرم سے کرے اور چاہتا ہے کہ علم دین سیکھے، مگر وہ دونوں سے انکار کرتی ہے۔ نیز زید کی حیثیت چٹنی، روٹی اور گاڑھ پہنانے کی ہے اور اس کی بیوی کہتی ہیں کہ یہ خوراک ہم سے نہیں کھائی جاتی اور اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر جہاں چاہتی ہے، جاتی ہے یعنی اپنی خالہ وغیرہ کے یہاں جہاں پر غیر محرم آتے جاتے ہیں، یعنی اس کے ماموں کا لڑکا، یا اس کے خالو اور اس کے خالو کا بہنوئی وغیرہ جن سے وہ پردہ کرنے سے گریز کرتی ہے۔

باوجود اس کے کہ چند مرتبہ اس کو ہدایت کی گئی کہ وہ پردہ کرے مگر وہ باز نہیں آئی اور یہ جواب دیا گیا کہ ان سے پردہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز زید کو اعتبار نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہ کر پا کد امن رہے۔ عرصہ ڈیڑھ ماہ سے وہ خود چلی گئی بلا خاوند کی مرضی۔ اب اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زوجہ کے ذمہ لازم ہے کہ امور مذکورہ میں زید کی اطاعت کرے (۲) اور صبر و شکر کے ساتھ

(۱) ”عدة الحرة ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ اهـ“۔ (مجمع الأنهر: ۴۶۴/۱، كتاب الطلاق، باب العدة، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) ”حق الزوج على الزوجة أن تطيعه في كل مباح يأمرها به“۔ (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۵/۳، رشیدیہ)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۹۷/۲، إمدادیہ)

(و كذا في الدر المنقى شرح الملقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب القسم: ۵۵۰/۱، مكتبه غفاريه كوئٹہ)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”ظاہرہ أنه عند الأمر به يكون واجباً علیها كأمر

السلطان الرعية به“۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۸/۳، سعید)

زندگی گزارے (۱)، علم دین بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے (۲)۔ نامحرم سے پردہ فرض ہے (۳)، اگر وہ نامحرم سے پردہ نہ کرے، بلکہ اس کے سامنے چہرہ کھولے تو مرد کو حق ہے کہ مناسب سزا دے اور بقدر ضرورت پیٹ بھی سکتا ہے (۴)۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: جاءت امرأة إلى النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللہ! ما حق الزوج علی المرأة؟ قال: ”أن لا تمنع نفسها ولو كانت علی ظهر قتب. ولا تصوم يوماً إلا بإذنه إلا رمضان، فإن فعلت، كان الأجر له والوزر علیها. ولا تخرج إلا بإذنه، فإن خرجت لنفسها لعنتها ملائكة الرحمة و ملائكة العذاب حتى ترجع.“ (تنبيه الغافلین، ص: ۲۷۸، باب حق الزوج علی زوجته، مکتبہ حقانیہ پشاور)

”ومنها وجوب طاعة الزوج علی الزوجة.“ (بدائع الصنائع: ۶۱۳/۳، کتاب النکاح، فصل فی طاعة الزوج، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”طلب العلم فريضة علی کل مسلم.“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی، ص: ۳۴، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”قال الشراح: المراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيتہ ونبوة رسوله، وكيفية الصلاة، فإن تعلمه فرض عين.“ (مرقاۃ المفاتیح: ۴۷۷/۱، کتاب العلم (رقم الحدیث: ۲۱۸)، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، قبیل مطلب فی فرض الکفاية وفرض العين: ۴۲/۱، سعید)

”قال العلاء فی فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما یحتاج إليه العبد فی إقامة دینہ وإخلاص عمله للہ تعالیٰ، ومعاشرۃ عباده. وفرض علی کل مکلف ومکلفة بعد تعلمه علم الدین والهدایة تعلم علم الوضوء والغسل“ (رد المحتار: ۴۲/۱، ملتب فی الفرق بین المصدر والحاصل بالمصدر، سعید)

(و کذا فی فتح الباری: ۱۴۱/۱، دار الفکر بیروت)

”واعلم أن تعلم العلم یكون فرض عين، وهو بقدر ما یحتاج لدينه.“ (الدر المختار، المقدمة: ۴۲/۱، سعید)

(۳) قال اللہ تعالیٰ ﴿وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن ویحفظن فروجهن ولا ینبذن زینتهن إلا ما ظهر﴾ (سورة النور: ۳۱)

(۴) ”عن قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ذکر لنا أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال فی خطبة =

اگر بلا اجازت و بلا رضامندی شوہر کہیں جائے گی تو جب تک شوہر کے گھر واپس نہ آئے نفقہ کی مستحق نہیں، یعنی شوہر کو حق ہے کہ نفقہ بند کر دے کہ جب میرے مکان پر آئے گی تب نفقہ دوں گا (۱)۔ اور جب شوہر کو بدگمانی ہے تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ زوجہ کو کسی ایسی جگہ جانے کی اجازت دے، جس جگہ اس کو خدشہ اور بدگمانی ہے، اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا (۲)۔

یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کے حقوق میں حتی الوسع کمی نہ کرے (۳)، اگر باوجود قدرت کے کمی کرے

= وهو يومئذ بمنى: "أيها الناس! إن لكم على النساء حقاً، وإن لهن عليكم حقاً، وإن من حاكم عليهن أن يحفظن فرشكم فإن هن فعلمن ذلك، فقد أحل الله لكم أن تضربوهن ضرباً غير مبرح". (تنبيه الغافلين، ص: ۲۷۸، باب حق الزوج على زوجته، مكتبة حقانيه پشاور)

(و كذا في بدائع الصنائع: ۶۱۳/۳، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج، دار الكتب العلمية بيروت) "بخلاف الزوج إذا عزر زوجته، لترك الزينة والإجابة إذا دعاها إلى فراشه، وترك الصلوة، والخروج من البيت". (كنز الدقائق).

قال العلامة ابن نجيم: "ومنه ما إذا كشفت وجهها لغير محرم أو كلمت أجنبياً وكما يجوز ضربها للخروج إذا كان الخروج بغير حق". (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۸۲/۵، رشيديه)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۳۷۵/۲، غفاريه) (۱) "وإن نشزت، فلانفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه". (الفتاوى العالمكيرية: ۵۳۵/۱، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۵۷۶/۳، باب النفقة، سعيد) (و كذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۶/۱، كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيديه) (۲) لقوله عليه السلام: "اتقوا مواضع التهم". (كشف الخفاء، حرف الهمزة مع الباء الموحدة، رقم الحديث: ۸۸): ۳۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "وعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "الدنانير أربعة: دينار تنفقه في سبيل الله تعالى و دينار تنفقه على أهلك، وأعظمها أجراً الدينار الذي تنفقه على أهلك". (تنبيه الغافلين، =

گا تو گنہگار ہوگا۔ شوہر کو بھی چاہے کہ زوجہ کو نرمی سے اولاً سمجھائے (۱) ہر بات پر ناراض نہ ہو، ممکن ہے وہ مان جائے اور آئندہ ایسی خلاف طبع، خلاف شرع حرکات سے باز آجائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۳/۵/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ ہذا سہارنپور۔

جو عورت پہلے سے بے پردہ ہو اس کو بھی پردہ لازم ہے

سوال [۹۲۰۹]: شادی سے پہلے عورت نے کبھی پردہ نہیں کیا، شادی کے بعد اس کا خاوند کہتا ہے کہ پردہ کرو، مگر یہ کہہ کر ٹال دیتی ہے کہ اب تک پردہ نہیں کیا تو اب کیا پردہ کرنا ہے، جب کہ ہر شخص اس کو جانتا ہے۔ دوسرے اس علاقہ میں برقع کا رواج بھی نہیں ہے۔ تو اس عورت کو خاوند کے کہنے کے مطابق پردہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کو پردہ کرنا چاہئے، اگر کسی نے مدت دراز تک نماز نہیں پڑھی اور وہ یہ کہے کہ اب بڑی عمر میں کیا نماز پڑھیں گے تو اس کا یہ جواب غلط ہے، اسی طرح اس عورت کا جواب غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

= ص: ۲۸۰، باب حق المرأة على الزوج، مكتبة حقانيه پشاور)

(۱) "قال أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أي المؤمنين

أكمل إيماناً؟ قال: "أحسنهم خلقاً مع أهله". (تنبيه الغافلين، باب حق المرأة على الزوج، ص: ۲۷۹)

(۲) "عن الحسن البصري، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "استوصوا بالنساء خيراً، فإنهن

عندكم لا يملكن لأنفسهن شيئاً". (تنبيه الغافلين، باب حق المرأة على الزوج، ص: ۲۷۹، مكتبة

حقانيه پشاور)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج: ۳/۶۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"وينبغي للامر والناهي أن يرفق، ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام

الشافعي: من وعظ أخاه سراً فقد نصحه وزانه، ومن وعظه علانية فقد فضحه وشانه". (مرقاة المفاتيح،

كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف: ۸/۸۶۳، رشيدية)

کیا نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے پردہ ہے؟

سوال [۹۲۱۰]: کچھ لوگوں نے ایسا مشہور کر رکھا ہے کہ عورت کے نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے

جس سے نکاح ہوا ہے اس سے پردہ ضروری ہے۔ تو اس کی کیا اصلیت ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

عورت کا جس مرد سے نکاح ہو گیا وہ اس کا شوہر ہو گیا، اگرچہ ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو، اس سے پردہ

نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

لڑکیوں کا فیکٹری میں کام کرنا

سوال [۹۲۱۱]: یہاں انگلینڈ کا یہ اصول ہے کہ لڑکیا لڑکی کی عمر جب تک سولہ سال کی نہ ہو اس

وقت تک اسکول جانا فرض ہے، جب سولہ سال کی عمر ہو جاتی ہے تو اسکول کی طرف سے فیکٹری میں کام دیتے

ہیں۔ تو ہم لوگوں کا پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی کو اسکول کی جانب سے کام ملتا ہے، اس فیکٹری میں خالص عورتوں ہی کا

کام ہوتا ہے اور اس میں عورتیں ہی کام کرتی ہیں، مرد کا نام بھی نہیں۔ یہ فیکٹری سپلائی کی ہے۔ میں نے دو عالم

سے پوچھا، انھوں نے یہ جواب دیا کہ جس فیکٹری میں عورتیں ہی کام کرتی ہوں اس میں کام پر لڑکی کو بھیجنے میں

کوئی حرج تو نہیں، جس ڈیپارٹمنٹ میں عورتیں کام کرتی ہیں وہاں کی سپر وائزر عورت ہی ہوتی ہے۔

(۱) "أما النظر إلى زوجته و مملوكته، فهو حلال من قرنھا إلى قدمھا عن شهوة و غير شهوة، و هذا ظاهر،

إلا أن الأولى أن لا ينظر كل واحد منهما إلى عورة صاحبه، كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية:

۳۲۷/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن، فيما يحل للرجل انظر إليه و ما ليحل له، رشيدية)

"(وينظر إلى فرج أمته و زوجته) یعنی عن شهوة و غير شهوة، قال عليه السلام: "غضب بصرک

إلا عن زوجتك و أمتك". و ما روى عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: كنت أغتسل أنا و رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی إناء واحد". و لأنه يجوز المس و الغشيان" (البحر الرائق: ۳۵۴/۸،

فصل فی النظر و اللمس، كتاب الكراهية، رشيدية)

(و كذا فی الهدایة: ۴/۲۶۱، كتاب الكراهية، فصل فی النظر و اللمس، مكتبه شركة علمیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلياً:

بوقت حاجت شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اجازت ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۰ھ۔

عورتوں کو مزدوری کے لئے باہر نکلنا

سوال [۹۲۱۲]: ہم ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سابقہ زمانہ سے ہمارے خاندان

(۱) ”(قولہ: ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل لتكتسب) لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نفقة لها، حتى لو كان عندها كفايتها، صارت كالمطلقة، فلا يحل لها أن تخرج لزيارة ولا لغيرها ليلاً أو نهاراً. والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره، فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها“. (البحر الرائق: ۲/۲۵۸، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الإحداد، رشيدية)

”ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة“. (الدر المختار: ۳/۱۴۵، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

وقال الرافعي رحمه الله: ”(قول الشارح: للحاجة) ولغيرها لا تخرج ولو خالية من الأزواج للأمر بالقرار في البيوت“. (تقريرات الرافعي على ردالمختار: ۳/۱۹، سعيد)

”قال في البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بغير رضی الزوج، ليس لها ذلك. فإذا وقعت لها نازلة، إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلك، لا يسعها الخروج، وإن امتنع من السؤال يسعها الخروج من غير رضی الزوج. وإن لم تقع لها نازلة، لكن أرادت ولا يسعها الخروج ما لم تقع لها نازلة“. (حاشية طحطاوى على الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۲۶۸، دارالمعرفة بيروت)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ”(وتعتدان): أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه، لا يخرجان منه إلا أن تخرج أو يتهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه“. (الدر المختار مع ردالمختار: ۳/۵۳۶، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، سعيد)

میں مچھلی پکڑنے اور اس کے فروخت کرنے کا پیشہ چلا آ رہا ہے۔ گھر کے تمام مرد و عورت اپنی قوت بازو سے کما کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر وہ زمانہ شریف تھا، دوسروں کی عزت کو خود اپنی عزت سمجھا جاتا تھا، مگر آج زمانے کی فضا نے ہر شخص کے دل میں فتنہ اور بے حیائی کے جذبات کو پیدا کر دیا ہے۔ اور ہماری قوم اس قدر بے خبر ہے کہ وہ اپنے مذہب کے ایک ادنیٰ سے جز پر بھی عامل نہیں ہے۔ ہماری عورتیں باہر لوگوں کی مزدوری کرتی ہیں، ہم ان کو منع کرتے ہیں مگر باز نہیں آتی ہیں۔ اور کچھ غنڈے قسم کے لوگ بھی گھر پر ٹھہرتے ہیں جس کی وجہ سے بعض وہ عورتیں جو باز رہتی ہیں، ان کو بھی جانے کا موقع ملتا ہے۔

اس لئے پُر زور عرض ہے کہ آپ ان عورتوں کی کمائی حرام قرار دے کر ایسا حکم صادر فرمائیں جس کے ذریعہ یہ عورتیں اپنے اس مزدوری کے پیشہ کو چھوڑ کر پردہ کی پابند ہو جائیں اور پردہ کا حکم ان کے لئے کیا جائے تاکہ بے حیائی کا شکار نہ بنیں۔ نیز یہ بات بھی ہماری قوم میں رائج ہے: حق سلب کر لینا، ناپ تول میں کمی کرنا، جھوٹ بولنا۔ اس لئے اس پر بھی شرعی روشنی میں ان باتوں پر جواز یا ممانعت کا حکم لگائیں۔ آیا یہ باتیں صحیح ہیں یا باطل؟ اور باطل پر عمل کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بے حیائی اور بدکاری کی بُرائی کو سب ہی جانتے ہیں، کوئی بے خبر نہیں (۱)۔ ایسی حالت میں صرف فتویٰ کافی نہیں بلکہ تعلیم کا انتظام کیا جائے، گھروں میں دینی کتابیں سنائی جائیں، بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے، علمائے حق کے وعظ کہلوائیں، سب برادری اس پر غور کر کے اصلاح کا پختہ ارادہ کرے، ہر شخص اپنی بیوی کا نان و نفقہ پورا پورا دے اور اس کو مجبور کرے کہ اب تم کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں، تمہاری ہر ضرورت یہیں پوری کی جائے گی، مچھلی پکڑنے اور فروخت کرنے کے لئے بھی مت جانا۔

دوسرے کا حق غصب کر لینا کبیرہ گناہ ہے، جو شخص ایک بالشت زمین کسی کی غصب کرے گا ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا (۲) اور چار پیسے کے عوض سات سو فرض مقبول

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (سورة الأنعام: ۱۵۱)

وقال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْنِي إِنَّهُ فَاحِشَةٌ وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۳۲)

(۲) ”عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أخذ =

نمازیں دلائی جائیں گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۸/۱۳۹۰ھ۔

حفاظتِ نظر کے ساتھ بازار سے خرید و فروخت

سوال [۹۲۱۳]: یہاں کے دوکاندار کلکتہ میں کروم خریدنے کے لئے جاتے ہیں، کلکتہ میں جو کروم بناتے ہیں وہ غیر مسلم ہیں، ان لوگوں کی جو عورتیں ہیں وہ بھی اپنے مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں، عام بیوپاری لوگ مال خریدنے جاتے ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی عورتیں بچوں کو دودھ دیتے وقت چھاتی کونگی کر کے دودھ دیتی ہیں، بیوپاری لوگ سامنے ہی ہوتے ہیں۔ مسلم بیوپاری کو وہاں جا کر مال خریدنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مال خریدنا تو درست ہے، لیکن نامحرم پر نظر نہ کی جائے، جیسا کہ بازار میں بھی بہت سی عورتیں سر و باز و کھولے ہوئے رہتی ہیں، ان کی طرف نظر ممنوع ہے (۲) اور نفس بازار سے اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الأول، ص: ۲۵۳، قدیمی)

(۱) لم أظفر عليه

(۲) ”عن الحسن مرسلًا قال: بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”لعن الله الناظر والمنظور إليه“۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۷۰، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثالث، قدیمی)

”وفيما إذا كان الناظر إلى المرأة الأجنبية هو الرجل، قال: فليجتنب بجهد، وهو دليل الحرمة“۔ (الفتاوى العالمكيريّة: ۳۲۷/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيدية)

اگر چائیک بلا قصد نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے، مگر پھر دوسری بار قصداً اجنبیہ کو دیکھنا جائز نہیں، لقول عليه الصلوة =

عورتوں کو گھومنے کے لئے باہر نکلنا

سوال [۹۲۱۲]: آج کل بعض حضرات کا خیال ہے کہ چہاردیواری میں عورتوں کو محصور رکھنا ظلم ہے، عورتوں کو اپنے شوہروں کے ساتھ برقع اوڑھ کر گھومنا چاہیے، کیونکہ عہد نبوی میں عورتیں جنگ میں شریک ہوتی تھیں اور ہر کام میں امداد دیتی تھیں۔

محمد یونس۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جن شرائط اور احوال کی رعایت سے عہد نبوی میں عورتیں جہاد میں شریک ہوئی ہیں، آج ان کا عشرِ عشر بھی موجود نہیں، بلکہ ان کا پایا جانا عادتِ محال ہے، تاہم جس درجہ میں فقہاء نے اجازت دی ہے اس درجہ میں جہاد کے لئے آج بھی عورتوں کا نکلنا جائز ہے، یعنی اضطرار کی حالت میں نفیر عام کے وقت عورتوں کو جہاد کے لئے نکلنا درست ہے بشرطیکہ ان کو قتال کی قدرت بھی ہو اور لشکر بڑا ہو، مرہم پٹی وغیرہ کے لئے بوڑھی عورتوں کو نکلنا جائز ہے، جوانوں کو جائز نہیں۔

”قال محمد رحمه الله تعالى: لا يعجبنا أن تقاتل النساء المسلمات مع الرجال إلا أن يضطر المسلمون إلى ذلك، فإن اضطر المسلمون إلى ذلك بأن جاء النفير، وكان في خروجهن حاجة وضرورة، فلا بأس بخروجهن للقتال ولا تخرج الشواب لمداواة الجرحى وسقى الماء والطبخ والخبز لأجل الغزاة، أما العجائز اللاتي دخلن في السن، فلا بأس بأن يخرجن في الصوائف ونحوها من الجنود العظام، ويداوين المرضى والجرحى، ويسقين الماء، ويخبزن ويطبخن، ولكن لا يقاتلن.“ عالمگیری: ۲/۸۰۳ (۱)۔

= والسلام لعلى رضى الله عنه: ”يا على! لا تتبع النظرة النظرة، فإن لك الأولى، وليست لك الآخرة.“ رواه أحمد والترمذی. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر الى المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲/۱۸۹، کتاب السیر، الباب الأول فی تفسیره شرعاً وشرطه وحکمہ، رشیدیہ) =

جب کہ جہاد کے لئے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی عبادت بھی نہیں، اس کو جہاد پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے، خصوصاً جب کہ روایات ذیل سے پردہ کی سخت تاکید معلوم ہوتی ہے:

”المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرها الشيطان“. ترمذی (۱)۔

”صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلواتها في حجرتها، وصلواتها في مخدعها أفضل من

صلواتها في بيتها“. أبو داؤد (۲)۔

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم

= ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو بأم سليم، ونسوة من الأنصار معه إذا غزا، فيسقين الماء ويداوين الجرحى“.

”قال النووي رحمه الله: فيه خروج النساء في الغزو، والانتفاع بهن في السقى والمداواة ونحوهما، وهذه المداواة لمحارمهن وأزواجهن، وما كان منها لغيرهم، لا يكون فيه مس بشرة إلا في موضع الحاجة..... وقال الحافظ تحت حديث الربيع: وفيه جواز معالجة المرأة الأجنبية الرجل الأجنبي للضرورة. قال ابن بطال: ويختص ذلك بذوات المحارم ثم بالمتجاللات منهن؛ لأن موضع الجرح لا يلتذ بلمسه بل يفشر منه الجلد، فإن دعت الضرورة لغير المتجاللات فليكن بغير مباشرة ولا مس“. (تكملة فتح الملهم: ۲۴۹/۳، كتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال، مكتبه دار العلوم کراچی)

”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قلت: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم هل على النساء من جهاد؟ قال: ”نعم، عليهن جهاد لا قتال، فيه الحج والعمرة“۔ (مسند أحمد بن حنبل، حديث السيدة عائشة، (رقم الحديث: ۲۴۷۹۲): ۲۳۷/۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”عن عائشة أم المؤمنين أنها قالت: يا رسول الله نرى الجهاد أفضل العمل، أفلا نجاهد؟ قال: ”لا، لكن أفضل الجهاد حج مبرور“۔ (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور: ۲۰۶/۱، قديمی)

(۱) (جامع الترمذی: ۲۲۲/۱، آخر كتاب الرضاع، باب، قبيل أبواب الطلاق واللعان، سعيد)

(۲) (وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد: ۹۱/۱،

إمدادیه ملتان)

ما أحدث النساء، لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل“. بخاری (۱)۔

اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس زمانہ کا حال بیان فرمایا ہے جس کے متعلق

ارشاد ہے: ”خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم“ (۲)۔

آج فتنہ وفساد کے غلبہ کی وجہ سے مساجد میں نماز کے لئے عورتوں کا آنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا (۳)، جیسا

(۱) (صحیح البخاری: ۱/۱۲۰، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء إلى المسجد، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب الصحابة، الفصل الأول، ص: ۵۵۳، قدیمی)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ روى هشام عن محمد بن سيرين قال: قيل لسودة بنت زمعة

رضى الله تعالى عنها: ألا تخرجين كما تخرج أخواتك؟ قالت: والله! لقد حججت واعتمرت، ثم أمرني

الله أن أقرب في بيتي، فوالله! لا أخرج. فما خرجت حتى أخرجوا جنازتها. وقيل: إن معنى ﴿وَقَرْنَ فِي

بُيُوتِكُنَّ﴾ كن أهل وقار وهدوء وسكينة، يقال: وقر فلان في منزله يقر وقروراً إذا هدأ فيه واطمأن به، وفيه

الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج“. (أحكام القرآن للجصاص،

(سورة الأحزاب: ۳۳): ۳/۵۲۹، قدیمی)

”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا تمنعوا النساء أن یرجن

إلى المساجد، وبيوتهن خير لهن“.

ورواه أحمد والطبرانی: عن أم حميد الساعدية رضی اللہ تعالیٰ عنہا أنها جاءت إلى رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم: فقالت: یا رسول اللہ! إنی أحب الصلاة معک. فقال صلی اللہ علیہ وسلم: ”قد

علمت، وصلاتک فی حجرتك خیر لک من صلاتک فی مسجد قومک، وصلاتک فی مسجد

قومک خیر لک من صلاتک فی مسجد الجماعة“۔ (فقه السنة: ۱/۲۲۹، کتاب الصلاة، باب صلوٰۃ

الجماعة، حضور النساء الجماعة فی المساجد، دارالکتاب العربی بیروت)

”وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”صلوٰۃ المرأة فی بیتها

أفضل من صلوتها فی حجرتها، وصلوتها فی مخدعها أفضل من صلوتها فی بیتها“۔ رواه أبو داود“.

(مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۹۶، کتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثانی، قدیمی)

قال الشيخ المحدث الدهلوی رحمه اللہ: ”هو محمول علی عجز غیر مشتہاة لم تخرج

بطیب ولا بزینة، وفی زماننا خروج النساء للجماعة مکروه لفساده. وقيل: لأن الغرض من حضورهن

كان ليتعلمن الشرائع، ولا احتیاج إلى ذلك فی زماننا لشیوعها، والستر لهن أولى“۔ (لمعات التنقیح فی =

= شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۱۰۵۹): ۲۸۲/۳، مکتبہ رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۰۴، کتاب الصلاہ، قدیمی)

وقال الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(ویکرہ حضورہن الجماعة) ولو لجمعة وعید ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً لیللاً (علی المذهب) المفتی بہ لفساد الزمان. واستثنی الکمال بحثاً العجائز المتفانیة اهـ“. (الدرالمختار). قال الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: ولو عجوزاً لیللاً) بیان للإطلاق: أى شابة أو عجوزاً، نهاراً أو لیللاً. (قوله: علی المذهب المفتی بہ): أى مذهب المتأخرین. قال فی البحر: وقد یقال: هذه الفتوی الذی اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الإمام وصاحبه، فإنهم نقلوا أن الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً، وأما العجوز فلها حضور الجماعة عند الإمام إلا فی الظهر والعصر والجمعة: أى وعندهما مطلقاً، فالإفتاء بمنع العجائز فی الكل مخالف للكل، فالاعتماد علی مذهب الإمام، اهـ.

قال فی النهر: وفيه نظر، بل هو مأخوذ من قول الإمام، وذلك أنه إنما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناءً علی أن الفسقة لا ينتشرون فی المغرب؛ لأنهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون، فإذا فرج انتشارهم فی هذه الأوقات لغلبة فسقهم، كما فی زماننا بل تحریهم إياها، كان المنع فیها أظهر من الظهر..... اهـ“. (ردالمحتار ۱/۵۶۶ کتاب الصلاة، باب الجماعة، مطلب: إذا صلی الشافعی، سعید)

”وأطبق المتأخرون علی أن الفتوی علی منع الكل فی الكل..... وإذا منعت عن حضور الجماعة، فمنعها من حضور الوعظ والاستسقاء أولى. وأدخله العینی رحمہ اللہ فی الجماعات، وما قلناه أولى“. (النهر الفائق: ۱/۲۵۰، ۲۵۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة والحدث فی الصلوٰۃ، امدادیہ)

مذکورہ بالا عبارات سے عورتوں کا کسی بھی مجلس میں شرکت کے لئے نکلنے کا عدم جواز واضح اور مصرح ہے، حتیٰ کہ مجلس وعظ میں شرکت کے لئے نکلنا بھی درست نہیں جیسا کہ صاحب نھر کی عبارت سے معلوم ہوا۔

مگر موجودہ دور کے فقہاء نے بوجہ مجبوری عورتوں کو مجلس وعظ میں شرکت کی چند شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے، راجع للتفصیل: (أحسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، عنوان: مجلس وعظ کے لئے خروج: ۶۱/۸، سعید) (وفتاویٰ حقانیہ، کتاب الحظر والإباحة، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر: ۴۳۸/۲، جامعہ

دارالعلوم حقانیہ)

کہ نہایہ (۱)، کفایہ (۲)، عنایہ (۳)، مبسوط (۴)، جامع الرموز (۵)، محیط (۶) وغیرہ میں مصرح موجود ہے۔ جب کہ دینی امور میں عورتوں کے نکلنے کا یہ حکم ہے تو پھر شوہروں کے ساتھ گھومنا تو کوئی دینی ضرورت نہیں، بلکہ نصاریٰ کا شعار اور طریقہ ہے، وہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
محمود گنگوہی۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵۳/۳/۲۶، صحیح: عبداللطیف، ۵۳/۳/۲۷۔

(۱) لم أظفر عليه.

(۲) (فتح القدير مع الكفاية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۳۱۷/۱، رشيدية)

(۳) (فتح القدير مع العناية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۳۱۷/۱، رشيدية)

(۴) ”والمرأة كذلك مشغولة بخدمة الزوج منهيّة عن الخروج شرعاً، لما في خروجها إلى مجمع الرجال من الفتنة“. (المبسوط للسرخسي: ۳۷/۲، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة، مكتبة غفاريه كوئته)

”وليس على النساء خروج في العيدين، وقد كان يرخص لهن في ذلك، فأما اليوم، فإنني أكره ذلك يعني للشوايب منهن، فقد أمرن بالقرار في البيوت ونهين عن الخروج، لما فيه من الفتنة“.
(المبسوط السرخسي: ۶۳/۲، باب صلاة العيدين، مكتبة الغفارية)

(۵) ”وأما عندهما فالحضور رخصة في الكل كما في الكسوف والاستسقاء، كما في المحيط. وهذا في زمانهم، وأما في زماننا فيكره حضورها كل جماعة، وهو المختار، كما في الاختيار وغيره. وفيه إشارة إلى أن حضور الوساطة يعني الكهلة مكروه في زماننا، وينبغي أن يكون كذلك في زمانهم. في المحيط: قالت عائشة رضي الله عنها للنساء حين شكون إليها عن عمر رضي الله عنه، لنهيهن عن الخروج إلى المساجد: لو علم النبي عليه الصلاة والسلام ما علم عمر، ما أذن لكنن إلى الخروج“.

(جامع الرموز: ۱۷۴/۱، كتاب الصلاة، فصل: يجهر الإمام، المطبعة الكريمة بلبدة القزان)

(۶) ”ثم تكلموا أن في زماننا هل يرخص لهن في الخروج أم لا؟ أما الصواب فلا يرخص لهن في الخروج في شيء من الصلوات عندنا“.
(المحيط البرهاني: ۲۱۷/۲، كتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون في صلاة العيدين، مكتبة الغفاريه كوئته)

نامحرموں کو دیکھنا

سوال [۹۲۱۵]: زید ہمیشہ اجنبی حسین عورتوں کو تکتا رہا (۱) اور احباب سے حالات بیان کرتا رہا۔ کیا اس کو بھی گناہ کبیرہ کہا جائے گا، اور اصرار علی الکبیرہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجنبیہ کو (شہوت سے) دیکھنا بلا ضرورت شرعیہ حرام ہے، کیونکہ آنکھ کا زنا ہے، ایسے فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اگر توبہ نہ کرے تو یہ اصرار ہے (۲)۔ فقط۔

محمود گنگوہی، ۲۳/۶/۵۳ھ۔

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔



(۱) ”تا کنا: گھورنا، ٹٹکلی باندھ کر دیکھنا، دیکھنا، جھانکنا: چھپ کر دیکھنا، تاژنا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۸، فیروز سنز

لاہور)

(۲) ”قال ابن الکیمال: لأن الصغیرة تأخذ حکم الکبیرة بالإصرار..... وفي الصغائر العبرة للغلبة، أو

الإصرار علی الصغیرة، فتصیر کبیرة“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الشہادات، باب القبول

وعدمه: ۴۷۳/۵، سعید)

فصلٌ فی ما یتعلق بصوت المرأة (عورت کی آواز کا بیان)

عورت کی آواز کا پردہ ہے یا نہیں؟

سوال [۹۲۱۶]: کسی عورت کا بیہودہ مردوں کے سامنے تقریر کرنا کیسا ہے مجمع میں؟

۲..... اگر مقرر عورت برقع اوڑھ کر مردوں کے مجمع میں تقریر کرے تو کیسا ہے؟

۳..... ایسی عورت کی تقریر سننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

۱..... ناجائز ہے (۱)۔

(۱) ”فظهر الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح“ (الدر المحتار).
قال ابن عابدين رحمه الله: ”(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلبة: أنه الأشبه. وفي
النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابله ما في النوازل: نعمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من المرأة
أحب، قال عليه الصلاة والسلام: ”التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء“. فلا يحسن أن يسمعها الرجل،
أه. وفي الكافي: ولا تلبى جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان، بحر.
قال في الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراءة في الصلاة، فسدت كان متجهاً، ولهذا
منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق، أه. وأقره البرهان
الحلبى فى شرح المنية الكبير، وكذا فى الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسى: ذكر الإمام أبو
العباس القرطبي فى كتابه فى السماع: ولا يظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة أنا نريد
بذلك كلامها؛ لأن ذلك ليس بصحيح، فإننا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند
الحاجة إلى ذلك، ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما فى ذلك من
استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجوز أن تؤذن المرأة، أه. قلت: ويشير =

۲.....عورت کامردوں کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھنا بھی علمائے کرام نے ممنوع لکھا ہے (۱)، خواہ

= إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة“ (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۶۰۶، سعيد)

”ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة“ (المبسوط للسرخسي:

۱/۲۷۷، كتاب الصلوة، باب الأذان، مكتبة غفاريه كوئته)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ روى هشام عن محمد بن سيرين قال: قيل لسودة بنت زمعة رضى الله تعالى عنها: ألا تخرجين كما تخرج أخواتك؟ قالت: والله! لقد حججت واعتمرت ثم أمرنى الله أن أقرب في بيتي، فوالله! لا أخرج. فما خرجت حتى أخرجوا جنازتها. وقيل: إن معنى ﴿وقرن في بيوتكن﴾ كن أهل وقار وهدوء وسكينة، يقال: وقر فلان في منزله يقر وقوراً إذا هدأ فيه واضمأن به، وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيوت منهيات عن الخروج“ (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأحزاب: ۳۳): ۳/۵۲۹، قديمي)

”عن ابن عمر رضى الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”لا تمنعوا النساء أن يخرجن

إلى المساجد، وبيوتهن خير لهن“.

ورواه أحمد والطبراني: ”عن أم حميد الساعدية رضى الله تعالى عنها أنها جاءت إلى رسول

الله صلى الله عليه وسلم: فقالت: يا رسول الله! إنى أحب الصلاة معك. فقال صلى الله عليه وسلم: ”قد

علمت، وصلاتك في حجرتك خير لك من صلواتك في مسجد قومك، وصلاتك في مسجد

قومك خير لك من صلواتك في مسجد الجماعة“ (فقه السنة: ۱/۲۲۹، كتاب الصلاة، باب صلوة

الجماعة، حضور النساء الجماعة في المساجد، دارالكتاب العربى بيروت)

”وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال: قال النبي صلى الله على وسلم: ”صلوة المرأة في بيتها

أفضل من صلوتها في حجرتها، وصلوتها في مخدعها أفضل من صلوتها في بيتها“ (رواه أبو داود“.

(مشكوة المصابيح، ص: ۹۶، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثانى، قديمي)

قال الشيخ المحدث الدهلوى رحمه الله: ”هو محمول على عجوز غير مشتتة لم تخرج

بطيب ولا بزينة، وفي زماننا خروج النساء للجماعة مكروه لفساده، وقيل: لأن الغرض من حضورهن

كان ليتعلمن الشرائع، ولا احتياج إلى ذلك في زماننا لشيوعها، والستر لهن أولى“ (لمعات التنقيح

فى شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول، رقم الحديث:

۱۰۵۹): ۳/۲۸۲، مكتبة رشيدية) =

برقع اوڑھ کر جائے یا بلا برقع اوڑھے، کیونکہ اس میں بہت مفسد اور فتن ہیں، لہذا عورت کا مردوں کے مجمع میں جا کر تقریر کرنا بھی (بلا شدیدی ضرورت کے) منع ہے۔

۳..... مردوں کو ایسے مجمع میں شریک ہونا اور تقریر سننا شرعاً درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/ربیع الثانی/۵۸ھ۔

= (و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۰۴، کتاب الصلاة، قدیمی)

وقال الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(ویکرہ حضورہن الجماعة) ولو لجمعة وعید ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً لیللاً (علی المذهب) المفتی بہ لفساد الزمان. واستثنی الکمال بحثاً العجائز المتفانیة اھ“۔ (الدر المختار). قال الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: ولو عجوزاً لیللاً) بیان للإطلاق: أى شابة أو عجوزاً، نهاراً أو لیللاً. (قوله: علی المذهب المفتی بہ): أى مذهب المتأخرین، قال فی البحر: وقد یقال: هذه الفتوی الذی اعتمدها المتأخرون مخالفة لمذهب الإمام وصاحبه، فإنهم نقلوا أن الشابة تمنع مطلقاً اتفاقاً، وأما العجوز فلها حضور الجماعة عند الإمام إلا فی الظهر والعصر والجمعة: أى وعندهما مطلقاً، فالإفتاء بمنع العجائز فی الكل مخالف للكل، فالاعتماد علی مذهب الإمام اھ۔

قال فی النهر: وفيه نظر، بل هو مأخوذ من قول الإمام، وذلك أنه إنما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناءً علی أن الفسقة لا ينتشرون فی المغرب؛ لأنهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون، فإذا فرج انتشارهم فی هذه الأوقات لغلبة فسقهم - كما فی زماننا، بل تحريمهم إياها - كان المنع فيها أظهر من الظهر اھ“۔ (ردالمحتار ۱/۵۶۶ کتاب الصلاة، باب الجماعة، مطلب: إذا صلی الشافعی، سعید)

”وأطبق المتأخرون علی أن الفتوی علی منع الكل فی الكل وإذا منعت عن حضور الجماعة، فمنعها من حضور الوعظ والاستسقاء أولى. وأدخله العینی رحمہ اللہ فی الجماعات، وما قلناه أولى“۔ (النهر: الفائق: ۱/۲۵۰، ۲۵۱، کتاب الصلاة، باب الإمامة والحدث فی الصلوة، رشیدیہ)

(۱) ”نعمة المرأة عورة قال علیہ الصلوة والسلام ”التسبیح للرجان، والتصفيق للنساء“، فلا =

عورت کی تقریر لاؤڈ اسپیکر پر

سوال [۹۲۱۷]: مستورات کولاؤڈ اسپیکر پر بیان کرنارات میں جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کی آواز

گھر سے باہر نکلتی چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر صرف مستورات کا مجمع ہو اور آواز نامحرموں تک نہ پہنچے تو عورت کا وعظ کہنا اور اپنی بات بتانا

درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود عثی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عثی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

= يحسن أن يسمعها الرجل ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولا يظن من لافطنة عنده أنا إذا قلنا صوت المرأة عورة، إنا نريد بذلك كلامها ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليتها وتقطيعها، لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجز أن نؤذن المرأة. (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۲/۳۰۶، سعيد)

(۱) قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالى: ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من رينتهن﴾ (الآية): "وفيه دلالة على أن المرأة منهيّة عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجنبي، إذا كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، ولذلك كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت والمرأة منهيّة عن ذلك". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۳۶۵، باب ما يجب من غض البصر عن المحرمات، قديمي)

(و كذا في أحكام القرآن للجصاص: ۳/۵۲۸، فصل، قديمي)

"وأما أذان المرأة، فلأنها منهيّة عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة". (البحر الرائق:

۱/۳۵۸، كتاب الصلاة، باب الأذان، رشيديه)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۹۹، باب الأذان، قديمي)

"فظهر الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجع". =

لاؤڈ اسپیکر پر تعلیم کے لئے لڑکیوں کی تقریر

سوال [۹۲۱۸]: ہمارے یہاں شہر مالگاوں میں لڑکیوں کے دینی مدارس قائم ہیں جس میں دینی تعلیم دی جاتی ہے اور قرأت قرآن وغیرہ بھی سکھائی جاتی ہے۔ سال کے اختتام پر لڑکیوں اور عورتوں میں دینی جذبہ بیدار کرنے کے لئے ایک مخصوص عورتوں کا پردے کے پورے انتظام کے ساتھ ایک جلسہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں لڑکیاں لائوڈ اسپیکر کے ذریعے تقریر، نظم، مکالمہ وغیرہ پیش کرتی ہیں۔ نیز مختلف مدارس کی لڑکیوں کا قرآن شریف کی قرأت میں مقابلہ بھی ہوتا ہے اور انعام بھی دیا جاتا ہے۔ ان جلسوں میں مردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے جو ان کی تقریروں کو سنتے ہیں۔ تو اس قسم کے جلسے کرنا اور لڑکیوں اور عورتوں کا۔ جو اکثر بالغ ہی ہوتی ہیں۔ لائوڈ اسپیکر کے ذریعے تقریر کرنا از روئے شرع درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

= (الدرالمختار). قال ابن عابدین رحمہ اللہ: ”(قوله: علی الراجح) عبارة البحر عن الحلبة: أنه الأشبه. وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابلته ما في النوازل: نعمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من المرأة أحب، قال عليه الصلاة والسلام: ”التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء“. فلا يحسن أن يسمعها الرجل، اهـ. وفي الكافي: ولا تلبى جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب الأذان، بحر.

قال في الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراءة في الصلاة، فسدت كان متجهاً، ولهذا منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق، اهـ. وأقره البرهان الحلبي في شرح المنية الكبير، وكذا في الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسي: ذكر الإمام أبو العباس القرطبي في كتابه في السماع: ولا يظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة أنا نريد بذلك كلامها؛ لأن ذلك ليس بصحيح، فإننا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند الحاجة إلى ذلك، ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما في ذلك من استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجوز أن تؤذن المرأة، اهـ. قلت: ويشير إلى هذا تعبير النوازل بالنعمة“. (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۲/۱، سعيد)

”ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة“. (المبسوط للسرخسي:

الجواب حامداً ومصلحاً:

نوعمر لڑکیوں کا اس طرح جلسہ کرنا بظاہر ان کی تعلیمی ترقی اور غیر تعلیم یافتہ مستورات میں تعلیمی ترغیب کا ذریعہ بھی ہے، ان کو معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں، مافی الضمیر کے ادا کرنے کا سلیقہ بھی پیدا ہوتا ہے، تقریر کی مشق بھی ہوتی ہے، مگر ساتھ ہی اس میں فتنے بھی ہوتے ہیں، خاص کر جب مردوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ لاؤڈ اسپیکر پر ان کی تقریر مکالمے سنتے ہیں اور دلچسپی لینے اور نظمیں بھی ترنم کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ خود عورتوں کا جمع ہونا مستقل فتنہ ہے، اسی وجہ سے تقریبات خاندان میں بھی شرکت کی ان کو اجازت نہیں دی جاتی، اگر شوہر اجازت دے تو وہ بھی ماخوذ ہوگا۔

فتنوں کا علم جگہ جگہ کے خطوط سے بھی ہوتا رہتا ہے، جو بصورت استفتاء آتے ہیں۔ اگر چھوٹی بچیاں ہوں تو ان میں فتنہ نہیں۔ بڑی لڑکیوں کا حال دوسرا ہے، ان کو اس طرح نہ تعلیم دی جائے نہ تقریر کرائی جائے۔

”ویمنعها من زیارة الأجنب وعیادتهم والولیمة، وإن أذن کانا عاصیین، اھ“:

در مختار۔ ”(قولہ: والولیمة) ظاہرہ ولو کانت عند المحارم؛ لأنها تشتمل علی جمع، فلا تخلوا من الفساد عادة، اھ“۔ شامی: ۲/۶۶۵ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۱ھ۔

عورتوں کی اجلاس میں شرکت، تقریر و قراءت

سوال [۹۲۱۹]: مسلم خواتین دینی اجتماعات منعقد کر سکتی ہیں یا نہیں؟ اور وعظ و تقریر کی مکلف ہیں یا نہیں؟ عورت کی آواز بھی ستر عورت بتائی جاتی ہے تو عورت وعظ و تقریر کس طرح کرے؟ اور جس وعظ و تقریر کو غیر محرم بھی سنیں تو کیا یہ جائز ہے؟

ہمارے یہاں رواج ہو گیا ہے کہ بعض خواتین جو کہ اونچے درجہ کی تعلیم یافتہ ہیں اور ان میں سے بہت سی خواتین شرعی پردے اور شرعی لباس کی پابند نہیں ہیں، جلسہ سیرت پاک و قراءت وغیرہ منعقد کرتی ہیں اور ان جلسوں میں خواتین کو مدعو کرتی ہیں۔ ایسا ہی ایک جلسہ مسجد شاہی خیریت آباد میں منعقد ہو رہا ہے، اشتہار چسپاں کیا جا رہا ہے، مسجد مذکور محصورہ ہے۔ حصہ مسجد کا بلند چبوترہ تقریباً ۸/۸ فٹ بلند ہے، چبوترہ مسجد پر

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب النفقة: ۳/۶۰۳، سعید)

مسجد کی اصل عمارت ہے اور صحن مسجد واقع ہے جو داخل مسجد ہے، وسیع و عریض بلند چبوترہ کے اطراف کی زمین جو محصور ہے وہ مسجد ہی کی چہاردیواری ہے، اسی بلند چبوترہ پر جلسہ منعقد ہوتا ہے۔ جلسہ گاہ کو شامیانے وغیرہ سے گھیرا جاتا ہے۔

حصار مسجد کے باہر بعض مکانات بلند (دو منزلیہ) غیر مسلموں کے ہیں، یہاں سے مسجد محصور اور صحن مسجد بھی نظر آتا ہے۔ جلسہ مذکورہ کی شرکاء خواتین کی تعداد ایسی بھی رہی جو مسجد کے محصورہ علاقہ کے باب الداخلہ سے جلسہ گاہ کے شامیانے تک بے پردہ گئیں اور واپس ہوئیں۔ کیا خواتین کے ایسے اجتماعات (جو اشتہار منسلک سے ظاہر ہے اور جس کی صراحت اوپر کی گئی ہے) جائز ہو سکتے ہیں؟ شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شریعت نے عورتوں کو پردہ کی بہت تاکید فرمائی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: ”عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ مکان سے باہر نکلتی ہے تو شیطان جھانکتا ہے“ (۱)۔ ایک حدیث میں ہے: ”میں نے اپنے بعض مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ مضر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا“ (۲)۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ”جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کے قریب سے گذرتی ہے وہ ایسی ہے“ یعنی بدکاری کی دعوت

(۱) ”عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”المرأة عورة، فإذا خرجت، استشرفها الشيطان“۔ رواه الترمذی“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانی، قدیمی)

”وقيل: إنها ذات عورة، والمعنى أن المرأة يستقبح بروزها وظهورها، فإذا خرجت أمعن النظر إليها ليغويها غيرها ويغوى غيرها بها، فيوقعها أو أحدهما في الفتنة، أو يريد الشيطان شيطان الإنس من أهل الفسق: أي إذا رأوها بارزة، استشرفوها بما بثه الشيطان في نفوسهم من الشر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۳۱۰۹): ۲۸۲/۶، رشیدیہ)

(۲) ”عن أسامة بن زيد رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ما أذع بعدی فتنة أضر على الرجال من النساء“۔ (سنن ابن ماجہ، ص: ۲۸۸، کتاب الفتن، باب فتنة النساء، قدیمی)

دینے والی ہے (۱)۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ”نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو سیدھا دل پر جا کر لگتا ہے“ (۲)۔

اس لئے بلا ضرورت عورت کا مکان سے نکلنا منع ہے اگرچہ وہ پردہ کے ساتھ نکلے، ضرورت پر جبکہ بغیر مکان سے نکلے کام نہ چلے تو میلے کپیلے کپڑے پہن کر پردہ کے ساتھ نکلنے کی گنجائش ہے (۳)، اس طرح کہ مہکتی

(۱) ”عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”إذا استعطرت المرأة فمرت علی القوم لیجدوا ریحها، فہی کذا کذا“۔ قال قولاً شديداً“۔ (سنن ابی داؤد: ۵۷۵/۲، کتاب الترجل، باب فی طیب المرأة للخروج، دارالحدیث ملتان)

(۲) ”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: - یعنی عن ربه عز وجل - ”النظر سهم مسموم من سهام إبليس“۔ رواه الطبرانی والحاكم“۔ (الترغیب والترہیب، کتاب النکاح، وما يتعلق به الترغیب فی غض البصر، والترہیب عن إطلاقه ومن الخلوة بالأجنبية ولمسها: ۱۲۳/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (الایة) (سورة الأحزاب : ۵۹)

”ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة“۔ (الدرالمختار: ۱۲۵/۳، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

وقال الرافعی رحمہ اللہ: ”(قول الشارح: للحاجة)، ولغيرها لا تخرج ولو خالية من الأزواج، للأمر بالقرار فی البيوت“۔ (تقریرات الرافعی علی ردالمحتار: ۱۹/۳، سعید)

”قال فی البحر: فإذا أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بغير رضی الزوج، ليس لها ذلك. فإذا وقعت لها نازلة، إن سأل الزوج من العالم وأخبرها بذلك، لايسعها الخروج، وإن امتنع من السؤال يسعها الخروج من غير رضی الزوج. وإن لم تقع لها نازلة، لكن أرادت ولا يسعها الخروج مالم تقع لها نازلة“۔ (حاشیة طحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۶۸/۲، بیروت)

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: ”(وتعتدان): أي معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فيه، لا تخرجان منه، إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البيت ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۳۶/۳، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد، سعید) =

خوشبو نہ ہو، کوئی چیز جاذبِ نظر نہ ہو، پھر ضرورت پوری ہونے پر فوراً واپس آجائے (۱)۔

دین سیکھنے اور مسائل معلوم ہونے کا مکان پر اگر انتظام نہ ہو سکے تو دینی ضرورت کی خاطر بھی پردہ کے ساتھ نکل سکتی ہے، ضرورت کی چیز کوئی لانے والا نہ ہو مثلاً پانی وغیرہ تب بھی اس طرح نکل سکتی ہے (۲)۔
الحاصل تفریح و سیر کے لئے، شہریوں کی ملاقات کے لئے، خوش طبعی کی محفلوں کے لئے، رسمی جلسوں کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں۔

بے پردہ نکلنا تو ہر صورت میں ناجائز ہے، پھر مسئلہ جلسہ میں تو مسئلہ طریقہ پر سخت قسم کا فتنہ ہے جس میں تقریر و قراءت کی آواز بھی نامحرم تک پہنچتی ہے (۳)، اس میں صورت بھی دکھاتی ہیں اور عورتیں بھی ہر قسم کی

= ”(قوله: ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل لتكتسب) لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نفقة لها، حتى لو كان عندها كفايتها، صارت كالمطلقة، فلا يحل لها أن تخرج لزيارة ولا لغيرها ليلاً أو نهاراً. والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره، فمتى انقضت حاجتها، لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها.“ (البحر الرائق: ۲/۲۵۸، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الاحداد، رشديه)

(۱) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۳) عورت کی آواز پردہ ہے، نامحرموں تک اس کی آواز پہنچنا جائز نہیں:

قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالى: ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن﴾ (الآية): ”وفيه دلالة على أن المرأة منهيّة عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجنبي، إذ كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها، ولذلك كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت والمرأة منهيّة عن ذلك.“ (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۴۶۵، باب ما يجب من غض البصر عن المحرمات، قديمي)

(و كذ في أحكام القرآن للجصاص: ۳/۵۲۸، فصل، قديمي)

”وأما أذان المرأة، فلأنها منهيّة عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة.“ (البحر الرائق:

= ۱/۴۵۸، كتاب الصلاة، باب الأذان، رشديه)

ہوتی ہیں اور جلسے دین کے نام پر کئے جاتے ہیں، اس لئے ہرگز اجازت نہیں۔ اگر یہ جلسہ جس کا اشتہار آپ نے بھیجا ہے، محض مردوں کا جلسہ ہوتا تب بھی بہت سے غیر شرعی امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، پھر عورتوں کے لئے اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۹۱ھ۔



= (و كذا في عايشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۱۹۹، باب الأذان، قديمي)

”فظهر الكف عورة على المذهب، والقديمين على المعتمد، وصوتها على الراجح“
(الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله: ”(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه.
وفي النهر: وهو الذي ينبغي اعتماده، ومقابله ما في النوازل: نغمة المرأة عورة، وتعلمها القرآن من
المرأة أحب، قال عليه الصلاة والسلام: ”التسبيح للرجال، والتصفيق للنساء“. فلا يحسن أن
يسمعا الرجل، اهـ. وفي الكافي: ولا تلبى جهراً؛ لأن صوتها عورة، ومشى عليه في المحيط في باب
الأذان، بحر.

قال في الفتح: وعلى هذا لو قيل: إذا جهرت بالقراءة في الصلاة، فسدت، كان متجهاً، ولهذا
منعها عليه الصلاة والسلام من التسبيح بالصوت لإعلام الإمام بسهوه إلى التصفيق، اهـ. وأقره البرهان
الحلبى فى شرح المنية الكبير، وكذا فى الإمداد. ثم نقل عن خط العلامة المقدسى: ذكر الإمام أبو
العباس القرطبي فى كتابه فى السماع: ولا يظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة أنا نريد
بذلك كلامها؛ لأن ذلك ليس بصحيح، فإننا نجيز الكلام مع النساء للأجانب ومحاورتهن عند
الحاجة إلى ذلك، ولا نجيز لهن رفع أصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها، لما فى ذلك من
استمالة الرجال إليهن وتحريك الشهوات منهم، ومن هذا لم يجوز أن تؤذن المرأة، اهـ. قلت: ويشير
إلى هذا تعبير النوازل بالنغمة“. (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۰۶/۱، سعيد)

”ويرفع صوته بالأذان، والمرأة ممنوعة من ذلك، لخوف الفتنة“. (المبسوط للسرخسى:

۲۷۷/۱، كتاب الصلوة، باب الأذان، مكتبة غفاريه كوئته)

الفصل الثانی فیمن یجب عنہ الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے، ان کا بیان)

اندیشہ فتنہ کی صورت میں محارم سے بھی پردہ ہے

سوال [۹۲۲۰]: محرم یعنی حقیقی باپ، بھائی، چچا، تایا، ماموں وغیرہ کے کیریکٹرو کردار کے مشکوک ہونے کی صورت میں، مثلاً: نشہ شراب کرنا، یا کوئی اور عمل فاسد فسق و فجور میں مبتلا ہونے اور لڑکی کو باہر پھرنے، نمائش جیسی فتنج جگہ پر لے جانے، غیر مسلم یا غیر محرم کے سامنے آنے پر مجبور کرنے کی صورت میں شوہر کو ان وجوہ کے مد نظر ان حضرات محرم کے سامنے اور ان سے ملنے کی اجازت دینے پر پابندی عائد کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فتنہ کا اندیشہ ہو اور بگڑنے کا خطرہ ہو تو ان سے بھی پردہ کرایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "والمراد إذا لم تكن محرماً؛ لأن المحرم بسبيل منها، إلا إذا خاف على نفسه أو عليها الشهوة، فحينئذ لا يمسه ولا ينظر إليها ولا يخلو بها، لقوله عليه السلام: "العينان يزنيان وزناهما النظر، واليدان تزنيان وزناهما البطش، والرجلان يزنيان وزناهما المشى، والفرج يصدق ذلك أو يكذبه". فكان في كل واحد منها زنا، والزنا محرم بجميع أنواعه، وحرمة الزنا بالمحارم أشد وأغلظ، فيجتنب الكل". (البحر الرائق: ۳۵۶/۸، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۸/۵، الباب الثامن، رشيدية)

"وقال عليه السلام: من قبل رجل أمه، فكأنما قبل عتبة الجنة. وإن لم يأمن ذلك أو شك، فلا

يحل لها النظر والمس". (الدر المختار: ۳۶۷/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد) =

بہنوئی کی والدہ سے پردہ

سوال [۹۲۲۱]: عمر بکر کا سالا ہے تو بکر کی والدہ سے عمر کا پردہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پردہ ہوگا وہ محرم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بہنوئی کی اولاد سے پردہ

سوال [۹۲۲۲]: ایک عورت ہے (شادی شدہ) اس کی بہن کے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ کیا اب اس

کو اپنے سوتیلے بھانجوں یعنی اپنی بہن کے خاوند کے بچوں سے۔ جو کہ دوسری بیوی سے ہیں۔ پردہ نہ کرنا چاہیے؟

حاجی محمد خلیق، سہارنپور، ۸/رجب/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

پردہ کرنا چاہیے، کیوں کہ وہ اجنبی محض ہیں (۲)، اس سے نکاح درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۷/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۱/رجب/۵۶ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= (و کذا فی کتاب المبسوط للإمام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ: ۵۰/۳، کتاب الاستحسان، إدارة القرآن کراچی)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لا جناح علیہن فی آبائہن ولا أبنائہن، ولا إخوانہن ولا أبناء إخوانہن، ولا أبناء

أخواتہن، ولا نسائہن، ولا ملکت أیمانہن، واتقین اللہ﴾ (سورة الأحزاب: ۵۵)

قال أبو بکر الجصاص تحت هذه الآية: "قال قتادة رخص لهؤلاء أن لا يجتنبن منهم، قال

أبو بکر ذکر ذوی المحارم متہن و ذکر نسائہن". (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأحزاب، باب ذکر

حجاب النساء: ۳/۳۷۰، دارالکتاب العربی بیروت)

"(و عن عقیة بن عامر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إیاکم والدخول علی

النساء": أي غیر المحرمات علی طریق التخلية، أو علی وجه التکشف". (مرقاة المفاتیح، کتاب

النکاح، باب النظر إلى المخطوبة و بیان العورات، الفصل الأول: ۲۷۸/۶، رشیدیہ)

(۲) (راجع للتخریج المسئلة المتقدمة)

چچی اور ممانی سے پردہ

سوال [۹۲۲۳]: چچی اور ممانی سے پردہ کرنا ضروری ہے، یادگیر محارم کی طرح ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ دونوں سوتیلی ہوں یا سگی، شرعاً اجنبی ہیں، ان سے پردہ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ غیروں سے (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ربیع الاول/۶۴ھ۔

مطلقہ بیوی سے پردہ

سوال [۹۲۲۴]: ایک شخص نے ایک عورت کو طلاق دیدی ہے، وہ عورت پھر بھی اس کے گھر آتی

ہے، حالانکہ اس عورت کا نکاح دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ تو اب وہ شخص کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

طلاق کے بعد جب عدت گذر گئی تو وہ عورت بالکل غیر ہو گئی، اس سے میل جول جائز نہیں رہا، لہذا پردہ

لازم ہے (۲)۔ اور جب اس نے دوسرے آدمی سے نکاح بھی کر لیا ہے، تو موجودہ شوہر کے حوالہ کر کے اپنے

(۱) (قدمر تخریجہ تحت عنوان: بہنوئی کی والدہ سے پردہ)

راجع للتفصیل: (أحسن الفتاوی، باب المحرمات، چچی حلال ہے، ممانی حلال ہے: ۵/۷۲، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ (سورة النور: ۱۸)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: "ينظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرتة إلى ماتحت ركبته

ومن عرسه وأمتة الحلال، له وطؤها، فخرج المجوسية والمكاتبه والمشتركة ومنكوحه الغير."

(الدرالمختار: ۳۶۶/۲، فصل في النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعید)

"ولا يجوز نكاح منكوحه الغير ومعتدة الغير عند الكل." (قاضی خان علی ہامش الفتاوی

العالمکیریة، کتاب النکاح، باب فی المحرمات: ۳۶۶/۱، رشیدیہ) =

پاس آنے سے بالکل روک دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۲ھ۔

نامحرم ملازم سے پردہ

سوال [۹۲۲۵]: زید اپنی بیوی کا فرماں بردار ہے، اور اپنی بیوی کے واسطے ایک نامحرم شخص کو ملازم رکھا ہے، جو ہر وقت اس کی خدمت یعنی کھانا پکانا اور جھاڑولگانا اور گھر کے کام میں مشغول رہتا ہے۔ اور وہ دونوں میاں بیوی بیوقوف بتلاتے ہیں اور بچہ کہتے ہیں، حالانکہ اس کی مونچھیں نکلی شروع ہو گئی ہیں، اور اس کی عمر بلوغت کو پہنچ چکی ہے۔ کیا اپنے آرام کی خاطر اس کا گھر میں بے روک ٹوک آنا جانا درست ہے؟ اور دلہن صاحبہ کی خدمت ایسے آدمی سے لینا درست ہے؟

اس کو دو تین سال میں دلہن صاحبہ نے کام بھی گھر کا بہت محنت سے سکھایا ہے، مگر بد قسمتی سے اب وہ جوان ہو گیا ہے، اب بیگم صاحبہ اس کو علیحدہ کرنا نہیں چاہتی ہیں، کیوں کہ آرام میں فرق پڑتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نامحرم سے پردہ کرنا ضروری ہے (۱) اور جب وہ ملازم ہے، گھر کا کام بھی کرتا ہے تو بسا اوقات اس سے خلوت اور تنہائی کی بھی نوبت آتی ہوگی، عورت کو نامحرم کے ساتھ خلوت اور تنہائی کرنا حرام ہے (۲)، لہذا اس

= (و كذا في الهداية: ۴/۲۶۱، كتاب الكراهية، فصل في النظر، شركة علميه ملتان)

(۱) قال الله تعالى: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ (النور: ۱۸)

”عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ألا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب، إلا أن يكون ناكحاً أو ذامحرم“. رواه مسلم“. (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۶۸،

كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول)

(۲) ”عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال صلى الله عليه وسلم: ”لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما

الشیطن“. (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل

الثاني، قديمی) =

ملازم کو علیحدہ کر کے کسی عورت یا نابالغ یا کسی محرم کو ملازم رکھا جائے، ورنہ اس سے باقاعدہ پردہ کرنا چاہئے، اس کے سامنے چہرہ کھول کر بے پردہ آنا اور اس کو مکان میں بے پردہ بلانا جائز نہیں۔ اپنے آرام کی خاطر شریعت کے خلاف کرنا اور خدا اور رسول کے احکام نہ ماننا سخت گناہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۵۹ھ۔

سالی سے پردہ

سوال [۹۲۲۶]: سالی سے پردہ کرنا چاہئے یا نہیں اور کچھ حد مقرر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جی ہاں! پردہ کرنا چاہئے، وہ اجنبیہ ہے (۲)، اس کی بہن کو طلاق دینے اور عدت گزرنے پر، یا اس کے

= وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: "الخلوة بالأجنبية حرام إلا لملازمة المديونة هربت ودخلت". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "الخلوة بالأجنبية مكروهة، وإن كانت معها أخرى كراهة تحريم ويظهر لي أن مرادهم بالمرأة الثقة أن تكون عجوزاً لا يجامع مثلها مع كونها قادرة على الدفع وعن المطلقة، فليتأمل". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۸/۶، سعید)

(و كذا في الهداية: ۴۴۲/۴، كتاب الكراهية، فصل في الوطى والنظر واللمس، شركة علميه ملتان)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن يعص الله ورسوله، ويتعد حدوده، يدخله ناراً خالداً فيها﴾. (سورة النساء: ۴)

وقال الله عز وجل: ﴿تلك حدود الله، ومن يتعد حدود الله، فقد ظلم نفسه﴾ (سورة

الطلاق: ۲۸)

(۲) "عن عقبه بن عامر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ياكم

والدخول على النساء": أى غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه التكشف. فقال رجل: يا

رسول الله! أرايت الحموم؟ وهم أقارب الزوج غير آبائه وأبنائه. قال القاضي: الحموم قريب

الزوج كابنه وأخيه. قال: "الحموم الموت" الخ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب النظر

إلى المخطوبة و بيان العورات، الفصل الأول: ۲۷۸/۶، رشيديه) =

انتقال پر اس سے نکاح درست ہے (۱)، اس سے خلوت بھی منع ہے (۲)، ہنسی مذاق اور بے پردہ سامنے آنا بھی منع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

دوست کی بیوی کا پردہ

سوال [۹۲۲۷]: شرع میں پردہ کس سے جائز ہے؟

۲..... زید و عمر دو دوست ہیں، نیک سیرت، پابند نماز، روزہ ہیں۔ کیا وہ اپنی بیویوں کو ایک دوسرے

کے سامنے کر سکتے ہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

۱..... جس سے نکاح جائز ہے اس سے پردہ لازم ہے (۳)۔

۲..... نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۶۷ھ۔

= (و كذا في فيض القدير، (رقم الحديث: ۲۹۱۸) : ۲۳۵۲/۵، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

”الخلوة بالأجنبية حرام“۔ (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس:

۳۶۸/۶، سعید)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورة النساء: ۲۴)

”أى ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لك حلال“۔ (تفسير ابن كثير: ۴۷۴/۱، سهيل

اكيدمي لاهور)

(و كذا في التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

(و كذا في التفسير المظهرى: ۶۶/۲، حافظ كتب خانہ كوئٹہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقراية: ۳/۱۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (راجع إلى الحاشية الأولى)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورة النساء: ۲۴) =

نامحرم معمر عورت سے پردہ

سوال [۹۲۲۸]: معمر عورت بے پردہ رہتی ہو، اس کے یہاں جانا جائز ہے یا نہیں، جبکہ کسی قسم کے

فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں بے پردہ ملنا جائز نہیں، خواہ وہ معمر ہی کیوں نہ ہو، اس کے چہرے کی

طرف بھی نہ دیکھا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیٹھ اور دیور کے پردہ میں فرق

سوال [۹۲۲۹]: عورتوں کے لئے پردہ کے لحاظ سے جیٹھ اور دیور میں کچھ فرق تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کچھ فرق نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۱/۵۹ھ۔

= ”سوی ما قد بینت لکم تحریمہ“۔ (تفسیر ابن عباس، (سورۃ النساء: ۲۴)، ص: ۸۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

”وأما المرأة الحرة التي لا نکاح بینہ وبينها ولا حرمة ممن يحل له نکاحها، فليس ينبغي أن ينظر إلى شيء منها“۔ (المبسوط للإمام محمد رحمه الله: ۵۶/۳، کتاب الاستحسان، إدارة القرآن کراچی)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ”(الخلوة بالأحنية حرام)“۔ (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلوا برجل، شاباً أو شيخاً، اه“۔ (رد المحتار: ۳۶۸/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۲) ”عن عقیة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یاکم والدخول علی النساء“۔ فقال رجل: یا رسول اللہ! رأیت الحموی؟ قال: ”الحموی الموت“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، =

بازار میں چندہ کے لئے جانا جہاں بے پردہ عورتیں ہوں

سوال [۹۲۳۰]: امام مسجد کا ایک ادارہ کا چندہ وصول کرنا ایسی صورت میں جبکہ شہروں میں عام طور سے عورتیں عریاں نظر آتی ہیں، نیز شہری ماحول میں امام صاحب کو بسا اوقات رہنا پڑتا ہے، کیونکہ پورے مہینہ دوکانوں میں لگے ہوئے بکسوں کے ذریعہ چندہ حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح امام صاحب کا بسا اوقات بازار ہی میں گذر ہوتا ہے، شہر کے بازار، محلے، گلیوں میں پھرتے رہنا، زہد و تقویٰ کا مجروح ہونا یقینی ہے۔ کیا امام صاحب کا فعل مناسب یا روا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے شہروں اور بازاروں میں ضرورت سے جانا جائز ہے، محض تفریح یا برہنہ عورتوں کو دیکھنے کے لئے جانا جائز نہیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۸۸ھ۔

= کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قدیمی

”قال النووي رحمه الله: والمراد بالحموهنا أقارب الزوج غير آبائه.“ (مرقاة المفاتيح، كتاب

النكاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲۷۸/۶، رشیدیہ)

(۱) بازار میں جاتے وقت نظر کی حفاظت بہت ضروری ہے، بد نظری پر شدید وعیدیں آئی ہیں:

”عن الحسن مرسلًا قال: بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”لعن الله الناظر

والمنظور إليه“. رواه البيهقي في شعب الإيمان“. (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۷۰، باب النظر إلى

المخطوبة، الفصل الثالث، قدیمی)

”وفيما إذا كان الناظر إلى المرأة الأجنبية هو الرجل، قال: فليجتنب بجهدہ، وهو دليل

الحرمة“. (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۲۷/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر

إليه، رشیدیہ)

اگر اچانک بلا قصد نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے، مگر پھر دوسری بار قصد اجنبیہ کو دیکھنا جائز نہیں:

”عن بريدة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعلي رضي الله

عنه: ”يا علي! لا تتبع النظرة النظرة، فإن لك الأولى، وليست لك الآخرة“. رواه أحمد والترمذي“.

جوان بیٹی باپ، بہن بھائی کا ایک بستر پر سونا

سوال [۹۲۳۱]: جوان بیٹی کا باپ کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر یا بستر پر ایک ساتھ لیٹنا، سونا از روئے شرع کیا حکم ہے، اسی طرح جوان بھائی بہن کا اور اسی طرح جوان بیٹے اور باپ کا ہمراہ لیٹنا اور سونا از روئے شرع کیسا ہے؟ خلاف شرع ہونے کی صورت میں عتاب الہی کی کیا صورت و اقسام ہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا:

ہرگز اجازت نہیں، یہ سب الگ الگ سویا کریں، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ: ”جب بچے سیانے ہو جائیں، ان کے بستر الگ الگ کر دو“ (۱)۔ حدیث پاک کے خلاف کرنے کا نتیجہ یہاں بھی برا ہے اور آخرت میں بھی برا ہے، کوئی عارضی وجہ ہو مثلاً کوئی اتنا بیمار ہے کہ بغیر ماں، بہن، بیٹی کے وہ چین سے لیٹ نہیں سکتا اور خدمت کے لئے ان کی ضرورت ہے تو اس مجبوری کا حکم دوسرا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) ”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَفَرَّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ“. رواه أبو داود“.

(مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۸، کتاب الصلاة، الفصل الثانی، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”أمر من التفريق ”بينهم“: أى بين البنين والبنات علی ما هو الظاهر وقال ابن حجر: بهذا الحديث أخذ أئمتنا فقالوا: يجب أن يفرق بين الإخوة والأخوات، فلا يجوز حينئذ تمكين ابنين من الاجتماع فى مضجع واحد والفرق بينهم فى المضجع فى الطفولية تأديباً ومحافظةً لأمر الله تعالى“. (مرقاۃ المفاتیح: ۲/۲۷۶، کتاب الصلاة، رقم

الحديث: ۵۷۲)، رشیدیہ

(۲) ”الضرورات تبيح المحظورات“۔ (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال، رقم القاعدة:

(۵۶۸): ۱/۲۵۱، إدارة القرآن کراچی)

بہو کا ساس کے بدن کو دبانا اور مالش کرنا

سوال [۹۲۳۲]: ایک عورت جو کہ گھر کے زیادہ کام کرنے کی وجہ سے، یا کمزوری کی بناء پر اس کے پورے بدن میں درد ہوتا رہتا ہے، اور اس عورت کی بہو اور بالغ اور نابالغ لڑکے بھی موجود ہیں۔ اس حال میں کیا اس عورت کے بالغ لڑکے اپنی والدہ کی پیٹھ اور کمر پر، اسی طرح اس کی ران اور ساق پر روغن وغیرہ کی مالش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

بہو کا اس خدمت کو انجام دینا اہون ہے:

”ينظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرته إلى ماتحت ركبتيه، ومن محرمه إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد أمن شهوته، لا إلى الظهر والبطن والفخذ. وما حل نظره، حل لمسه، اه.“ در مختار (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

بھاوج کے ساتھ رہنا اور بھتیجیوں سے خدمت لینا

سوال [۹۲۳۳]: زید کا انتقال ہو جاتا ہے، بوقت انتقال ان کی بیوی اور چچا زاد بھائی بکر زندہ ہیں،

(۱) (تنوير الأَبصار مع الدر المختار: ۳۶۴/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۸/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر

إليه، رشديه)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۰۷، كتاب الحظر والإباحة، باب

فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب وما لا يكره، رشديه)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۵۳۸/۲، كتاب الكراهية، فصل في بيان أحكام النظر، دار إحياء التراث

العربي بيروت)

زید اور بکر دونوں لاؤلد ہیں۔ بکر نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، بکر اپنی دیکھ بھال کرنے کے اہل بیس سال سے نہیں تھے، چنانچہ زید نے ان کو لا کر اپنے پاس رکھا اور زید اور ان کے بیوی نے ان کی ساری خدمت کی اور سب خرچ اٹھایا۔

بکر کے پاس ۲۵، ۳۰ / بیگہ زمین تھی جس پر زید نے کاشت کی اور اس کی آمدنی اور نیز اس سے زیادہ اپنے پاس سے بکر پر خرچ کیا، بکر نے بہت خوشی اور مطمئن زندگی چچا زاد بھائی اور بھابھی کے پاس گزار دی۔ اچانک زید کا انتقال ہو گیا۔ بکر جو نہ اکیلے رہ سکتے ہیں، عمر اور عقل کی کمی کی وجہ سے انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھابھی کی زیر نگرانی رہیں گے اور کسی قیمت پر کہیں اور جانے کے لئے تیار نہیں ہیں، چنانچہ وہ اسی طرح رہ رہے ہیں۔

زید کی جائیداد میں سے ۳/۴ حصہ بکر کے نام منتقل کر دیا گیا ہے، اسی طرح روپیہ میں سے بھی ان کا حصہ ان کے نام جمع کر دیا گیا ہے، یہ سب زید کی بیوہ نے بخوشی اپنے بھائی کے مشورہ پر کیا۔ اور وہ بھائی جو بہت ایماندار اور متمول ہے، ان دونوں کی جائیداد کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔

۱..... کیا بکر کی چوتھی یا پانچویں پشت کے بھتیجا کا شرعی حق ہے کہ وہ بکر کو اپنی زیر نگرانی رکھیں اور ان کی جائیداد کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لیں؟

۲..... پسر نمبر ۱۴ بہت ہی معمولی حیثیت رکھتے ہیں اور پچھلے بیس سال میں زید یا بکر کے تعلقات خوشگوار رہے، زید کی بیوہ ان کے رشتہ دار یا بکر کے اور زیادہ دور کے رشتہ دار جن کا رشتہ آٹھویں یا نویں پشت سے ملتا ہے اور جو ایماندار اور متمول ہیں، شرعاً ان کے لئے کیا حکم ہے؟

سید غلام مرتضیٰ، نمبر: ۲۸۔

ساؤتھر روڈ، الہ آباد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... بکر اپنی اور اپنی جائیداد کی نگرانی خود نہیں کر سکتے، جس کی نگرانی ان کے اور ان کی جائیداد کے حق

میں مفید ہو اس کو نگران تجویز کیا جائے۔ اگر وہ موجودہ بھوج کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور ان کو ہر طرح کا اطمینان ہے تو رہ سکتے ہیں، لیکن چونکہ بھوج شرعاً محرم نہیں، اس لئے ان کے ساتھ تنہائی میں نہ رہیں بے پردہ نہ رہیں (۱)، یا پھر بھوج سے شرعی طریقے پر نکاح کر لیں۔

چوتھی پانچویں پشت کا کوئی بھتیجا خدمت کرنا چاہے تو اس کی سعادت ہے، اس کو خدمت سے منع نہ کیا جاوے، خاص کر جبکہ اس کو جائیداد وغیرہ کا کوئی خیال بھی نہ ہو، بلکہ اخلاص سے خدمت کرے۔

۲..... جائیداد کی نگرانی کے لئے تو رشتہ داری پر خیر خواہی مقدم ہے، خدمت کا ہر ایک کو حق ہے، کوئی خطرہ نہ ہو تو خدمت کا موقع دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۲/۹۵ھ۔

کافرہ عورت کو بیوی کی طرح رکھنا

سوال [۹۲۳۲]: ایک مسلمان جوان عاقل بالغ اپنی زوجہ منکوحہ کو آٹھ نو سال سے اپنے ساتھ نہیں رکھتا اور ایک کافرہ عورت جوان ساتھ رکھتا ہے، اس عورت کے متعلق دریافت کرنے سے وہ کہتا ہے کہ نوکر ہے، مگر ظاہری معاملات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بی بی ہے۔ علاوہ ازیں وہ سرکاری نوکری کرتا ہے اور جہاں قیام کرتا ہے۔

اس عورت کو بھی ساتھ رکھتا ہے۔ اور اس وقت وہاں اس کا کوئی خویش واقارب نہیں رہتا، بلکہ وہ شخص اور وہ عورت ایک ساتھ رہتے ہیں۔ اور اس شخص کے کھانے پینے غرض ہر کام وہ ہی عورت کرتی ہے۔ اب براہ خدا فرمائیے:

الف: اس طور پر ایسی بیگانی عورت بطور خادم رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ب: اس شخص پر زنا کا شبہ لاحق ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) ”عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ایاکم والدخول علی النساء“. فقال رجل: یا رسول اللہ! رأیت الحموی؟ قال: ”الحموی الموت“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قدیمی)

ج: جو عالم یا قاضی این ہمہ دیدہ دانستہ جانبداری کرے تو اس پر شرعاً کیا گناہ ہے؟

د: ایسے لوگوں کی ہم نشینی اور اکل و شرب جائز ہے یا نہیں؟

ہ: اگر یہ ہر ایک کا فتویٰ ہو جائے تو ہر ایک کے لئے کیا حد جاری ہوگی؟ بینوا بالثفصیل وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

الف: اجنبیہ عورت کو نوکر رکھنا شرعاً درست ہے (۱)، لیکن اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے (۲)۔

ب: بلا دلیل شرعی کسی کو زانی کہنا حرام ہے، خواہ اس کے کتنے ہی وسیع تعلقات ہوں (۳)، لیکن اس

(۱) اجنبیہ کو بطور نوکر رکھنا جائز تو ہے، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اجنبیہ عورت کو نوکرانی کے طور پر نہ رکھا جائے، لیکن اگر کبھی اس کی نوبت آئے تو درج ذیل شرائط کی پابندی لازمی ہے تاکہ فتنہ سے بچا جائے:

۱- خاتون ملازمہ کو پابند کیا جائے کہ وہ ایسا لباس پہن کر آئے جس سے سر تا پاؤں پورا جسم چھپا ہوا ہو۔

۲- مردوں کے سامنے حتی الامکان نظریں نیچی رکھیں اور مرد بھی ضروری بات کرتے وقت نظریں نیچے رکھیں۔

۳- تنہائی اور خلوت سے بالکل اجتناب کیا جائے۔

۴- مواقع تہمت اور ایسے اسباب سے بالکل اجتناب کیا جائے۔

”ویکره له أن يستأجر امرأة حرة أو أمة يستخدمها ويخلو بها، لقوله صلى الله تعالى عليه

وسلم: ”لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل، فإن ثالثهما الشيطان“. ولأنه لا يأمن من الفتنة على نفسه

أو عليها إذا خلا بها، ولكن هذا النهي لمعنى فى غير العقد، فلا يمنع صحة الإجارة ووجوب الأجر إذا

عمل كالنهي عن البيع وقت النداء“. (المبسوط للسرخسى، كتاب الإجازات، باب إجارة الرقيق فى

الخدمة وغيرها، الجز السادس عشر: ۵۹/۸، مكتبه غفاريه كوئته)

(و كذا فى بدائع الصنائع ۵۰/۵، كتاب الإجارة، فصل فى شرائط الركن، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) مرتفصیلہ تحت عنوان ”نامحرم ملازم سے پردہ“)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولا تنازروا بالألقاب﴾ قال الإمام الجصاص رحمه الله تعالى: ”وهذا يدل على أن

اللقب المكروه هو ما يكرهه صاحبه ويفيد ذماً للموصوف به؛ لأنه بمنزلة السباب والشتيمة“. (أحكام

القرآن للجصاص: ۳/۶۰۳، (سورة الحجرات: ۲۶)، قديمي)

”وبيان ذلك أن جميع ما مر من ألفاظ القذف والشتم الموجبة للتعزير منهي عنها شرعاً

..... قال تعالى: ﴿ولا تنازروا بالألقاب﴾ فكان فيها حق الله تعالى وحق العبد، وغلب حق العبد =

کو بھی لازم ہے کہ ایسے تعلقات نہ رکھے جس سے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ہو، ایسے تعلقات رکھنا بھی شرعاً ممنوع ہے (۱)۔

ج: عالم یا قاضی نے کیا جانبداری کی ہے، اگر یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو زانی مت کہو تو یہ صحیح کہا ہے، کیونکہ جب تک چار عینی گواہ عادل یہ شہادت نہ دیں کہ ہم نے اپنی آنکھ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس وقت تک کسی کو زانی کہنا جائز نہیں (۲)۔ اگر کوئی اور جانبداری کی ہے تو اس کو تحریر کیجئے۔

= لحاجتہ“۔ (ردالمحتار: ۴/۷۴، کتاب الحدود، مطلب فی الجرح المجرد، سعید)

(۱) ”لقوله عليه الصلاة والسلام: ”اتقوا مواضع التهم“۔ هو معنى قول عمر: ”من سلك مسالك التهم اتهم“ رواه الخرائطي في ”مكارم الأخلاق“ عن عمر رضى الله تعالى عنه موقوفاً بلفظ: ”من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومن من أساء الظن به“۔ (الموضوعات الكبرى، حرف الهمزة، رقم الحديث: ۱۵۱)، ص: ۴۹، قديمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لولا جاؤا عليه بأربعة شهداء، فإذ لم يأتوا بالشهداء، فأولئك عند الله هم الكاذبون﴾ (سورة النور: ۱۳)

قال الجصاص رحمه الله تعالى: ”قد أبانت هذه الآية عن معنيين: أحدهما: أن الحد واجب على القاذف ما لم يأت بأربعة شهداء. والثاني: أنه لا يقبل في إثبات الزنا أقل من أربعة شهداء“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۴۴۹، قديمی)

”فاشترط في الشهادة على الزنا الشروط الآتية: أولاً: أن يكون الشهود أربعة بخلاف الشهادة على سائر الحقوق، قال الله تعالى: ﴿واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم، فإن شهدوا فأمسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلاً﴾ ولقوله تعالى: ﴿والذين يرمون المحصنات، ثم لم يأتوا بأربعة شهداء﴾ فإن كانوا أقل من أربعة، لم تقبل“۔ (فقه السنة: ۳/۷۴۳، كتاب الحدود، وحد الزنا، دارالكتب پشاور)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: ”ويثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد، فلو جاءوا متفرقين، حُدوا“۔ (الدرالمختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله: ويثبت): أي الزنا عند القاضي“۔ (ردالمحتار: ۷/۷۴، كتاب الحدود، مطلب الزنا شرعاً لا يختص، سعید)

(و كذا في الفتاوى السراجية، ص: ۶۰، كتاب الحدود، باب الإقرار، سعید) =

و: ایسے شخص کو مسئلہ کی شرعی حیثیت اولاً نرمی سے سمجھادی جائے کہ اجنبیہ کے ساتھ ایسے تعلقات کا رکھنا اور خلوت کرنا شرعاً ممنوع ہے (۱) اور لوگوں کو تہمت لگانے اور بدگمانی کا موقع ملتا ہے، لہذا اس سے پرہیز چاہیے (۲)۔ اس کے بعد بھی اگر وہ نہ مانے بلکہ اس اجنبیہ سے خلوت کرے تو پھر اس سے ترک تعلق کر دیا جائے تاکہ وہ تنگ آ کر توبہ کرے اور اپنی حالت شریعت کے مطابق بنائے (۳)۔

ہ: کیا فتویٰ ہو جائے اور کیا حد جاری کرنا چاہتے ہیں، اور کس سے کون سا فعل موجب حد سرزد ہوا اور یہاں حدود جاری کرنے کا شرعاً کس کو اختیار حاصل ہے، تفصیل سے لکھئے تاکہ غور کیا جاسکے۔

تنبیہ: کافرہ سے مسلم کا نکاح حرام ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ الآية (۴)۔

= (و کذا فی النہر الفائق: ۱۲۶/۳، کتاب الحدود، قدیمی)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورة النساء: ۲۴)

”أى ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لك حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۷۴، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۲۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراة: ۳/۱۱۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”لقولہ علیہ الصلاة والسلام: ”اتقوا مواضع التهم“۔ هو معنی قول عمر: ”من سلك مسالك التهم اتهم“ رواه الخرائطی فی ”مکارم الأخلاق“ عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوفاً بلفظ: ”من أقام نفسه مقام التهم، فلا یلومن من أساء الظن به“۔ (الموضوعات الكبرى، حرف الهمزة، رقم الحدیث: ۱۵۱)، ص: ۴۹، قدیمی)

(۳) ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمه أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرّة في دنياه، يجوز له مجانته وبعده“۔ (مرقاة المفاتيح: ۸/۷۵۹، کتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۴) (سورة البقرة: ۲۲۱) =

آٹھ نو سال سے زوجہ کو اپنے ساتھ نہ رکھنے کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اگر زوجہ نے اپنے حقوق کو معاف نہیں کیا اور شوہر کے اس طرز عمل سے خوش نہیں تو اس کو چاہئے کہ عدالتِ مسلم میں دعویٰ کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور اتنی مدت سے میرے حقوق ادا نہیں کرتا، میرے حقوق ادا کرائے جائیں، یا طلاق دلائی جائے۔ اس پر حاکم باقاعدہ واقعات کی تحقیق کر کے اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو، شوہر کو حاضر کرے اور کہے کہ یا تم اپنی زوجہ کو طلاق دیدو، یا اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اگر شوہر کوئی صورت اختیار کر لے بہتر ہے، ورنہ حاکم مسلم خود تفریق کر دے (۲)، اس کے بعد عدتِ طلاق تین حیض گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔



= ”حدثنا نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: أنه كان إذا سئل عن نكاح اليهودية والنصرانية قال: ”إن الله حرم المشركات على المسلمين. قال: فلا أعلم من الشرك شيئاً أكبر، أو قال: أعظم من أن تقول ربها عيسى أو عبد من عبید الله“. (أحكام القرآن للجصاص، باب نكاح المشركات: ۱/ ۴۵۵، قديمی)

(۱) ”وركنه (أى الطلاق) لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية“۔ (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/ ۲۳۰، سعید)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/ ۳۲۸، رشيدية)

(۲) ”زوجہ معتنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کر لے، لیکن اگر باوجود سچی بلوغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے“۔ (حیلہ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، دار الإشاعت، کراچی)

الفصل الثالث فی الخلوة والاختلاط بالأجنبية ومسّھا

(اجنبی عورتوں سے تنہائی اور میل جول اور مس کرنے کا بیان)

بعض غیر محارم اور عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا

سوال [۹۲۳۵]: عورت کا غیر محرم کے سامنے آنا کیسا ہے؟ خالو، پھوپھا، بہنوئی، دیور، جیٹھ وغیرہ کا

حکم محرم کا ہے یا غیر محرم کا؟ غیر محرم کے سامنے آنے کی حکم شرع توڑنے پر عتاب خداوندی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ سب نامحرم ہیں (۱)، ان کے سامنے بے پردہ آنا، ان سے بے تکلف ہنسی مذاق کرنا سخت فتنہ کا

موجب ہے، حدیث شریف میں دیور کو موت قرار دیا ہے، غیر آدمی کو اتنی جرأت نہیں ہوتی جتنی ان لوگوں کو ہوتی

ہے، ان سے پردہ لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (الاية) (سورة النساء: ۲۴)

(۲) ”عن عقبه بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ایاکم والدخول

على النساء“. فقال رجل: يا رسول الله! أرايت الحموم؟ قال: ”الحموم الموت“. متفق عليه“. (مشکوٰۃ

المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول، ص: ۲۶۸، قديمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”قال النووی رحمہ اللہ: والمراد بالحموم هنا

أقارب الزوج غیر آبائہ؛ لأن الخوف من الأقارب أكثر والفتنة منهم أوقع، لتمکنهم من الوصول إليها

والخلوة بها من غیر نکیر علیہم“. (مرقاۃ المفاتیح: ۶/۲۷۸، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة

وبیان العورات، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۳۱۰۲)، رشیدیہ)

نامحرم کے ساتھ تنہائی اگرچہ وہ متدین ہو

سوال [۹۲۳۶]: اگر زید اپنی زوجہ اور لڑکے اور لڑکی کو خالد کی سرپرستی میں دیدے تو کیا ایسی صورت

میں وہ قابل لعن و طعن ہوگا یا لائق مبارکباد؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر خالد سرپرستی کا اہل ہے، تربیت سے واقف ہے، متدین ہے تو کوئی لعن و طعن نہیں، حق تعالیٰ فتنہ

سے بچائے (۱)۔ لڑکی کا نامحرم کے ساتھ رہنا، یا بے پردہ اس کے پاس جانا، تنہائی کرنا جائز نہیں اگرچہ وہ متدین

ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۵ھ۔

(۱) بالغ لڑکی کو نامحرم مرد کے حوالے کرنا شرعاً جائز نہیں اگرچہ مرد دین دار ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ اس میں فتنے کا سخت خطرہ ہے،

کما سنائی تحت الحاشیة الآتیة.

(۲) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”لا تلجوا علی المغیبات،

فإن الشیطن یجری من أحدکم مجری الدم“. الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر

إلی المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

”إن الشیطن“: ای کیدہ ووسواسہ ”یجری“: ای یسری ”من الإنسان“: ای فیہ، وقیل: عُدی

”یجری“ بـ ”من“ علی تضمین معنی التمكن: ای یتمكن الإنسان فی جریانہ ”مجری الدم“: ای فی

جميع عروقه شبہ سریان کیدہ و جریان و ساوسہ فی الإنسان بجریان دمہ فی عروقه و جميع

أعضائه، فهو کنایة عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمکناً تاماً و تصرفہ فیہ تصرفاً كاملاً بواسطه

نفسه الأماره بالسوء الناشئ قواها من الدم وقیل: إرادة الحقیقة، فإن الشیاطین أجسام لطیفة

قادرة بأقدار اللہ تعالیٰ علی کمال التصرف ابتلاءً للبشر“. (مرقاۃ المفاتیح: ۲/۲۴۵، ۲۴۶، کتاب

الإیمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشیدیہ)

”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا لا یتبین

رجل عند امرأه ثیب إلا أن یتبین ناکحاً أو ذا محرم“. رواه مسلم“. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۲۸،

کتاب النکاح، باب بیان العورات، قدیمی) =

نامحرم کے ساتھ تنہائی

سوال [۹۲۳۷]: خلاصہ سوال یہ ہے کہ مہر علی اور محمد رضا دونوں دوست ہیں، محمد رضا نے مہر علی سے کہا کہ میرے لئے بازار سے بیل لانا۔ وہ لینے کے لئے گئے، مگر ملا نہیں، یہ کہنے کے لئے شام کو مہر علی محمد رضا کے گھر گئے، جب کہ اس کے بیوی بچے موجود تھے، گھر میں جا کر مہر علی صحن میں بیٹھ گئے۔ وہ یہ بتلانے گئے تھے کہ بیل ملا نہیں، مگر مہر علی کی زوجہ جو بدکلام اور لڑاکو ہے، اس نے یہ کیا کہ اپنے گھر سے فوراً اس مکان پر آئی اور دروازہ بند کر دیا اور خود اپنے شوہر مہر علی کو بدنام کیا اور ان کو ذلیل کیا کہ محمد رضا کی بیوی سے اس کا ناجائز تعلق ہے۔ اس صورت میں اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

در اصل مہر علی کے پاس بہت سے جانور ہیں جن کی دیکھ بھال نہیں ہوتی، اس لئے یہ شکایت مہر علی کی زوجہ کو ہے کہ ہم سے یہ جانور نہیں پلتے ہیں۔ بہر حال اس واقعہ کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب. حامداً ومصلياً:

مرد کو نامحرم عورت کے پاس اس طرح شام کے وقت مکان میں جا کر بیٹھنا مناسب نہیں، اس سے احتیاط کی جائے (۱)۔ بیل خریدنے کے متعلق بات کرنے کے لئے بلکہ بتانے کے لئے کہ ”خریدا ہے یا نہیں“

= ”عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”لا یخلون رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطن“. رواہ الترمذی. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانی)

وقال الحصکفی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ: ”الخلوة بالأجنبية حرام“. (الدر المختار). وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شيخاً.“ (ردالمحتار، کتاب الصلوة: ۳۶۸/۱، سعید)

(۱) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”لا تلجوا علی المغیبات، فإن الشیطن یجرى من أحدکم مجرى الدم“. الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

”إن الشیطن“: أى کیده ووسواسه ”یجرى“: أى یرى ”من الإنسان“: أى فیہ، وقیل: ”عُدی ”یجرى“ بـ ”من“ علی تضمین معنی التمكن: أى یتمكن الإنسان فی جریانه ”مجرى الدم“: أى فی =

مکان کے اندر جانے کی بالکل ضرورت نہیں تھی، دروازہ پر کھڑے ہو کر بتا کر چلے جاتے۔ عورت کا باہر سے دروازہ بند کر کے شوہر کو بدنام اور ذلیل کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے، اگر اس کو اپنے شوہر کے گھریلو معاملات کے متعلق کوئی شکایت تھی اس کی وجہ سے زنجیر لگا کر بدنام کرنا نہایت کمینہ پن ہے، اس کو لازم ہے کہ شوہر سے معافی مانگے۔ اور اپنی غلطی اور حماقت کا اقرار کر کے آئندہ ہمیشہ کے لئے ایسی حرکت سے اجتناب کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بوڑھے آدمی کے ساتھ خلوت

سوال [۹۲۳۸]: کسی ساٹھ یا اسی سالہ بوڑھے کو کسی غیر محرم یا کنواری عورت کے ساتھ تنہائی میں

= جميع عروقه شبه سريان كيدہ و جريان وساوسه في الإنسان بجريان دمہ في عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكناً تاماً وتصرفه فيه تصرفاً كاملاً بواسطة نفسه الأمارة بالسوء الناشئ قواها من الدم وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بأقدار الله تعالى على كمال التصرف ابتلاءً للبشر“. (مرقاة المفاتيح: ۲/۲۴۵، ۲۴۶، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيدية)

”عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ألا لا يتبين رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم“. رواه مسلم“. (مشكوة المصابيح، ص: ۲۲۸، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمي)

”عن عمر رضى الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان“. رواه الترمذى“. (مشكوة المصابيح، ص: ۲۶۹، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانى)

وقال الحصكفى رحمة الله تعالى عليه: ”الخلوة بالأجنبية حرام“. (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل، شاباً أو شيخاً“. (ردالمحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۸، سعيد)

باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

منع ہے: ”وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلوا برجل، شاباً أو شيخاً“.

شامی: ۵/۲۳۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

نامحرم کے ساتھ رکشائیں بیٹھنے کی سزا

سوال [۹۲۳۹]: میں ایک ساٹھ سال کی عورت ہوں اور ۶۵/سال کے ایک مرد کے ساتھ بازار

سے گھر تک رکشائیں بیٹھ گئی، جب میں گھر پہنچی تو میرے سماج نے مجھے اپنے سماج سے باہر کر دیا۔ تو آپ سے

یہی کہنا چاہتی ہوں کہ اگر میں اس کے ساتھ بیٹھ کر گئی تو کیا گناہ ہوا؟ اگر میں نے اس کے ساتھ کوئی گناہ بھی کیا

ہو، کیا سزا ہے یا کیا کفارہ ہے کہ اس کو میں ادا کر دوں اور سماج میں شامل ہو سکوں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نامحرم سے پردہ لازم ہے (۲)، اس طرح اس کے ساتھ رکشائیں بیٹھ کر آنا کہ بدن سے بدن لگے

(۱) (ردالمحتار: ۶/۳۶۸، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)

(۲) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”لا تلجوا علی المغیبات،

فإن الشیطن یجری من أحدکم مجری الدم“۔ الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر

إلی المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

”إن الشیطن: ای کیدہ ووسواسہ ”یجری“: ای یسری ”من الإنسان“: ای فیہ. وقیل: عُدی

”یجری“ بـ ”من“ علی تضمین معنی التمكن: ای یتمكن الإنسان فی جریانہ ”مجری الدم“: ای فی

جميع عروقه شبہ سریان کیدہ وجریان وساوسہ فی الإنسان بجریان دمہ فی عروقه وجميع

أعضائه، فهو کنایة عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمکناً تاماً وتصرفه فیہ تصرفاً كاملاً بواسطة

نفسه الأمارة بالسوء الناشئ قواها من الدم وقیل: إرادة الحقيقة، فإن الشیاطین أجسام لطيفة

قادرة بأقدار اللہ تعالیٰ علی کمال التصرف ابتلاءً للبشر“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۲/۲۳۵، ۲۳۶، کتاب

الإیمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشیدیہ) =

درست نہیں ہے (۱)۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی گناہ کیا ہو تو جیسا گناہ ہو ویسی ہی اس کی سزا ہوگی۔ اب موجودہ وقت میں شرعی سزا کے شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اصلی سزا نہیں دی جاسکتی۔ سماج سے الگ کر دینا ہی سزا ہے۔ توبہ استغفار کے بعد جب اطمینان ہو جائے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا اور پردہ کا اہتمام کیا جائے گا تو سماج میں شامل کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۰ھ۔

= "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ألا! لا یبیتن رجل عند امرأة ثیب إلا أن یکون ناکحاً أو ذا محرم". رواہ مسلم". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۲۸، کتاب النکاح، باب بیان العورات، قدیمی)

"عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا یخلون رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطن". رواہ الترمذی". (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

وقال الحصکفی رحمة اللہ تعالیٰ علیہ: "الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار). "وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلوا برجل، شاباً أو شیخاً". (رد المحتار، کتاب الصلوة: ۳۶۸/۱، سعید)

(۱) "حل لمسہ إذا أمن الشهوة علی نفسه إلا من أجنبية، فلا یحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ". (الدر المختار: ۳۶۷/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)
"قال رحمه الله: (یمس ما یحل له النظر إليه) یعنی یجوز أن یمس ما حل له النظر إليه من محارمه ومن الرجل، لا من الأجنبية". (البحر الرائق: ۳۵۶/۸، کتاب الکراهیة، فصل فی النظر للمس، رشیدیہ)

"ولا یحل له أن یمس وجهها ولا كفها وإن کان یامن الشهوة". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۲۹/۵، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إليه، رشیدیہ)
(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۴۰۷/۳، کتاب الحظر والإباحة، باب فیما یکره من النظر والمس للأقارب والأجانب وما لا یکره، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یاأیها الذین امنوا توبوا إلى اللہ توبةً نصوحاً، عسی ربکم أن یکفر عنکم سیئاتکم﴾ =

کاروبار میں نامحرم کو ہاتھ لگانا

سوال [۹۲۳۰]: ایک شخص جو کہ عورتوں کو چوڑی پہنانے کا کاروبار کرتا ہے، وہ سب عورتوں کو اپنی ماں بیٹی تسلیم کرتا ہے، غلط نظر نہیں ڈالتا ہے، دوسرا کاروبار اس کے لئے مشکل ہے۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟
الجواب حامدًا ومصلياً:

نامحرم کو ہاتھ لگانا درست نہیں (۱) اگرچہ کوئی نامناسب خیال دل میں نہ آئے۔ اپنی بیوی، بہن وغیرہ کسی کے ذریعہ یہ کام انجام دیا جائے تو درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۵ھ۔

زیر تربیت لڑکی سے خدمت

سوال [۹۲۳۱]: ایک چھوٹی لڑکی ہے، اس کے رشتہ داروں میں سے سوائے پھوپھی کے کوئی موجود

= (الآیة) (سورة التحريم: ۲۸)

”ولا يجوز (أى الهجر) فوقها (أى فوق الأيام الثلاثة) إلا إذا كان الجهران فى حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك وأجمع العلماء على أن من خاف مكالمه أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة فى دنياه، يجوز له مجانبته وبعده“۔ (مرقاة المفاتيح: ۷۹/۸، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشيدية)

(۱) ”حل لمسہ إذا أمن الشهوة على نفسه إلا من أجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ“۔ (الدر المختار: ۳۶۷/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس، سعيد)
”قال رحمه الله: (يمس ما يحل له النظر إليه) يعنى يجوز أن يمس ما حل له النظر إليه من محارمه ومن الرجل، لا من الأجنبية“۔ (البحر الرائق: ۳۵۶/۸، كتاب الكراهية، فصل فى النظر للمس، رشيدية)

”ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفها وإن كان يأمن الشهوة“۔ (الفتاوى العالمكيرية:

۳۲۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيدية)

(وكذا فى فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۰۷/۳، كتاب الحظر والإباحة، باب

فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب وما لا يكره، رشيدية)

نہیں ہے، اب اس کی پرورش میں وہ بچی دے دی گئی۔ تو کیا کسی صورت میں اس مربیہ کو اس لڑکی سے حکم شرعی خدمت لینے کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مربیہ بچی کی تعلم و تربیت کے لئے خدمت بھی لی جاسکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۹۵ھ۔

مردوں کا نامحرم عورتوں کو چوڑی پہنانا

سوال [۹۲۲۲]: چوڑیاں پہنانے والے، پردہ نشین عورتوں یا غیر پردہ نشین عورتوں کو چوڑیاں

پہناتے ہیں۔ مردوں کا چوڑیاں پہنانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

منع ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود۔

نامحرم کو چوڑیاں پہنانا

سوال [۹۲۲۳]: ایک مسلمان آدمی جو چوڑیوں کا کام کرتا ہے، یعنی چوڑی پہنانے کا پیشہ ہے، نیز

ذریعہ معاش بھی یہی ہے، اور وہ شخص مختلف گاؤں میں جا کر چوڑیاں پہناتا ہے اور فروخت بھی کرتا ہے اور غیر

محرم عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر چوڑیاں پہناتا ہے۔ تو اس کا پہنانا کیسا ہے اور شریعت اس کے بارے میں کیا فیصلہ کرتی

ہے؟ لہذا جواب مطلوب ہے۔

(۱) خدمت چونکہ تربیت کا حصہ ہے، لہذا مربیہ بچی سے خدمت لے سکتی ہے:

زرروی أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: عندى يتيم فمم أضربه؟ قال:

”مما تضرب به ولدك“ یعنی لا بأس أن تضربه للتأديب ضرباً غير مبرح مثل ما يضرب الوالد ولده“.

(تنبيه الغافلين، باب الإحسان إلى اليتيم، ص: ۱۹۲، رشیدیہ)

(۲) (راجع، ص: ۲۲۵، رقم الحاشية: ۱)

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۸۹ھ۔

چوڑی پہنانے کا پیشہ

سوال [۹۲۴۴]: بہت سے مرد چوڑیاں پہنانے کا کام کرتے ہیں، یہ کمائی حلال ہے یا حرام،

جائز ہے یا ناجائز؟

۲..... بہت سی عورتیں بے پردہ ہو کر باہر دیہات میں چوڑیاں پہناتی ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

علاوہ ازیں ایک عورت جس کا خاوند مر گیا ہو اور لڑکے اس کے جوان باروزگار ہوں اور پھر بھی وہ عورت چوڑیاں بے پردگی سے پہناوے تو اس کی ذمہ داری کس کے ذمہ ہے، بالفرض اگر وہ لڑکے اس کو نان و نفقہ نہ دیں تو کیا حکم ہے اور اگر اس کو کھانا کپڑا وغیرہ دیں اور بے پردگی سے منع کریں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... چوڑیوں کی قیمت حلال ہے۔ نامحرم کے ہاتھ وغیرہ کو مس کرنا ناجائز ہے (۲)۔

(۱) ”وما حل نظره، حل لمسہ إلا من أجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن الشهوة“.

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۶۷/۶، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس: ۳۵۵/۸، رشیدیہ)

(وكذا في تبیین الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس: ۴۳/۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

”کسی اجنبی کو ہاتھ پکڑانا، یا کوئی بھی عضو مس کرنے کی قدرت دینا عورت کے لئے بلا ضرورت شدیدہ حرام ہے،

اور چوڑیاں پہننا ضرورت میں داخل نہیں“۔ (أحسن الفتاوی، كتاب الحظر والإباحة، پردہ و دیگر متعلقہ مسائل:

۳۱/۸، سعید)

(۲) ”حل لمسہ إذا أمن الشهوة علی نفسه إلا من أجنبية، فلا يحل مس وجهها وكفها وإن أمن

الشهوة؛ لأنه أغلظ“۔ (الدر المختار: ۳۶۷/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعید)

”قال رحمه الله: (يمس ما يحل له النظر إليه) یعنی يجوز أن يمس ما حل له النظر إليه من محارمه

ومن الرجل لا من الأجنبية“۔ (البحر الرائق: ۳۵۶/۸، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشیدیہ) =

۲..... یہ تجارت اور اجرت جائز ہے، چاہے لڑکے نان نفقہ دیں، چاہے نہ دیں (۱)۔ بے پردگی منع ہے (۲)

= ”ولا يحل له أن يمس وجهها ولا كفها وإن كان يأمن الشهوة“ (الفتاوى

العالمكيرية: ۵/۳۲۹، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه، رشيدية)

(و كذا فى فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۳۰۷ كتاب الحظر والإباحة، باب

فيما يكره من النظر والمس للأقارب والأجانب وما لا يكره، رشيدية)

(۱) ”فإن وقعت على عمل معلوم، فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل إذا كان العمل مما لا يصلح أوله إلا

بآخره. وإن كان يصلح أوله دون آخره، فتجب الأجرة بمقدار ما عمل“ (النتف فى الفتاوى، ص:

۳۳۸، كتاب الإجارة، سعيد)

(۲) پردہ کی شریعت میں بہت تاکید آئی ہے، اور بے پردگی پر بہت وعیدیں آئی ہیں:

”وعنه (ابن مسعود رضى الله تعالى عنه) عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”المرأة

عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان“ (رواه الترمذى). (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب

النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانى، ص: ۲۶۹، قديمى)

”وعن أم سلمة رضى الله تعالى عنها أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

وميمونة رضى الله تعالى عنها إذ أقبل ابن أم مكتوم، فدخل عليه، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم: ”احتجبا منه“. فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى

عليه وسلم: ”أفعميا وإن أنتما ألستما تبصرانه“ (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى

المخطوبة، الفصل الثانى، ص: ۲۶۹، قديمى)

وقال الله تعالى: ﴿يدين عليهن من جلابيهن﴾ قال أبو بكر: ”فى هذه الآية دلالة على أن

المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لتلاطم أهل

الريب فيهن. وفيها دلالة على أن الأمة ليس عليها ستر وجهها وشعرها؛ لأن قوله تعالى: ﴿ونساء

المؤمنين﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر“. (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۵۳۶، قديمى)

قال الحافظ ابن كثير: ”أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهم فى حاجة أن يغطين

وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويدين عيناً واحدة“ (تفسير ابن كثير: ۳/۶۸۴، سورة

الأحزاب: ۵۹)، مكتبة دار السلام، رياض)

جس کی ذمہ داری خود اس بے پردہ پر ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۱۳۷۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۳/ رجب/ ۱۳۷۷ھ۔

ضرورت پڑنے پر نامحرم عورتوں سے گفتگو

سوال [۹۲۴۵]: بیہتی کی ایک روایت ہے کہ جو نامحرم پر نظر ڈالے اور جو اپنے اوپر نامحرم کی نظر پڑنے کی خواہش اور تمنا کرے اس پر خدا کی لعنت ہے، (مذکورہ حدیث مولانا عاشق الہی بلند شہری نے ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں“ کے ص: ۶۶ پر اخذ کی ہے)۔ آج کے دور میں مندرجہ بالا حدیث پر عمل کرنا دشوار ہو رہا ہے، کیونکہ جدھر نظر ڈالیں عورتیں ہی عورتیں نظر آتی ہیں۔ دفاتروں میں بحیثیت آفیسر یا سکریٹری، اسپتال میں بحیثیت ڈاکٹریازس، دوکانوں میں بحیثیت مالک یا نوکر اور کالجوں میں بحیثیت پرنسپل یا استاد، اسی طرح دیگر شعبوں میں خواتین کسی نہ کسی عہدہ پر فائز ہیں اور کام کے کرنے میں انہی سے واسطہ پڑتا ہے اور ان سے مخاطب ہو کر بات کرنے پر ان پر نظر پڑتی ہے، اگر ان کی طرف مخاطب نہ ہوں تو کام نہیں ہوتا۔ ایسی مجبوری کی حالت میں ان کی طرف مخاطب ہونا درست ہوگا یا نہیں؟ اور دیکھنے والے پر گناہ عائد ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

نامحرم سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہ کی جائے، نگاہ بچا کر بھی بات کی جاسکتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”أن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”ألا! كلكم راع وكلم مسئول عن رعيتيه، الإمام راع ومسئول عن رعيتيه، والرجل راع في أهله وهو مسئول عن رعيتيه“۔ (صحيح البخارى: ۱/۱۲۲، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى، قديمي)
”وقال غيره: دخل في هذا العموم المنفرد الذي لا زوج له ولا خادم ولا ولد، فإنه يصدق عليه أنه راع على جوارحه، حتى يعمل المأمورات ويجتنب المنهيات فعلاً ونطقاً واعتقاداً، فجوارحه وقواه وحواسه رعيتيه“۔ (فتح البارى، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى: ۱۳/۱۲۲، قديمي)
(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم أو ليلة، فإذا =

سالی اور دیور کے ساتھ گفتگو

سوال [۹۲۴۶]: عمر اپنی بالغ سالی کے ساتھ بات کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور عمر کی بیوی کا دیور کے ساتھ بات کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عمر کا سالی سے بات کرنا وقتِ ضرورت پردہ کے ساتھ جائز ہے (۱)، لیکن بے پردہ ہو کر سالی کے سامنے آنا اور بے تکلفی سے ہنسی مذاق کرنا، تنہائی میں ملنا جائز نہیں۔ ایسا ہی حال عمر کی بیوی کا اپنے دیور کے ساتھ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= هو بأبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما فقال: "ما أخرجكما من بيوتكما هذه الساعة؟" قال: الجوع يا رسول الله! قال: "وأنا والذي نفسي بيده! لأخرجني الذي أخرجكما، قوموا". فقاموا معه، فأتى رجلاً من الأنصار، فإذا هو ليس في بيته، فلما رآته المرأة، قالت: مرحباً وأهلاً، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أين فلان؟" قالت: ذهب يستعذب لنا من الماء.

قال النووي رحمه الله تعالى: "فيه جواز سماع كلام الأجنبية ومراجعتها الكلام للحاجة". (شرح النووي على المسلم: ۱/۲، كتاب الاشرية، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك، قديمي)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب الاشرية، باب جواز اشتباعه غيره إلى دار عن يثق برضا بذلك ويتحققه تحققاً تاماً واستحاب الاجتماع إلى الطعام: ۳۳/۳، مكتبة دار العلوم كراچی)

"الضرورات تتقدر بقدرها". (رد المحتار: ۳۷۰/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۱) "الضرورة تتقدر بقدرها". (الدر المختار: ۳۷۰/۶، سعيد)

(۲) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الجيمو؟ قال: "الحمو الموت". متفق عليه". (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۲۶۸، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول، قديمي) =

غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرنا

سوال [۹۲۲۷]: اگر عورت غیر مرد کے ساتھ ٹھٹھا کرتی ہے (۱) تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی عورت کا غیر مرد کے ساتھ مذاق یا ٹھٹھا کرنا جائز نہیں، بہت بے شرمی کی بات ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اس کے جواب میں مذاق کی بات نہ کہے، یا اس کو ڈانٹ دے یا خاموش چلا جائے۔ اور اس کے باپ بھائی شوہر سے کہے کہ اس کو منع کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

غیر محرم سے تعلق و محبت کا علاج

سوال [۹۲۲۸]: ایک عورت جس کا نام سیکنہ ہے، اس کو ایک شخص سے محبت پیدا ہوئی، جس وقت سیکنہ کی شادی ہوئی تھی اس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت کسی اجنبی شخص سے محبت کرتی ہے۔ اور اس نے اس اجنبی شخص کو ایک رومال بھی دیا ہے، اب معلوم نہیں کہ محبت ان دونوں میں کیسی ہے۔ اب آپ مطلع فرمائیں کہ کیا صورت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

غیر آدمی سے محبت کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے ہیں، فوراً توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے عہد کرے اور

= قال: "الحمو الموت": أي دخوله كالموت مهلك، يعني الفتنة منه أكثر لمساهلة الناس في

ذلك قال أبو عبيد: معناه: فليمت ولا يفعل ذلك". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب

النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲۷۸/۶، (رقم الحديث: ۳۱۰۲)، رشيدية)

(۱) "ٹھٹھا کرنا: ہنسی کرنا، مذاق کرنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ولا يكلم الأجنبية إلا عجزاً". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس:

۳۶۹/۶، سعید)

نامحرم کے ساتھ بلا ضرورت شدیدہ جب عام بول چال کی اجازت نہیں تو اس کے ساتھ مذاق و ٹھٹھا کرنا بطریق اولیٰ

نا جائز ہوگا۔

دعاء کرے کہ حق تعالیٰ توبہ پر قائم رکھے، درود شریف کثرت سے پڑھا کرے، انشاء اللہ تعالیٰ غلط محبت سے دل صاف ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۸۸ھ۔

عورتوں کے لئے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟ اور عورت کا نا محرم کے ساتھ سفر کرنا

سوال [۹۲۴۹]: عورتوں کو لپ اسٹک لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں بے پردگی کا رواج ہے، اس صورت میں کیا ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے حکم کے باعث لپ اسٹک استعمال کر کے موٹر کار میں بیٹھ کر یا پیدل کسی کام سے یا یونہی تفریحاً جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو چیزیں کفار یا فساق کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا درست نہیں، اسی طرح جو چیزیں مردوں کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا عورتوں کو درست نہیں (۱)۔ مسئلہ چیزوں میں اگر کوئی چیز نجس ہو تب بھی استعمال ممنوع ہوگا۔ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے فرض وضو و غسل میں کوتاہی رہتی ہو یعنی پانی پہنچنے سے مانع ہو تو فریضہ طہارت ناتمام رہے گا (۲)۔ جو چیزیں عرفاً شادی شدہ کا شعار ہے اس کو غیر شادی شدہ استعمال کرے تو اس میں ایک طرح کی تلبیس ہے۔

پردہ لازم ہے اور بغیر پردہ کے رہنا اور نا محرم کے ساتھ ملنا موٹر پر جانا، یہ سب امور خلاف

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبه بقوم

فہو منهم". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(۲) قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويجب: أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة

..... ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف، به يفتى. وقيل: إن صلباً

منع، وهو الأصح". (الدر المختار: ۱/۱۵۲، ۱۵۳، مطلب: في أبحاث الغسل، سعيد)

شرع ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مرد، عورتیں راستہ پر مل کر نہ چلیں

سوال [۹۲۵۰]: راستہ میں سڑک کی کون سی طرف چلنا مسنون ہے؟ کیا مرد اور عورت دونوں کا

ایک ہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عورتیں کنارے کنارے چلیں، مرد درمیان میں چلیں۔ عورتیں مل کر مردوں کے ساتھ نہ چلیں (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

لڑکیوں کا لڑکوں کے ساتھ اسکول میں رہنا اور غیر محارم کے ساتھ کمرے میں خلوت

سوال [۹۲۵۱]: جو لڑکی مردوں کے اسکول میں نامحرم لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرے گی اور

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ،

ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَعْرِفْنَ فَلَآ يُؤْذِينَ﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

”وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”المرأة عورة،

فإذا خرجت، استشرفها الشيطان“. رواه الترمذی“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، ص: ۲۶۹،

قدیمی)

(۲) ”عن حمزة بن أبي أسيد الأنصاري عن أبيه رضي الله تعالى عنه أنه سمع رسول الله صلى الله تعالى

عليه وسلم يقول - وهو خارج من المسجد، فاختلط الرجال مع النساء في الطريق - فقال رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم للنساء: ”استأخرن، فإنه ليس لکن أن تحققن الطريق، عليكن بحافات

الطريق“. فكانت المرأة تلصق بالجدار حتى أن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به“.

”عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى أن يمشى

يعنى الرجل بين المرأتين“. (سنن أبي داؤد: ۳۶۸/۲، کتاب الأدب، باب في مشى النساء في الطريق،

إمدادیه ملتان)

نامحرموں کے ساتھ ہر قسم کا خلا ملا، خلوت جلوت میں ہوگا تو اس کے والدین گنہگار ہوں گے یا نہیں، تو ان کے گھر والوں کے ساتھ تمام مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟

غیر محرم مرد غیر محرم عورت جو ان کے ساتھ جس کا شوہر زندہ ہو ایک کمرے میں اکٹھا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر یا وہ علیحدہ کمرے میں رہتے ہیں، کوئی تیسرا شخص نہیں ہوتا ہے۔ کیا اس میں گناہ کبیرہ لازم آتا ہے اور مہر کی ادائیگی کا حقدار وہ مرد ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

اگر والدین نے اس کی اجازت دی ہے اور لڑکی کے اس طرز سے خوش ہیں تو والدین بھی بڑے گنہگار ہوں گے (۱)، اس طرح ان دونوں کا کمرے میں رہنا حرام ہے (۲)۔ اس حرام کام سے مہر لازم نہیں ہوتا ہے۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾. (سورة المائدة: ۶)

والدین پر لازم ہے کہ بچی کو اس گناہ سے بچائیں، لقولہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (سورة التحريم: ۶)

”ان عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما یقول: سمعت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ: الإمام راع ومسئول عن رعیتہ، والرجل راع فی أهله وهو مسئول عن رعیتہ“۔ (صحیح البخاری: ۱/۱۲۲، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القرى، قدیمی)

”وقال الحسن: تُعَلِّمُهُمْ وتَأْمُرُهُمْ وتَنْهَاهُمْ“۔ قال أبو بكر: ”وهذا يدل على أن علينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يُستغنى عنه من الآداب..... ويدل على أن للأقرب فالأقرب منا مزيةً به في لزومنا تعليمهم وأمرهم بطاعة الله تعالى“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۹، مطلب: يجب علينا تعليم أولادنا وأهلينا، (سورة التحريم: ۶)، قدیمی)

(۲) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”لا تلجوا علی المغیبات، فإن الشیطن یجرى من أحدکم مجرى الدم“۔ الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانی، قدیمی)

”إن الشیطن: أى کیده ووسواسه ”یجرى“: أى یرى ”من الإنسان“: أى فیہ. وقیل: عُدى =

فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود عفى عنه، دارالعلوم ديوبند، ٢/٥/٨٩ھ۔



= "يجرى" بـ "من" على تضمين معنى التمكن: أى يتمكن الإنسان فى جريانه "مجرى الدم": أى فى جميع عروقه شبهه سريان كيدته وجريان وساوسه فى الإنسان بجريان دمه فى عروقه وجميع أعضائه، فهو كناية عن تمكنه من إغواء الإنسان وإضلاله تمكناً تاماً وتصرفه فيه تصرفاً كاملاً بواسطة نفسه الأماره بالسوء الناشئ قواها من الدم وقيل: إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أجسام لطيفة قادرة بأقدار الله تعالى على كمال التصرف ابتلاءً للبشر". (مراجعة المفاتيح: ٢/٢٣٥، ٢٣٦، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول، رشيديه)

"عن جابر رضى الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ٢٢٨، كتاب النكاح، باب بيان العورات، قديمى)

"عن عمر رضى الله تعالى عنه، عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان". رواه الترمذى". (مشكوة المصابيح، ص: ٢٦٩، كتاب النكاح، باب النظر إلى المنخطوبة، الفصل الثانى)

وقال الحصكفى رحمة الله تعالى عليه: "الخلوة بالأجنبية حرام". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين: "وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم، فلا تخلوا برجل، شاباً أو شيخاً". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ١/٣٦٨، سعيد)

الفصل الرابع في النظر إلى العورة وإفشاءها

(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

اپنا ستر دیکھنا

سوال [۹۲۵۲]:۱ اپنا ستر بوقت حاجت یا دوسری ضرورتوں کے علاوہ دیکھتے رہنا کیسا ہے؟

بیوی کا ستر دیکھنا

سوال [۹۲۵۳]:۲ اپنی بیوی کے ستر کو دیکھنا کیسا ہے؟ ساتھ ہی اندرونی و بیرون ستر کی تفصیل

فرمادیں۔

مولوی عبدالشکور، دربھنگہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱.....مورث نسیان ہے (۱)۔

۲.....اجازت ہے (۲)۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: ”وما رای منی وما

(۱) ”[نکته] قيل: ست تورث النسيان اهـ“ (الدرالمختار). ”[تتمة]: زاد بعضهم: مما

يورث النسيان أشياء: منها العصيان واللعب بالمذاكير أو الذكر حتى ينزل، والنظر

إليه“ (ردالمحتار: ۲۲۵/۱، كتاب الطهارة، باب المياہ، فصل في البئر، مطلب: ست تورث

النسيان، سعيد)

(و كذا في الدرالمختار: ۳۶۶/۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

(۲) ”وينظر الرجل إلى جميع بدن زوجته حتى فرجها، والأولى تركه، اهـ“ (سكب الأنهر علی هامش

مجمع الأنهر: ۵۳۹/۲، فصل في النظر ونحوه، دار إحياء التراث العربي بيروت)

رأيت منه". الحديث (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/۹۲ھ۔

زوجین کا ایک دوسرے کی شرم گاہ کو دیکھنا

سوال [۹۲۵۴]: زوج زوجہ کو اپنے حجرے میں تنہائی کے وقت ایک دوسرے کا فرج دیکھنا جائز ہے

یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

جائز ہے، مگر نہ دیکھنا اولیٰ سے: "وينظر الرجل إلى جميع بدن زوجته حتى فرجها، والأولى

ترکہ، اہ۔" سكب الأنهر: ۲/۵۳۹ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۲۶/۶/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفر له، ۲۸/جمادی الثانیہ/۵۶ھ۔

(۱) (مرقاۃ المفاتیح: ۲۸۹/۶، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثالث، رشیدیہ)

"عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: ما نظرت، أو ما رأيت فرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم قط". (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۳۸، أبواب النکاح، باب الستر عند الجماع، قدیمی)

(۲) (سكب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر: ۲/۵۳۹، فصل فی النظر ونحوہ، دار إحياء التراث

العربی بیروت)

"وعن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: "ما نظرت، أو ما رأيت فرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم قط". (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۳۸، أبواب النکاح، باب الستر عند الجماع، قدیمی)

"قلت: وقد يجاب بأنه أغلبي إلى فرجها بشهوة وغيرها، والأولى تركه؛ لأنه يورث النسيان".

(الدر المختار). وقال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "قوله: والأولى تركه) قال في الهداية: الأولى أن

لا ينظر كل واحد منهما إلى عورة صاحبه، لقوله عليه الصلاة والسلام: "إذا أتى أحدكم أهله، فليستر

ما استطاع، ولا يتجردان تجرد العير". ولأن ذلك يورث النسيان، لورود الأثر". (رد المحتار:

۳۶۶/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد) =

بیوی کا جسم دیکھنا

سوال [۹۲۵۵]: شوہر اپنی منکوحہ عورت کے پورے جسم کو دیکھنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں، یا کونسا عضو

دیکھنا حرام اور کونسا جائز ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

اس کی زندگی میں تمام جسم کو دیکھنے کا حق ہے، مگر ”وما رای منی وما رأیت منه“ حدیث عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کی رعایت مناسب ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۸۹ھ۔

فرج میں ادخالِ اصبع سے کھیلنا

سوال [۹۲۵۶]: اگر مرد اپنی بیوی کی خواہشات ذکر کے علاوہ کسی اور چیز سے پوری کرتا ہے، مثلاً

اس کی شرمگاہ میں انگلیاں ڈال کر کھیلتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

وہ انگلیاں ڈال کر کھیلنے کی جگہ نہیں اور انگلی آگے جماع نہیں: ”الأصبع ليس الة للجماع، الخ“۔

شامی: ۱/۱۵۰ (۲)۔

اگر وہ عنین ہے، اس میں جماع کی طاقت نہیں، بیوی کا حق ادا نہیں کر سکتا ہے تو اس کو طلاق دیدے

تاکہ وہ اپنا دوسرا انتظام کر لے۔ اور وہ کس مقصد کے لئے ایسا کرتا ہے، ایسا کرنا مادہ صالحہ کو ضائع کرنا ہے، جیسے

کوئی شخص محنت سے روپیہ جمع کرے، پھر اس کو دریا میں پھینک دے۔ مرد و عورت دونوں کا حکم یکساں ہے،

= (و کذا فی الهدایة مع حاشیة اللکھنوی: ۱۹۶/۷، کتاب الکراہیة، فصل فی النظر والمس، إدارة

القرآن کراچی)

(۱) (مرقاۃ المفاتیح: ۲۸۹/۶، باب النظر الی المخطوبة و بیان العورات، الفصل الثالث، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار: ۱/۱۶۶، کتاب الطہارة، باب ما یوجب الغسل، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱/۱۱۱، کتاب الطہارة، المعانی الموجبة للغسل، رشیدیہ)

اضاعت دونوں کے حق میں اضاعت ہے۔ کوئی غرض صحیح اس سے متعلق ہو تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمختار کتاب الصوم: ۲/۱۳۷، میں اس سلسلہ میں بحث کی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۸ھ۔

ولادت سے ساتویں روز برہنہ کر کے نہلانا

سوال [۹۲۵۷]: ایک لڑکی کو بچہ پیدا ہوا ساتویں روز اس کو بالکل برہنہ کر کے نہلایا گیا جس میں

تین عورتیں اور شامل تھیں۔ یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصليًا:

کسی عورت کو عورتوں کے سامنے بھی بالکل برہنہ ہونا جائز نہیں، خواہ نہانے کے لئے ہو یا کسی اور مقصد

کے لئے ہو، پردہ کر کے نہایا جائے جہاں اس کے جسم کو کوئی نہ دیکھے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۸۸ھ۔

(۱) ”(أو أدخل أصبعه اليابسة فيه) : أي دبره أو فرجها، ولو متبلّة، فسد“. (الدر المختار). وقال ابن

عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: أي دبره أو فرجها) أشار إلى أن تذكير الضمير العائد إلى المقعدة،

لكونها في معنى الدبر ونحوه، وإلى أن فاعل أدخل ضمير عائد على الشخص الصائم الصادق بالذكر

والأنثى“. (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصلوة الصوم وما لا يفسد: ۲/۳۹۷، سعيد)

(۲) ”وأما الثالث: وهو بيان ما يحل من ذلك وما يحرم للمرأة من المرأة، فكل ما يحل للرجل أن ينظر

إليه من الرجل يحل للمرأة أن تنظر إليه من المرأة، وكل ما لا يحل له لا يحل لها، فتنظر المرأة من المرأة

إلى سائر جسدها إلا ما بين السرة والركبة ولا يجوز لها أن تنظر ما بين سرتها إلى الركبة إلا

عند الضرورة“. (بدائع الصنائع: ۶/۳۹۹، كتاب الاستحسان، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۳۵۳، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، رشيدية)

(وكذا في تبیین الحقائق: ۷/۴۱، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، دارالكتب العلمية بيروت)

بے پردگی کی حالت میں اسپتال میں ولادت

سوال [۹۲۵۸]: زید کو منکوحہ ہندہ پہلے بچہ کی ولادت کے وقت زید نے گھر پر زچگی کا بندوبست کیا، لیکن بچہ کسی طرح نہ ہوا، مجبوراً اسپتال لیجانا پڑا اور آپریشن کے ذریعہ بچہ کی پیدائش ہوئی۔ اسپتال میں پردہ کا کوئی انتظام نہیں، دوسرے بچہ کی ولادت کا وقت قریب ہے، گھر پر انتظام میں جان کا خطرہ ہے۔ ایسی حالت میں زید کیا کرے؟ اسپتال میں علیحدہ کمرہ لے کر بے پردگی میں کچھ کمی ہو سکتی ہے، زید کے پاس کچھ نہیں، قرض لے کر ہی بندوبست کیا جاسکتا ہے۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب جان کے لالے پڑ جائیں تو یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے، نہ اختیاری ہے نہ خوشی سے ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کی مجبوریوں کو خوب جانتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۸۸ھ۔

(۱) "إن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة الضرر يزال، رقم

القاعدة: ۵۶۸): ۱/۲۵۱، إدارة القرآن كراچی)

"(قوله: لإباحته لتحمل الشهادة) وكذا نظر المقابلة والخافضة والختان والطيب. وزاد في

الخلاصة: من مواضع حل النظر للعودة عند الحاجة الاحتقان والبكارة في العنة والرد بالعيب، فتح.

ونظمتها بقولي:

ولا تنظر لعورة أجنبي	بلا عذر كقابله طيب
وختان وخافضة وحقن	شهود زنا بلا قصد مريب
وعلم بكارة في عنة أو	زنا أو حين رد للمعيب

(ردالمحتار: ۳۶/۲، كتاب الحدود، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها، مطلب: المواضع التي

يحل فيها النظر إلى عورة الأجنبي، سعيد)

"ينظر الطيب إلى موضع مرضها بقدر الضرورة؛ إذ الضرورات تتقدر بقدرها. وكذا نظر

قابله وختان، وينبغي أن يعلم امرأة تداويها؛ لأن نظر الجنس إلى الجنس أخف". (الدرالمختار). =

ڈاکٹر کے سامنے اپنا بدن کھولنا

سوال [۹۲۵۹]: اللہ تعالیٰ نے جو پردہ کا اور نامحرم سے چھپنے کا حکم پارہ: ۱۸، رکوع: ۱۰، آیت: چار، میں فرمایا ہے، اس میں کوئی استثناء بھی مرض وغیرہ کی حالت میں نامحرم معالج کے روبرو بے حجاب ہونے کا اور اپنے تمام جسم کو تصرف میں دینے کا دیا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی زوجہ ایسا فعل کرے تو اپنے خاوند کے ناموس میں خلل ڈالا کہ نہیں، اور ایسی صورت میں شوہر کو اس سے باز پرس کا حق ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس حصہ جسم کو چھپانا فرض ہے، اگر اس میں کوئی تکلیف، زخم وغیرہ ہو کہ بغیر معالج کے سامنے کھولے

= قال الشامي رحمه الله تعالى: "قوله: وينبغي، الخ) كذا أطلقه في الهداية والخانية. وقال في الجوهرية: إذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج، يجوز النظر إليه عند الدواء؛ لأنه موضع ضرورة. وإن كان في موضع الفرج، فينبغي أن يعلم امرأة تداويها. فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجع لا تحتمله، يسترها منها كل شيء إلا موضع العلة، ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن موضع الجرح، اه، فتأمل. والظاهر أن "ينبغي" هنا للوجوب". (ردالمحتار: ۳۷۰/۶، ۳۷۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، سعيد)

"ثم النظر إلى الحرة الأجنبية قد يصير مرخصاً عن الضرورة، كذا في المحيط..... ويجوز النظر إلى الفرج للختان وللقابلة وللطبيب عند المعالجة، ويغض بصره ما استطاع، كذا في السراجية..... امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه، لا يحل أن ينظر إليها لكن تعلم امرأة تداويها. فإن لم توجد امرأة تداويها ولا امرأة تتعلم ذلك إذا علمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاك، فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلك القرحة، ثم يداويها الرجل يغض بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۹/۵، ۳۳۰، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه..... اه، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۰۹/۳، كتاب الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمس، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الكراهية: ۲۵۸/۳، فصل في الوطى والنظر والمس، مكتبه شركة علميه، ملتان)

علاج نہ ہو سکتا ہو تو صرف اتنا حصہ شدتِ ضرورت کے وقت کھولنا شرعاً درست ہے، اس سے زیادہ نامحرم کے سامنے کھولنا جائز نہیں:

”وينظر الطبيب إلى موضع مرضها، اه“۔ کنز (۱)۔ ”وفي نظر الطبيب إلى موضع المرض ضرورة، فيرخص لهم أحياناً لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم، فصار كنظر الختان والخافضة. وكذا ينظر إلى موضع الاحتقان للمرض؛ لأنه مداواة. وينبغي للطبيب أن يعلم امرأة إن أمكن؛ لأن نظر الجنس أخف. وإن لم يمكن، ستر كل عضو منها سوى موضع المرض، ثم ينظر بغض بصره عن غير ذلك الموضع ما استطاع؛ لأن ما ثبت للضرورة يتقدر بقدر الضرورة. والأصل أن لا يجوز النظر إلى امرأة لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا قال عليه السلام: ”المرأة مستورة، اه“۔ زيلعي بتغير (۲)۔

اس میں بہتر یہ ہے کہ معالج کسی عورت کو علاج سکھلا دے اور وہ عورت علاج کر دے تاکہ مرد کے سامنے کھولنے کی نوبت نہ آوے۔ اگر یہ دشوار ہو تب مرد کے سامنے کھولنے کی اجازت ہے اور تمام بدن معالج کے تصرف میں دینا یا معالج کا موضع مرض کے علاوہ کسی دوسرے حصہ کو دیکھنا ہرگز درست نہیں (۳)۔ اگر بغیر

(۱) (کنز الدقائق، ص: ۴۲۴، کتاب الکراہیۃ، فصل فی النظر واللمس، کتب خانہ رشیدیہ)

(۲) (تبیین الحقائق: ۴۰/۷، کتاب الکراہیۃ، فصل فی النظر واللمس، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) ”امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه، لا يحل أن ينظر إليها، لكن تعلم امرأة تداويها. فإن لم يجدوا امرأة تداويها ولا امرأة تتعلم ذلك إذا علمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاك، فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلك القرحة، ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع، ولا فرق في هذا بين ذوات المحارم وغيرهن؛ لأن النظر إلى العورة لا يحل بسبب المحرمية، كذا في فتاوى قاضيخان“۔ (الفتاوى العالمگیریة: ۳۳۰/۵، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه اه، رشیدیہ)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۵۳۸/۲، کتاب الکراہیۃ، فصل فی بیان أحكام النظر ونحوه، دارإحياء التراث العربی بیروت)

(و كذا في البحر الرائق: ۳۵۲/۸، ۳۵۳، کتاب الکراہیۃ، فصل فی النظر واللمس، رشیدیہ)

شرعی ضرورت کے عورت اپنا جسم غیر محرم کے سامنے کھولے، یا اس سے تعلقات قائم کرے، یا اس سے ہمکلام ہو، یا شوہر کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی سے پیش آئے تو شریعت نے اجازت دی ہے کہ ایسی حالت میں شوہر اس کو سزا دے:

”يعزر المولى عبده والزوج زوجته على تركها الزينة الشرعية مع قدرتها عليها، وتركها غسل الجنابة، وعلى الخروج من المنزل لو بغير حق، وترك الإجابة إلى الفراش لو طاهرة من نحو حيض. ويلحق بذلك لو ضربت ولدها الصغير عند بكاء، أو ضربت جارية غيره ولا تتعظ بوعظه أو شتمته، ولو بنحو ياحمار، أو ادعت عليه أو مزقت ثيابه، أو كلمة ليسمعها أجنبي، أو كشف وجهها لغير محرم أو كلمته أو أعطت مالم تجر العادة به بلا إذنه. والضابطة: كل معصية لاحد فيها، للزوج والمولى التعزير، اه.“ در مختار (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ذی الحجہ/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی الحجہ/۶۰ھ۔

ملازمت کے لئے ڈاکٹری معائنہ

سوال [۹۲۶۰]: زید میونسپلٹی میں فن تجوید، قرآن شریف اور ضروریات دین کے لئے، یا اور کسی شعبہ میں ملازم ہے اور وہ شخص عالم بھی ہے، اور کسی قسم کا مریض نہیں، میونسپلٹی کی طرف سے اس کو ڈاکٹری معائنہ کا حکم دیا۔ نو سال ملازمت کرنے کے بعد ڈاکٹری معائنہ کی صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر انسان کے بدن کو سر سے پیر تک ننگا کر کے بدن کا معائنہ کرتا ہے، حتیٰ کہ ذکر کو ہاتھ میں لیتا ہے اور دباتا بھی ہے تاکہ سوزاک و آتشک معلوم کر سکے، اور ڈبر میں بھی انگلی تک مارتا ہے، تاکہ بواسیر معلوم کر لے۔

تو کیا ملازمت کے لئے یہ ڈاکٹری کرنا کرانا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مع مذاہب ائمہ اربعہ ادلہ اربعہ

(۱) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قال في الفتح: وإذا أساء العبد الأدب، حل لمولاه تأديبه،

وكذا الزوجة اه." (رد المحتار: ۴/۷۷ كتاب الحدود باب التعزير، سعيد)

(وكذا في كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۵/۸۱، كتاب الحدود، فصل في التعزير، رشيدية)

سے مع حوالہ جات کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طور پر ڈاکٹری معائنہ کرانا اور کرنا ناجائز ہے، جس حصہ بدن کو چھپانا فرض ہے اس کو اس غرض کے لئے کھولنا اور نامحرم کو دکھانا اور اس کا ہاتھ لگوانا ہرگز جائز نہیں، اگر ملازمت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے تو ایسی شرط کو قبول کرنا بھی جائز نہیں:

”وينظر الرجل إلى الرجل إلا العورة، وهي ما بين السرة والركبة. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في السوءة، حتى ينكر عليه في كشف الركبة برفق، وفي الفخذ بعنف، وفي السوءة بضرب إن لج. ويمس ما حل النظر إليه: أي من محارمه أو من الرجل لا من الأجنبية، اه.“ زيلعي: ۱۸/۶، ۱۹ (۱)۔

اور یہ مسئلہ اجماعی ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ستر عورت ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق فرض ہے:

”أجمعوا على أن ستر العورة عن العيون واجب في الصلوة وغيرها، اه.“ میزان الكبرى: ۱/۱۵۶ (۲)۔ ”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق.“ الحديث (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/صفر/۵۹ھ۔

(۱) (تبیین الحقائق للزيلعي: ۴۱/۷، کتاب الکراهية، فصل في النظر والمس، دارالكتب العلمية بيروت)
(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۷/۵، کتاب الکراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر اليه، رشديه)

(۲) (الميزان الكبرى للشعراني: ۱/۱۶۹، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا في مرقاة المفاتيح: ۲۰۸/۸، کتاب اللباس (رقم الحديث: ۴۴۲۰)، رشديه)

(۳) (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۳۲۱، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، قديمی) =

داخلہ کالج یا ملازمت سرکاری کے لئے برہنہ بدن کا معائنہ

سوال [۶۱/۹]: آج کل جو پولیس میں بھرتی کے وقت یا کالجوں میں داخلہ کے وقت آدمی کوننگا

کر کے اس کا ڈاکٹری معائنہ کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے کیونکہ کشفِ عورت تو حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کشفِ عورت کے لئے یہ ضرورت شرعاً معتبر نہیں، کیونکہ نہ اس پر مدارِ صحت ہے نہ زندگی، کوئی اور بھی شرعی ضرورت اس پر موقوف نہیں۔ تحصیلِ علم جس کے لئے یہ معائنہ کرایا جاتا ہے، اولاً خود محلِ کلام ہے کہ بہت سے عقائد اسلام کے خلاف اس پر مرتب ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ داخلہ کالج پر موقوف نہیں، خارجی طریق سے بھی اس کی تحصیل ممکن ہے۔ پولیس کی ملازمت میں بہت سے مواقع پر قانوناً خلاف شرع کرنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے، نیز اس پر کچھ معیشت کا بھی مدار نہیں، بغیر اس کے بہت بڑی مخلوق آسائش کے ساتھ موافق شرع زندگی بسر کرتی ہے۔ پس صورتِ مسئلہ میں ارتکابِ حرام کی ہرگز گنجائش نہیں، بلکہ اجتناب واجب ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۴/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۶/ربیع الثانی/۵۷ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم۔

= (ومسند الإمام أحمد: ۶۷/۵، (رقم الحدیث: ۲۰۱۳۰)، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”وقال محمد بن الحسن رحمه الله تعالى: لا يسع المأمور أن يفعله حتى يكون الذي أمره

عدلاً، وحتى يشهد عدلاً سواه على أن على المأمور ذلك وقال علي رضي الله عنه: فما أمرتكم

من طاعة الله فحق عليكم طاعتي فيما أحببتم أو كرهتم، وما أمرتكم بمعصية الله أنا أو غيري، فلا طاعة

لأحد في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف“. حديث حسن، رواه الحاكم في صحيحه، وقال:

صحيح الإسناد ولم يخرجاه، اه“. (مرواة المفاتيح: ۲۷۴/۷، ۲۷۵، كتاب الإمارة والقضاء، (رقم

الحدیث: ۳۶۹۶)، رشیدیہ)

(۱) ”عن عمران قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا طاعة لمخلوق في معصية

الخالق“. (مسند الإمام أحمد: ۵۹/۶، (رقم الحدیث: ۲۰۱۳۰)، دار إحياء التراث العربی بیروت)

بانجھ کی اولاد کے لئے اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر وظیفہ پڑھنا

سوال [۹۲۶۲]: ایک بریلوی شخص جس عورت کے لڑکانہ ہو، اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یعنی

پایجامہ کے اندر ہاتھ داخل کر کے گھنٹوں وظیفہ پڑھتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا بھی وظیفہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

وظیفہ تو کیا ہوتا نفسانی ہوس ہے، نہایت ہی شرمناک اور کمینہ حرکت ہے (۱)۔ لوگوں کو چاہئے کہ اپنی

عورتوں کو اس سے علیحدہ رکھیں، خود بھی علیحدہ رہیں۔ اگر مرید ہو گئے ہوں تو بیعت فسخ کر دیں (۲)۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

ستر کھول کر کشتی کرنا

سوال [۹۲۶۳]: پہلوان کشتی کرتے ہیں، مگر صرف لنگوٹ باندھ کر عام مجمع میں لڑتے ہیں حالانکہ از

روئے شریعت گھنٹوں تک ستر فرض ہے۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کو ایمان کا ایک حصہ فرمایا ہے، صحیح بخاری میں حدیث منقول ہے: "إن الحياء من

الإيمان". (کتاب الأدب، باب الحياء: ۲/۹۰۳، قدیمی)

اور جب انسان کے اندر حیا ہو، تو وہ بہت سے چھوٹے بڑے منکرات سے بچتا ہے، لیکن بعض لوگوں میں حیا نہیں ہوتی

اور پھر اس وجہ سے وہ ایسی حیا سوز حرکتوں میں مبتلا ہوتے ہیں کہ انتہا ہوتی ہے، بلکہ ان کو منکرات میں بجائے فتح کے حسن نظر آتا

ہے، اور بغیر جھجک اور بغیر روک ٹوک کے اس میں مبتلا ہوتے ہیں:

"أبو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "إن مما أدرك الناس من

کلام النبوة الأولى: إذا لم تستحی، فاصنع ما شئت". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب: إذا لم

تستحی فاصنع، الخ: ۲/۹۰۴، قدیمی)

(۲) ایسا شخص درجہ ولایت سے عاری ہے جس کی بیعت جائز نہیں:

"الولی هو العارف باللہ و صفاته ما یمکن له، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السيئات،

المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات واللہوات". (مجموعہ الفتاویٰ علی ہامش خلاصہ

الفتاویٰ، کتاب الکراہیة: ۳/۳۳۵، امجد اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی شرح العقائد، ص ۱۲۸۰، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

پہلوانوں کا یہ فعل ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

کشتی کا دنگل دیکھنا

سوال [۹۲۶۳]: کشتی کا دنگل دیکھنا کیسا ہے، زید کہتا ہے کہ درست نہیں، کیونکہ ران کھلی رہتی

(۱) ”وينظر الرجل عن الرجل إلى ماسوى العورة، وقد بينت في الصلوة أن العورة ما بين السرة إلى الركبة، والسرة ليست بعورة، خلافاً لما يقوله أبو حنيفة والشافعي رحمهما الله تعالى. والركبة عورة، خلافاً للشافعي رحمه الله تعالى. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في الفخذ، وفي الفخذ أخف منه في السوءة، حتى ينكر عليه في كشف الركبة برفق، وفي الفخذ بعنف، وفي السوءة بضرب إن أصر، اهـ.“ (مجمع الأنهر: ۵۳۸/۲، كتاب الكراهية، فصل في بيان أحكام النظر ونحوه، دار إحياء التراث العربى بيروت)

”والرابع ستر عورته، ووجوبه عامٌ ولو في الخلوة على الصحيح إلا لغرض صحيح.....
وهي للرجل ماتحت سرتة إلى ماتحت ركبته.“ (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى:
”قوله: ووجوبه عام): أى فى الصلاة وخارجها. (قوله: ولو فى الخلوة): أى إذا كان خارج الصلاة
يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً، وفى الخلوة على الصحيح..... ثم إن الظاهر أن المراد بما
يجب ستره فى الخلوة خارج الصلاة هو ما بين السرة والركبة فقط..... (قوله: للرجل) احتراز عن
المرأة الأمة والحرّة، وعن الصبي، كما سيأتى. (قوله: تحت سرتة) هو ماتحت الخط الذى يمر بالسرة
ويدور على محيط بدنه بحيث يكون بعده عن مواقعه فى جميع جوانبه على السواء، كذا فى البرجندى،
اهـ، إسماعيل. فالسرة ليست من العورة، درر.

(قوله: إلى ماتحت ركبته) نادماً لما قيل: إن ”تحت“ من الظروف التى لا تتصرف، حموى،
فالركبة من العورة لرواية الدارقطنى: ”ماتحت السرة إلى الركبة من العورة“. لكنه محتمل، والاحتياط
فى دخول الركبة، ولحديث على رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الركبة =

ہے۔ بکر کہتا ہے کہ درست ہے اس لئے کہ ستر دیکھنے کا قصد نہیں ہوتا۔ اس میں کس کا قول درست ہے؟

مولوی محمد یسین صاحب، مبارکپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کا قول درست ہے: ”لقول النبي صلى الله عليه وسلم: ”لا تنظر إلى فخذ حي ولا ميت“. الحدیث (۱)۔ اس میں نظر کی ممانعت ہے جو کہ فعل عین ہے، اس میں قصد و عدم قصد برابر ہے، عدم قصد سے معصیت مرتفع نہیں ہوتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہانپور، ۲۱/ ذی قعدہ/ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ ذی قعدہ/ ۶۹ھ۔

چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ دکھانا

سوال [۹۲۶۵]: ہمارے یہاں نٹ لوگ کھیل تماشہ کرتے ہیں (۲)، یہ لوگ چار انگل کی لنگوٹی

باندھ کر کھیلتے ہیں، ڈھول بجاتا رہتا ہے اور اس پر انعام مانگتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

= من العورة“۔ وتمامہ فی شرح المنیة“۔ (رد المحتار: ۱/ ۴۰۴، کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلاۃ، مطلب فی ستر العورة، سعید)

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۸۹، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانی، قدیمی)

”عن ابي سعيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا ينظر

الرجل إلى عورة الرجل، ولا المرأة إلى عورة المرأة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۸، باب النظر إلى

المخطوبة، الفصل الأول، قدیمی)

”قال ابن الملك: أي لاتصل بشرة أحدهما إلى بشرة الآخر في ثوب واحد في المضجع،

لخوف ظهور فاحشة بينهما. قال المظهر: ومن فعل، يعزر ولايحد. وفيه بيان تحريم النظر إلى

مالايجوز، وعورة الرجل مابين سرتة وركبته“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى

المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۶/ ۲۷۷، (رقم الحدیث: ۳۱۰۰)، رشیدیہ)

(۲) ”نٹ: بازی گر، شعبہ باز“۔ (فیروز اللغات، اردو، ص: ۱۳۵۱، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامدًا ومصلياً:

لوگوں کے سامنے ستر کھولنا اور چار انگل کی لنگوٹی باندھ کر تماشہ کرنا (۱)، ناچنا، ڈھول بجانا (۲) اور اس پر انعام مانگنا سب ناجائز ہے، تماشہ کرنے والے اور دیکھنے والے اور اس پر پیسے دینے والے سب ہی گنہگار ہیں، سب کو توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا

سوال [۹۲۶۶]: جب پانی عبور کرنا ہو اور پانی گھٹنوں سے اوپر تک ہو تو تہہ بند کورانوں تک اٹھانا اور گھٹنے اور ران کھولنا اس طرح پانی عبور کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

(۱) ”عن جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أما علمت أن الفخذ عورة“۔ رواہ الترمذی وأبو داود“۔

”وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال له: ”یا علی! لا تبرز فخذک، ولا تنظر إلی فخذ حیّ ولا میت“۔ رواہ أبو داود وابن ماجہ“۔

”عن الحسن مرسلًا قال: بلغنی أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”لعن اللہ الناظر والمنظور إلیه“۔ رواہ البيهقي في شعب الإيمان“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹، ۲۷۰، باب النظر إلی المخطوبة وبيان العورات، قديمی)

(۲) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع“۔ رواہ البيهقي في شعب الإيمان“۔

”وعن نافع قال: كنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما في طريق، فسمع زمماراً فوضع أصبعيه في أذنيه ونآى عن الطريق إلی الجانب الآخر، ثم قال لی بعد أن بُعد: یا نافع! هل تسمع شيئاً قلت: لا، فرفع أصبعيه من أذنيه. قال: كنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فسمع صوت يراع فصنع مثل ما صنعت. قال نافع: و كنت إذ ذاك صغيراً“۔ رواہ أبو داود“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص:

۴۱۱، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، قديمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

ناف سے گھٹنوں تک عورت ہے، کسی کے سامنے اس حصہ بدن کو کھولنا جائز نہیں، نہ نماز میں نہ خارج نماز میں۔ اس حکم میں ہر مرد عالم ہو یا غیر عالم، سب کا حکم ایک ہے۔ جو شخص گھٹنے کھولے اس کو نرمی سے منع کیا جاوے، جو ران کھولے اس کو سختی سے منع کیا جاوے۔ البتہ اگر گھٹنے اور رانیں پانی میں چھپ جائیں اور کپڑا بالکل پانی کے قریب رہے کہ بدن کسی کو نظر نہ آئے تو اس طرح عبور کرنا شرعاً درست ہے:

”وينظر الرجل عن الرجل إلى ماسوى العورة، وقد بينت في الصلوة أن العورة ما بين السرة إلى الركبة، والسرة ليست بعورة، خلافاً لما يقوله أبو حنيفة والشافعي رحمهما الله تعالى والركبة عورة، خلافاً للشافعي رحمه الله تعالى. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في الفخذ، وفي الفخذ أخف منه في السوءة، حتى ينكر عليه في كشف الركبة برفق، وفي الفخذ بعنف، وفي السوءة بضرب إن أصر، اه.“ مجمع الأنهر: ۲/۵۳۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۰/۶۲ھ۔

(۱) (مجمع الأنهر: ۲/۵۳۸، کتاب الکراہیة، فصل فی بیان أحكام النظر ونحوہ، دار احیاء التراث العربی بیروت)

”والرابع ستر عورته، ووجوبه عامٌ ولو في الخلوۃ على الصحيح إلا لغرض صحيح..... وهي للرجل ما تحت سرتة إلى ماتحت ركبتة.“ (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله. ووجوبه عام): أي في الصلاة وخارجها. (قوله: ولو في الخلوۃ): أي إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً، وفي الخلوۃ على الصحيح..... ثم إن الظاهر أن المراد بما يجب ستره في الخلوۃ خارج الصلاة هو ما بين السرة والركبة فقط..... (قوله: للرجل) احتراز عن المرأة الأمة والحرّة، وعن الصبي، كما سيأتى. (قوله: تحت سرتة) هو ماتحت الخط الذي يمر بالسرة ويدور على محيط بدنه بحيث يكون بعده عن مواقعه في جميع جوانبه على السواء، كذا في البرجندي، اه، إسماعيل. فالسرة ليست من العورة، درر.....“

گھٹنا ستر ہے یا نہیں؟

سوال [۹۲۶۷]: اگر ایک آدمی گھٹنا کھولے تو وہ کیسا ہے؟ اور اس کا فعل حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا

مکروہ تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گھٹنے حنفیہ کے نزدیک ان اعضاء میں سے ہے جن کا چھپانا واجب اور کھولنا۔ جس سے ستر باقی نہ

رہے۔ مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۹۰ھ۔

کاشتکاروں کے لئے کشفِ عورت

سوال [۹۲۶۸]: اگر کاشتکار ستر نہ چھپاوے اور جب تک کاشتکاری کا کام کرے اس وقت تک

کھولے رکھے، اگر ان کو اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ ستر کو ڈھانکو تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم اس سے مجبور

ہیں۔ تو کیا ایسا کرنا، یا ایسا کہنا ان کا درست ہے از روئے شرع شریف؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا کرنا اور ایسا کہنا خلاف شرع ہے، شریعت کا حکم سب کے لئے ہے، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں:

”يجوز أن ينظر الرجل إلى الرجل إلا إلى عورته، كذا في المحيط. وعليه الإجماع،

كذا في الاختيار شرح المختار. وعورته ما بين سرته حتى تجاوز ركبته، كذا في الذخيرة. وما

دون السرة إلى منبت الشعرة عورة في ظاهر الرواية. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في

(قوله: إلى ماتحت ركبته) نادماً لما قيل: إن ”تحت“ من الظروف التي لا تتصرف، حموى،

فالركبة من العورة لرواية دارقطنى: ”ماتحت السرة إلى الركبة من العورة“. لكنه محتمل، والاحتياط

في دخول الركبة، ولحديث على رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الركبة

من العورة“. وتمامه في شرح المنية“. (ردالمحتار: ۴۰۴/۱، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة،

مطلب في ستر العورة، سعيد)

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے عنوان: پانی کو عبور کرتے ہوئے رانیں کھولنا

الفخذ، وفي الفخذ أخفت منه في السرة، الخ“۔ ہندیہ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم، ۲۷/۷/۵۹ھ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم۔

گھٹنے کھول کر کھیتی وغیرہ کا کام کرنا

سوال [۹۲۶۹]: گھٹنے کھول کر اپنا کام مثلاً کھیتی وغیرہ کر سکتا ہے یا نہیں، اور دریا وغیرہ میں گھسنے کی

حالت میں ضرورتاً پانجامہ یا تہہ بند کو چڑھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گو بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ گھٹنے نہ کھولے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۷ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ المکیریہ: ۳۲۷/۵، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیہ

..... اہ، رشیدیہ)

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: "يحل للرجل أن ينظر من الرجل الأجنبي إلى سائر

جسده، إلا ما بين السرة والركبة، إلا عند الضرورة..... ولا ينظر إلى الركبة. ولا بأس بالنظر إلى

السرة، فالركبة عورة، والسرة ليست بعورة عندنا.

والصحيح قولنا، لما روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ماتحت السرة

عورة". والركبة ماتحتها، فكانت عورة، إلا ماتحت الركبة صار مخصوصاً، فبقيت الركبة تحت العموم،

ولأن الركبة عضو مركب من عظم الساق، والفخذ على وجه يتعذر تمييزه. والفخذ من العورة، والساق

ليس من العورة، فعند الاشتباه يجب العمل بالاحتياط. وذلك فيما قلنا، بخلاف السرة؛ لأنه اسم لموضع

معلوم لا اشتباه فيه". (بدائع الصنائع: ۶/۲۹۷، كتاب الاستحسان، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبیین الحقائق ۷/۴۱، كتاب الكراہیۃ، فصل فی النظر والمس، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمیہ المکیریہ: ۳/۲۰۸ باب فیما یكره من النظر والمس

للأقارب اہ، رشیدیہ)

(۲) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: =

= "إذا زوج أحدكم عبده أمته، فلا ينظرن إلى عورتها". وفي رواية: "فلا ينظرن إلى مادون السرة وفوق الركبة". رواه أبو داود. (مشكوة المصابيح، ص: ٢٦٩، كتاب الآداب، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثاني، قديمي)

"يجوز أن ينظر الرجل إلى الرجل إلا إلى عورته، كذا في المحيط. وعليه الاجماع، كذا في الاختيار شرح المختار. وعورته ما بين سرتة حتى تجاوز ركبتة، كذا في الذخير. وما دون السرة إلى منبت الشعرة عورة في ظاهر الرواية. ثم حكم العورة في الركبة أخف منه في الفخذ، وفي الفخذ أخف منه في السرة، حتى أن من رأى غيره مكشوف الركبة ينكر عليه برفق ولا ينازعه إن لج، وإذا رآه مكشوف الفخذ أنكر عليه بعنف ولا يضربه إن لج، وإذا رآه مكشوف السرة أمره بستر العورة وأدبه على ذلك إن لج، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية: ٣٢٤/٥، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه اهـ، رشيديه)

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: "يحل للرجل أن ينظر من الرجل الأجنبي إلى سائر جسده، إلا ما بين السرة والركبة، إلا عند الضرورة ولا ينظر إلى الركبة. ولا بأس بالنظر إلى السرة، فالركبة عورة، والسرة ليست بعورة عندنا.

والصحيح قولنا، لما روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ماتحت السرة عورة". والركبة ماتحتها، فكانت عورة، إلا ماتحت الركبة صار مخصوصاً، فبقيت الركبة تحت العموم، ولأن الركبة عضو مركب من عظم الساق، والفخذ على وجه يتعذر تمييزه. والفخذ من العورة، والساق ليس من العورة، فعند الاشتباه يجب العمل بالاحتياط. وذلك فيما قلنا، بخلاف السرة؛ لأنه اسم لموضع معلوم لا اشتباه فيه". (بدائع الصنائع: ٣٩٤/٦، كتاب الاستحسان، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق ٣١/٤، كتاب الكراهية، فصل في النظر والمس، دارالكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ٣/٨٠٨ باب فيما يكره من النظر والمس للأقارب اهـ، رشيديه)

برہنہ ہو کر سونا

سوال [۹۲۷۰]: رات کو ایک آدمی بالکل برہنہ ہو کر سوتا ہے، یہ عادت کیسی ہے؟ اگر سونے کی حالت میں پانجامہ، یا کپڑا باندھ کر سوتا ہے تو اس میں صبح کو اٹھتے وقت تری دیکھتا ہے۔ لہذا تری والے کپڑے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور ننگا سونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بالکل ننگا ہو کر سونا مکروہ ہے (۱)۔ جس کپڑے پر سونے کے بعد تری دیکھی وہ نجس ہو گیا، اگر وہ تری مقدار عفو سے زائد ہو تو اس کپڑے سے نماز درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۱۴۱۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۱۴۱۷ھ۔



(۱) ”عن بهز بن حکیم عن أبيه، عن جده رضى الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ماملكت عينك“. فقلت: يا رسول الله! أرأيت إذا كان الرجل خالياً؟ قال: ”فإنه أحق أن يستحى منه“. رواه الترمذی، وأبو داؤد وابن ماجه“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانی، ص: ۲۶۹، قدیمی)
قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله: ”قال: ”فإنه أحق أن يستحى منه“. وهذا يدل علی وجوب الستر فی الخلوة إلا عند الضرورة كما سبق“. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الثانی: ۲۸۵/۲، ۲۸۶، رشیدیہ)

(۲) ”كل ما يخرج من بدن الإنسان مما يوجب خروجه الوضوء أو الغسل، فهو مغلظ، كالغائط والبول والمنى والمذی والودی والقیح والصدید والقئ..... فإذا أصاب الثوب أكثر من قدر الدرهم يمنع جواز الصلوة“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطہارۃ، الباب السابع فی النجاسة وأحكامها، الفصل الثانی فی الأعیان النجسة: ۴۶/۱، رشیدیہ)

باب اللباس

الفصل الأول فی القميص والسروال والإزار

(قميص اور شلوار کا بیان)

شرعی لباس

سوال [۹۲۷۱]: کیا شرعی لباس یہی ہے جو آپ علماء حضرات پہنتے ہیں، یہ کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو لباس سنت سے ثابت ہو وہ یقیناً شرعی ہے (۱) اور جس لباس کا سنت میں ذکر نہ ہو اور اس کو صلحاء نے

اختیار کیا ہو، کفار اور فساق کا شعار نہ ہو، وہ بھی شرعی لباس ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

مسنون لباس

سوال [۹۲۷۲]: زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نصف ساق گرتا اور چھوٹی موری

(۱) "والمراد بالسنۃ هنا أقواله وأفعاله وأحواله"۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام

بالکتاب والسنة، الفصل الأول: ۳۶۵/۱، رشیدیہ)

(۲) "قال القاری: أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل

التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي فی الإثم أو الخیر عند الله تعالیٰ..... اھ۔" (بذل

المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۱/۵، معهد الخلیل)

(و کذا فی مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

(و کذا فی فیص القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، نزار مصطفى

الباز ریاض)

والا پاجامہ ثابت نہیں (۱)، لہذا یہ بدعت ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اس قسم کے لباس سلف صالحین نے اسلامیت اور کفاریت کے درمیان فرق کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اور عمر کہتا ہے کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لیکن جو حضرات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہر سنت پر عمل کرنے والے ہیں وہ تو بغیر ثابت شدہ شی پر عمل نہیں کریں گے۔ لباس مسنونہ مع حوالہ و دلیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نصف ساق تک کرتہ حدیث شریف سے ثابت ہے، اس کو صالحین نے اختیار کیا ہے۔ پاجامہ پہننے کا عرب میں عام دستور نہیں تھا، بلکہ لنگی کا دستور تھا اور وہ بھی نصف ساق سے نیچے تک ہوتی تھی، اس کی بھی حدیث شریف میں تصریح ہے۔ نصف ساق سے نیچے تک بھی اجازت ہے، لیکن ٹخنوں سے اونچے رہے:

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

”مأسفل من الكعبين من الإزار في النار“۔ رواه البخاري، اه“۔ مشکوة شريف، ص: ۳۷۳ (۲)۔

”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”إزره المؤمن إلى أنصاف ساقه لا جناح عليه، فما بينه وبين الكعبين وما

أسفل من ذلك، ففي النار“۔ قال ذلك ثلاث مرات۔ ”ولا ينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره

بطراً“۔ رواه أبو داؤد وابن ماجه، اه“۔ مشکوة شريف، ص: ۳۷۲ (۳)۔

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من جربوبه من مخيلة، لم ينظر الله

(۱) ”موری: پاجامے کا پانچہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۱۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قدیمی)

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب مأسفل من الكعبين ففي النار: ۸۶۱/۲، قدیمی)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۴، قدیمی)

(و أبو داؤد، کتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار: ۲۱۲/۲، إمدادیه)

(وسنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو؟، ص: ۲۵۵، قدیمی)

إليه يوم القيامة“۔ فقلت لمحارب: اذكر إزاره، قال: ماخص إزاراً ولا قميصاً، اه“۔ بخاری، ص: ۸۶۱ (۱)۔

بعض آدمی پائجامہ بھی پہنتے تھے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کو پسند فرمایا اور خرید (۲)۔ بعض روایات میں ہے کہ پہنا بھی ہے، زاد المعاد میں اس کی تصریح ہے (۳)۔ باقی اس کی تفصیل نہیں دیکھی ہے کہ وہ کیسا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۴/۹۰ھ۔

مسنون لباس کے لئے بڑھاپے کا انتظار نہیں

سوال [۹۲۷۳]: مسنون لباس یا مسنون چیز کو اختیار کرنے کے لئے کوئی عمر ہے یا بڑھاپے میں

کوئی سنت کو رائج کرے، لوگ اس کا مذاق اڑائیں تو کیا اس کو عمل میں لانا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اتباع سنت کے لئے بڑھاپے کا انتظار کرنا غلط ہے: ﴿قل إن كنتم تحبون الله، فاتبعوني،

يحببكم الله﴾ الآية (۴)۔

(۱) (صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء: ص ۸۶۱/۲، قديمی)

(۲) ”عن سويد بن قيس رضى الله تعالى عنه قال: أتانا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فساومنا سراويل“۔ (سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ۲۵۶، قديمی)

(و كذا في جمع الوسائل مع هامش المناوي، قبيل باب ماجاء في مشية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲۱۵/۱، تاليفات أشرفيه)

(۳) ”واشترى سراويل، والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها. وقد روى في غير حديث أنه لبس السراويل،

وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه“۔ (زاد المعاد، فصل في ملا بسه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص:

۵۳، دار الفكر)

(و كذا في حاشية المناوي على جمع الوسائل، قبيل باب ماجاء في مشية رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم: ۲۱۵/۱، تاليفات أشرفيه)

(۴) (سورة آل عمران: ۳۱)

”علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین“۔ الحدیث (۱)۔

لوگوں کے مذاق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مردہ سنت کے احیاء میں بڑا اجر ہے: ”من أحيى سنة من

سنتی بعد ما أمیتت“۔ الحدیث (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۹ھ۔

کون سے لباس کا استعمال مذہبِ اسلام میں جائز ہے، اور پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال [۹۲۷۲]: مذہبِ اسلام میں جن جن لباسوں کا استعمال درست ہے، اس کی نشاندہی

فرمادیں۔ کیا ہندوستان میں کوٹ اور پتلون استعمال کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

لنگی، کرتہ، ٹوپی، عمامہ، چادر، یہ لباس عام طور پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے (۳)،

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص:

۳۰، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۱۱۰، حدیث العرباض بن ساریة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (رقم

الحدیث: ۱۶۶۹۳)، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(وسنن ابن ماجہ، المقدمة، باب سنة الخلفاء الراشدین، ص: ۵، قدیمی)

(۲) ”عن بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”من أحيى سنة من سنتی قد أمیتت بعدی، فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غیر أن ینقص من

أجورهم شیئاً“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۰، قدیمی)

(وسنن ابن ماجہ، المقدمة، باب من أحيى سنة قد أمیتت، ص: ۱۹، قدیمی)

(و کذا فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱/۱۰۲، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار

مصطفی الباز ریاض)

(۳) ”عن أبی بردة قال: أخرجت إلینا عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کساءً ملبداً وإزاراً علیظاً، فقالت:

قُبض روح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذین“۔ (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة إزار

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۸، سعید) =

پاٹجامہ بھی منقول ہے (۱) لنگی یا پاٹجامہ ٹخنہ سے اونچا ہونا چاہیے، ٹخنہ ڈھکنا منع ہے (۲)۔ پھر ہر وہ لباس جو کفار

= (و کذا فی جمع الوسائل، باب ماجاء فی صفة إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ۲۱۰/۱، تالیفات اشرفیہ)

”عن أم سلمة رضی الله تعالى عنها قالت: كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم القميص.“ (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۵، سعید)

(و کذا فی جمع الوسائل، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ۱۳۰/۱، تالیفات اشرفیہ لاہور)

”عن ابن عمر رضی الله تعالى عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قلنسوة بيضاء.“ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب اللباس، باب فی القلنسوة: ۱۳۹/۵، رقم الحدیث: ۸۵۰۵)، عباس أحمد الباز مكة)

(و کذا فی المستدرک حاکم عن أبي الدرداء: ۳۸۱/۳، بیروت)

”عن جابر رضی الله تعالى عنه قال: دخل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مكة يوم الفتح عليه عمامة سوداء.“ (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی عمامة النبی صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸، سعید)

(۱) ”عن سوید بن قیس رضی الله تعالى عنه قال: أتانا النبی صلى الله تعالى عليه وسلم فساومنا سراويل.“ (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ۲۵۶، قديمی)

(و کذا فی جمع الوسائل مع هامش المناوی، قبیل باب ماجاء فی مشیة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ۲۱۵/۱، تالیفات اشرفیہ)

”واشتری سراويل، والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها. وقد روى في غير حديث أنه لبس السراويل، وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه.“ (زاد المعاد، فصل فی ملا بسه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۵۴، دار الفکر)

(و کذا فی حاشیة المناوی علی جمع الوسائل، قبیل باب ماجاء فی مشیة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ۲۱۵/۱، تالیفات اشرفیہ)

(۲) ”عن أبي هريرة رضی الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”مأسفل من =

وفساق کا مخصوص شعار ہو، اس سے بچنا چاہیے (۱)۔ کوٹ، پتلون ہندوستان میں پہننا حرام تو نہیں رہا البتہ صلحاء کا شعار نہیں، اس سے بچنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الكعبيين من الإزار في النار“. رواه البخاري، اه“. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس، انفصل الأول، ص: ۳۷۳، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب ما أسفل من الكعبيين ففي النار: ۸۶۱/۲، قديمی)
”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”إزره المؤمن إلى أنصاف ساقيه لاجناح عليه، فما بينه وبين الكعبيين وما أسفل من ذلك، ففي النار“. قال ذلك ثلاث مرات. ”ولا ينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره بطراً“. رواه أبو داود وابن ماجه، اه“. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس، انفصل الثاني، ص: ۳۷۳، قديمی)
(وَأبو داؤد، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار: ۲۱۲/۲، إمداديه)
(وسنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو؟، ص: ۲۵۵، قديمی)

(۱) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ (سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث)
(والجامع الصغير مع فيض القدير: ۵۷۴۳/۱۱، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)
(۲) پتلون کی شعاریت اگرچہ ختم ہوگئی ہے، لیکن اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو کہ اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو - جیسا کہ آج کل ایسی پتلون کا کثرت سے رواج ہو گیا ہے - تو اس کو پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور دیکھنا سب ناجائز ہے:

”عنه (ابن عمر) رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ (سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)
(ومشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس، انفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمی)

قال علي القاري: ”أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار“ فهو منهم“: أى في الإثم أو الخير عند الله تعالى..... اه“. (مراقبة المفاتيح، انفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشيديه)

”وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل ما مر =

گرتا کہاں تک لمبا ہو

سوال [۹۲۷۵]: کرتا کس قسم کا اور کتنا پہننا سنت ہے، اور کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نصف ساق تک کرتا ہونا ثابت ہے؟ اگر ہے تو کیا نصف ساق سے اوپر خواہ گھٹنا سے نیچے ہو یا اوپر یا کمر تک ہو، سب سنت کے خلاف ہونے میں برابر ہیں یا نہیں؟ اگر برابر ہیں تو پھر بعض لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ اگر کمر تک عبا (۱) پہنے ہوں تو اس کو گھٹنا تک کی ترغیب دیتے ہیں۔ تو گھٹنا تک کی کیوں نصف ساق تک رہنی چاہیے، کیوں کہ خلاف سنت ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور اگر کوئی فرق ہے تو فرق کیا ہے، اور وجہ فرق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عرب میں عامۃً ٹخنے کے قریب تک دراز کرتے پہننے کا رواج ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کرتے نصف ساق تک ہوتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک کرتہ قصیر القامت بھی تھا، جس کی تفصیل معلوم نہیں، ابن ماجہ کی روایت کتاب اللباس میں ہے (۲)، بظاہر صورت حال یہ تھی کہ جیسا وقت پر میسر آ گیا، پہن لیا جسم مبارک کی ساخت پر مستقل بنوانے اور سلوانے کا معمول نہیں تھا۔ مدارج النبوة میں لباس

= علی ما إذا لم يصف حجمها“۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب فی النظر واللمس: ۳۶۶/۶، سعید)

قال العثماني مدظله العالی: ”فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل و المرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً أو موافقاً لدور الأزياء. وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره، فهو في حكم ما سبق في الحرمة و عدم الجواز“۔ (تكملة فتح الملهم، کتاب اللباس والزينة: ۸۸/۳، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۱) ”عبا: ایک لمبا کوٹ یا چغہ جو پاؤں تک ہوتا ہے، جبہ، چغہ۔“ (فیروز اللغات، ص: ۸۸۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى في شملة قد عقد عليها“۔ قال المحشي: ”قد عليها“ أشار إلى صغرها“۔ (سنن ابن ماجة، کتاب اللباس، ص:

۲۶۲، میر محمد کتب خانہ)

(و کذا فی جمع الوسائل شرح الشمائل، باب اللباس: ۱۳۴/۱، تالیفات اشرفیہ)

(شمائل کبری: ۱۹۴/۱، دارالإشاعت کراچی)

مبارک کی کچھ تفصیل بھی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نصف ساق تک گرتا

سوال [۹۲۷۶]: نصف ساق تک کرتا سنتِ موکدہ ہے یا غیر موکدہ، اگر کوئی اس کو ترک کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

موکدہ اور غیر موکدہ سنن ہدی کا قسمیں ہیں، گرتہ وغیرہ کا طول اور ہیئت سنن زوائد میں سے ہے جس میں یہ تقسیم نہیں، ایسی سنن کا حکم یہ ہے کہ بنیت اتباع اختیار کرنے میں ثواب ملے گا، ترک کرنے میں ثواب سے محرومی ہوگی (۲)، لیکن کفار یا فساق کے شعار کو اختیار کرے گا تو گناہ ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۹۳ھ۔

(۱) ”حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ، لباس شریف میں وسعت اور ترک تکلف تھا، مطلب یہ کہ جو پاتے زیب تن فرمالتے اور تعین کی تنگی اختیار نہ فرماتے، اور کسی خاص قسم کی جستجو نہ فرماتے، اور کسی حال میں عمدہ نفیس کی خواہش نہ فرماتے، اور نہ ادنیٰ وحقیر کا تکلف فرماتے، جو کچھ موجود میسر ہوتا پہن لیتے، اور جو لباس ضرورت کو پورا کر دے اسی پر اکتفا فرماتے۔ اکثر حالتوں میں چادر پیراہن اور ازار ہوتا جو کہ سخت اور موٹے کپڑے کے ہوتے، اور پشمینہ بھی پہنتے۔ منقول ہے کہ آپ کی چادر شریف میں متعدد پیوند لگے ہوئے تھے جسے آپ اوڑھا کرتے تھے، اور فرماتے: ”میں بندہ ہی ہوں اور بندوں ہی جیسا لباس پہنتا ہوں“۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔ (مدارج النبوة، باب یازدہم، نوع روم در لباس مبارک: ۱/۵۶۵، ضیاء القرآن لاہور)

(۲) ”والسنة نوعان: سنة الهدى، و ترکھا یوجب إساءة و کراهیة کالجماعة والأذان والإقامة ونحوها. وسنة الزوائد، و ترکھا لا یوجب ذلك کسیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لباسه و قیامه و قعوده والنفل، ومنه المندوب، یشاب فاعله و لا یسیء تارکھ.“ (ردالمحتار، کتاب الطهارة مطلب فی السنة وتعريفها، الفصل الثانی: ۱/۱۰۳، سعید)

(۳) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی) =

گرتا نصف ساق تک ہے

سوال [۹۲۷۷]: امام کے لئے گرتا پہننے کی کوئی حد ہے یا نہیں، اگر ہے تو کہاں تک؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نصف ساق تک کا کرتہ مسنون ہے، اس سے کچھ نیچے تک بھی درست ہے، امام اور مقتدی سب کا حکم ایک ہی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۸۸ھ۔

گرتہ کی کیفیت

سوال [۹۲۷۸]: تہبند اور بغیر کلی دار کرتہ جس کو عرف بنگال میں ”پنجابی“ کہا جاتا ہے، اس کو لباس

مسنون شمار کیا جائے گا یا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جامہ مبارک جس کو قمیص سے تعبیر کیا گیا، اس کی کیا شکل تھی؟ بینوا توجروا۔

= (وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/۲۰۲، دار الحدیث ملتان)

(وإجماع الصغير مع فيض القدير: ۱۱/۵۷۳۳، رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفیٰ

(الباز ریاض)

(۱) ”عس حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنهما قال: أخذ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعضلة ساقى أو ساقه، وقال: ”هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فلا حق للإزار فى الكعبين“.

(شمائل الترمذی، باب ماجاء فى إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸، سعید)

”وأما القدر المستحب فيما ينزل إليه طرف القميص والإزار، فنصف الساقين“ (شرح

النووى على الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جراتوب خيلاء، وبيان حد ما يجوز إرخاؤه

إليه وما يستحب: ۱۹۵/۲، قديمی)

”كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قميصاً فوق الكعبين“ (جمع الوسائل شرح

الشمائل، باب اللباس: ۱/۱۳۳، تالیفات اشرفیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

”قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالى عنها كساءً ملبداً وإزاراً غليظاً، فقالت:

قبض روح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في هذين“. شمائل الترمذی (۱)۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ^{لتسليم} وفات کے وقت بھی تہبند پہنے ہوئے

تھے، شمائل ترمذی شریف میں تہبند کی بھی تفصیل مذکور ہے (۲)۔

”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنه قالت: كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم القميص. وقد أخرج الدمياطي كان قميص رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم قطناً قصير الطول والكمين، اه“. جمع الوسائل (۳)۔

”عن أسماء بنت يزيد قالت: كان كم قميص رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

إلى الرسغ. قال الجوزي: فيه دليل على أن السنة أن لا يتجاوز كم القميص الرسغ، وأما غير

القميص فقالوا: السنة فيه أن لا يتجاوز رؤوس الأصابع من جبة وغيرها، انتهى.

ونقل في شرح السنة أن أبا الشيخ ابن حبان أخرج بهذا الإسناد بلفظ: كان كم

قميص رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أسفل من الرسغ. وأخرج ابن حبان أيضاً عن

طريق مسلم بن يسار عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كان رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قميصاً فوق الكعبين مستوي الكمين بأطراف أصابعه، اه“.

جمع الوسائل (۴)۔

(۱) (شمائل الترمذی، باب ماجاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸، سعيد)

(۲) ”عن أبي بردة رضي الله تعالى عنه قال: ”أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالى عنها كساءً ملبداً

وإزاراً غليظاً، فقالت: قبض روح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في هذين“. (شمائل الترمذی،

باب ماجاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۸، سعيد)

(۳) (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

۱/۱۳۱، ۱۳۲، إدارة تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۴) (جمع الوسائل شرح الشمائل، باب ما جاء في لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: =

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قمیص پسندیدہ تھی اور وہ ٹخنوں سے کچھ اونچی ہوتی تھی اور آستین کبھی پہنچوں تک اور کبھی انگلیوں تک ہوتی تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

گرتے میں کار

سوال [۹۲۷۹]: کرتوں کے اندر جو کالر لگواتے ہیں، کیا وہ قمیص کے ساتھ مشابہت نہیں ہے اور اس کا لگوانا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

اگر کسی غلط چیز کی مشابہت ہے تو اس سے بچنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سیاہ کرتا پہننا

سوال [۹۲۸۰]: مسلمان مرد کو کالا تہبند باندھنا، یا کالا کرتا پہننا، یا کالی واسکت پہننا کیسا ہے؟

= ۱۰۷/۱، مصطفیٰ البابی الحلبي (مصر)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (بذل المجہود: ۴۰/۵، مکتبہ الشیخ)

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم،

فہو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة ۲/۵۵۸، دار الحدیث)

”وعنه“: ای ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ”قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”من تشبه بقوم“: ای من شبہ نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيرہ، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل

التصوف والصلحاء الأبرار ”فہو منهم“: ای فی الإثم والخیر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل

الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(وکذا فی فیض القدير شرح الجامع الصغير (رقم الحدیث: ۸۵۹۳): ۱۱/۵۷۴۳، مکتبہ نزار

مصطفیٰ الباز ریاض)

الجواب حامداً ومصلياً:

درست ہے، مگر جب کسی جماعت فساق یا کفار کا شعار ہو جیسا کہ محرم میں روافض کا شعار ہے (۱) تو اس سے بچنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قمیص پہننا

سوال [۹۲۸۱]: آج کل جس طرح کی قمیص پہنی جاتی ہے، اس کا پہننا کسی بھی نوع سے آخرت میں پکڑ کا باعث ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نفسِ قمیص کا پہننا پکڑ کا باعث نہیں، خاص کر ایسے علاقے میں جہاں کا عام لباس یہی ہو (۳)، لیکن مسنون لباس کا اختیار کرنا اتباعِ سنت کا تقاضہ ہے، اس کو ترک کر کے قمیص مروجہ پہننا بڑی فضیلت سے محرومی کی بات ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۲/۱/۸۶ھ۔

(۱) تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً

(۲) ”ويكره للرجل تسويد الثياب و تمزيقها للتعزية“ (مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الکراہیۃ: ۳۴۵/۴، رشیدیہ)

”وقص الشارب إمارة أهل السنة والجماعة، وتركه إمارة الرفض، وكذا لبس السواد“ (الفتاویٰ البزازیۃ علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب السیر، الثالث فی الحظر والإباحۃ: ۳۱۱/۶، رشیدیہ)

(۳) ”فإن الإسلام لم يقرر الإنسان نوعاً خاصاً، أو هيئةً خاصةً من اللباس وإنما وضع مجموعۃً من المبادئ، الخ“ (تکملۃ فتح الملہم، کتاب اللباس: ۸۷/۴، دارالعلوم کراچی)

(۴) ”فأما هيئة اللباس، فتختلف باختلاف عادة كل بلد“ (فتح الباری، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال: ۳۳۲/۱۰، دارالمعرفۃ بیروت)

”فإن الإسلام لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئةً =

قمیص کا حکم

سوال [۹۲۸۲]: قمیص کا کیا حکم ہے خاص کر جب کہ آستین کرتے کی آستین کے برابر ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صرف قمیص اگر پوری آستین کی ہو اور پاجامہ ٹوپی وغیرہ فیشن کا نہ ہو تو یہ بھی بہتر نہیں ہے۔ اگرچہ کچھ عموم ہو گیا ہو، مگر علماء اور صلحاء اچھا نہیں سمجھتے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

کالردار قمیص اور بڑے پانچوں کا پاجامہ

سوال [۹۲۸۳]: کالر کی قمیص استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں اور بڑے پانچا کا پاجامہ استعمال کرنا

کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو ”من تشبه بقوم فهو منهم“ کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اب یہ دونوں چیزیں کفار یا فساق کا شعار نہیں، اس لیے تشبہ ممنوع میں داخل نہیں، البتہ ہمارے اطراف میں اتقیاء اور صلحاء کا یہ لباس نہیں، اس لئے ایسے لباس کا ترک اولیٰ و انبہ ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۸۹ھ۔

= خاصة من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادئ. (تكملة فتح

الملمم، كتاب اللباس، والزينة: ۸۷/۳، دار العلوم كراتشي)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۳۹/۸، رشيدية)

(۱) قال القارى: ”أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل

التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أى فى الإثم أو الخير اهـ“. (مرقاة المفاتيح، كتاب

اللباس، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۳۳۷): ۱۵۵/۸، رشيدية)

(و كذا فى فيض القدير: ۱۱/۵۷۳ نزار مصطفى رياض)

(و كذا فى بذل المجهود، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة: ۳۰/۵. معهد الخليل الاسلامى)

(۲) ”عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم =

آستین کا لمبا بنوانا

سوال [۹۲۸۴]: عموماً نیتا قسم کے لوگ کرتے کی آستین لمبی بنوا کر اوپر کی طرف موڑ لیتے ہیں، ان کی حرص میں مذہبی قسم کے آدمی بھی اگر آستین لمبی بنوا کر موڑ لیں تو یہ مناسب ہے کہ نہیں، اور اسراف بیجا ہے کہ نہیں؟ اور ایسا کرنے والے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

لمبی آستین تو عموماً عرب میں رائج تھی اور اس کو شرفاء کا لباس تصور کیا جاتا تھا مگر اسی وجہ سے فقہاء نے نماز شروع کرتے وقت آستین سے ہاتھوں کا ظاہر کرنا مستحب لکھا ہے (۱) اور سجدہ کرتے وقت گرم زمین پر آستین کا زائد حصہ پیشانی کے نیچے رکھ کر اس پر سجدہ کرنا بھی منقول ہے (۲)۔ اگر ضرورت نہ ہو تو بیکار آستین

= فهو منهم“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة ۵۵۸/۲، دار الحدیث ملتان)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وفیض القدير، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳): ۵۷۴۳/۱۱ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

”قال القاری: أي من شبه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أي فی الإثم أو الخیر عند الله تعالى“۔ (بذل المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۰/۵. معهد الخلیل، کراچی)

قال العلامة المناوی: ”المشاركة فی الهدی فی الظاهر تؤثر تناسباً و تشاكلاً بین المتشابهین تعود إلى موافقة ما فی الأخلاق والأعمال، وهذا أمر محسوس، فإن لابس ثياب العلماء مثلاً یجد من نفسه نوع انضمام إليهم“۔ (فیض القدير شرح الجامع الغير، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳): ۵۷۴۳/۱۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۱) ”و آدابها: أي الصلوة..... وإخراج كفيه من كفيه عند التكبير؛ لأنه أقرب إلى التواضع وأبعد التشبه بالجبابرة“۔ (مجمع الأنهر، کتاب الصلوة: ۹۱/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و كذا فی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل من آدابها، ص: ۲۷۶، قدیمی)

(۲) ”ولو سجد على كفه أو فاضل ثوبه، صح“۔ (الدر المختار، کتاب الصلوة، آداب الصلوة:

۵۰۱/۱، سعید)

”إذا بسط كفه وسجد عليه إن بسط ليقى التراب عن وجهه، كره. وإن بسط ليقى التراب =

کیوں زائد کی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۹۲ھ۔

آستین لمبا بنوانا

سوال [۹۲۸۵]: بعض لوگ کرتے کی آستین لمبی سلواتے ہیں، پھر پہننے کے وقت دراز کرتے ہیں۔

یہ افضلیت کے خلاف ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آستین کا یہ طریقہ بھی عرب کا عام دستور ہے، ایک کرتہ مبارک قصیر الکمین بھی تھا جس کی تفصیل

انجاء الحاجہ میں ”إلى الرسغين“ کی ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوڑا پانچامہ

سوال [۹۲۸۶]: بڑے اور چوڑے پانچامہ کے بارے میں کیا قول ہے، کیا افضلیت و سنت کے

= عن عماتہ و ثیابہ، لا یکرہ۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الصلوۃ، الباب السابع، الفصل الثانی:

۱۰۸/۱، رشیدیہ)

(۱) ”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یمدّ کمّ القمیص حتی إذا بلغ الأصابع، قطع ما فضل“۔ (بذل

المجہود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمیص: ۴۰/۵، معہد الخلیل کراچی)

(و کذا فی جمع الوسائل، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱۳۲/۱، تالیفات

اشرفیہ ملتان)

(۲) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبس

قمیصاً قصیر الیدین والطول“۔ قال المحشی: ”قوله: ”یلبس قمیصاً قصیر الیدین“: ای قصیر

الکمین، وکان إلى الرسغین“۔ (سنن ابن ماجہ مع إنجاء الحاجہ، کتاب اللباس، باب کمّ القمیص،

ص: ۲۵۶، قدیمی)

(و کذا فی بذل المجہود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمیص: ۴۰/۵، معہد الخلیل کراچی)

خلاف ہے؟ اگر ہے تو پھر کیا بات ہے کہ بعض بزرگ لوگ بھی چوڑا پائجامہ پہنتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جبکہ پائجامہ مبارک کی کوئی ہیئت مذکور نہیں تو پھر اس کو خلاف سنت کیسے کہا جائے، ہر جگہ کے اہل علم اور

اہل صلحاء کا جو لباس ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس میں نیر ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوڑی دار پائجامہ

سوال [۹۲۸۷]: مردوں کے لئے چوڑی دار پائجامہ اگر ٹخنوں سے اونچا، تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چوڑی دار پائجامہ مکروہ ہے کہ یہ غیر متشرع لوگوں کا لباس ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوڑی مہری کا پائجامہ

سوال [۹۲۸۸]: چوڑی مہری کا پائجامہ اگر ٹخنوں سے اوپر بنایا جائے احتیاط سے کہ ران بھی نہ نکلے تو

(۱) ”فإن الإسلام..... لم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة من اللباس ولا أسلوباً خاصاً

للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادئ والقواعد الأساسية يجب على المسلم أن يحتفظ بها في

أمر لباسه، الخ“۔ (تكملة فتح الملهم: كتاب اللباس والزينة: ۸۷/۴، مكتبة دارالعلوم كراچی)

(و كذا في فتح الباري، كتاب الأداب، باب المتشبهون بالنساء: ۳۳۲/۱۰، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۳۹/۸، رشيدية)

(۲) ”من شبه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار

”فهو منهم“: أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى..... اهـ“۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل

الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيدية)

(بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۸۷/۵، معهد الخليل الاسلامي)

(و كذا في فيض القدير: ۵۷۴۳/۱۱، (رقم الحديث: ۸۵۹۳) مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

جس جگہ یہ عام طور پر پہنا جاتا ہے وہاں مکروہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پاجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی ممانعت کی وجہ

سوال [۹۲۸۹]: نماز کی حالت میں ہو یا کوئی دوسری حالت میں ٹخنوں سے نیچا پاجامہ یا لنگی پہننا

کیوں منع ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ”جو شخص (پاجامہ یا لنگی سے) ٹخنے ڈھانکے گا تو یہ حصہ دوزخ میں جلے

گا“ (۲) اس لئے مکروہ تحریمی ہے (۳)، اس طرح نماز بھی مکروہ تحریمی ہوتی ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”واعلم أن اعتبار العادة والعرف رجع إليه في مسائل كثيرة، حتى جعلوا ذلك أصلاً، فقالوا في

الأصول في ما ترك به الحقيقة: ترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة“۔ (مجموعة رسائل ابن

عابدین، نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف: ۱۱۵/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا في شرح المجله لسليم رستم باز اللبناني، المقالة الثانية في القواعد الفقيهية، (رقم المادة: ۳۶)،

العادة محكمة: ۳۴/۱، مكتبة حنفيه)

(و کذا في شرح الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة السادسة، العادة محکم،

اعتبار العادة والعرف: ۲۶۸/۱، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ما أسفل من

الکعبين من الإزار في النار“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، لفصل الأول، ص: ۳۷۳، قدیمی)

(وسنن ابن ماجه، کتاب اللباس، باب موضع الإزار، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۳) ”فما نزل عن الكعبين، فهو ممنوع، فإن كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم، وإلا فممنوع تنزيه“۔

(شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان حد مايجوز =

ٹخنے سے نیچے پائجامہ

سوال [۹۲۹۰]: پائجامہ جس سے ٹخنے چھپ جائے کیسا ہے اگرچہ تکبر نہ ہو؟

الجواب حامدًا ومصليًا:

یہ لباس متکبرین اور فساق کا ہے، اگر اس نیت سے ہو کہ ان کے ساتھ تشبہ اختیار کیا جاوے یا تکبر کی نیت سے ہو تو حرام، ورنہ مکروہ ہے:

”ولا يجوز الإسبال تحت الكعبين إن كان للخيلاء؛ إذ قد نص عليه الشافعي. وبغير

الخيلاء منع للتنزيه لا للتحريم“. مرقاة (۱)۔

آج کل عام طور پر یہ لباس انہیں لوگوں کا ہے جن پر مغربیت کا بھوت سوار ہے جو اپنی قدیم وضع اور طرز معاشرت کو برا سمجھتے ہیں اور مغربی تہذیب پر فخر کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی مشابہت بھی مذموم ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حرره العبد محمود غفر له۔

= إرخاؤه إليه وما يستحب: ۱۹۵/۲، قديمي)

(و كذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، (رقم الحديث:

۴۳۱۴): ۱۲۹/۸، رشيديه)

(۲) ”ويكره كل ما كان من أخلاق الجبابرة“. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة،

فصل في المكروهات، ص: ۳۵۰، قديمي)

(و كذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، بيان كراهية الصلوة، ص: ۳۲۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(و كذا في أحسن الفتاوى، كتاب الصلوة، مكروهات نماز، عنوان: مرد کو نماز میں ٹخنے ڈھانکنا: ۴۰۴/۳، سعيد)

(۱) (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول: ۱۲۹/۸، (رقم الحديث:

۴۳۱۴)، رشيديه)

(و كذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء، وبيان

حدا ما يجوز إرخاؤه إليه وما يستحب: ۱۹۵/۲، قديمي)

(۲) ”وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه =

دھوتی، لنگی کا استعمال اور حقہ پینا

سوال [۹۲۹۱]: پیتل تانبے کے بے قلعی برتنوں کو استعمال کرنا، حقہ ضروری پینا، دھوتی، لنگی استعمال

کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پیتل اوتانبے کے برتنوں کا استعمال کرنا درست ہے، البتہ اگر کفار کی مشابہت ہو تو منع ہے (۱)۔ لنگی اس طرح باندھنا جس سے ستر کھلے، یا کفار کے طریقے پر باندھنا ناجائز ہے اور شرع کے موافق باندھنا درست ہے (۲)۔ حقہ کسی بیماری کی وجہ سے دواء پینا درست ہے (۳) اور بغیر بیماری کے شوقیہ پینا مکروہ ہے (۴)، اگر نشہ

= بقوم، فهو منهم“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحدیث ملتان)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وفیض القدير، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳): ۵۷۴۳/۱۱: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۱) ”وأما الآنية من غير الفضة والذهب، فلا بأس بالأكل والشرب والانتفاع بها كالحديد والصفير والنحاس والرصاص والخشب والطين“۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۴۳/۶، سعید)

”ویجوز استعمال الأواني من الصفير“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی الأكل والشرب: ۳۴۱/۸، رشیدیہ)

(۲) (راجع للتخريج المسئلة المتقدمة آنفاً، رقم الحاشية: ۱)

(۳) ”وجوزه فی النهاية بمحرم إذا أخبره طیب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه“۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۸۹/۶، سعید)

”يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره طیب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه“۔ (الفتاوى العالمکیرية، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوى والمعالجات: ۳۵۵/۵، بیروت)

(۴) علامہ شامی اور دوسرے علماء نے عدم کراہت کو ترجیح دی ہے اگر بد بونہ ہو، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

”وللعلامة الشيخ على الأجهوري المالكي رسالة في حله، نقل فيها أنه أفتى بحله من يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة. قلت: وألف في حله أيضاً سيدنا العارف عبد الغنى النابلسي رسالة =

ہو تو ناجائز ہے (۱)۔ بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہر صورت ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔

= سماھا "الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان" و تعرض له في كثير من تأليفه الحسان، وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة، فإنهما حكمان شرعيان لا بدلهما من دليل، ولا دليل على ذلك، فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره، بل ثبت له منافع، فهو داخل تحت قاعدة: الأصل في الأشياء الإباحة. وإن فرض إضراره للبعض، لا يلزم منه تحريمه على كل أحد، فإن العسل يضر بأصحاب الصفراء الغالبة، وربما أمرضهم مع أنه شفاء بالنص القطعي، وليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى بإثبات الحرمة أو الكراهة اللذين لا بدلهما من دليل بل في القول بالإباحة التي هي الأصل، الخ". (ردالمحتار، كتاب الأشرطة: ۴۵۹/۶، سعيد)

(و كذا في أحسن الفتاوى، كتاب الأشرطة، عنوان مسئلة: حقه پینے کا حکم: ۴۸۱/۸، سعيد)

(و كفايت المفتي: ۱۲۵/۹، دار الإشاعت كراچي)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل مسكر

خمر، وكل مسكر حرام". (الصحيح لمسلم، كتاب الأشرطة، باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل

خمر حرام: ۱۶۷/۲، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الحدود، (رقم الحديث: ۳۶۳۸)، باب بيان الخمر، ص: ۳۱۷، قديمي)

(۲) "قيل لأنس رضي الله تعالى عنه: ما سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من

أكل، فلا يقربن مساجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول فيه:

۸۲۰/۲، قديمي)

"وقال الإمام العيني رحمه الله تعالى في شرحه على صحيح البخاري: قلت: علة النهي أذى

الملائكة وأذى المسلمين..... و يلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة مأكولاً أو

غيره، وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفي غيره كالبصل والكراث لكثرة أكلهم لها". (ردالمحتار، كتاب

الصلوة، باب ما يفسد الصلوة، وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد: ۶۶۱/۱، سعيد)

لنگوٹ

سوال [۹۲۹۲]: کیا لنگی کے نیچے (انڈر ویر) لنگوٹ وغیرہ باندھنا افضل ہے، اگر ہے تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

لنگوٹ کا تذکرہ نہیں، کسی کو قطرے کا مرض ہو، یا آنت اترنے کا مرض ہو، یا بدن کسنا ہی مقصود ہو تو استعمال کرنا ممنوع نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود گنگوہی۔

پاجامہ اور لنگی میں کون افضل ہے

سوال [۹۲۹۳]: پاجامہ پہننا افضل ہے یا لنگی، اگر پاجامہ ہے تو کس قسم کا؟ اور اگر لنگی ہے تو کس قسم کی، سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لنگی پسند کرتے تھے یا پاجامہ، اگر لنگی تو سلی ہوئی یا بغیر سلی ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پاجامہ خریدنا اور پسند فرمانا تو ثابت ہے (۲)، ایک روایت میں پہننا بھی منقول ہے (۳) اس کی

(۱) "وقد علمت أن العبرة للحمة لا للظاهر على الظاهر، فافهم". (تنوير الأبصار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۸/۶، سعید)

"يكره للرجال أن يلبسوا الثوب المصبوغ بالعصفر أو الورس أو الزعفران". (البحر الرائق،

كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ص: ۳۳۹/۸، رشیدیہ)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، في اللبس: ۱۹۱/۴، مكتبة غفاريہ كوئٹہ)

"مرد کے لئے کسم اور زعفرانی رنگ اتفاقاً ممنوع ہے، سرخ رنگ میں اختلاف ہے..... مفتی بہ قول یہ ہے کہ مکروہ

تزیہی ہے، باقی سب رنگ جائز ہیں"۔ (إمداد الفتاوی، كتاب الحظر والإباحة، أحكام متعلقہ لباس، عنوان

مسئلہ: حرمت علت رنگ واللوان مختلف: ۱۲۵/۴، دارالعلوم کراچی)

(۲) "عن سوید بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: أتانا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فساو منا

سراویل". (سنن ابن ماجہ، كتاب اللباس، باب لبس السراویل، ص: ۲۵۶، قدیمی) =

= (و کذا فی جمع الوسائل: ۱/۲۱۵، تالیفات اشرفیہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازار پائے کو پہنا ہے۔ اگر ازار پائے سے وہی مراد ہے جو چادر کی مانند بیان کرتے ہیں تو ظاہر ہے اسے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اگر مراد سراویل یعنی پائے جامہ ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کے پہننے میں اختلاف ہے، بعض اس پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے سراویل نہیں پہنی، لیکن شمنی شرح شفاء، میں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل پہنی ہے۔ لیکن حضور کا سراویل خریدنا تو متفق علیہ ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں ترمذی و ابوداؤد کی حدیث سے مراد ہے کہ سراویل کا یہ خریدنا مکرمہ میں تھا۔

اور ابوعلی موصلی اپنی مسند میں بہ سند ضعیف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بازار آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل چار درہم میں خریدی اور بازار والوں کا ایک وزان یعنی تولنے والا تھا جو قیمت کو وزن کرتا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: خوب خوب کھینچ کر (زیادہ) تولو، اس شخص نے کہا میں نے کبھی بھی کسی کو ایسا کہتے نہیں سنا کہ وہ قیمت کی ادائیگی ایسا کلمہ کہہ کر کرے، اس پر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: افسوس ہے تجھ پر تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا، پھر وہ شخص ترازو چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھینچ کر فرمایا، یہ عجمیوں کا دستور ہے کہ وہ بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں، بلکہ از قبیل شام ہوں۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراویل لے کر روانہ ہوئے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک سے سراویل کو لے لوں اور خود اٹھا کر لے چلوں۔ فرمایا: سامان کا مالک زیادہ لائق ہے کہ وہ اپنے سامان کو اٹھائے، مگر وہ کہ کمزور و ناتواں ہو تو اسے اس کا بھائی مدد دے۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ سراویل کو پہنیں گے، فرمایا: ہاں میں سفر و حضر اور شب و روز پہنتا ہوں، اس لئے کہ مجھے ستر چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اس سراویل سے زیادہ ستر پوش کوئی جامہ نہیں پاتا اور طبرانی و دارقطنی اور عقیلی بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، لیکن سند ضعیف کے ساتھ۔ اور اس حدیث کا دار و مدار یوسف بن زیاد واسطی پر ہے جو کہ بہت ہی ضعیف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خریدنا صحیح و ثابت ہے۔

اور ابن قیم اپنی کتاب ہدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ خریدنا پہننے کے لئے تھا اور روایت بھی کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل پہنی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے بھی آپ کے زمانہ اقدس میں آپ کی اجازت سے پہنی، اور امام بخاری اپنی صحیح میں ترجمہ لائے ہیں، لیکن کوئی حدیث اس کے پہننے کی نہیں لائے، اس لئے کہ صحیح نہ ہوگی۔ اور اس طریقہ اور شرط کے ساتھ جو امام بخاری کے نزدیک معتبر تھی محدثین روایت لاتے ہیں کہ امیر =

= المؤمنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دن شہید ہوئے وہ سراویل پہنے ہوئے تھے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سراویل پہننے کو لازم کر لو، اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ تمہارا ستر پوش ہے۔ اور عورتیں جو باہر نکلتی ہیں ان کو محسن و محفوظ بنانا ہے، یعنی سراویل ان کے لئے زیادہ لائق و مناسب ہے، خصوصاً گھر سے باہر نکلنے کی حالت میں۔

اسی طرح بعض مصنفین بھی روایت لاتے ہیں اور اس حدیث کو علامہ امام جلال الدین سیوطی "جمع الجوامع میں امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ان لفظوں کے ساتھ لائیں ہیں کہ: انہوں نے فرمایا: میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بقیع میں بارش کے دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت گدھے پر سوار گزری اس کے ساتھ بوجھ تھا، گدھے کا پاؤں زمین کے نشیب میں پھسلا اور وہ عورت زمین پر گر پڑی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا رخ انور ادھر سے پھیر لیا۔ صحابہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! وہ سراویل پہنے ہوئے ہیں، پھر دعا فرمائی:

اللہم اغفر للمسترولات من أمتی، یاہیا الناس! اتخذوا السرویات، فإنہا

من أستر ثیابکم، وخصوا بہا من نساء کم۔

یعنی: "اے خدا! میری امت کے پائے جامہ پہننے والوں کو بخش دے، اے لوگو! پائے جامہ

پہننے کو لازم کر لو یہ تمہارے کپڑوں میں سب سے زیادہ ستر پوش ہے اور تمہاری عورتیں تو اسے خاص ہی

کر لیں۔"

اس حدیث کو ترمذی اور العقلمی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے الآداب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی موضوعات میں لائے ہیں، لیکن انہوں نے یہ درست نہیں کیا، کیونکہ میرے نزدیک یہ حدیث متعدد سندوں سے ثابت ہے۔ (حاشیة مدارج النبوة، باب: تواضع، ادب اور حسن معاشرت: ۸۵/۱، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(شرح سفر السعادة، باب در عموم احوال و معاشی، فصل در پوشش ہائے مختلف، ص: ۴۳۵، ۴۳۶، مطبع منشی نول کشور)

(۳) "واشتری سراویل، والظاهر أنه إنما اشتراها لیلبسها، وقد روی فی غیر حدیث أنه لبس السراویل، وكانوا یلبسون السراویلات بإذنه". (زاد المعاد، باب فضل الحج الأكبر، فصل فی وملا لبسه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۵۴، دار الفکر)

کیفیت کا علم نہیں، زیادہ تر لنگی ہی استعمال فرماتے تھے (۱)، سلی ہوئی تھی یا بغیر سلی ہوئی اس کا علم نہیں، اندازہ یہ ہے کہ بغیر سلی ہوئی تھی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/محرم الحرام/۶۸ھ۔

غسل کے بعد گرتا پہلے پہنے یا پائجامہ

سوال [۹۲۹۴]: غسل کرنے کے بعد پہلے پائجامہ پہنے یا قمیص؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

دونوں طرح درست ہے، پہلے گرتا پہننا بہتر ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ”کان عثمان یاتزر إلی أنصاف ساقیه، وقال: هکذا کانت إزره صاحبی یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم“۔ (شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة إزار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۸، سعید)

”عن أم سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: کان أحب الثیاب إلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم یلبسه“ حال من أحب: ای یحبه للبس له لا لنحو تصدق ”القمیص“ قال الزین العراقی رحمہ اللہ

تعالیٰ: فیہ ندب لبس القمیص، وإنه کان أحب الثیاب إلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لما فیہ

من مزید الستر لإحاطته بالبدن بالخیاطة بخلاف الرداء والإزار والشملہ ونحوها مما یشتمل بہ سہما

یحتاج إلی ربط أو إمساک أو لف أو عقد؛ إذ ربما غفل عنه لابسہ فیسقط عنه بخلاف القمیص“۔

(شرح المناوی للشمائل علی هامش جمع الوسائل، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم: ۱/۱۳۲، ادارة تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۲) ”ودرجہ وپیراہن وجبہ پوشیدن سنت آنست کہ دست راست و دآورد و باز دست چپ..... چنانچہ معمولی است ولفافو

مردہ رانیز ہمیں دستور کند“۔ (ضیاء القلوب، ص: ۱۵۳)

”تبسط اللفافة أو لا ثم یبسط الإزار علیها، ویقمیص، ویوضع علی الإزار، ویلف یساره ثم

یمینه ثم اللفافة كذلك، لیكون الأيمن علی الأيسر الخ“۔ وقال شامیة: ”(قوله: ویقمص، الخ): ای المیت =

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ صفر/ ۱۹۷۰ء۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ صفر/ ۱۹۷۰ء۔



= أى يلبس القميص بعد تشفيفه بخرقه. (وقوله: ليكون الأيمن على الأيسر الخ) اعتباراً بحالة الحياة“.

(ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنابة: ۲/ ۲۰۲، معيد)

(و كذا فى الحلبي الكبير، ص: ۵۸۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

الفصل الثانی فی لبس البنطلون والصدرة وغيرهما

(پینٹ، کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)

کوٹ، پتلون اور انگریزی بال

سوال [۹۲۹۵]: کوٹ اور پتلون پہننے والوں اور سر پر انگریزی بال رکھنے والوں کے حق میں اب اس حدیث تشبہ کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص جس قوم کا مشابہت اختیار کرے گا، اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا، اگر اب بھی اطلاق ہوتا ہے تو کیا انگریزی بال رکھنے والا ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے، یا صرف ایک گناہ میں کہ انگریزی بال رکھے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اب اس میں اتنا تشدد نہیں، اتنا ضرور ہے کہ ان اطراف میں یہ صلحاء کا لبس نہیں، اس سے بچنا چاہیے، کراہت کا درجہ ہے (۱)۔ انگریزی بالوں میں بھی کراہت ہے جو مستر ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”آج کل پینٹ شرٹ (کوٹ پتلون) اور انگریزی بال کا اگرچہ مسلمانوں میں عام رواج ہو گیا ہے، مگر اس کے باوجود اسے انگریزی لباس ہی سمجھا جاتا ہے۔ الغرض تشبہ بالکفار نہ بھی ہو تو تشبہ بالفساق میں تو کوئی شبہ نہیں، لہذا ایسے لباس سے احتراز ضروری ہے۔ پتلون کے متعلق یہ تفصیل اس وقت ہے جب اس سے واجب الستر اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر نہ آتا ہو، اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو کہ اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو۔ جیسا کہ آج کل ایسی پتلونوں کا کثرت سے رواج ہو گیا ہے۔ تو اس کو پہننا اور لوگوں کو دکھانا اور دیکھنا سب نا جائز ہے:

”عنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی نبس الشهرة: ۵۵۸/۲،

دارالحدیث ملتان) =

پینٹ کوٹ کا استعمال

سوال [۹۲۹۶]: پینٹ اور کوٹ نماز کے بعد پہن لیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس علاقہ میں یہ کفار و فساق کا شعار ہو، وہاں اس سے پرہیز کیا جائے اور جہاں شعار نہ ہو، سبھی

استعمال کرتے ہوں وہاں کا یہ حکم نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۹۶ھ۔

= (ومشكوة المصاييح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال علي القاري: "أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو

بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أى فى الإثم أو الخير عند الله تعالى..... اهـ". (مرقاة

المفاتيح، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۳۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيدية)

"وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل ما مر

على ما إذا لم يصف حجمها". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب فى النظر واللمس:

۳۶۶/۶، سعيد)

قال العثماني مدظله العالی: "فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة، لا تقره

الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً أو موافقاً لدور الأزياء. وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم

الذى يحكى للناظر شكل حصاة من الجسم الذى يجب ستره، فهو فى حكم ما سبق فى الحرمة وءام

الجواز". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۸/۴، مكتبة دار العلوم كراچی)

(۲) "عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: عن القزع"

والقزع أن يحلق رأس الصبي، فيترك بعض شعره". (سنن أبى داؤد، كتاب الترجل، باب فى الصبي له

ذؤابة: ۵۷۷/۲، دار الحديث ملتان)

"ويكره القزع، وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع، كذا فى

الغرائب". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۴۰۷/۶، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۷/۵، رشيدية)

(۱) "عنه (ابن عمر رضى الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه =

درزی کونا جائز لباس سینا

سوال [۹۲۹۷]: میں سلائی کا کام کرتا ہوں اور لوگ ہر قسم کا نقشہ یا ہر قسم کا لباس سلوا کر پہنتے ہیں تو

مجھے سینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نا جائز لباس سینا مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۸۸ھ۔

کوٹ پتلون سینا

سوال [۹۲۹۸]: زید کا کام کپڑے سینے کا ہے اور مختلف قسم کے کپڑے بنانے ہوتے ہیں جس میں

کوٹ پتلون بھی تیار کرنا ہوتا ہے اور پتلون اس وقت اس قسم کی تیار کی جا رہی ہے کہ رانوں میں پھنسی ہوتی ہے۔

جواب عنایت فرمائیں کہ کوٹ اور پتلون سینا جائز ہے یا ناجائز؟

= بقوم، فهو منهم“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحدیث

ملتان)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وفیض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۳، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفیٰ

الباز ریاض)

(۱) اگر اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو تو پھر اس طرح کے لباس کا سینا اور پہننا اور اس کو دیکھنا سب اعانت علی المعصیۃ ہونے

کی بناء پر ناجائز ہے:

”وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها، یصف حجمها، فیحمل علی

مامر“۔ (ردالمحتار: ۳۶۶/۶، فصل فی النظر واللمس من کتاب الحظر والإباحة، سعید)

”فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة علی ما لا يجوز،

وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز، وتمامه فی شرح الوهبانية“۔ (الدرالمختار: ۳۶۰/۶، فصل فی

اللبس، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح کا کپڑا سینے میں انکشافِ ستر کا تو احتمال نہیں ہے، یعنی اس سے مرد کا وہ حصہ بدن نہیں کھلتا جس کا چھپانا فرض ہے، رانوں میں اگر پتلون اس طرح پھنسی ہو کہ ران کی ہیئت ادھر سے ظاہر نہ ہوتی ہو تو کچھ اشکال نہیں (۱)۔ البتہ خود ایسے کپڑے پہننا مکروہ ہے تو اس وجہ سے ان کے سینے میں بھی ایک قسم کی کراہت ہوگی، لیکن اگر یہ لباس عامۃً مسلمان پہنتے ہوں تو کراہت بھی نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”(قوله: ولا يضر التصاقه): أي بالإلية مثلاً..... وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظاً لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو، وتشكل بشكله، فصار شكل العضو مرئياً، فينبغي أن لا يمنع جواز الصلوة“۔ (ردالمحتار: ۱/۴۱۰، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مطلب في النظر إلى وجه الأمر، سعيد)

”أقول: مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه..... وحقيقته صار له حجم: أي نتوء ارتفاع. ومنه قوله: حتى يتبين حجم عظامها، وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل مامر“۔ (ردالمحتار: ۲/۳۶۲، فصل في النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) واضح رہے کہ یہ حکم اس لباس کا ہے جس میں اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر نہ آتا ہو، لیکن اگر اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو تو پھر اس طرح کے لباس کا سینا اور پہننا اور اس کو دیکھنا سب اعانت علی المعصیۃ ہونے کی بنا پر ناجائز ہے:

”وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها، يصف حجمها، فيحمل على مامر“۔ (ردالمحتار: ۲/۳۶۲، فصل في النظر والمس من كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

”فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز، وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز، وتمامه في شرح الوهبانية“۔ (الدر المختار: ۲/۳۶۰، فصل في اللبس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

کوٹ قمیص، بونٹ، ترکی ٹوپی وغیرہ

سوال [۹۲۹۹]: مروجہ کوٹ، کالزدار قمیص اور بونٹ (۱) کا استعمال کیسا ہے؟ اور ترکی ٹوپی کا استعمال کیسا ہے اور برجس جو کہ گھوڑے کی سواری کے وقت استعمال ہوتی ہے اس کا استعمال کیسا ہے اور پیتل وغیرہ کے بٹن اور دیگر اشیاء مثلاً لوٹا، دیکھی، یا عورتوں کے لئے زیورات کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

لباس مذکور اس زمانہ میں صلحاء کا لباس نہیں اس لئے اس لباس سے اجتناب چاہئے (۲)، خصوصاً اہل علم کو کہ وہ مقتدا ہیں اور جو لباس کسی غیر قوم کا مخصوص قومی شعار ہے، اس کا استعمال نہایت خطرناک ہے، حتیٰ کہ فقہاء نے ایسے لباس اختیار کرنے والے کی تکفیر کی ہے (۳)۔

ترکی ٹوپی کا رنگ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتوے کے مطابق ناپاک ہوتا ہے (۴)، اس لئے اس کو جب تک اس قدر نہ دھولیا جائے کہ رنگ کٹنا بند ہو جائے، اس سے نماز درست نہیں (۵)، اگر وہ سرخ

(۱) ”بونٹ: بوٹ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال علی القاری: ”أی من شبه بالكفار مثلاً فی اللباس و غیرہ أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار“ ”فهو منهم“: ”أی فی الإثم أو الخیر عند الله تعالى“..... (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

(۳) ”المبدء الثالث: أن اللباس الذى يتشبه به الإنسان بأقوام كفره، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلك التشبه بهم“۔ (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۸/۴، مكتبة دارالعلوم كراچی)

(۴) واضح رہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں مختلف رنگوں کے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔ لیکن اس میں ترکی ٹوپی کے رنگ کی کوئی تصریح موجود نہیں، البتہ ترکی ٹوپی کے متعلق یہ فتویٰ موجود ہے:

سوال: ”ترکی ٹوپی کا اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟“

جواب: ”ٹوپی ترکی اصل شعار نیچریوں کا ہے، مگر دوسرے لوگوں میں بھی شائع ہو جاوے تو مضائقہ نہیں۔“

(فتاویٰ رشیدیہ، کتاب جواز و حرمت کے مسائل، ترکی ٹوپی پہننا، ص: ۲۸۵، سعید)

(۵) ”(ولا يضر بقاء أثر) كلون و ریح (لازم) فلا يكلف فى إزالته إلى ماء حار أو صابون ونحوه، بل يطهر ما صبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء“۔ (الدر المختار)۔ =

رنگ سے رنگی ہوئی ہو تو اس کا استعمال ناجائز ہے، کیونکہ مرد کو خالص سرخ رنگ کا استعمال منع ہے (۱)۔
پیتل کے زیورات اور ظروف جو دیگر اقوام کے ساتھ مخصوص نہیں عورتوں کو جائز ہیں۔ فقط واللہ
سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۷/۵۶ھ۔

پیتل کے زیورات اور برتن بلاقلعی کے مکروہ ہیں، کمافی ردالمحتار (۲)۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۹/رجب/۵۶ھ۔

= قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "إعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس، أو صبغ الثوب بالصبغ النجس، ثم غسل كل ثلاثاً، طهر. ثم ذكر عن المحيط أنه يطهر إن غسل الثوب حتى يصفو الماء، ويسيل أبيض". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في حكم الصبغ والاختضاب بالصبغ أو الحناء النجسين: ۱/۳۲۹، سعید) (و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطهارة، الفصل الثاني في تطهير النجاسات: ۱/۲۳۰، قديمي) (و كذا في المحيط البرهاني، كتاب الطهارات، الفصل الثابع في النجاسات وأحكامها، في تطهير النجاسات: ۱/۲۲۰، غفاريه كوئته)

(۱) "ويكره الأحمر والمعصفر للرجال؛ لأنه عليه السلام نهى عن لبس الأحمر والمعصفر..... فأفاد أن المراد كراهة التحريم، وهو المحمل عند الإطلاق". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۱/۳، غفاريه كوئته)

(و كذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۵۸/۶، سعید)

(۲) "ويكره الأكل في نحاس أو صفر، الخ)..... وفي الجوهرة: وأما الأنية من غير الفضة والذهب، فلا بأس بالأكل والشرب فيها والانتفاع بها كالحديد والصفرة والنحاس والرصاص والخشب والطين". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۳/۶، سعید)

کراہت کا قول بلاقلعی زنگ کی بناء پر ہے کہ وہ صحت کے لئے نقصان دہ ہے:

"ثم قيد النحاس بالغير المطلق". (ردالمحتار، المصدر السابق)

"حاصل یہ ہے کہ کان میں، ہاتھوں میں، گلے میں زیور پہننا شرعاً جائز ہے اور عورتوں کو چونکہ قدرتی اور فطری طور پر

زینت کی ضرورت ہے، اس لئے شریعت نے ان کے لئے چاندی، سونے کے زیور کی بھی اجازت ہے، حالانکہ مردوں کو چاندی، =

قمیص، پینٹ، کوٹ پہننا

سوال [۹۳۰۰]: ۱..... قمیص، پینٹ، کوٹ ان تینوں چیزوں کا پہننا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ان کو پہن کر نماز ادا کریں تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

۲..... ان تینوں کا پہننا مطلقاً مکروہ ہے یا نہیں، اگر اس میں کراہت ہے تو کس درجہ کی؟

۳..... مشابہت قوم سے کیا مراد ہے؟ اگر عام طور پر مسلم ہندو قمیص کو پہنتے ہیں، کسی قوم کا شعار باقی نہ رہا، پھر ان سے تو مشابہت باقی نہیں رہتی ہے، جیسے ساڑھی صوبہ بہار میں ہندو اور مسلم عورتیں عام طور پر پہنتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں ساڑھی کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو، بلکہ عام طور پر صلحاء اور فساق سب ہی استعمال کرتے ہوں، وہاں اس کو ممنوع نہیں کہا جائے گا، ہاں لباس مسنون کو اس کے مقابلہ میں احسن و افضل کہا جائے گا۔ اور جہاں جس قدر شعاریت ہوگی اسی قدر کراہت ہوگی (۱)۔ اس کلیہ کے تحت اشیائے مسؤلہ اور ان کے علاوہ بہت سی اشیاء کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۹۰ھ۔

= سونا پہننے کی اجازت نہیں، کانوں میں بالیاں جبکہ عہد نبوی میں پہنی گئی اور شرعاً اس کو جائز رکھا گیا تو کانوں کو چھیدنے کو مثلہ کے مشابہ خیال کرنا بھی غلطی ہے۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، بارہواں باب: زیورات، زیور کے متعلق ایک تفصیلی مضمون: ۱۸۳/۹)

(۱) ”عنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“. (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرة: ۵۵۸/۲، دارالحدیث ملتان) (ومشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال علی القاری: ”أی من تشبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“ ”أی فی الإثم أو الخیر عند اللہ تعالیٰ“. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷: ۵۵/۸، رشیدیہ)

دفتر کے وقت پتلون پہننا

سوال [۹۳۰۱]: ایک مسلمان سرکاری دفتر میں ملازم ہے، دفتر میں جب جاتا ہے تو پتلون وغیرہ پہن کر جاتا ہے اور واپس آ کر اتار دیتا ہے۔ تو کیا دفتر کے وقت پہننا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہاں پتلون کفار یا فساق کا مخصوص شعار نہیں ہے تو پہننا جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۷ھ۔

لباس، پتلون وغیرہ

سوال [۹۳۰۲]: پتلون قمیص پہننے والا انسان جنت میں جا سکتا ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ اس سے

راضی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے مطابق پتلون قمیص تشبہ بہ انگہ یز ہے تو کیا علی گڑھ کٹ پاجامہ اور بنگلہ کرتا یا کلی دار کرتہ، لکھنؤ کرتہ جس کو عام طور سے ہندوستانی لوگ اور کانگریسی لوگ استعمال کرتے ہیں، اس میں تشبہ بالہنود نہیں ہے؟ علی گڑھ پاجامہ اور پتلون میں کیا فرق ہے؟ کیا علی گڑھ کٹ پاجامہ اور کرتہ و گاندھی کیپ (ٹوپی) درست ہے؟

جیسا لباس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، یا امام ابوحنیفہ، امام

شافعی، امام مالک، امام احمد، امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین استعمال کرتے تھے۔ آپ تمام لوگوں کا لباس

(۱) ”(قوله: و لا يضر التصاقه): أي بالإلية مثلاً..... وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظاً لا يبرى

منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو، وتشكل بشكله، فصار شكل العضو مرئياً، فينبغي أن لا يمنع

جواز الصلوة“۔ (ردالمحتار: ۱/۴۱۰، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، مطلب في النظر إلى وجه

الأمرد، سعيد)

”أقول: مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه

..... وحقيقته صار له حجم: أي نتو وارتفاع. ومنه قوله: حتى يتبين حجم عظامها، وعلى هذا لا يحل

النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها، فيحمل مامر“۔ (ردالمحتار: ۶/۳۶۶، فصل

في النظر والمس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

کیسا تھا، اور کس رنگ کو پسند فرماتے تھے؟ اگر آپ لوگوں کا لباس یہ نہیں تھا اور نہ پتلون قمیص کے مثل تھا تو قمیص و پتلون پہننا کیسا ہے؟ دونوں میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس میں تشابہ نہیں ہے؟ اگر تشابہ ہے تو مع دلیل واضح فرمائیں۔

کیا صرف بنیان و لنگی پہن کر گھر سے باہر نکلنا، یا چوراہے پر جانے کو شریعت نے پسند فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر پتلون قمیص تشبہ باہل کتاب ہے تو کیا کلائی کی گھڑی و امریکن پائخانہ، بجلی کا پنکھا، ٹیری کاٹ، ٹیر لین پہننا، جدید طرز کی عمارت بنوانا، صوفاسیٹ، کیا یہ تمام چیزیں انگریزوں سے مشابہت نہیں ہے؟ یہ سب تو انگریزوں کی دین ہے۔ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رہن سہن ایسا ہی تھا؟ کیا عورتوں کا ساڑھی، قمیص اور بلاؤز پہننا تشبہ بالہنود نہیں ہے؟ کیا عورتوں کو ہر قسم کا لباس پہننے کی اجازت ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا لباس کیسا تھا؟

بعض آیت قرآنی مثلاً: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۱) یا ”إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ“ (۲) سے اللہ تعالیٰ کیا بیان فرمانا چاہتے ہیں؟ اگر پتلون قمیص پہن کر اچھی طرح شریعت کی پابندی اور دین کے ارکان کو ادا کرے، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسا بندہ ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً.

جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو اس کا استعمال کرنا منع ہے (۳)۔ قمیص اور علی گڑھ پانجامہ ناجائز نہیں ہے، اس کو پہن کر اطاعت کرنے سے مستحق جنت ہو سکتا ہے۔ پینٹ بھی اہل کتاب کا مخصوص شعار نہیں رہا۔ امید ہے کہ آپ کے معارضات کے جواب کی ضرورت نہیں رہی ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۸/۹۲ھ۔

(۱) (سورة الحجرات: ۱۳)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۳۶۱، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، (رقم الحديث:

۱۰۵۷۷)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) قال علي القاري: ”أى من شبه بالكفار مثلاً فى اللباس و غيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل

التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أى فى الإثم أو الخير عند الله تعالى..... (مرقاة المفاتيح،

كتاب اللباس، الفصل الثانى: ۸/۱۵۵، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيدية)

ٹائی کا استعمال

سوال [۹۳۰۳]: کسی ملازمت میں ترقی کا معیار ٹائی باندھنے پر ہو تو ایسی صورت میں ٹائی

باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲..... کسی کالج یا اسکول کی پوشاک میں ٹائی باندھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... ٹائی ایک وقت میں نصاریٰ کا شعار تھا، اس وقت اس کا حکم بھی سخت تھا، اب غیر نصاریٰ بھی

بکثرت استعمال کرتے ہیں، اب اس کے حکم میں تخفیف ہے، اس کو شرک یا حرام نہیں کہا جائے گا، کراہیت سے

اب بھی خالی نہیں، کہیں کراہیت شدید ہوگی، کہیں ہلکی۔ جہاں اس کا استعمال عام ہو جائے وہاں اس کے منع پر

زور نہیں دیا جائے گا (۱)۔

(۱) ٹائی کا استعمال اگرچہ مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا ہے، مگر اس کے باوجود انگریزی لباس کا حصہ ہی ہے، اگر انگریزی لباس

تصور نہ کیا جائے، لیکن فساق و فجار کا لباس تو بہر حال ہے، لہذا تشبہ بالفساق کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ

اہل صلاح اس لباس کو پسند بھی نہیں کرتے، کیونکہ یہ علماء و صلحا کے لباس کے خلاف ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس کے علاوہ ٹائی میں

ایک اور خرابی یہ بھی ہے کہ عیسائی اس سے اپنے عقیدہ ”صلیب عیسیٰ علیہ السلام“ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب کئے

جانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو کہ نص قرآنی کے خلاف ہے، لہذا تشبہ بالکفار کے ساتھ عیسائیوں کے مذہبی یادگار اور

مذہبی شعار ہونے کی وجہ سے بھی پہننا جائز نہیں:

”وعنه (أى عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

”من تشبه بقوم“: أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل

التصوف والصلحاء الأبرار. ”فهو منهم“: أى فى الإثم والخير. قال الطيبى: هذا عام فى الخلق والخلق

والشعار، ولما كان الشعار أظهر فى الشبه ذكر فى هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه

لا غير، فإن الخلق الصورى لا يتصور فيه التشبه وقد حكى حكاية غريبة ولطيفة عجيبة، وهى:

أنه لما أغرق الله سبحانه فرعون واله لم يغرق مسخرته الذى كان يحاكي سيدنا موسى عليه الصلوة

والسلام فى لبسه وكلامه ومقالاته، فيضحك فرعون وقومه من حركاته وسكناته، فتضرع موسى إلى

ربه: ”يارب! هذا كان يؤذنى أكثر من بقية ال فرعون، فقال الرب تعالى: ما أغرقناه، فإنه كان لابساً مثلاً =

۲..... جواب نمبر: ۱ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۸۹ھ۔

لباس میں فساق و فجار کا شعار

سوال [۹۳۰۲]: تشبہ لباس وغیرہ کے بارے میں ایک استفسار یہ ہے کہ عورتوں کے لئے پانچادار

پانچامہ اور ساڑھی جائز ہے یا نہیں؟ اور موٹی ساڑھی پہن کر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جہاں یہ کفار و فساق کا شعار ہے، وہاں ناجائز ہے (۱)۔ جہاں عام ہے، ان کا شعار نہیں، وہاں جائز ہے (۲)۔

= لباسک، والحبیب لایعذب من کان علی صورة الحبیب“. فانظر من کان متشبهاً بأهل الحق علی قصد الباطل حصل له نجاته صوریه، وربما أدت إلى النجاة المعنویة، فكيف بمن یتشبه بأنبیائه وأولیائه علی قصد التشرف والتعظیم“. (مراقبة المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی (رقم الحدیث: ۴۳۴۷):

۱۵۵/۸، رشیدیہ)

البتہ اگر ادارہ یا حکومت کی طرف سے پابندی ہو، نہ لگانے پر سزا دی جاتی ہے، یا کوئی اور رکاوٹ بنتا ہو تو اس صورت

میں لگانے والے پر گناہ نہیں ہوگا، بلکہ اس ادارے یا حکومت کے ارکان پر گناہ عائد ہوگا جس نے ایسا ضابطہ بنایا ہے۔

(۱) ”وعنه (ابن عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“. (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحدیث ملتان)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وفیض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، نزار مصطفى ریاض)

قال علی القاری: ”أی من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو

بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أی فی الإثم أو الخیر عند اللہ تعالیٰ..... اھ“۔ (مراقبة

المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(۲) ”فإن الإسلام..... لم یقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة من اللباس ولا أسلوباً خاصاً

للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادئ، والقواعد الأساسية يجب علی المسلم أن یحتفظ بها فی

أمر لباسه، الخ“۔ (تكملة فتح الملهم، کتاب اللباس والزینة: ۸۷/۴، مکتبه دارالعلوم کراچی)

(و كذا فی فتح الباری، باب المتشبهون بالنساء: ۴۰۸/۱۰، قدیمی).....

پھر اگر پردہ پورا ہو تو اس سے نماز بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فساق یا فجار کے شعار کو اختیار کرنا

سوال [۹۳۰۵]: نائیون، پلاسٹک اور کانچ کی چوڑیوں کا استعمال عورتوں کے لئے کیسا ہے؟

۲..... ہمارے علاقہ میں مسلم خواتین مانگ میں سیندور، پیشانی پر رنگ یا سیندور کا ٹیکہ اور بازار کی

ٹکیاں لگاتی ہیں، ایسی زینت و آرائش مسلم خواتین کے لئے کیسی ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جہاں کفار یا فساق کا شعار ہے وہاں ممنوع ہے، لأجل التشبه (۲)۔ فقط واللہ اعلم

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۲ھ۔

= (و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشيدية)

(۱) ”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنه أنها سألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أتصلي المرأة في

درع وخمار ليس عليها إزار؟ قال: ”إذا كان الدرع سابغاً يغطي ظهور قدميها“۔ (سنن أبي داؤد، كتاب

الصلوة، باب في كم تصلي المرأة، ص: ۹۴، دار الحديث ملتان)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۷۰/۱، رشيدية)

”ويكفي للمرأة درع ضيق ومقنعة“۔ (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة،

باب شروط الصلوة، ص: ۲۱۱، قديمي)

(۲) ”وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“۔ (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وفيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، نزار مصطفى رياض)

قال على القارى: ”أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو

بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أى فى الإثم أو الخير عند الله تعالى..... اهـ“۔ (مرقاة

المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيدية)

لباس فساق

سوال [۹۳۰۶]: داڑھی بنانے والا نائی بھی مواخذہ دار ہوگا یا نہیں، کیونکہ اس کا پیشہ یہی ہے، جیسا عوام حکم دیتے ہیں ویسا ہی بناتا ہے؟ اسی طرح کپڑا پہننے والا انگریزی کوٹ یا نیکر یا پتلون وغیرہ سیتے ہیں، یہ کس حکم میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا نائی اور درزی بھی گناہ گار ہے، کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۵۱ (۱) زیلعی:
 ۶/۴۹ (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
 حرره العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

تنگ لباس پر تنبیہ

سوال [۹۳۰۷]: عام مسلمان مرد اور عورتیں دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی تنگ لباس پہننے لگیں جس سے تمام اعضاء ظاہر ہونے لگیں۔ یہ سب عریانی کے برابر ہے اور عریانی حرام ہے تو پھر علمائے دین کہاں سو گئے ہیں؟
 الجواب حامداً ومصلياً:

علمائے دین تو بیدار ہیں اور دوسروں کو بیدار کرتے رہتے ہیں، چنانچہ اس مسئلہ پر بھی رسالہ ”نظام“

(۱) ”خیاطا أمره أن يتخذ له ثوباً على زى الفساق، يكره له أن يفعل؛ لأنه سبب التشبه بالمجوس والفسقة“۔ (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۶/۳۹۲، سعید)
 (۲) ”لو أن خياطاً أمره إنسان أن يخيط له ثوباً على زى الفساق، يكره له أن يفعل؛ لأن هذا تسبیب فى التشبه بالمجوس والفسقة“۔ (تبیین الحقائق، كتاب الكراهية، فصل فى البيع: ۷/۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

”لو أن خياطاً أمره إنسان أن يخيط قميصاً على زى الفساق، يكره له أن يفعل ذلك“۔

(البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فى البيع: ۸/۳۷۱، رشیدیہ)

(و کذا فى فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، وما يكره أكله

وما لا يكره وما يتعلق بالضيافة: ۳/۶۰۳، رشیدیہ)

کانپور میں دیر تک بہت سی قسطوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور رسالہ دارالعلوم دیوبند میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے لوگ اس بیدار کرنے کے باوجود اگر سوتے ہی رہیں تو وہ خود ذمہ دار ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۹ھ۔



(۱) قال الله تعالى: ﴿وما علينا إلا البلاغ المبين﴾ (سورة يس: ۱۷)

قال ابن كثير: "يقولون: إنما علينا أن نبلغكم ما أرسلنا به إليكم، فإذا أطمعتم كانت لكم السعادة في الدنيا والآخرة، وإن لم تجيئوا، فستعلمون غب ذلك، والله أعلم". (تفسير ابن كثير: ۳/۷۴۹، مكتبة دارالسلام رياض)

قال الآلوسی: تحت قوله تعالى: ﴿وما علينا إلا البلاغ المبين﴾ إلا تبليغ رسالته تعالى تبليغاً ظاهراً بيناً بحيث لا يخفى على سامعه، ولا يقبل التأويل والحمل على خلاف المراد أصلاً وقد خرجنا من عمدته، فلا مؤاخذه علينا من جهة ربنا، كذا قيل. (روح المعاني: ۲۲/۲۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث في العمامة والقلنسوة

(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

عمامہ کا حکم

سوال [۹۳۰۸]: عمامہ باندھنا سنت ہے یا نہیں، امام کو پگڑی باندھ کر نماز پڑھانا بہتر ہے یا بغیر پگڑی کے؟ آج کل بہت کم لوگ پگڑی باندھ کر نماز پڑھاتے ہیں، بہتر کیا ہے اور سنت کیا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

عمامہ باندھنا بھی اسی طرح کی سنت ہے، بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا اور پڑھانا بلا کراہت جائز ہے، اصرار کی وجہ سے مستحب چیز بھی مکروہ ہو جاتی ہے، قال صاحب السعایة: "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، اه" (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حرره العبد محمود گنگوہی۔

جس عمامہ پر چاندی کے نقش ہوں اس کا استعمال

سوال [۹۳۰۹]: جس عمامہ پر چاندی کے تاروں کے نقش کئے گئے ہیں، کیا ایسا عمامہ کو استعمال کرنا

(۱) (السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة:

۲۶۵/۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

"قال ابن المنیر: فیہ أن المندوبات قد تقلب مکروهات إذا رُفعت عن رتبها، الخ"۔ (فتح

الباری، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال، کتاب الصلوة: ۳۳۸/۲ دار المعرفة بیروت)

"وأما إذا سجد بغیر سبب، فلیس بقربة ولا مکروه، وما یفعل عقیب الصلوة مکروه؛ لأن

الجهال یعتقدونها سنة أو واجبة، وکل مباح یؤدی إلیه، فمکروه، هكذا فی الزاهدی"۔ (الفتاویٰ

العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱۳۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الصلوة، باب سجود التلاوة: ۱۲۰/۲، سعید)

جائز ہے، اور اس کا سر پر باندھنا کیسا ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

اگر یہ نقش کنارے پر چار انگل سے کم یا برابر ہیں تو اجازت ہے، پھر خواہ وہ اتنا گنجان ہی کیوں نہ ہو جس سے کپڑا چھپ جائے، درمختار میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اگر کنارے پر نہیں، بلکہ تمام عمامہ پر ہے اور سب کو جمع کر کے دیکھا جائے تو چار انگل سے زائد نہ ہو تب بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۰ھ۔

عمامہ بیٹھ کر، پانچامہ کھڑے ہو کر پہننا

سوال [۹۳۱۰]: عمامہ بیٹھ کر اور پانچامہ کھڑے ہو کر پہننا منع ہے۔ اس کی اصل کہاں تک ہے، احادیث شریفہ، تعامل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی کوئی حجت ملتی ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہیے اور پانچامہ بیٹھ کر پہننا چاہیے، اس کے خلاف میں کچھ مضرتیں دیکھی ہیں:

”والتعمم قاعداً والتسرول قائماً يورث البخل والتقتير والإسراف والكسل والتوانى

(۱) ”بحرم لبس الحرير و لو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح، وعن الإمام: إنما يحرم إذا مس الجلد. قال في القنية: وهي رخصة عظيمة في موضع عمّت به البلوى أو في الحرب، فإنه يحرم أيضاً عنده. وقالوا: يحل في الحرب على الرجل لا المرأة، إلا قدر أربع أصابع كأعلام الثوب مضمومة، وقيل: منشورة، وقيل: بين بين. وظاهر المذهب عدم جمع المتفرق و لو في عمامة، كما بسط في القنية. وفيها: عمامة طرزها قدر أربع أصابع من إبريسم من أصابع عمر رضي الله تعالى عنه، وذلك قيس شبرنا يرخص فيه، الخ“ (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۲/۶، سعيد)
(و كذا في مجمع الأنهر مع الملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۲/۳، مكتبة غفاريه كوئته)
(و كذا في تبين الحقائق للزيلعي، كتاب الكراهية، فصل في اللبس. ۳۱/۷، دار الكتب العامية بيروت)
(و كذا في الفتاوى العالم كيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس: ۳۳۲/۵، رشيدية)

والتهاون فی الأمور، کل ذلك یورث النسیان، اه“۔ تعلیم المتعلم مع الشرح، ص: ۴۴ (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رجب/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/رجب/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

ٹوپی کا ثبوت

سوال [۹۳۱۱]: اس سلسلہ کی روایت پیش فرمائیں، میرے پاس کوئی کتاب اپنی نہیں ہے، روایت سے بیان فرمائیں جس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول سرپوشی یعنی ٹوپی کے متعلق آ جاوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب حامداً ومصلياً:

”واعلم أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كانت له عمامة سوداء تسمى السحاب، وكان يلبس تحتها القلانس - جمع قلنسوة - وهي غشاء مبطن يستر به الرأس، قاله الفراء. وقال غيره: هي التي تسميها الشاشية والعراقيه. وروى الطبراني وأبو الشيخ والبيهقي في شعب الإيمان من حديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: ”كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قلنسوة ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى“. وإسناده ضعيف، كذا في أبي داؤد والمصنف: ”فرق ما بيننا وبين المشركين العمام على القلانس“ قال المصنف غريب، وليس إسناده بالقائم. وروى ابن أبي شيبة: ”دخل مكة يوم الفتح، وعليه شقة سوداء، وأن عمامته كانت سوداء“. جمع الوسائل شرح شمائل: ۱/ ۳۰۴ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔

(۱) (تعلیم المتعلم، طریق التعلیم، فصل فیما یجلب الرزق، ص: ۷۵، قدیمی)

(۲) (جمع الوسائل، باب ما جاء فی عمامة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/ ۱۶۶. مصطفى

البابی الحلبي مصر) =

مسنون ٹوپی

سوال [۹۳۱۲]: حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کس قسم کی ٹوپی استعمال فرمائی ہے گول یا لمبی؟ من فضلك حرروا، وأجیبوا بالحديث الصحيح؟ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

= ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبس قلنسوةً بیضاء.“ (مجمع الزوائد و منبع الفوائد، کتاب اللباس، باب: ۳، فی القلنسوة (رقم الحديث: ۸۵۰۵): ۱۴۹/۵، عباس أحمد الباز مكة)

(وکذا فی المستدرک لحاکم، کتاب معرفة الصحابة، عن حدیث أبی درداء، (رقم الحديث: ۵۴۵۰): ۳۸۱/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وانظر أيضاً زاد المعاد، فصل فی ملابسه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۵۲، دار الفکر بیروت) (وأيضاً رساله: ضیاء القلوب فی لباس المحبوب من خلاصة الفتاوی: ۱۵۳/۳، رشیدیہ)

”عن رکانة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”فرق ما بیننا و بین المشرکین العمامة علی القلانس.“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی) ”کانت له عمامة تسمى: السحاب، کساها علیاً، وکان یلبسها ویلبس تحتها القلنسوة. وکان یلبس القلنسوة بغير عمامة، ویلبس العمامة بغير قلنسوة.“ (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، فصل فی ملابسه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱۳۵/۱، مؤسسة الرسالة بیروت)

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یلبس القلانس تحت العمامة، ویلبس بغير القلانس.“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحديث: ۴۳۴۰): ۱۲۷/۸، رشیدیہ)

”ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبس قلنسوة ذات آذان یلبسها فی السفر، وربما وضعها بین یدیه إذا صلی.“ (جمع الوسائل، باب ماجاء فی عمامة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱۶۶/۱، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”لا بأس بلبس القلانس، وقد صح أنه کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلانس یلبسها.“ (خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة، الفصل السابع فی اللبس: ۳۶۹/۴، رشیدیہ)

(ومسند أحمد، من أحادیث سیدنا عمر بن الخطاب: ۲۳/۱، (رقم الحديث: ۱۵۱)، دار إحياء بیروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

”کان کمام أصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطحاء - جمع کمة - وہی القلنسوة المدورة: أي كانت مبسوطةً علی رؤوسهم لازقةً غیر مرتفعة عنها وکان یلبس القلانس الیمانیة وهن البیض المضربة، ویلبس ذوات الأذان فی الحرب. وکان ربما نزع قلنسوةً، فجعلها سترَةً بین یدیه وهو یصلی“. مرقاة: ۸/۲۴۶ (۱)۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مختلف قسم کی ٹوپی استعمال کی گئی ہے، ایسی بھی کہ جس میں سترہ بننے کی صلاحیت ہے اور گول بھی جو کہ سر سے چپکی ہوئی ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

کس قسم کی ٹوپی ثابت ہے؟

سوال [۹۳۱۳]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس قسم کی ٹوپی پہننا ثابت ہے؟ اور ہماری کون سی ٹوپیاں پہننا مطابق سنت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ٹوپی گول سر مبارک پر اکثر چپکی ہوئی ہوتی تھی (۲) بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل بھی

(۱) (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۸/۱۴۱، (رقم الحدیث: ۴۳۳۳)، رشیدیہ)

”کانت له عمامة تسمى: السحاب، کساها علیاً، وکان یلبسها ویلبس تحتها القلنسوة. وکان یلبس القلنسوة بغير عمامة، ویلبس العمامة بغير قلنسوة“. (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، فصل فی ملا لبسه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۵۲، دارالفکر بیروت)
(و کذا فی شمائل کبری: ۱/۲۰۶، دارالإشاعت کراچی)

(۲) ”واعلم أنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یلبس تحتها القلانس - جمع قلنسوة - وهی غشاء مبطن یستتر به الرأس“ ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبس قلنسوة ذات آذان یلبسها فی السفر، وربما وضعها بین یدیه إذا صلی“. (جمع الوسائل، باب ما جاء فی عمامة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۲۰۴، تالیفات أشرفیہ)

منقول ہے (۱)، اکابر صلحاء کا لباس قابل اتباع ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

گول ٹوپی

سوال [۹۳۱۴]: گول ٹوپی لگانا سنت ہے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹوپی کیسی دیتے تھے جو لوگ اصرار کرتے ہیں، گول ٹوپی پر ان کا اصرار کرنا کیسا ہے؟

غفور احمد ہردوئی۔

(۱) ”عن ابي كبشة رضى الله تعالى عنه قال: كان كمام أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بطحا“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی)

قال علی القاری: ”جمع بطحاء: أي كانت مبسوطة علی رؤوسهم لازقة غیر مرتفعة عنها“۔
(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۴۳۳۳)۔

(۱۲۱/۸، رشیدیہ)

(۲) علماء چونکہ علمی اور دینی طور پر انبیاء کے وارث ہیں اور سنن نبویہ پر چلنے والے ہیں، اور تقویٰ اور شہادت الہی کو اختیار کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾ (فاطر: ۲۸) لہذا ان کی اتباع میں سنت کی اتباع ہے:

”العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً، وإنما ورثوا العلم“۔ (سنن ابن

ماجة، باب فضل العلماء، ص: ۲۰، قدیمی)

قال الملا علی القاری: ”وإنما ورثوا العلم“۔ لإظهار الإسلام ونشر الأحكام، أو بأحوال انظار

والباطن علی تباین أجناسه واختلاف أنواعه“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الثانی: ۱/۳۷۲،

رقم الحدیث: ۲۱۲)، رشیدیہ)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (زاد المعاد، فصل فی ملابسه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۵۲،

دار الفکر بیروت)

وأيضاً رسالة: (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب فی خلاصة الفتاوی: ۱۵۳/۳، رشیدیہ)

الجواب حامدًا ومصلياً:

گول ٹوپی سر سے ملی ہوئی (چمکی ہوئی) جبکہ اونچی نہ ہو، حدیث شریف سے ثابت ہے (۱)، مگر یہ چیز سننِ عادیہ میں سے ہے، سننِ ہدی میں سے نہیں، بس جو شخص اتباع کرے گا وہ مآجور ہوگا، لیکن اس پر کسی کو اصرار کا حق نہیں کہ تارک پر ملامت کی جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود گنگوہی۔

دو پٹی ٹوپی اور گول ٹوپی

سوال [۹۳۱۵]: اکثر علمائے دیوبند جس لمبی ٹوپی کو پہنتے ہیں وہ درست ہے یا نہیں؟ اس لمبی ٹوپی میں کسی قسم کی کراہت ہے یا نہیں؟ کیا یہ لمبی ٹوپی اور گول ٹوپی دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟
الجواب حامدًا ومصلياً:

دو پٹیا ٹوپی بھی ہمارے دیار میں صلحاء کا لباس ہے، بعض اکابر گول پہنتے ہیں، بعض دو پٹیا، کسی پر

(۱) ”واعلم أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يلبس تحتها (تحت العمامة) القلانس - جمع قلنسة - وهي غشاء مبطن يستتر به الرأس عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قلنسة ذات آذان يلبسها في السفر، وربما وضعها بين يديه إذا صلى.“
(جمع الوسائل، باب ما جاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ۱/۲۶، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس قلنسة بيضاء.“ (مجمع الزوائد و منبع الفوائد، كتاب اللباس، باب في القلنسة (رقم الحديث: ۸۵۰۵): ۱۳۹/۵، عباس أحمد الباز مكة)

(۲) ”والسنة نوعان: سنة الهدى، وتركها يوجب إساءة و كراهية كالجماعة والأذان والإقامة ونحوها. و سنة الزوائد، وتركها لا يوجب ذلك كسير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في لباسه و قيامه و قعوده والنفل - ومنه المنذوب يثاب فاعله و لا يسيء تاركه.“ (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها: ۱۰۳/۱، سعيد)

نکیر نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۵ھ۔

گول اور لمبی ٹوپی کی سنیت کی تحقیق مع فتاویٰ دارالعلوم و مظاہر علوم

سوال [۹۳۱۶]: ہمارے مغربی بنگال میں ٹوپی سے متعلق ایک اشتہار چھپایا گیا ہے جس کے اندر تمام جگہوں سے استفتاء کیا گیا ہے اور وہ تمام فتوے اس کے اندر جمع کر دیئے گئے، اور اس میں مفتی ابو ظفر صاحب فروردی (مفتی بنگال و آسام) نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ:

”الجواب: مواہب لدنیہ (۲) وتحفة الأحمذی فی شرح

(۱) علماء چونکہ علمی اور دینی طور پر انبیاء کے وارث ہیں اور سنن نبویہ پر چلنے والے ہیں، اور تقویٰ اور خشیت الہی کو اختیار کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ۲۸) لہذا ان کی اتباع میں سنت کی اتباع ہے:

”العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً، وإنما ورثوا العلم.“ (سنن ابن

ماجة، باب فضل العلماء، ص: ۲۰، قدیمی)

قال الملا علی القاری: ”وإنما ورثوا العلم“ لإظهار الإسلام ونشر الأحكام، أو بأحوال الظاهر والباطن علی تباین أجناسه واختلاف أنواعه.“ (مرقاة المفاتیح، کتاب العلم، الفصل الثانی: ۱/۲۷۲، رقم الحدیث: ۲۱۲)، رشیدیہ)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (زاد المعاد، فصل فی ملابسه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۵۲،

دار الفکر بیروت)

و أيضاً رسالہ: (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب من خلاصة الفتاوی: ۱۵۳/۳، رشیدیہ)

(۲) ”وعن أبی كبشة الأنماری قال: كانت كمام أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطحا، وفي رواية: أكمة. وهما جمع كثرة وقلة. والكمة: القلنسوة، یعنی أنها كانت منطبعة غير منتبعة.

و فی شرحه: ”وفی المصباح: الكمة بالضم: القلنسوة المدورة؛ لأنها تغطي الرأس.“ (شرح

المواہب اللدنیة، النوع الثانی فی لباسه و فراشه: ۲۷۸/۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

الترمذی (۱) اور مشکوٰۃ (۲) میں ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام گول ٹوپی پہنتے تھے، مجالس سنت کو ضروری ہے کہ لمبی کے بجائے گول ٹوپی استعمال کریں اور حدیث: ”من أحب سنتی فقد أحبني، ومن أحبني كان معي في الجنة“ کے مصداق بنیں۔

کتبہ ابو ظفر غفر لہ۔

اوردارالعلوم دیوبند کے مفتی جمیل الرحمن صاحب کا فتویٰ۔

”الجواب: گول اور سر مبارک سے چپٹی ہوئی تھی، کما هو المستفاد من

شرح المواهب للإمام الزرقانی: ۵/۹ (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد جمیل الرحمن دارالعلوم دیوبند۔

اسی طریقہ پر مظاہر علوم سہارنپور کا فتویٰ:

”الجواب: گول ٹوپی پہننا جائز ہے، فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۸۳ (۴)۔ صحابہ

کرام کی ٹوپی اٹھی ہوئی نہیں ہوتی تھی، مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۷۴، میں روایت:

”عن ابی کبشۃ قال: کما أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم بطحا“۔ وفي مرقاة المفاتیح: ”أی مسبوطة علی رؤسهم ولازقة مع

رؤسهم غیر مرفعة“ (۵)۔ فقط۔

کتبہ مظفر حسین المظاہری۔

(۱) تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، کتاب اللباس، باب بعد باب ماجاء فی ترقیع الثوب:

۴۷۹/۵، رقم الحدیث: ۱۸۴۲، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی

(۳) شرح المواهب، النوع الثانی فی لباسه وفراشه: ۲۷۸/۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت

(۴) فتاویٰ رشیدیہ، کتاب: جواز حرمت کے مسائل، ص: ۵۷۶، سعید

(۵) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۴، قدیمی

”کمہ“ کی جمع ”کمام“ ہے کمہ کے معنی گول ٹوپی، کذا فی القاموس (۱)۔

ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گول ٹوپی کا استعمال کرنا سنت ہے کہ جس کی سنیت حدیث سے ثابت ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ جو علمائے دیوبند لمبی ٹوپی استعمال کرتے ہیں اس کی سنیت میں کوئی ثبوت ہے کہ نہیں؟ اور ہماری اس ٹوپی کے پہننے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟ اور ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے، ٹوپی کا رواج ڈالنے والے علمائے دیوبند ہی ہیں، کیا مطلق ٹوپی کا استعمال ہی سنت ہے، یا اس کے اندر اس کی ہیئت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؟ اور وہ ہیئت بھی کون کون سی ہے جن سے سنیت ادا ہو جائے گی اور ان میں افضل کون سی ہوگی؟

اگر ہم صرف یہ کہیں کہ ٹوپی کا استعمال سنت زوائد میں سے ہے، لہذا جو چاہے پہنے تو یہ بات کافی نہیں ہے، کیونکہ جب ہم ٹوپی سنت ہی کی نیت سے پہنتے ہیں تو جس سے سنت کامل درجہ کی ادا ہو وہی استعمال کریں، ورنہ تمام زندگی ٹوپی سر پر لئے پھریں لیکن کامل سنت ادا نہیں ہوگی، یا اس کے لئے جو کامل درجہ کی سنت پر عمل کرنا چاہے اگرچہ شرعاً زیادہ اہم نہیں ہے، لیکن اس کے متعلق کبھی علمائے فروردی کے ساتھ ہمارا اہم کلام ہوتا ہے، اس وقت ہمارا جواب دینا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت سے عرض یہ ہے کہ اس کو تفصیل و ارتشافی بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں۔ ٹوپی کا استعمال

سنت زائدہ ہے، یا اس کی ہیئت سنت زائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو عبارت بحوالہ اشتہار نقل کی گئی ہے، مشکوٰۃ و مرقاة سے ان میں گول ٹوپی کی تصریح نہیں، صرف یہ بات مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھیں، اوپر کو اُبھری ہوئی بلند نہیں تھیں:

”مسبوطة على رؤسهم ولازقة مع رؤسهم غير مرتفعة، اھ“ (۲)۔

مگر مرقات ہی میں یہ بھی موجود ہے: ”وكان ربما نزع قلنسوته، فجعلها سترَةً بين يديه

ويصلي، اھ“، مرقاة: ۲۴۶/۸ (۳)۔

(۱) المنجد، ص: ۸۹۳، دار الاشاعت کراچی

(۲) (مشکوٰۃ المصابيح، المصدر السابق)

(۳) ”كانت مسبوطة على رؤسهم لازقة غير مرتفعة عنها، الخ. وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترَةً =

جو ٹوپی سر سے چپکی ہوئی ہو، اٹھی ہوئی نہ ہو، اس سے سترہ کا کام کس طرح لیا جائے گا جبکہ سترہ کے متعلق یہ بھی موجود ہے کہ:

”سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ستره المصلی؟ فقال: ”مثل مؤخره الرجل“

إلی قوله: ”وفسرت بأنها ذراع فما فوقه، اهـ“. مراقی الفلاح، ص: ۲۴۰ (۱)۔

المواهب اللدنیہ اور تحفة الأحوذی کی عبارتیں منقول نہیں جن میں غور کیا جائے، صرف نام مذکور ہیں۔ پہلے اشتہار کا دعویٰ ثابت ہو جائے تب دوسری باتوں کا نمبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۶ھ۔

کا مدار ٹوپی وجوتا

سوال [۹۳۱۷]: جوتا یا کلاہ یا کپڑا جس پر کہ زری یا سلمہ ستارے کا کام نکلا ہوا ہو، وہ جھوٹا ہو یا سچا، مردوں کو جائز ہے یا نہیں، جب کہ چار انگشت سے زیادہ ہووے، اور جوتے میں چار انگشت کا اعتبار کیسے کیا جاوے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سچے کام کا جوتا کلاہ کپڑا مرد کو چار انگشت سے زائد ناجائز ہے:

”يكره أن يلبس الذكور قلنسوةً من الحرير أو الذهب أو الفضة أو الكرباس الذي خيط

عليه إبريسم كثير أو شيء من الذهب أو الفضة أو أكثر من قدر أربع أصابع“. شامی: ۱۰/۵ (۲)۔

= بين يديه وهو يصلي“. (مراقبة المفاتيح: ۱۴۱/۸، رشيدية)

(۱) ”لأنه سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ستره المصلي فقال: ”مثل مؤخره الرجل“.....

وفسرت بأنها ذراع..... فما فوقه كذا في غاية البيان“. (مراقی الفلاح، باب ما يفسد الصلوة، فصل

في اتخاذ السترة ودفع الماربين يدي المصلي إذا ظن، ص: ۳۶۶، ۳۶۵، قديمی)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۲/۶، سعيد)

”يكره أن يلبس الذكور قلنسوةً من الحرير والذهب والفضة والكرباس الذي خيط عليه

إبريسم كثيراً، وشيء من الذهب أو الفضة أكثر من قدر أربع أصابع“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب

الكرامية، الباب التاسع في اللبس: ۳۳۲/۵، رشيدية) =

”حکم النعل فيما نحن فيه حكم الثياب الآخر كالقميص والعمامة وغيرهما“. غاية

المقال، ص: ۱۴۲ (۱)۔

جوتے وغیرہ میں چار انگشت عرض سے پیمائش کر لیا جاوے، اگر زائد ہو تو ناجائز ہے:

”وهل المراد قدر الأصابع أصابع طولاً وعرضاً بأن لا يزيد طول العلم وعرضه على

ذلك، أو المراد عرضه فقط وإن زاد طوله على طولها؟ المتبادر من كلامهم الثاني“. ردالمحتار:

۳۰۸/۵ (۲)۔ فقط والله أعلم بالصواب۔

ٹیرلنگ کپڑا، کشتی دارٹوپی اور قمیص پہننا

سوال [۹۳۱۸]: ٹیرلنگ کپڑے کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، کشتی دارٹوپی اور قمیص پہننا بھی جائز

ہے یا نہیں، کراہت بھی ہے پہننے میں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ٹیرلنگ میں اگر کوئی ناپاک چیز نہیں ہے (۳) تو اس کا پہننا درست ہے، کشتی نما ٹوپی درست ہے، قمیص

= ”ويكره أن يلبس الذكور قلنسوة من الحرير أو الذهب أو الفضة أو الكرباس الذي عليه

إبريسم كثير أو شيء من الذهب أو الفضة أكثر من قدر أربع أصابع“. (الفتاوى السراجية، كتاب

الكراهية، فصل في اللبس: ۷۵، سعيد)

(۱) العبارة بتمامها: ”وحاصل ما نحن فيه أن حكم النعل فيما نحن فيه حكم الثياب الآخر، كالقميص

والعمامة وغيرهما بلا شك ولا ريب، فإن كان فيه قدر أربع أصابع من الذهب أو الفضة أو الحرير أو

غيرهما مما يحرم استعماله، أو أقل من قدر أربع أصابع أو أعلام متفرقة، يجوز لبسه، كما صرحوا به في

القلنسوة، وإلا لا. والله أعلم بالصواب، وعنده حسن الثواب“. (غاية المقال فيما يتعلق بالنعال، رسالة

من مجموعة رسائل اللكنوي: ۲۱۹/۱، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۱/۶، سعيد)

”ويحل للنساء لبس الحرير، ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم“. (مجمع الأنهر

شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۲/۲، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

(۳) ”ٹیرلنگ: باریک لملم“۔ (English to English Dictionary, Page No. 956, Feroz

Sons, Lahore)

بھی درست ہے (۱)، لیکن مسنون لباس اور صلحاء کا لباس اختیار کرنا اعلیٰ بات ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۰ھ۔

ننگے سر پھرنا

سوال [۹۳۱۹]: مردوں کو ننگے سر رہنا کیسا ہے اور شرعاً یہ فعل مردوں کا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً:

وقتِ ضرورت ننگے سر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جو طریقہ آج کل رائج ہو رہا ہے کہ ہر وقت ننگے سر بالوں میں تیل ڈالے ہوئے پھرتے رہتے ہیں، یہ طریقہ اصالتاً صلحاء اور اہل مروت کا نہیں، بلکہ خدا کے دشمنوں کا طریقہ ہے، اس کے اجتناب لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔



(۱) ”لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه“۔ (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشیدیہ)

”و مباح و هو الثوب الجميل للترين إذا لم يكن للكبر“۔ (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۱/۴، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

راجع للتفصيل: (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۷/۴، دارالعلوم كراچی)

(۲) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان) (ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمی)

قال علي القاري: ”أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار“ فهو منهم“: أى فى الإثم أو الخير عند الله تعالى..... اهـ“۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(و كذا فى بذل المجهود، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة: ۴۰/۵، معهد الخليل، كراچی)

(و كذا فى فيض القدير شرح الجامع الصغير، (رقم الحديث: ۸۵۹۳): ۵۷۴۳/۱۱، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

الفصل الرابع فی لباس النساء

(عورتوں کے لباس کا بیان)

سیاہ برقعہ، جمپیر، لہنگا، سلاخیس، سرخی کا حکم

سوال [۹۳۲۰]: آج کل جو شہروں میں کالا برقع عام طور پر رائج ہے یہ جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو کیا علت ہے؟ ایک لباس ہے جس کا نام ”جمپیر“ ہے (۱)، وہ اوپر سے بہت تنگ اور نیچے سے کچھ کھلا ہوتا ہے۔ اس کا استعمال کیسا ہے؟ نیز ”لہنگا“ (۲) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز عورتیں جو اپنے سروں پر سلاخیس لگاتی ہیں تاکہ بال آگے کی طرف نہ آئیں وہ جائز ہیں یا نہیں؟ اور چھوٹی چھوٹی بچیاں جو تھوڑے تھوڑے بال کٹواتی ہیں، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز ہونٹوں کی سرخی کے بارے میں کچھ روشنی ڈالئے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو لباس کفار یا فساق کا شعار نہ ہو اور مقصودِ ستر اس سے حاصل ہو جاتا ہو تو درست ہے، ورنہ نہیں (۳)۔ سلاخیس تو وہ ہوتی ہیں جو دروازوں یا کھڑکیوں میں لگائی جاتی ہیں تاکہ روشنی اور ہوا آتی رہے، آدمی یا جانور کتا وغیرہ نہ آسکے، وہ سلاخیس سر میں کیسے لگائی جاتی ہیں (۴)۔ چھوٹی پچی کا سر تو منڈا بھی دیا جاتا ہے جیسا

(۱) ”جمپیر: عورتوں کی ڈھیلی ڈھالی گرتی، کرچ کی ڈھیلی ڈھالی گرتی جو ملاح پہنتے ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۷۱،

فیروز سنز لاہور)

(۲) ”لہنگا: دیہاتی عورتوں کا غرارہ، گھگھرا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۷۲، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”وعنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: ”قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم،

فہو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة ۲/۵۵۸، دار الحدیث)

(۴) یہ سلاخ نما سوئی جیسی ہوتی ہے، دونوں سرے ایک جانب مڑے ہوئے ہوتے ہیں، ایک طرف کچھ لمبی اور دوسری کچھ کم

ہوتی ہے، بالوں کو کنٹرول کرنے کے لئے پشت کی طرف لگائی جاتی ہے، یہ جائز ہے، کراہت کی کوئی وجہ نہیں، جس طرح عام =

کہ عقیقہ کے وقت، اس میں کوئی حرج نہیں (۱)۔ ہونٹ تو قدرت کی طرف سے سرخ ہوتے ہیں، اس کے متعلق کیا پوچھنا (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۸۹ھ۔

عورتوں کا لباس اور ستر

سوال [۹۳۲۱]:۱۔ عورتوں کو ساڑھی باندھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

.....۲۔ عورتوں کو سفید لٹھے کی شلواری پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

= لباس میں کوئی کراہت نہیں جب کہ خلاف شرع نہ ہو:

”لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه.“ (البحر المرائق كتاب الكراهية، فصل

فی اللبس: ۳۴۹/۸، رشیدیہ)

(۱) ”عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: عرق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن

الحسن بشاة، وقال: ”يا فاطمة! احلقى رأسه و تصدقى بزنة شعره فضة“۔ (جامع الترمذی، أبواب

الأضاحی، باب ماجاء فی العقیقة: ۲۷۸/۱، سعید)

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصيد والذبائح، باب العقیقة، ص: ۳۶۲، قدیمی)

”يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه و يحلق رأسه و يتصدق عند الأئمة الثلاثة

فضة أو ذهباً، ثم يعق عند الحلق عقیقة إباحة، الخ“۔ (ردالمحتار، کتاب الأضحیة، قبیل کتاب الحظر

والإباحة: ۳۳۶/۶، سعید)

”العقیقة عن الغلام و عن الجارية و هي ذبح شاة فی سابع الولادة و ضیافة الناس و حلق شعره

مباحة لا سنة ولا واجبة، كذا فی الوجیز“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی والعشرون فی العقیقة:

۳۶۲/۵، رشیدیہ)

(۲) سرخی اگر عورت اپنے شوہر کی خاطر زیب و زینت کے لئے لگاتی ہے تو مضائقہ نہیں، بشرطیکہ اس میں کوئی حرام چیز شامل نہ

ہو اور اسی طرح ایسے اجزاء بھی شامل نہ ہوں جن کی وجہ سے دوران غسل پانی ہونٹوں تک نہیں پہنچتا ہو، ورنہ وضو اور غسل درست

نہیں ہونگے:

”ولا بد من زوال ما يمنع وصول الماء للجسد كشمع و عجين“۔ (حاشیة الطحطاوی علی

مراقی الفلاح، کتاب الطہارة، فصل فی بیان فرائض الغسل، ص: ۱۰۲، قدیمی)

- ۳..... عورت کو اونچی ایڑی کا چپل جیسا کی آجکل رواج ہے پہننا جائز ہے یا نہیں؟
- ۴..... عورتوں کو کھڑی ایڑی کا لیڈی بوٹ جیسا کہ یورپین استعمال کرتی ہیں جائز ہے یا نہیں؟
- ۵..... عورتوں کا سر میں کنگھی یا کلف وغیرہ لگانا جائز ہے یا نہیں، کیوں کہ اکثر عورتیں اس وجہ سے لگاتی ہیں کہ بال اور مانگ خراب نہ ہو وہ دیر تک ٹھیک رہے؟
- ۶..... جس گھر میں کسی غیر محرم کا گذر نہ ہو تو ایسے گھر میں عورتوں کو گلے کھلی نصف آستین کی قمیص یا جمپیر پہننا جائز ہے یا نہیں؟
- ۷..... مصری قطع کا برقع جس کا ناف سے اوپر کا حصہ علیحدہ اور بدن پر فٹ ہوتا ہے عورتوں کو اوڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: فضل الرحمان سرساوی، ضلع سہارنپور، یکم/رجب المرجب/۵۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱-۴..... جو لباس کفار یا فساق یا مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، عورتوں کو اس کا استعمال ناجائز ہے، جو مشترک ہے اس کا استعمال جائز ہے، تاہم صلحاء کا لباس جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہو اس کا استعمال مستحسن ہے، اس سے ان تمام نمبروں کا جواب ہو گیا۔

۵..... اگر یہ محض زینت و آرام کے لئے ہو تو جائز ہے بشرطیکہ یہ فساق یا کفار کا شعار نہ ہو۔

۶..... لباس کی حیثیت سے جواب آچکا، پردہ کی حیثیت سے جواب یہ ہے کہ محرم سے ان اعضاء کا پردہ نہیں، بشرطیکہ کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

۷..... لباس کی حیثیت سے جواب معلوم ہو گیا، فٹ ہونے کی حیثیت سے۔ جس سے بدن کی کیفیت ظاہر ہو۔ جواب یہ ہے کہ ایسی حالت میں نا محرم کے سامنے جانا منع ہے:

”قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء

والمتشبهات من النساء بالرجال“۔ رواه البخارى“۔ مشکوة، ص: ۳۸۰ (۱)۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(و صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین بالنساء: ۸۷۲/۲، قدیمی)

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“. رواه أحمد وأبو داؤد“. مشكوة، ص: ۳۷۵ (۱)۔

”وأما نظره إلى ذوات محارمه، فنقول: يباح له أن ينظر منها إلى موضع زينتها الظاهرة والباطنة، وهي: الرأس والشعر والعنق والصدر والأذن والعضد والساعد والكف والساق والرجل والوجه“. عالمگیری: ۴/۳۰۵ (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حرره العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۷/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/رجب/۵۸ھ۔

عورتوں کا چوڑی دار پانجامہ پہننا

سوال [۹۳۲۲]: عورتوں کے لئے چوڑی دار پانجامہ پہننا اور پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے، آیا نماز

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من تشبه بقوم“: أى من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أى فى الإثم والخير. قال الطیبی رحمہ اللہ تعالیٰ: هذا عام فى الخلق والخلق والشعار“. (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۱۵۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر، الخ: ۵/۳۲۸، رشیدیہ)

”وينظر الرجل من محرمه إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد إن أمن شهوته“. (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس: ۶/۳۶۶، سعید) (و كذا فى مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، کتاب الکراہیۃ، فصل فى النظر: ۴/۳۰۰، مكتبه غفاريه كوئٹہ)

(و كذا فى البحر الرائق: ۸/۳۵۵، كتاب الكراهية، فصل فى النظر واللمس، رشیدیہ)

(و كذا فى الهداية: ۴/۴۵۹، كتاب الكراهية، باب النظر واللمس، مكتبه شركت علميه ملتان)

میں اس کی وجہ سے کسی قسم کی کوئی قباحت تو نہیں، اگر ہے تو کیا؟ و نیز اس کے استعمال سے کسی قسم کا گناہ تو نہیں اگر ہے تو کس قدر؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسے کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے، لیکن چونکہ اس سے جسم کی ہیئت معلوم ہوتی ہے اس لئے اس سے احتیاط چاہیے، خصوصاً ایسے وقت کہ خاندان کے غیر محرم لوگ بھی اس مکان میں رہتے ہوں، مبادا اس حدیث کی وعید میں داخل ہو جائیں:

”مالك عن مسلم بن أبي مریم عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أنه

قال: نساء كاسيات عاريات مميلات لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها، وريحها يوجد

من مسيرة خمس مائة سنة، اه“۔ مؤطا إمام مالك: ۱۶۱/۲ (۱)۔ فقط والله أعلم بالصواب۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

عورتوں کو نیم آستین کا گرتہ پہننا

سوال [۹۳۲۳]: عورتوں کا یہ فیشن ہو گیا ہے کہ بغیر آستین کے قمیص پہنتی ہیں، بعض نمازی عورتوں

نے بھی یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ چولی۔ جو بے آستین قمیص کی سبب تنگ اور کوتاہ ہوتی ہے۔ پہن کر سارا جسم

کپڑوں سے ڈھانک کر نماز پڑھتی ہیں۔ دریافت یہ ہے کہ ہر وقت یا کبھی کبھی بے آستین قمیص پہننا جائز ہے یا

نہیں، اور کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے؟

(۱) (مؤطا الإمام مالك، كتاب الجامع، باب ما يكره للنساء لباسه من الثياب، ص: ۷۰۹، مير

محمد، كراچي)

(والصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب النساء الكاسيات العاريات: ۲/۲۱۷، قديمي)

”وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها“۔ (ردالمحتار،

كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۲/۳۶۶، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز میں سارا جسم ڈھانکنا ضروری ہے، صرف چہرہ، دونوں ہاتھ گٹوں تک دونوں قدم کھلے رکھنے کی اجازت ہے، شامی (۱)۔ اگر نیم آستین قمیص سے اوپر اس طرح چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جائے کہ سب جسم پوشیدہ رہے تو نماز ہو جائے گی (۲)۔ ہاتھ کا کہنی تک یا اوپر تک اپنے محرم باپ، بھائی وغیرہ کے سامنے کھل جائے تو اس پر پکڑ نہیں لیکن نامحرم سے پردہ مکمل لازم ہے (۳) جیسے چچا زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، یاد یورو وغیرہ (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۲۰۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۲۰۲۰ھ۔

(۱) ”وللحررة جميع بدنھا خلا الوجه والكفين والقدمين“۔ (تنوير الأَبصار مع الدر المختار، كتاب

الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۵، سعید)

”وبدن الحررة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها“۔ (كنز الدقائق مع البحر الرائق:

۱/۴۶۸، رشیدیہ)

(۲) ”ويكفي للمرأة درع ضيق و مقنعة“۔ (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب شروط الصلوة،

ص: ۲۱۱، قديمی)

(۳) ”وينظر الرجل من الرجل سوى ما بين سرتة إلى ماتحت ركبته، فانر كبتة عورة لا السرة

..... ومن محرمة هي من لا يحل له نكاح أبداً بنسب أو سبب ولو بزنا إلى الرأس والوجه والصدر

والساق والعضد إن أمن شهوته وإلا لا، لا إلى الظهر والبطن وينظر من الأجنبية ولو

كافرةً - مجتبی - إلى وجهها وكفيها فقط، للضرورة“۔ (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في

النظر والمس: ۶/۳۶۲، ۳۶۹، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل النظر، الخ: ۵/۳۲۸، رشیدیہ)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في النظر: ۲/۲۰۰، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

(۴) ”ومن محرمة هي من لا يحل له نكاحها أبداً بنسب أو سبب“۔ (الدر المختار، كتاب الحظر

والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۷، سعید)

سینہ بند اور عورت کا موئے زیناف استرے سے لینا

سوال [۹۳۲۲]: باڈی جو عورتیں اپنے پستان پر لگاتی ہیں جائز ہے کہ نہیں؟ موئے زیناف اگر استرے سے لینا چاہے تو لے سکتی ہے کہ نہیں؟ موئے زیناف لینے کی کوئی حد ہے یا کہ نہیں، کچھ ایام ہیں کہ اتنے روز میں لینا ضروری ہے، یا موئے زیناف ساری زندگی نہ لے، جیسا کہ ہمارے ملک میں کچھ قوم ایسی ہیں جو کبھی زیناف لیتی ہی نہیں؟ تو وہ شریعت کے مطابق کس جرم کے مرتکب ہیں، اور شریعت کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

پستان کی حفاظت کے لئے سینہ بند کا استعمال درست ہے (۱)۔ موئے زیناف اگر عورت استرہ سے بنائے تب بھی گناہ نہیں ہے، مگر افضل یہ ہے کہ صابون وغیرہ سے صفائی کرے (۲)۔ ہر ہفتہ میں صفائی کرنا اعلیٰ بات ہے، یہ نہ ہو تو پندرہ روز میں صفائی کر لیں، چالیس روز کے اندر بھی گنجائش ہے، اس کے بعد تک صفائی نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، بالکل ہی صفائی نہ کرنا ظاہر ہے اس کے بھی بڑھ کر ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۹۷ھ۔

(۱) "لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۲۹/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی: ۳۶۸/۴، رشیدیہ)

(و کذا أيضاً فی تکملة فتح السليم ۸۷/۴، دارالعلوم کراچی)

(۲) "والسنة في عانة المرأة النتف". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۶/۶، سعید)

(و کذا فی الأشباه والنظائر: ۳۸۱/۳، الفن الثالث: الجمع والفرق، أحكام الأنثی، إدارة القرآن کراچی)

(و أحسن الفتاوی: ۷۸/۸، كتاب الحظر والإباحة، بالوں کے احکام، عنوان: زیناف بال صاف کرنے کے لئے پاؤڈر کا استعمال، سعید)

(۳) "والسنة تقليم الأظافر وحلق العانة، الخ) في القنية: يستحب حلق عانته و تنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة، فإن لم يفعل ففي خمسة عشر يوماً مرة، ولا عذر في تركه وراء أربعين". (مجمع =

عورتوں کے لئے فیشن کی چیزیں

سوال [۹۳۲۵]: عورتوں کے لئے کھڑا جوتا پہننا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ذلی سلپر (۱) اونچی ایڑی گرگالی (۲) وغیرہ پہننا کیسا ہے؟ اور مردوں کے لئے بوٹ جوتہ وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور عورتوں کے لئے بال بنانا کلب وغیرہ، اور بالوں کا خفنی پھول بنانا کیسا ہے؟ نیز عورتوں کو چٹنا ہوا دوپٹہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ”من تشبه بقوم فهو منهم“ (۳) کا کیا مطلب ہے؟ مع حوالہ تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کے لئے اصل گلی یہ ہے کہ: جو لباس مخصوص ہے مردوں کے ساتھ اس کا عورتوں کو پہننا جائز نہیں اور جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اس کا مردوں کو پہننا جائز نہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (۴)۔ جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہے وہ سب چیزیں منع ہیں،

= الأنهر شرح ملتقى الأحرار، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲۲۶/۴، غفاريه كوئته

”يستحب حلق عانته و تنظيف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة، والأفضل يوم الجمعة، و جاز في كل خمسة عشرة، و كره تركه وراء أربعين“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الكراهية، ۴۰۶/۶، سعيد)

”ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال في كل أسبوع مرة، فإن لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوماً، ولا يعذر في تركه وراء الأربعين. فالأسبوع هو الأفضل، والخمسة عشر الأوسط، والأربعون الأبعد، ولا عذر فيما وراء الأربعين، ويستحق الوعيد“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۳۵۷/۵، رشيدية)

(۱) ”ذلی سلپر: (Slipper) ایڑھی کا جوتا“۔ زیر پائی، (English to English & Urdu Dictionary, Page: 868, Feroz Sons, Lahore)

(۲) ”گرگالی: جوتا جو صرف بچے تک ہوتا ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۹۲، فیروز سنز، لاہور)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(۴) ”وعنه (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، =

بعض کی ممانعت زیادہ درجہ کی ہے اور بعض کی کم درجہ کی ہے، ان سب کو ترک کر کے صلحاء کا لباس اختیار کرنا چاہیے (۱):

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنه لعن المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهین من الرجال بالنساء بأن یلبس لبسة النساء أو تزیا بزیهن“. قال النووی فی الروضة: والصواب أن التشبه بالرجال للنساء أو عكسه حرام. ”عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسة المرأة، والمرأة تلبس لبسة الرجل“.

”عن ابن أبی ملیكة قال: قيل لعائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا: إن المرأة تلبس النعل الذی یلبسه الرجال، فقالت: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرجل من النساء“. وهی المترجلة، يقال: امرأة رجلة إذا تشبهت بالرجل فی الزی، فأما فی العلم والرأی محمود، منه أن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا كانت رجلة الرأی“. بذل المجهود: ۵/۵۷ (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۲/۵۹ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

مردانہ لباس عورتوں کے لئے

سوال [۹۳۲۶]: عورتوں کے لئے بنیان، شلوار، جاکٹ، قمیص پہننے کا کیا حکم ہے؟

سعید احمد کھیڑہ افغانوی۔

= باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی

(۱) ”عنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم،

فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

(۲) (بذل المجهود شرح أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء: ۵/۵۷، معهد الخلیل

الإسلامی کراچی)

الجواب حامدًا ومصلياً:

اگر یہ مردوں اور کفار یا فساق کا مخصوص شعار نہیں تو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم

بالصواب۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/شعبان۔

عورت کے لئے انگیکہ کا استعمال

سوال [۹۳۲۷]: عورت کے لئے بری سیر (انگیکہ) کا استعمال کیسا ہے، کیا دونوں قسم کی بری سیر لینی

پستان کو پست کرنے اور ابھارنے والے کا حکم یکساں ہے یا فرق ہے؟ نیز زینت کے لئے لپ اسٹک سیندور

وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۱) ”وعنه (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لعن اللہ

المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس،

باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

”عنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من تشبه بقوم“: ”أی من شبہ نفسه بالكفار مثلاً فی

اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار، أو باهل التصوف والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: ”أی فی الإثم

والخیر۔ قال الطیبی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”هذا عام فی الخلق والخلق والشعار“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱۵۵/۸،

کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

(سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحدیث ملتان)

”لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراهیة،

فصل فی اللبس: ۳۴۹/۸، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

جو چیز کفار اور فساق کا شعار ہو اس کا استعمال ممنوع ہے (۱)، پھر کفار کا مذہبی شعار کی ممانعت بہت شدید ہے (۲)۔ جو چیز مردوں کا شعار ہے اس کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے (۳)۔ ایسا لباس جو بدن کی ہیئت کو ظاہر و نمایاں کرتا ہو وہ بھی ان کے حق میں ممنوع ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چوڑیاں پہننا

سوال [۹۳۲۸]: چوڑیاں پہننا کیسا ہے؟

(۱) (تقدم تحریجہ تحت عنوان: ”مردانہ لباس عورتوں کے لئے“۔)
(۲) کفار کے مذہبی شعار کو اپنانے کو بعض صورتوں میں فقہائے کرام نے کفر تک قرار دیا ہے: ”رجل اشتری يوم النيروز شيئاً لم يكن يشتريه قبل ذلك، إن أراد به تعظيم النيروز كما يعظمه المشركون، كفر“۔ (مجموعۃ الفتاویٰ علی هامش خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الکراہیۃ: ۳۴۰/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح الفقہ الأكبر للملا علی القاری، فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃ، ص: ۱۸۶، قدیمی)
(و کذا فی البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً أو خطأ، السادس فی التشبیہ: ۳۳۲/۲، رشیدیہ)

(۳) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: لعن البی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال“۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین: ۸۷۳/۲، قدیمی)

(و کذا فی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی)
(و کذا فی الجامع الصغیر مع فیض القدير: ۴۹۹۳/۱۰، (رقم الحدیث: ۷۲۶۵)، مکتہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۴) قال العلامة الشامی بعد نقل أقوال الفقهاء: ”وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها: فيحمل مامرّ على ما إذا لم يصف حجمها“۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۳۶۶/۲، سعید)

الجواب حامدًا ومصلياً:

جائز ہے (صرف عورتوں کے لئے مردوں کو منع ہے (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

آواز دار چوڑی پہننا

سوال [۹۳۲۹]: رسالہ ”مولوی“ میں تحریر تھا کہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

(۱) ”وعن ثوبان رضى الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سافر كان آخر عهده بإنسان من أهله فاطمة، وأول من يدخل عليها فاطمة، فقدم من غزاة، وقد علفت مسحاً أو ستراً على بابها، وحلت الحسن والحسين قُلبين من فضة، فقدم فلم يدخل، فظنت أن مامنعه أن يدخل ما رأى، فهتكت الستر، وفكت القُلبين عن الصبيين، وقعطته منهما، فانطلقا إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يكيان، فأخذه منهما فقال: ”يا ثوبان! اذهب بهذا إلى فلان، إن هؤلاء أهلى أكره أن يأكلوا طياتهم فى حياتهم الدنيا، يا ثوبان! اشتر لفاطمة قلادة من عصب، وسوارين من عاج“۔ (مشكوة المصايح، كتاب اللباس، باب الرجل، الفصل الثانى، ص: ۳۸۳، قديمى)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: ”(قُلبين) بضم القاف: أى سوارين (منعه أن يدخل): أى بيت فاطمة لما رأى بنور النبوة وظهور المكاشفة تستر بابها، وتعيير جنابها بالباس أو لادها ما لا يجوز لهما من اللبس ولعل القُلبين كانا فى يدي فاطمة رضى الله تعالى عنها، وألبستهما الحسنين على ظن أنه يجوز لهما لبسهما، فلما عاقبها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بهجرتها، وعاقبها على ما صدر منها فى صورة عصيانها، وكفرها بالصدقة عنها وعن أولادها، يجبرها بشراء القلادة والسوارين لتلبسهما احترازاً من التشبه بالرجال“۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الرجل، الفصل الثانى: ۲۴۷/۸، ۲۴۹، رشيدية)

’يجوز للنساء لبس أنواع الحلى كلها من الذهب والفضة، والخاتم والحلقة والسوار والخلخال والطوق والعقد والتعاويد والقلاند وغيرها“۔ (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال: ۲۹۳/۱۷، إدارة القرآن كراچي)

”يحرم أيضاً تشبه الرجال بالنساء فى اللباس والزينة، كالأساور والعقود (الأطواق) والأقواط“۔

(الفقه الإسلامى وأدلته، كتاب الحظر والإباحة، تاسعاً: الرجل والتخنث: ۲۶۸۳/۳، رشيدية)

کہ: عورتوں کو چوڑی پہننا چاہیے اور مہندی لگانا چاہیے، اس کی آواز سے برکت ہوتی ہے۔ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عورتوں کے لئے مہندی لگانے کا حکم احادیث میں موجود ہے، کذا فی المشکوہ، باب الترجل، ص: ۳۸۳ (۱)۔ مگر آواز دار چوڑی کے متعلق روایت مسؤلہ میں نے نہیں دیکھی، آواز والا جلاجل اور جرس کی ممانعت حدیث میں صراحتاً آئی ہے:

”عن ابن الزبير أن مولاة لهم ذهبت بابنة الزبير إلى عمر ابن الخطاب رضي الله تعالى عنه وفي رجلها أجراس، فقطعها عمر، وقال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”مع كل جرس شيطان“. رواه أبو داؤد“ (۲)۔

”وعن بنانة مولاة عبدالرحمن ابن حيان الأنصاري كانت عند عائشة رضي الله تعالى عنها إذا دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل يصوتن، فقالت: لا تدخلنها على إلا أن تقطع جلاجلها، سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”لا تدخل الملائكة بيتاً فيه جرس“. رواه أبو داؤد“. مشكوة شريف، باب النعال، ص: ۳۷۹ (۳)۔

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنه أن هنداً بنت عتبة قالت: يابى الله! يايعنى، فقال: ”لا أبايك حتى تغيرى كفيك، فكأنهما كفا سبع“. رواه أبو داؤد“.

”وعنها رضي الله تعالى عنها قالت: ”أومت امرأة من وراء ستر، بيدها كتاب إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقبض النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يده، فقال: ”مأدرى أيد رجل أم يد امرأة“. قالت: بل يد امرأة، قال: ”لو كنت امرأة، لغيرت أظفارك“. يعنى بالحناء“. رواه أبو داؤد والنسائي“.

(مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثاني، ص: ۳۸۳، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثاني، ص: ۳۷۹، قديمي)

(۳) (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

سوال والی حدیث سے پہلے یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں دیکھ لیجئے (۱)۔
 روایت مسنولہ کے الفاظ اور حوالہ اگر رسالہ ”مولوی“ میں ہو، نقل کیجئے تاکہ اس کی تحقیق کی جاسکے۔ رسالہ مولوی
 اہل علم کا رسالہ نہیں کہ اس کی نقل کردہ ہر روایت اور ہر مسئلہ قابل اعتماد ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود گنگوہی۔



(۱) (مظاہر حق جدید، کتاب اللباس، کنگوہی کرنے کا بیان، عورتوں کو ہاتھوں پر مہندی لگانا مستحب ہے: ۴/ ۲۱۵،

الفصل الخامس في الثياب المحرمة وغيرها

(نا جائز لباس کا بیان)

مرد کے لئے مخمل کا استعمال

سوال [۹۳۳۰]: مخمل کا استعمال مرد کے لئے درست ہے یا نہیں، کیونکہ وہ ریشم تو ہوتا نہیں، مثلاً

مخمل کی ٹوپی عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو ریشم نہ ہو، اس کا استعمال مرد کے لئے جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۹۲ھ۔

ریشم کا کپڑا اور کپڑا

سوال [۹۳۳۱]: ”دود القز“ کی تعریف فقہاء نے کیا فرمائی ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ دود القز

کی تعریف میری نظر سے عبارت ذیل میں مذکور ہے:

(۱) ”فإن الإسلام لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة

من اللباس، ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادئ“۔ (تكملة فتح الملهم، كتاب

اللباس والزينة: ۸۷/۴، دارالعلوم کراتشی)

”لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه“۔ (البحر الرائق، كتاب الكراهية،

فصل في اللبس: ۳۲۹/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة: ۱۹۱/۴، مکتبہ غفاریہ کرئتہ)

”دودالقرز کے انڈے سا بودانہ (۱) کے مانند ہوتے ہیں، پہلے ان بیضوں کو تقریباً پانچ ماہ تک گھر میں رکھا جاتا ہے، جب ایک موسم آتا ہے تو اس وقت ایک خاص قسم کے برگ (۲) میں رکھا جاتا ہے حفاظت سے، چند روز بعد اس میں سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ بڑھنے لگتے ہیں اور پتی کھاتے ہیں۔ جب ان کا بڑھنا ختم ہو جاتا ہے تو شہادت کی انگلی کے مانند بن جاتے ہیں، اس کے بعد نقل مکان کرتے ہیں۔ ان کو کیلے کے خشک پتے میں رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد کیڑے کے چاروں طرف ایک سوت لپٹا رہتا ہے، چند روز میں وہ سوت ایک قسم کا گالہ (۳) سا بن جاتا ہے۔ اور وہ کیڑا آہستہ آہستہ گھٹنا بڑھتا رہتا ہے اور اندر رہ جاتا ہے تو وہ کیڑا اسی گالہ کو کاٹ کر نکل جاتا ہے مانند شہد کی مکھی کے، اور سوت کا سوت رہ جاتا ہے تو پھر اس سے کیڑا تیار ہوتا ہے، اس کو ریشمی کیڑا کہا جاتا ہے یا نہیں۔“

اس کیڑے کا استعمال جائز ہے یا نہیں، اس سے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور کیڑے کی تعریف جو میں نے کی، فقہاء کی تعریف کے مطابق ہے یا نہیں، کیونکہ کہ آسام کے بعض علماء اس کیڑے کو دیکھتے ہوئے اس کیڑے کو مردوں کے لئے جائز کہتے ہیں؟

عبدالمتین کچھاڑی، صوبہ آسام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

”أما دود القرز، فيقان لها: الدودة الهندية، وهي من أعجب المخلوقات، وذلك أنه

(۱) ”سا بودانہ: سا گودانہ“ (فیروز اللغات، ص: ۷۶۰، فیروز سنز، لاہور)

”سا بودانہ: سا گودانہ، ایک قسم کی خوراک“۔ (نور اللغات: ۲۶۶/۳، سنگ میل پبلی کیشنرز لاہور)

(۲) ”برگ: پتا، ورق، پات“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۹۶، فیروز سنز، لاہور)

”برگ: پتہ، توشہ سامان“۔ (نور اللغات: ۵۸۵/۱، سنگ میل پبلی کیشنرز لاہور)

(۳) ”گالہ: دھنی ہوئی روئی کا چھوٹا سا گچھا، برف کی مانند سفید چیز“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۷۸، فیروز سنز، لاہور)

یکون أولاً بزرأ فی قدر حب التین، ثم یخرج الدود عنه فی فصل الربیع، ویكون عند الخروج أصغر من الذر وفی لونه. ویخرج من الأماكن الدفئة من غیر حزن إذا كان مصروراً مجعولاً فی حق، وربما تأخر خروجه، فتصره النساء وتجعله تحت ثديهن. وإذا خرج أطعم ورق التوت الأبيض، ولا یزال یکبر ویعظم إلى أن یصیر فی قدر الأصبع. وینتقل من السواد إلى البیاض أولاً فأولاً، وذلك فی مدة ستین يوماً علی الأكثر، ثم يأخذ فی النسج علی نفسه بما یرجوه من فیه إلى أن ینفذ ما فی جوفه منه ویكمل علیه ما ینیه إلى أن یصیر كهیئة الجوزة، ویبقى فیه محبوساً قریباً من عشرة أيام، ثم ینقب عن نفسه تلك الجوزة، فیخرج منها فراش أبيض، له جناحان لا یسکنان من الاضطراب.

وعند خروجه یهیج إلى السفاد، فیلصق الذکر ذنبه بذنب الأنثی ویلنحمان مدةً، ثم یفترقان وتبزر الأنثی البزر الذی تقدم ذكره علی خرق بیض تفرش له قصداً إلى أن ینفذ ما فیها منه. ثم یموتان هذا إن أريد منها البزر، وإن أريد الحریر، ترك فی الشمس بعد فراغه من النسج بعشرة أيام يوماً أو بعض یوم، فیموت. وفیه من أسرار الطبيعة أنه یهلك من صوت الرعد وضرب الطست والهاون ومن شم الخل والدخان ومس الحائض والجنب، ویخشى علیه من الفار والعصفور والنمل والوزغ وكثرة الحر والبرد، اه. حیوة الحیوان، ص: ۳۴۱ (۱)۔

وقریب منه ما فی عجائب المخلوقات: ۳۱۸/۲ (۲)۔

خالص اصلی ریٹیم پہننا مرد کو نا جائز ہے، مگر چار انگشت کی مقدار جائز ہے اور جس کا بانا ریٹیم ہے (۳) اور

(۱) (حیوة الحیوان، باب الدال المهملة: ۴۷۵/۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”دودة القز: دویبة إذا شبعت من الرعی، طلبت مواضعها فی الأشجار والشوک ومضت، الخ“.

(عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات، للقزوینی رحمه الله تعالیٰ، النوع السابع من الحیوان الهوام والحشرات، ص: ۲۶۵، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) ”بانانا: تانا کے خلاف، وہ تار جسے جولا ہے کپڑے کی عرض میں بنتے ہیں“۔ (نور اللغات، ص: ۵۱۵، سنگ میل لاہور)

تانا سوت وغیرہ کچھ اور ہے (۱)، وہ بھی خالص ریشم کے حکم میں ہے اور عورت کو جائز ہے۔

”ویحل للنساء لبس الحریر، ولا یحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم. ولا بأس بلبس ما سواه إبریسم ولحمته غیره وعكسه لا یلبس إلا فی الحرب، ویکره لبس خالصه خلافاً لهما“. المنتقی: ۲/۵۲۲ (۲)۔

مرد کو ریشمی کپڑا پہننا جس طرح ناجائز ہے، اس کو پہن کر نماز بھی مکروہ ہے:

”والثوب الحریر والمغصوب وأرض الغیر تصح فیها الصلوة مع الكراهة: أى التحریمة، ذکره السید. وفی السراج والقهستانی: تکره فی الثوب الحریر والثوب المغصوب وإن صحت، والصواب إلى الله تعالى، ه“. مراقی الفلاح وطحطاوی (۳)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱/۵۹ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرہ، ۶/محرم/۵۶ھ، صحیح: عبداللطیف، ۶/محرم الحرام/۵۹ھ۔

(۱) ”تانا: سوت کے دھاگے جو کپڑا بننے میں لمبائی کی طرف ہوں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) (الدرالمنتقی فی شرح الملتقی علی مجمع الأنهر، کتاب اللباس: ۲/۱۹۴، غفاریہ)

”ویحل للنساء لبس الحریر، ولا یحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم..... ولا بأس بلبس ما سواه إبریسم ولحمته غیره وعكسه لا یلبس إلا فی الحرب، ویکره لبس حالصه، خلافاً لهما“۔
(مجمع الأنهر، المصدر السابق)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب اللباس، فصل فی اللبس: ۸/۳۴۷، رشیدیہ)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب شروط الصلوة وأرکانها، ص: ۲۱۱، قدیمی)

”والرابع ستر عورتہ: أى ولو بما لا یحل لبسه کثوب حریر، وإن أثم بلا عذر، كالصلوة فی الأرض المغصوبة“۔ (ردالمحتار، کتاب الصلوة، مطلب فی ستر العورة: ۱/۴۰۴، سعید)
”أطلق فیما یستر به ما یباح لبسه وما لا یباح، فلو سترها بثوب حریر وصلی، صحت وأثم، كالصلوة فی الأرض المغصوبة، ولو لم یجد یصلی فیہ لا عریاناً“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۶۷، رشیدیہ)

ریشمی جبہ

سوال [۹۳۳۲]: ایک صاحب نے امام صاحب کو جبہ لیڈی منٹن بنا کر پیش کیا (۱)، جس پر کچھ گوٹہ کا کام بھی ہوا ہے (۲) گلے کی پٹی پر بظاہر لیڈی منٹن کا ریشمی کپڑا بولا جاتا ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقتاً ریشم نہیں ہے۔ ایسی شکل میں اس کے استعمال میں کچھ حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ریشمی لباس تو مرد کو جائز نہیں (۳)، ریشمی نہ ہو تو درست ہے (۴) بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کا شعار نہ

ہو (۵)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۲ھ۔

(۱) ”منٹن: چغہ“۔ (English to English Dictionary, Page 510, Feroz Sonz Lahore)

(۲) ”گوٹہ: کناری، چاندی یا سونے کے تاروں کا باختہ، تپلی لیس“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۲، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”عن عمر، وأنس، وابن الزبير، وأبي أمامة رضى الله تعالى عنهم عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من لبس الحرير في الدنيا، لم يلبسه في الآخرة“. متفق عليه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قدیمی)

”عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إنما

يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، المصدر السابق)

”يجب أن يعلم أن لبس الحرير - وهو ما كانت لحمته حريراً وسداه حريراً - حرام على

الرجال في جميع الأحوال عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى:

لا يكره في حالة الحرب، ويكره في غير حالة الحرب“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب

التاسع في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره: ۵/۳۳۱، رشيدية)

”يكره لبس الحرير للذكور، صغيراً كان أو كبيراً“۔ (الفتاوى السراجية، باب في اللبس، ص: ۷۵، سعيد)

(۴) ”لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه“۔ (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في

اللبس: ۸/۳۴۹، رشيدية)

(۵) ”وعنه (ابن عمر رضى الله تعالى عنهما) قال. قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه =

ریشمی رومال وازار بند

سوان [۹۳۳۳]: ریشمی رومال اور ازار بند مردوں کو استعمال کرنا درست ہے یا نادرست؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ازار بند خالص ریشمی اور جس کا بانا ریشمی ہو، مرد کو ناجائز ہے (۱)، البتہ اگر تانا ریشمی ہو (۲) اور بانا سوت وغیرہ کچھ اور ہو تو جائز ہے، نفس رومال جائز ہے، اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو ناجائز ہے اور قیمتی ہونا تکبر کی علامت ہے:

”لبس الحرير الخالص حرام على الرجل إلا لدفع القمل أو حكة، كما في الحداد من غاية البيان“. كذا في واقعات المفتين (۳)۔

”يكره ما لحمته حرير و سداه غير ذلك، لا بأس بلبس الحرير للرجل في حالة الحرب، لا بأس بلبس ما سداه حرير ولحمته غير ذلك“. فتاویٰ سراجیہ (۴)۔

”وقال في المحيط: وكذا تكة الحرير ولبنته و هو لقب لا يحل للرجال؛ لأنه استعمال تام“. زيلعي (۵)۔

= بقوم، فهو منهم“۔ (أبو داود كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ۵۵۸/۲، دار الحديث)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال علي القاري: ”أى من شبه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار“ فهو منهم“: أى فى الإثم أو الخير عند الله تعالى..... (مراقبة المفاتيح،

كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۵۵/۸، (رقم الحديث: ۴۳۲۷)، رشيدية)

(۱) ”بانانا: تانا کے خلاف، وہ تار جسے جولا ہے کپڑے کی عرض میں بنتے ہیں“۔ (نور اللغات، ص: ۵۱۵، سنگ میل پبلی کیشنرز لاہور)

(۲) ”تانانا: سوت کے دھاگے جو کپڑا بننے میں لمبائی کی طرف ہوں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۹، فیروز سنر لاہور)

(۳) لم أجد

(۴) (الفتاویٰ السراجیة، كتاب الاستحسان، باب اللبس، ص: ۷۵، سعید)

(۵) (تبیین الحقائق، كتاب الكراهية، فصل فى اللبس: ۳۲/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

”لا یکرہ خرقة لوضوء أو مخاط أو عرق لو لحاجة، ولو للتکبر تکره“۔ قال الشامی:
 ”والخرقة المقومة دليل الكبر، بزایة. وبه علم أنه لا یصح أن یراد بالخرقة ما یشمل الحریر،
 اه“۔ الشامی (۱)۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند۔

کیا ہر ریشم کیڑے سے بنتا ہے

سوال [۹۳۳۲]: ریشم یا ریشمی کیڑے صرف کیڑے سے بنتا ہے یا اور چیز سے بھی ریشم تیار ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ریشم اصلی تو وہی ہے جو کیڑے سے بنتا ہے، لیکن نقلی ریشم بھی ولایت سے آتا ہے جو کسی اور چیز سے

بنتا ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۹/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر له، صحیح: عبداللطیف۔

= (و كذا في ۱۱ في العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ص: ۳۳۱/۵، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۲۸/۸، رشيدية)

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في النظر: ۶۶۳/۶، سعيد)

”ولا بأس بخرقة الوضوء والمخاط. وفي الجامع الصغير: يكره الخرقة التي تحمل ليمسح

بها العرق؛ لأنها بدعة محدثة، والصحيح أنه لا يكره. وحاصله أن من فعل شيئاً من ذلك تكبراً، فهو

مكروه، ومن فعل ذلك لحاجة وضرورة، لم يكره“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب

التاسع في اللبس: ۳۳۳/۵، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر: ۳۵۰/۸، رشيدية)

(و كذا في تبين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۷/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الدميري: ”أما دود القز، فيقال لها: الدودة الهندية، وهي من أعجب المخلوقات، وذلك أنه

يكون أولاً بزرراً هذا إن أريد منها البزر، وإن أريد الحرير، ترك في الشمس بعد فراغه من

النسج بعشرة أيام“۔ (حياة الحيوان، باب الدال المهملة: ۴۷۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت) =

ٹیرلین کا استعمال

سوال [۹۳۳۵]: آج کل لوگ عام طریقے سے ٹیرلین اور ٹیری کوٹ (کپڑے) کا کرتا قمیص اور شیروانی وغیرہ لباس پہنتے ہیں۔ کیا شرعی اعتبار سے اس کے استعمال میں کوئی قباحت ہے، اور اس قسم کا لباس کو پہن کر نماز پڑھنے یا پڑھانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ ناپاک نہیں اور اس میں ستر پورا ہے، نیز وہ کفار یا فساق کا شعار نہیں تو اس کا استعمال درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نائیلون کا استعمال

سوال [۹۳۳۶]: نائیلون کا کپڑا جائز ہے یا نہیں، کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ اس میں سور کی چربی ڈالی جاتی ہے؟

محمد ارشد کاندھلہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مجھے تحقیق نہیں، اگر سور کی چربی ڈالی جاتی ہے تو یہ ناپاک ہے، استعمال درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

= (و كذا في عجائب المخلوقات، النوع السابع من الحيوان: الهوام، ص: ۲۶۵، مصطفى البابی الحلبي مصر)
(۱) ”فإن الإسلام لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادئ“ (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۸۷/۴، دار العلوم كراتشي)

”لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه“ (البحر الرائق، كتاب الكراهية،

فصل في اللبس: ۳۴۹/۸، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية: ۱۹۱/۴، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

(۲) ”(خلا جلد خنزير، فلا يطهر، الخ): أي لأنه نجس العين، بمعنى أن ذاته بجميع أجزائه نجسة حياً=

مرد کے لئے کون کون سے رنگ ناجائز ہیں

سوال [۹۳۳۷]: مرد کے لئے کون کون سے رنگ ناجائز ہیں؟

مولوی محمد اقبال۔

الجواب حامداً ومصلياً:

”وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال، ولا بأس بسائر الألوان“.

تنویر: ۵/۳۵۱ (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۲/۶۲ھ۔



= ومیتاً“ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی أحكام الدباغۃ: ۲۰۴/۱، سعید)
 (وکذا فی الهدایۃ، کتاب الطہارۃ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء: ۴۱/۱، مکتبہ شرکت علمیہ)
 (۱) (تنویر الأبصار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللبس: ۳۵۸/۶، سعید)
 ”یکرہ للرجال أن یلبسوا الثوب المصبوغ بالعصفر أو الورس أو الزعفران“ (البحر الرائق،
 کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس: ۳۴۹/۸، رشیدیہ)
 (وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس: ۱۹۱/۴، غفاریہ کوئٹہ)

الفصل السادس في أشياء الزينة

(زیب وزینت کی اشیاء کا بیان)

عورتوں کے لئے لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟

سوال [۹۳۳۸]: عورتوں کو لپ اسٹک لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایک شادی شدہ عورت اپنے شوہر کے حکم کے باعث لپ اسٹک استعمال کر کے موٹر کار میں بیٹھ کر یا پیدل کسی کام سے یا یونہی تفریحاً جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو چیزیں کفار یا فساق کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا درست نہیں، اسی طرح جو چیزیں مردوں کا شعار ہیں ان کو استعمال کرنا عورتوں کو درست نہیں (۱)۔ مسئلہ چیزوں میں اگر کوئی چیز نجس ہو تب بھی استعمال ممنوع ہوگا۔ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے فرض وضو و غسل میں کوتاہی رہتی ہو یعنی پانی پہنچنے سے مانع ہو تو فریضہ طہارت ناتمام رہے گا (۲)۔ جو چیزیں عرفاً شادی شدہ کا شعار ہے اس کو غیر شادی شدہ استعمال کرے تو اس میں ایک طرح کی تلپیس ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۳۷۵/۲، قدیمی)

(۲) قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويجب: أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة

..... ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف، به يفتى. وقيل: إن صلباً

منع، وهو الأصح". (الدر المختار: ۱/۱۵۲، ۱۵۳، بحث الغسل، سعيد)

لڑکوں کے لئے کریم پاؤڈر کا استعمال

سوال [۹۳۳۹]: چند لڑکے کریم پاؤڈر لگاتے ہیں، کیا مردوں کو لگانا جائز ہے؟ ظاہر ہے جب دن کو لگاتے ہیں تو زینت ہی مقصود ہوتی ہے۔

نذیر احمد مظفر نگری، متعلم دارالعلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو چیزیں عورتوں کا شعار ہوں مردوں کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے (۱)۔ اسی طرح جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہو اس کے بھی استعمال کی اجازت نہیں (۲)۔ اسی قاعدہ پر اپنے سوال کو جانچ کر جواب نکال لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۴ھ۔

لبوں پر سرخی

سوال [۹۳۴۰]: عورتوں میں رواج ہے کہ ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں۔ کیا یہ مناسب ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل خوبصورتی کو فنا کر کے مصنوعی خوبصورتی کو اس کی جگہ پیدا کرنا جو کہ عقل و دانش اور ذوق سلیم کے

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: "لعن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المتشبهین من

الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال"۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین

بالنساء: ۸۷۴/۲، قدیمی)

(ومشکوة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(۲) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبه

بقوم، فهو منهم"۔ (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحدیث)

(والجامع الصغير مع فیض القدير: ۵۷۴۳/۱۱، رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفیٰ

الباز، ریاض)

بھی خلاف ہے (۱)، اگر اس میں کوئی ناپاک چیز ہو جیسے عامۃً اسپرٹ ہوتی ہے تو ہونٹوں اور چہرے کی ناپاکی کا بھی حکم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

بالوں ہونٹوں پر سرخی

سوال [۹۳۴۱]: کیا عورتیں بنے ہوئے لمبے بالوں، ہونٹوں پر سرخی اور آنکھوں کے پلکوں پر رنگ

کر کے نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ سرخی ایسی ہے جس نے بالوں اور ہونٹوں کو ڈھانک لیا اور طہارت میں پانی وہاں نہیں پہنچتا تو طہارت ناممکن رہے گی اور نماز نہیں ہوگی (۳)۔ اگر کسی دوسرے بنے ہوئے بالوں میں لگائیں تو اس سے

(۱) عورت کے لئے نفس تزئین اختیار کرنا گھر کے اندر شوہر کی اجازت سے جائز ہے:

”وأما التحمير ونحوه فيجوز بإذن الزوج وفي داخل البيت، ويحرم يغير إذن الزوج وخارج

المنزل.“ (الفقه الإسلامى وأدلته، كتاب الحظر والإباحة، تاسعاً: الترخيل والتخث:

۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۲) آج کل عموماً اسپرٹ چونکہ پاک اشیا سے بنائی جاتی ہے، لہذا اسپرٹ مکرہات میں استعمال کرنا مباح ہے، اور اس کی حرمت

کافتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

”وإن معظم الكوحل التي تستعمل اليوم في الأدوية والعمور وغيرها لاتتخذ من العنب أو

التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر كتاب

البيوع، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. والله سبحانه اعلم.“

(تكملة فتح الملهم، كتاب الأشرطة، حكم الكوحل المسكرة: ۳/۶۰۸، دارالعلوم کراچی)

(۳) ”ويجب: أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة، كأذن وسرة وشارب، حاجب

..... ولا يمنع الطهارة ونيم: أي خراء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته وحناء ولو جرمه، به

يفتى.“ (الدرالمختار: ۱/۱۵۲، ۱۵۳، مطلب: أبحاث الغسل، سعيد) =

طہارت ناممکن نہیں رہے گی، لیکن دوسرے بال اپنے بالوں میں اس طرح لگانا تا کہ اصلی بال معلوم ہوں درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔



= (و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۳/۱، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيدية)

(و كذا في مراقى الفلاح: ۶۳/۱، قديمي)

الفصل السابع فی المتفرقات

علماء کی مستورات کا فیشن حجت شرعیہ نہیں؟

سوال [۹۳۴۲]: کتاب ”دوزخ کا کھٹکا“ میں لکھا ہے کہ پاؤڈر، سرخی، مانگ جوڑا باندھنا، جدید طرز کا کالا برقعہ، ان کا استعمال عورتوں کو ممنوع ہے، مگر آج کی جدید عورت اعتراض کرتی ہے کہ یہ سب فیشن علماء کے یہاں بھی موجود ہیں، پس علماء کی عورتوں کا یہ فعل حجت ہے۔ ایسے ہی مردوں کو کوٹ پتلون، ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانا، ان کا استعمال ”من تشبه بقوم فهو منهم“ (۱) میں داخل ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی مکروہ تحریمی ہے، حدیث شریف میں اس پر وعید آئی ہے (۲)۔ لباس کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ جو لباس سنت سے ثابت ہے وہ یقیناً اعلیٰ اور افضل ہے (۳) اور جو لباس ممنوع

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إنما یلبس الحریر فی الدنیا من لا خلاق له فی الآخرة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قدیمی)

(۲) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ما أسفل من الکعبین من الإزار فی النار“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۳، قدیمی)
(وسنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب موضع الإزار، ص: ۲۵۵، قدیمی)

قال النووی: ”فما نزل عن الکعبین، فهو ممنوع، فإن کان للخیلاء، فهو ممنوع منع تحریم“۔
(شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۱۹۵/۲، قدیمی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس: ۱۲۹/۸، رشیدیہ)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوة حسنة﴾ (سورة الأحزاب: ۲۱)

ہے، مثلاً: مرد کے لئے ریشمی لباس (۱)، یا عورتوں کے لئے ایسا لباس جس سے جسم نظر آئے اس کی اجازت نہیں (۲)۔ اس کے علاوہ جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو، اس کا اختیار کرنا درست نہیں (۳)۔

علماء کی مستورات اگر ناجائز لباس اختیار کریں اور علماء ان کو منع کریں مگر وہ نہ مانیں، سرکشی اور بغاوت کر کے ناجائز لباس اختیار کریں تو اس کی وجہ سے علماء پر کوئی الزام نہیں (۴)۔ اگر علماء ان کو ناجائز لباس کی

= ”و عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تمسك بسنتي عند فساد أمتي، فله أجر مائة شهيد.“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

(۱) ”فی فتاویٰ قاضی خان: لبس الحریر المصمت حرام فی الحرب وغیره، کما یکره لباس الصبیان الذکور أيضاً، ویكون الإثم علی من ألسهم. وقال أبو یوسف و محمد رحمهما الله تعالى: لا بأس بلبس الحریر فی الحرب.“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس: ۱۳۱/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیة، الباب التاسع فی اللبس: ۳۳۱/۵، رشیدیہ)

(۲) قال العثماني مدظله العالی: ”فکل لباس ینکشف معه جزء من عورة الرجل و المرأة، لا تقره الشریعة الإسلامیة مهما کان جمیلاً و موافقاً لدور الأزیاء. و كذلك اللباس الرقیق أو اللاصق بالجسم الذی یحکی للناظر شکل حصه من الجسم الذی یجب ستره، فهو فی حکم ما سبق فی الحرمة و عدم لجواز.“ (تکملة فتح الملهم، کتاب اللباس و الزینة: ۸۸/۳، مکتبه دار العلوم کراچی)

(۳) ”و عنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم.“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال القاری: ”أی من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس و غیره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أی فی الإثم أو الخیر عند الله تعالى..... اهـ.“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۷۷): ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی فیض القدیر: ۱۱/۵۷۳، مکتبه نزار مصطفى الباز ریاض)

(۴) قال الله تعالى: ﴿وما علينا إلا البلاغ المبين﴾ (سورة يس: ۱۷)

قال الحافظ ابن كثير: ”يقولون: ”إنما علينا أن نبليكم ما أرسلنا به إليكم، فإذا أطعتم كانت لكم السعادة في الدنيا والآخرة، وإن لم تجيبوا فستعلمون غب ذلك، والله أعلم.“ (تفسير ابن كثير: =

اجازت دیں، یا منع نہ کریں، یا ان کے ناجائز لباس سے راضی ہوں تو ان کا ایسا کرنا شرعاً قابل اعتبار نہیں، اس کو حجت شرعیہ قرار نہیں دیا جاسکتا (۱)۔

کفار کے شعار غیر مذہبی کو اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے جو کہ حرام کے قریب ہے (۲) اور ان کے شعار مذہبی کو اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، یہ کفر کے قریب ہے (۳)۔ امید ہے کہ اس سلسلہ کی تمام جزئیات کا حکم سمجھ میں آجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۹۰ھ۔

درزی کا بچا ہوا کپڑا رکھ لینا

سوال [۹۳۴۳]: زید خیاطی کا کام کرتا ہے، لوگوں کے کپڑے سیتا ہے اور معقول سلائی لے کر بال

= ۳/۴۹، مکتبہ دار السلام ریاض

قال العلامة الآلوسی: "إلا بتبليغ رسالته تعالى تبليغاً ظاهراً بيناً بحيث لا يخفى على سامعه، ولا يقبل التأويل والحمل على خلاف المراد أصلاً، وقد خرجنا من عهده فلا مؤاخذه علينا من جهة ربنا، كذا قيل". (روح المعاني: ۲۲/۲۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "اعلم أن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس". (نور الأنوار، ص: ۵۷۴، سعيد)

(۲) "وعنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال القاری: "أى من شبه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": أى فى الإثم أو الخیر عند اللہ تعالیٰ..... اهـ". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷۷): ۸/۱۵۵، رشیدیہ)

(و کذا فی فیض القدیر: ۱۱/۵۷۴۳، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

(۳) "رجل اشترى يوم النيروز شيئاً ولم يكن يشتريه قبل ذلك، أراد به تعظيم النيروز، كفر: أى لأنه عظم عيد الكفرة". (شرح الفقه الأكبر، فصل: فى الكفر صريحاً وكنياً، ص: ۱۸۶، قدیمی)

(و کذا فی شرح الفقه الأكبر، فصل فى الكفر، صريحاً وكنياً، ص: ۱۴۶، قدیمی)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی ۶/۷۵۴، سعید)

بچوں کی پرورش کرتا ہے، دوسرا کوئی روزگار نہیں ہے، لیکن زید نے اپنا یہ طور بنا رکھا ہے کہ اگر مسلم کا کپڑا کاٹتا ہے تو جو کچھ بچ جاتا ہے واپس کر دیتا ہے، غیر مسلموں کا بچا ہوا کپڑا واپس نہیں کرتا۔ لہذا ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چوری مسلم کی ہو یا غیر مسلم کی، جائز نہیں حرام ہے (۱)، غیر مسلم کی چوری کا معاملہ زیادہ سخت ہے: "خصومة الذمی اشد من خصومة المسلم، اھ". درمختار (۲) وغیرہ میں یہ مضمون وارد ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

گریباں کھلا رکھنا

سوال [۹۳۴]: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہتا تھا یا نہیں، اگر کسی کے کرتے کا اوپر والا بٹن کھلا رہے تو اس کی وجہ سے نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کبھی کھلا رکھنا بھی ثابت ہے اور بعض صحابہ نے اس کو دیکھ کر ایسا پسند کیا کہ ہمیشہ ہی کھلا ہی رکھا:

(۱) قال الله تعالى: ﴿السارق والسارقة، فاقطعوا أيديهما﴾ (سورة المائدة: ۳۸)

"عن أبي حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

"هي لغة أخذ الشيء من الغير خفية، وتسمية المسروق سرقة مجاز. وشرعاً باعتبار الحرمة أخذه كذلك بغير حق، نصاباً كان أم لا". (الدرالمختار، کتاب السرقة: ۲/۳، سعید)

(۲) العبارة بتمامها: "خصومة الذمی والدابة يوم القيامة اشد من خصومة المسلم، الخ". (الدرالمختار). "قوله: لأن خصومة الذمی، الخ) في الخانية من الغصب: مسلم غصب من ذمی مالا أو سرقه، يعاقب عليه يوم القيامة؛ لأنه أخذ مالا معصوماً، والذمی لا يرجی منه العفو بخلاف المسلم، فكانت خصومة الذمی اشد". (ردالمحتار، کتاب العتق، باب الاستيلاء: ۲۹۳/۳، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الغصب، فصل فی برأۃ الغاصب والمدیون: ۲۵۸/۳، رشیدیہ)

”عن معاوية بن مرة عن أبيه رضى الله تعالى عنه قال: أتيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فى رهبط من مزينة لنبايعه، وإن قميصه لمطلق، أو قال: زر قميصه.“
شمائل، ص: ۳۸ (۱)۔

”قال عروة فما رأيت معاوية ولا ابنه قط إلا مطلقى أزارهما قط فى شتاء ولا حر، ولا يزرران إزارهما.“ أبو داؤد شريف (۲)۔

”قوله: فما رأيت معاوية، الخ.“ وهذا وإن كان اختياراً لما هو خلاف الأولى خصوصاً فى الصلوة، لكنهما أحبا أن يكون على ما رأى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وإن كان إطلاق إزاره إذ ذاك لعارض ولم يكن هذا من عامة أحواله صلى الله تعالى عليه وسلم، وذلك لما فيه من قلة المبالاة بامر الصلوة، إلا أن الكراهة لعلها لا تبقى فى حق معاوية وابنه، لكون الباعث لهما حب النبى صلى الله تعالى عليه وسلم واتباعه فيما رآياه من الكيفية، الخ.“ بذل المجهود: ۵/۵۲ (۳)۔

اس حالت میں نماز کا حکم بھی عبارت مذکورہ سے معلوم ہو گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رجب/ ۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ رجب/ ۱۴۰۰ھ۔



(۱) (شمائل الترمذی، باب ماجاء فى لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۵، سعید)

(۲) (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء فى حل الأزار: ۲/۲۰۹، مكتبة رحمانیہ)

(۳) (بذل المجهود وشرح أبى داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء فى حل الإزار: ۵/۵۲، معهد الخليل)

(و كذا فى الشمائل الترمذی، باب ماجاء فى لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۳۰،

دارالكتب العلمیة بیروت)

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول في الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

سونے چاندی کی انگوٹھی وغیرہ

سوال [۹۳۴۵]: سونے چاندی کی انگشتری اور بوتام بنانا شریعت میں جائز ہے یا ممنوع ہے (۱)،

اگر جائز ہے تو کتنا سونا چاندی جائز ہے مرد و عورت کیلئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سونے چاندی کی انگشتری بنانا شرعاً درست ہے، البتہ مرد کو صرف چاندی کی انگشتری کی اجازت ہے وہ

بھی ایک مثقال سے کم (۲)، عورت کیلئے کوئی قید نہیں ہے، اس کیلئے سونے کی بھی اجازت ہے (۳) اور وزن

(۱) (Button) بوتام: تکمہ، گھنڈی، گولا، کوئی چھوٹی سے گول چیز۔ (English to english & Urdu

Dictionary, Page No: 115, Feroz Sons, Lahore)

(۲) ”ولايتحلى الرجل بذهب و فضة مطلقاً إلا بخاتم..... منها: أى الفضة..... ولا يزيد على

مثقال، وقيل: لا يبلغ به المثقال.“ (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في

اللبس: ۳۵۸/۶-۳۶۱، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۲۸/۸، رشیدیہ)

(۳) ”يجوز للنساء التحلى بالذهب و الفضة، إلا الخاتم..... من الفضة..... وفي الاختيار: سنّ

أن يكون الخاتم على قدر مثقال أو دونه.“ (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل

في اللبس: ۱۹۵/۴، غفاریہ)

میں بھی جس قدر چاہے استعمال کر سکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/۹۰ھ۔

سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے

سوال [۶ ۹۳۴]: سونے کی انگوٹھی مرد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ ریڈیو، گانا بجانا، نائٹک (۲)، قوالی،

جھوٹی خبریں خود سننا اور اپنے اہل و عیال کو سننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصليًا:

سونے کی انگوٹھی مرد کو پہننا حرام ہے (۳)۔ ریڈیو پر امورِ مستولہ کو سننا جائز نہیں (۴)۔ فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۳۹۱ھ۔

(۱) ”عورت کے لئے انگوٹھی کے سوا دوسرا زیور ہر قسم کی دھات کا بنا ہوا جائز ہے، انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے خواہ

جس مقدار کی بھی ہو“۔ (أحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، باب أحكام لباس وزینت، عنوان: عورت کے

لئے زیور اور انگوٹھی کا حکم: ۷۰/۸، سعید)

(۲) ”نائٹک: ناچنے والا، رقاص، تماشا کرنے والا بہرہ و پیا، ایکٹر، کھیل، تمثیل، ڈرامہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۳۹،

فیروز سنز لاہور)

(۳) ”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن خاتم الذهب“۔ (سنن

ابن ماجہ، أبواب اللباس، باب النهی عن التختم بالذهب، ص: ۲۵۹، قدیمی)

”ولا یتختم بغيرها کحجر وذهب و حديد“۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی

اللبس: ۳۵۵/۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۱۹۵/۴، رشیدیہ)

(۴) ”استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوہ حرام“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش

الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الکراهیة، الفصل الثالث فیما یتعلق بالمناهی: ۳۵۹/۶، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات: ۲۲۳/۴، غفاریہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۵۵/۶، سعید)

انگوٹھی میں سونے کا نگ

سوال [۹۳۴]: مرد انگوٹھی میں سونا بطور نگینہ کے استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو ہدایہ کتاب الکراہیہ، کی عبارت:

”والحلقة هی المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا معتبر بالفص، حتی يجوز أن یکون من حجر، الخ“ کا کیا مطلب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چاندی کی انگوٹھی مرد کیلئے جائز قرار دی گئی ہے اور اس کا وزن متعین کر دیا گیا کہ اس سے زائد نہ ہو۔ اس مسئلہ کے ذیل میں صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حلقہ اور نگینہ کا مجموعی وزن اتنا ہونا مراد نہیں، بلکہ وزن کی یہ تحدید حلقہ کیلئے ہے (۱)، لہذا اگر صرف حلقہ کا اتنا وزن ہو اور نگینہ مثلاً: پتھر کا ہو کہ مجموعہ کا وزن زیادہ ہو جائے تب بھی درست ہے۔

اگر نگینہ پتھر کا ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے، اگر حلقہ پتھر کا ہو تو اس کو منع کیا گیا ہے، اگر پتھر کے نگینہ میں سونے کی کیل ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں، اگر کسی اور چیز کا نگینہ ہو جو کہ مرد کیلئے ممنوع ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں:

”ثم الحلقة فی الخاتم هی المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا معتبر بالفص، حتی أنه يجوز أن یکون حجراً أو غیره، کذا فی السراج الوهاج. ولا بأس بسدّ نقب الفص بمسماز الذهب، کذا فی الاختیار شرح المختار“. عالمگیری: ۴/۱۰۲ (۲)۔

(۱) ”والختم بالذهب علی الرجال حرام، لما روینا. وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی علیہ السلام نہی عن التختم بالذهب. ولأن الأصل فیہ التحريم، والإباحة ضرورة الختم أو النموذج، وقد اندفعت بالأدنی، وهو الفضة، والحلقة هی المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا معتبر بالفص حتی يجوز أن یکون من حج. ويجعل الفص إلى باطن کفه، بخلاف النسوان؛ لأنه تزين فی حقهن“. (الهدایة، کتاب الکراہیة، فصل فی اللبس: ۴/۴۵، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الکراہیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة: ۵/۳۳۵، رشیدیہ)

”ولا يتختم إلا بالفضة، وهذا نص على أن التختم بالحجر والصفير حرام، اهـ.“ هدايه (۱)۔

والمسئلة مذكورة في تكملة فتح القدير: ۸/۹۶ (۲)، والبحر الرائق: ۸/۹۱ (۳)، وتبيين الحقائق: ۱/۶ (۴)۔

چونکہ نگینہ حلقہ کا تابع ہوتا ہے، اس لئے اگر وہ (نگینہ) سونے کا ہو تو گنجائش معلوم ہوتی ہے جیسے ازرار

(۱) (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۵۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (تكملة فتح القدير، كتاب الكراهية، فصل في اللبس ۱۰/۲۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) ”ولا يتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا الخاتم لما روينا، غير أن الخاتم وما ذكر مستثنى تحقيقاً لمعنى النموذج والفضة؛ لأنهما من جنس واحد، وكان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خاتم من فضة، وكان في يده إلى أن توفي، ثم في يداي بكر إلى أن توفي، ثم في يد عمر إلى أن توفي، ثم في يد عثمان إلى أن وقع في البئر، فأنفق مالا عظيماً في طلبه، فلم يجده، ووقع الخلاف بين الصحابة والتشويش من ذلك الوقت إلى أن استشهد والحلقة هي المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا يعتبر بالفص؛ لأنه لا يجوز من الحجر.“ (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۳۸، رشيديه)

(۴) ”ولا يتحلى الرجل بالذهب والفضة لما روينا، غير أن الخاتم من الفضة مستثنى تحقيقاً لمعنى النموذج، والفضة أغنت عن الذهب؛ لأنهما من جنس واحد، وقد ورد آثار في جواز التختم بالفضة، وكان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خاتم فضة، وكان في يده إلى أن توفي، ثم في يد أبي بكر إلى أن توفي، ثم يد عمر إلى أن توفي، ثم في يد عثمان إلى أن وقع من يده في البئر، فأنفق في طلبه مالا عظيماً، فلم يجده، ووقع الخلاف فيه والتشويش بينهم من ذلك الوقت إلى أن استشهد رضي الله تعالى عنه. ولا يتختم بغير الفضة كالحجر والحديد والصفير ولأن الأصل فيه التحريم، والإباحة ضرورة التختم والنموذج، وقد اندفعت بالأدنى، وهي الفضة. والحلقة هي المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها، ولا معتبر بالفص حتى يجوز من الحجر.“ (تبيين الحقائق كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۳۵، ۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

ثوب کی اجازت ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چاندی وغیرہ کی انگوٹھی

سوال [۹۳۴۸]: مرد کو سونا، چاندی، پیتل، لوہے، ۶، ۷/۸ آنے بھر تک استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مرد کو صرف چاندی کی انگوٹھی ساڑھے تین ماشہ کی مقدار درست ہے، اس کے علاوہ کسی دھات کی

(۱) واضح رہے کہ یہاں پر جواب کی دو عبارتیں قابل توجہ ہیں: ۱- ”اگر پتھر کے نگینے میں سونے کے کیل ہو تو اس کی اجازت نہیں“ حالانکہ حوالہ میں لکھی ہوئی عالمگیری کی اس عبارت: ”ولا لباس بسدّ نقب الفص بمسماز الذهب“ سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

۲- دوسری آخر والی عبارت ”چونکہ نگینہ حلقہ کا تابع ہوتا ہے، الخ“ لکھ کر جواز کا قول لکھا ہے اور اوپر والی عبارت: ”اگر کسی اور چیز کا نگینہ ہو جو کہ مرد کیلئے ممنوع ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں“۔ دونوں عبارتوں میں بظاہر تناقض نظر آ رہا ہے، یا کاتب کی سہو ہے، لہذا عالمگیری کی عبارت کو دلیل بنا کر پتھر کے نگینے میں سونے کی کیل کی اجازت معلوم ہوتی ہے اور حلقہ کا تابع بنا کر سونے کے نگینے کا عدم اجازت معلوم ہوتا ہے۔ اور مقیس علیہ (ازرار ثوب) خود محل تامل ہے۔ اس عبارت کے مطلب کو حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کیا ہے، فرمایا:

”مدت ہوئی حضرت مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ: اس ازرار سے مراد کلابتوں کی گھنڈی ہے، بٹن اس میں داخل نہیں۔ ان کے صاحبزادے قاری عبدالسلام مرحوم سے سن کر صفائی معاملات کے اس مسئلہ میں مجھ کو تردد ہو گیا ہے اور اس وقت احتیاط کے درجہ میں اس سے رجوع کرتا ہوں“۔ (إمداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، احکام متعلقہ لباس، تحت عنوان: ”سونے چاندی، پیتل، لوہے وغیرہ کا استعمال: ۱۳۱/۴، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

مفتی رشید احمد لدھیانوی فرماتے ہیں: ”جائز نہیں، قال الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”لابأس بازرار الیدیاج والذهب“۔ (الدر المختار: ۲۲۶/۵)۔ بعض نے اس سے سونے کے بٹنوں کا جواز سمجھا ہے جو صحیح نہیں، اس لئے کہ ازرار گھنڈی کو کہتے ہیں، بٹن کو نہیں، گھنڈی کیڑے کے تابع ہوتی ہے بٹن تابع نہیں، اس لئے سونے یا چاندی کے تار کی گھنڈی جائز ہے بٹن جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم“۔ (أحسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، احکام لباس وزینت، تحت عنوان: مرد کے لئے سونے چاندی کے بٹن: ۷۰/۸، سعید)

انگوٹھی مرد کیلئے درست نہیں، کذا فی الدرالمختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۸ھ۔

چاندی کی انگوٹھی

سوال [۹۳۴۹]: انگشتری کی چاندی کی جس کا وزن تقریباً ۶/ ماشہ ہے، کیا اس کو آدمی پہن سکتا ہے

یا نہیں اور اگر پہن سکتا ہے تو کس وزن کی پہن سکتا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بادشاہ وقاضی اور متولی وغیرہ کو مہر لگانے کیلئے انگشتری چاندی کی جائز ہے جس کا وزن چار ماشہ سے کم

ہو، اوروں کیلئے مناسب نہیں:

”وترك التختم لغير السلطان والقاضى وذى حاجه إليه كمتول أفضل، اه“۔ درمختار۔

”وفى البستان عن بعض التابعين: لا يتختم إلا ثلاثة: أمير أو كاتب أو أحمق“۔ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

کئی نگ والی انگوٹھی

سوال [۹۳۵۰]: انگوٹھی جس میں کئی نگ ہوں، یا ایک ہی نگ کی دو تین انگوٹھی انگلیوں میں پہننا کیسا

(۱) ”ولا يتحلى الرجل بذهب و فضه مطلقاً إلا بخاتم..... منها: أى الفضة..... ولا يزيدہ علی

مثقال“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحہ، فصل فی اللبس: ۳۵۸/۶-۳۶۱، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، کتاب الکراہیة، فصل فی اللبس: ۱۹۵/۴، غفاریہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیہ، فصل فی اللبس: ۳۴۸/۸، رشیدیہ)

(۲) (ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحہ، فصل فی اللبس: ۳۶۱/۶، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، کتاب الکراہیہ، فصل فی اللبس: ۱۹۷/۴، غفاریہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیة، قیل فصل فی النظر واللمس: ۳۴۹/۸، رشیدیہ)

ہے؟ اور ایسی انگوٹھیاں پہنے ہوئے نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

ایسی انگوٹھیاں جس میں کئی نگ ہو حرام ہے، ایک سے زائد انگوٹھی بھی کوئی مرد نہ پہنے (۱)۔ فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۹۶ھ۔



(۱) ”وإنما يجوز التختم بالفضة إذا كان على هيئة خاتم الرجال، أما إذا كان على هيئة خاتم النساء بأن يكون له فسان أو ثلاثة، يكره استعماله للرجال“ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة: ۳۳۵/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ، کتاب الکراہیة، فصل فی اللبس: ۳۷۰/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزایة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الفصل السابع فی اللبس:

۳۶۸/۶، رشیدیہ)

الفصل الثانی فی أسنان الذهب والفضة

(سونے چاندی کے دانتوں کا بیان)

چاندی سونے کے دانت، ان کے تار اور خول کا دانت کیلئے استعمال

سوال [۹۳۵۱]: بعض مردوں اور عورتوں کے دانت کمزوری سے ہلنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے مرد عورتیں اپنے اپنے دانتوں میں چاندی و سونے کا خول چڑھواتے ہیں، یا چاندی یا سونے کے تار سے دانتوں کو بندھواتے ہیں مضبوطی کے لئے۔ تو کیا مردوں اور عورتوں کے لئے سونے و چاندی کا خول چڑھوانا یا دانتوں پر ٹانگہ لگوانا جائز ہے یا نہیں؟ یا محض عورتوں کیلئے روا ہے تو مردوں کیلئے کیا حکم ہے؟

۲..... مظاہر حق میں ہے کہ ”جہاد میں کسی صحابی کی ناک ضائع ہوگئی تھی تو صحابی نے ناک پر سونے کا خول بنوایا تھا“۔ ان کو جہاد کی وجہ سے اجازت تھی، یا عوام کو بھی اجازت ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کی ممانعت ہے، چاندی کی اجازت ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں کی اجازت ہے، فتاویٰ عالمگیری: ۳۳۶ (۱) میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک روایت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے موافق نقل کی ہے، لہذا گنجائش ہے، اور اس میں مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے۔

۲..... مجھے تو مظاہر حق میں یہ واقعہ باوجود تلاش کے ملا نہیں، خدا جانے آپ نے کہاں سے دیکھ کر لکھا ہے، کیونکہ مصباح کے حوالہ سے علامہ شلجی نے زیلعی شرح کنز، ج: ۱۶۶، کے حاشیہ پر یہ واقعہ حضور صلی اللہ

(۱) ”قال أبو يوسف رحمه الله تعالى في مجلس آخر: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن ذلك، فلم ير بإعادتها بأساً“۔ (الفتاوى العالمگیریة، كتاب الكراهية، قبيل الباب الحادي عشر في الكراهة في

الأكل: ۳۳۶/۵، رشیدیہ)

علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال قبل کا لکھا ہے (۱) اور آپ کہتے ہیں کہ ایسا ایک جہاد میں ہوا۔ بدائع (۲)، زیلعی (۳)، ردالمحتار (۴) وغیرہ میں لکھا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ یہ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تخصیص ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

سونے چاندی کے دانت

سوال [۹۳۵۲]: صحابی کا خول ناک پر چڑھوانے کا واقعہ یہ ہے۔ مظاہر حق، جلد سوم، کتاب اللباس، ص: ۴۹۹، بحوالہ ترمذی: ”حضرت عبدالرحمن بن طرفہ سے روایت ہے کہ دادا عرفیہ ابن اسعد کی ناک کاٹی گئی دن کلاب کے، پس بنائی اس نے چاندی کی، پس بدبو ہوئی وہ ناک، اس پر حکم کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بنادے سونے کی ناک“۔ اس دلیل سے بعض علماء نے جائز قرار دیا ہے“ (۵)۔

(۱) ”کلاب..... اسم واد بین الکوفہ والبصرة..... وکان بہ وقعة مشهورة بین العرب قبل المبعث بخمس سنین، وهو عن الیمامة ستة أمیال“۔ (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی النظر والمس: ۳۶/۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”وقد روی أن عرفجة أصیب أنفه یوم کلاب، الخ“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان، قبیل کتاب البیوع: ۱۳۲/۵، سعید)

(۳) ”ویحتمل أنه علیہ الصلاة والسلام رخص عرفجة بذلك“۔ (تبیین الحقائق للزیلعی، کتاب الکراهیة: ۳۷/۷، سعید)

(۴) ”واحتمال أن ذلك خصوصیة لعرفجة“۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی النظر والمس: ۳۶۲/۶، سعید)

(و کذا فی المحيط البرهانی، کتاب الاستحسان، قبیل الفصل الثانی عشر فی الکراهیة فی الأکل: ۸۷/۶، غفاریہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی أحكام النظر ونحوه: ۱۹۶/۳، غفاریہ)

(۵) (مظاہر حق (جدید)، کتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثانی: ۱۸۹/۳، إداره اشاعت کراچی)

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ واقعہ متعدد کتب میں دیکھا ہوا ہے اور یاد بھی ہے، مگر آپ نے خط میں اس کو ”جہاد“ لکھا تھا، حالانکہ یہ نبوت سے بھی کئی سال قبل کا واقعہ ہے، اس لئے مجھے تردد اور تامل تھا، نیز جس وقت یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت حضرت عرفیہ مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے اور آپ نے لکھا تھا کہ ”ایک صحابی کی جہاد میں ناک کٹ گئی تھی“ اس لئے تردد تھا، اگر آپ ”جہاد“ اور ”صحابی“ تحریر نہ کرتے تو کچھ اشکال نہیں تھا (۱)۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک دانت کو چاندی کے تار سے باندھنا درست ہے، سونے کے تار سے درست نہیں۔ امام محمد کے نزدیک دونوں سے درست ہے، امام محمد رحمۃ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے (۲)۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سونے کی ناک کی اجازت بجز بوری بدبو کی وجہ سے دی گئی ہے اور جب تک چاندی سے کام چل سکے سونے کے استعمال کی ضرورت نہیں، کذا فی الزیلعی شرح الكنز (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) ”وكان ذهب أنفه يوم الكلاب والحاصل أن يوم الكلاب اسم حرب معروفة من حروبهم.“
(مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثانی: ۱۹۳/۸، (رقم الحدیث: ۴۴۰۰)،
رشیدیہ)

”يوم الكلاب - كغراب - اسم ماء كانت عنده وقعة بالجاهلية.“ (قوت المغتذی علی جامع الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فی شد الأسنان بالذهب: ۳۰۶/۱، سعید)
(۲) ”عن عرفجة بن أسعد رضى الله تعالى عنه قال: أصيب أنفى يوم الكلاب فى الجاهلية، فاتخذت أنفاً من ورق فانتن على، فأمرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتخذ أنفاً من ذهب.“ (جامع الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فى شد الأسنان بالذهب: ۳۰۶/۱، سعید)

(وسنن أبی داؤد، كتاب الخاتم، باب ماجاء فى ربط الأسنان بالذهب: ۲۳۰/۲، إمدادیہ ملتان)

(ومشکوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الثانی، ص: ۳۷۹، قدیمی)

(۳) ”قال رحمه الله: (و شد السن بالفضة): أى يحل شد السن المتحرك بالفضة، ولا يحل بالذهب، وهذا عند أبی حنیفة وأبى یوسف رحمهما اللہ تعالیٰ. وقال محمد رحمه الله: يحل بالذهب أيضاً وهو =

چاندی سونے کا دانت

سوال [۹۳۵۳]: جب دانت ٹوٹ جائے اس کی جگہ دانت کے اوپر سونا یا چاندی کا دانت یا میخ

یا پترہ لگو لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چاندی کی میخ، پترہ، دانت لگوانا جائز ہے۔ سونے کی میخ، پترہ، دانت لگوانا جائز نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کی میخ وغیرہ بھی درست ہے۔ سونے کی میخ وغیرہ سے اختلاف کی وجہ سے اجتناب احوط ہے:

”ولایشد سنہ المتحرك بذهب بل بفضة، و جوزهما محمد رحمہ اللہ تعالیٰ“
درمختار۔ ”وفى التاترخانية: وعلى هذا الاختلاف إذا جدد أنفه وإذا قطع أذنه أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سناً آخر، فعند الإمام يتخذ ذلك من الفضة فقط، وعند الإمام محمد يتخذ من

= رواية عنهما، لِمَارِوِي أَن ”عرفجة بن سعد أصيب أنفه يوم كلاب، فاتخذ أنفاً من فضة، فأتى فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يتخذ أنفاً من ذهب . ولأن الفضة والذهب من جنس واحد، والأصل الحرمة فيهما، فإذا حل التضييب بأحدهما حل بالآخر، ووجه المذكور هنا أن استعمالهما حرام إلا للضرورة، وقد زالت بالأدنى، وهو الفضة، فلا حاجة إلى الأعلى، فبقى على الأصل وهو الحرمة والضرورة فيما روى لما تندفع بالفضة حيث أنتنت، ولأن كلامنا في السن، والمروى في الأنف، فلا يلزم من عدم الإغناء في الأنف عدم الإغناء في السن، ألا ترى أن التختيم جاز لأجل التختيم، ثم لما وقع الاستغناء بالأدنى لا يصر إلى الأعلى، ولا يجوز قياسه على الأنف فكذا هنا. ويحتمل أنه عليه الصلوة والسلام خص عرفجة رضي الله تعالى عنه بذلك كما خص الزبير بن العوام وعبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنهما بلبس الحرير لأجل الحكمة في جسمهما“ (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر واللمس: ۳۶/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في النظر واللمس: ۳۵۰/۸، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر، مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، قبيل فصل في أحكام النظر ونحوه:

۱۹۶/۳، غفاريه)

الذهب أيضاً“۔ شامی: ۵/۳۱۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۸/۵۵ھ۔
 الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

رولڈ گولڈ کور میں دانت

سوال [۹۳۵۴]: زید کا ایک دانت چوٹ لگنے سے ٹوٹ گیا ہے، زید دانت لگوانے کی غرض سے ڈاکٹر کے پاس گیا، ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ مستقل لگا رہنے والا دانت لگوائیں گے جو نکالنا نہیں پڑے گا۔ تو رولڈ گولڈ کور (۲) میں وہ دانت لگے گا جسے عام طور پر لوگ لگواتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ رولڈ گولڈ سونے کا کیا حکم ہے، رولڈ گولڈ کور میں اگر زید دانت لگوائے تو کیا حکم ہے؟ چاندی کے کور میں لگوا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر چہ سونے اور چاندی دونوں کا دانت لگوانے کی بھی گنجائش ہے، لیکن چاندی سے کام چل جائے تو سونے سے پرہیز مناسب ہے:

”إذا جدد أنفه أو أذنه، أو سقط سنه، فأراد أن يتخذ سناً آخر، فعند الإمام يتخذ ذلك من الفضة فقط، وعند محمد من الذهب أيضاً، اه“۔ رد المحتار: ۵/۲۲۶ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔
 حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۹۶ھ۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۶۲/۶، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۱۹۶/۴، غفاریہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی النظر واللمس: ۳۵۰/۸، رشیدیہ)

(۲) گولڈ: سونا، زر، طلا۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی النظر واللمس: ۳۶۲/۶، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی أحكام النظر ونحوه: ۳۵۰/۸، غفاریہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی النظر واللمس: ۳۵۰/۸، رشیدیہ)

چاندی کا خلال

سوال [۹۳۵۵]: ہندہ کو عرصہ سے چاندی کے خلال کی عادت ہے اور پان وغیرہ کھانے کی وجہ سے چھالیہ اندر کے دانتوں میں پھنس جاتی ہے اور تنکے سے نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چاندی کے خلال کیلئے طبیب کہتا ہے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا، مگر بہشتی زیور کے اندر ممنوع لکھا ہے (۱)۔ اب دریافت طلب یہ کہ چاندی کا خلال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چاندی کا خلال استعمال نہ کریں، تانبے، پیتل وغیرہ کا استعمال کر لیا کریں، اس کے لئے وزن مقرر نہیں، جتنی ضرورت ہو استعمال کر سکتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۱۹/۴/۹۰ھ۔



(۱) ”سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا جائز نہیں، بلکہ ان کی چیزوں کا کسی طرح سے استعمال کرنا درست نہیں، جیسے چاندی سونے کے چمچے سے کھانا پینا، خلال سے دانت صاف کرنا، گلاب پاش سے گلاب چھڑکنا، سرمہ دانی یا سلائی سے سرمہ لگانا..... غرض ان کی چیز کا کسی طرح استعمال کرنا درست نہیں“۔ (بہشتی زیور، حصہ سوم، باب: ۳۶، چاندی سونے کے برتنوں کا بیان، ص: ۲۵۲، دارالاشاعت کراچی)

(۲) ”و كذا لا يجوز الاكتمال بميل الذهب والفضة، وكذا المكحلة، وكل ما كان يعود الانتفاع به إلى البدن، كذافي السراج الوهاج“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۳۳۴/۵، رشیدیہ)

”ولا يجوز استعمال آنية الذهب والفضة..... و على هذا المجرمة والملعقة والمدهن والميل والمكحلة والمرآة ونحو ذلك“۔ (الاختیار لتعلیل المختار، كتاب الكراهية، فصل في حكم الحرير والحلی: ۴۱۹/۲، حقانیہ پشاور)

(و كذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل السابع في اللبس: ۳۷۱/۴، رشیدیہ)

الفصل الثالث فی مصنوعات الذهب وغیرہ

(سونے وغیرہ کی مصنوعات کا بیان)

گرتے میں سونے کے بٹن

سوال [۹۳۵۶]: سونا استعمال کرنا مردوں کیلئے حرام ہے، لیکن سابق صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ دارالعلوم میں لکھا ہے کہ ”سونے کا بٹن مردوں کیلئے استعمال کرنا جائز ہے“۔ دلیل درمختار وغیرہ سے پیش کر کے یہ فرمایا کہ ”چونکہ یہ بٹن مستقل نہیں، بلکہ لباس کے تابع ہیں، لہذا درست ہے“ (۱)۔ آیا واقع میں یہ درست بھی ہے یا نہیں؟ کیوں کہ بہت دنوں کے بعد اس پر نگاہ پہنچی ہے، اس لئے تعجب ہو رہا ہے، ورنہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتویٰ کو دیکھنے کے بعد لب کشائی کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر سونے کے بٹن کرتے میں گندھے ہوئے ہیں (۲)، تو یہ گرتے کے تابع ہو کر جائز ہے:

”لابأس بإزرار الديجاج أو الذهب“. الدرالمختار علی هامش ردالمحتار:

۳۴۸/۵ (۳)۔

اور اگر الگ بنے ہوئے ہیں اور گرتے میں لگاتے ہیں جیسا کہ آج کل رواج ہے تو ناجائز ہے، اس لئے

(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (إمداد المفتیین)، کتاب الحظر والإباحہ، باب اللباس والزینة، عنوان:

”سونے چاندی کے بٹن استعمال کرنا جائز ہیں“: ۲/۸۱۵، دارالإشاعت کراچی)

(۲) ”گندھنا: آٹے میں پانی ڈال کر ملانا، سر کے بالوں کو گتھنا، ہار کا گتھنا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۰۹، فیروز

سنز، لاہور)

(۳) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحہ، فصل فی اللبس: ۳۵۵/۶، سعید)

کہ اس صورت میں وہ کرتے کے تابع نہیں ہوں گے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱/۸۸ھ۔

سونے چاندی کے بٹن

سوال [۹۳۵۷]: مرد کو سونے چاندی وغیرہ کے بٹن جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مرد کو سونے چاندی کے بٹن جائز نہیں (۲)۔ وغیرہ کا مطلب کیا ہے، اس کے معلوم ہونے پر جواب

ملے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

رولڈ گولڈ کے سنہرے بٹن، گھڑی کی چین، لوہے کی انگوٹھی، مخلوط دھاتوں کے بٹن کا حکم

سوال [۹۳۵۸]: آج کل جو رولڈ گولڈ کی سنہرے رنگ کے جو بٹن بازار میں فروخت ہوتی ہے، ان

کا شرعی حکم کیا ہے؟ نیز گھڑی کے سنہرے چینوں کا کیا حکم ہے؟ ان دھاتوں کا شمار لوہے وغیرہ میں ہوگا یا نہیں، اگر

ہے تو کتب فقہ میں مثلاً ہدایہ وغیرہ میں جو یہ مسئلہ صراحتاً لکھا ہے کہ حدید وغیرہ دھاتوں کے بٹن وغیرہ استعمال

کرنا مکروہ ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بٹن جو کپڑے میں سلا ہوا ہو وہ تابع ثوب ہے، درمختار میں ازرار ذہب کو جائز لکھا ہے (۳)۔ لوہے کی

(۱) "حدثنا آدم قال: نهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب". أو قال: "حلقة

الذهب، وعن الحرير والاسبراق، الخ". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب خواتيم الذهب:

۸۷۱/۲، قديمي)

"ويكره أن يلبس الرجل ثوباً فيه كتابة بذهب وفضة". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل

في الأكل والشرب: ۳۳۹/۸، رشيديه)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) "لابأس بazarar الدياج أو الذهب". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في =

انگوٹھی مکروہ ہے (۱)، رولڈ گولڈ کی حقیقت کے متعلق ان لوگوں سے تحقیق کی جائے جو اس کا تجربہ رکھتے ہیں، وہ بتا سکیں گے کہ یہ سونا ہے یا لوہا یا مخلوط، مخلوط ہونے کی صورت میں جو دھات غالب ہوگی اس کا حکم جاری کیا جائے گا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۷/۶/۹۶ھ۔

پیتل کے بٹن

سوال [۹۳۵۹]: کیا مردوں کو پیتل وغیرہ کے بٹن جس پر پالش ہوتی ہے، پہننا درست ہے

یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

درست ہے (۳) جبکہ ان میں تشبہ نہ ہو (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

= اللبس: ۳۵۵/۶، سعید

(۱) "والتختم بالحديد والصفرة والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (رد المحتار، كتاب

الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۰/۶، سعید)

"ولا يتختم بحجر ولا صفر ولا حديد". (الدر المنقح المعروف بسكب الأنهر شرح ملتقى

الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۷/۴، غفاريہ)

"التختم بالحديد والصفرة والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". (الفتاوى

العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۳۳۳/۵، رشيدية)

(۲) "وما غالبه الفضة أو الذهب فضةً وذهب". (الدر المنقح شرح الملتقى، كتاب الصرف:

۱۶۶/۴، غفاريہ)

"والغالب عليه الغش منهما في حكم عروض اعتبار اللغالب". (الدر المختار، كتاب الصرف:

۲۶۶/۵، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصرف: ۳۳۳/۶، رشيدية)

(۳) "ولا بأس بأن يلبس الصبي اللؤلؤ وكذا البالغ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب =

تانبہ کے برتن پر چاندی کی قلعی

سوال [۹۳۶۰]: تانبہ وغیرہ کے برتن پر اگر چاندی یا سونے کی قلعی کرا کر استعمال کیا جائے تو جائز

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تانبے کے برتن پر سونے چاندی کے پانی سے اگر اس طرح قلعی کر دی جائے کہ اس سے مستقلاً الگ نہ

= العاشر فی استعمال الذهب والفضة: ۳۳۴/۵، رشیدیہ)

”الأصل في الأشياء الإباحة“. (الأشياء والنظائر، القواعد الكلية: ۲۲۳/۱، إدارة

القران کراچی)

(۴) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“. (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمی)

”من تشبه بقوم“: أي تزيافى ظاهره بزيهم، وفي تعرفه بفعالهم وفي تخلقهم، بخلقهم وسار

بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم: أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن ”فهو

منهم“. وقيل: المعنى من تشبه بالصالحين، وهو من أتباعهم يكرم كما يكرمون. ومن تشبه بالفساق،

يهان ويخذل كههم. ومن وضع عليه علامة الشرف أكرم وإن لم يتحقق شرفه. وفيه أن من تشبه من

الجن بالحيات وظهر بصورتهم، قتل. وأنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء، كذا ذكره ابن

رسلان. وبأبلغ من ذلك صرح القرطبي فقال: لو خص أهل الفسوق والمجنون بلباس منع لبسه

لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه.“

(فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۵۷۴۳/۱۱، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبة نزار مصطفى

الباز رياض)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: ”من تشبه بقوم“: أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في

اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أي في الإثم

والخير. قال الطيبي رحمه الله تعالى: هذا عام في الخلق والخلق والشعار“. (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵/۸،

كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

ہو سکے تو اس کی گنجائش ہے، کذا فی رد المحتار: ۵/۱۰۳۰ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

برتن پر سونے چاندی کا ملمع کرنا

سوال [۹۳۶۱]: جیسا کہ چاندی سونے کے برتن وغیرہ استعمال کرنا حرام ہیں، تو اگر کسی برتن پر

چاندی یا سونے کا ملمع ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر چاندی یا سونے کا صرف پانی چڑھایا گیا ہو جس کو مستقلاً جدا نہ کیا جاسکتا ہو تو گنجائش ہے، اجتناب

پھر بھی ورع ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۸۸ھ۔

سکہ پر سونے چاندی کا ملمع کر کے زیور بنانا

سوال [۹۳۶۲]: سکہ کا زیور بنوا کر اس پر سونے چاندی کا پانی چڑھواتے ہیں تو اس کا استعمال مرد

عورت پر درست ہے یا نہیں؟ مرد انگوٹھی اور بن اس کا استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) "و كذا الإناء المصيب بالذهب أو الفضة". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "أى

الحكم فيه كالحكم في المفضض، يقال: باب مصيب: أى مشدود بالضباب، الخ". (رد المحتار، كتاب

الحظر والإباحة: ۶/۳۴۴، سعيد)

"وحل الشرب في إناء مفضض ويتقى موضع الفضة يعني يتقى موضعها بالفم،

وقيل: بالفم واليد في الأخذ والشرب". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب:

۸/۳۴۱، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۷، غفارية)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس پرسونے چاندی کا ملمع کر کے اس کا زیور بنوانا اور استعمال کرنا عورتوں کے لئے درست ہے۔ مرد کو صرف ایک انگوٹھی کی مقدار وزن میں اجازت ہے، وہ بھی چاندی کا، بٹن تابعِ ثوب اس میں توسع ہے، مرد کے لئے بھی اجازت ہے:

”ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها ولا يتختم بغيرها كحجر وذهب وحديد و صفر و رصاص و زجاج. و في الحاوي القدسي: إلا الخاتم قدر درهم. ولبأس بإزرار الديباج والذهب. ولبأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة وألبس بفضة حتى لا يرى، اه“. در مختار و شامی (۱)۔

محض معمولی پانی اگر سونے چاندی کا ہو تو وہ کافی نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۳ھ۔

تانے، پیتل وغیرہ کا استعمال

سوال [۹۳۶۳]: پیتل، تانبا کے بے قلعی برتنوں کا استعمال کرنا، حقہ ضروری پینا، دھوتی، لنگی استعمال

کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پیتل اور تانے کے برتنوں کا استعمال کرنا درست ہے (۲)۔ البتہ اگر کفار کی مشابہت ہو تو

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۸/۶-۳۶۱، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر شرح الملتقى مع درالمنتقى، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۱۹۵/۴،

مکتبہ غفاریہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۳۲۸/۸، رشیدیہ)

(۲) ”وأما الآنية من غير الفضة والذهب، فلا بأس بالأكل والشرب والانتفاع بها، كالحديد والصفير

النحاس والرصاص والخشب والطين“. (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۲۳/۶، سعید) =

منع ہے (۱)۔ لنگی اس طرح باندھنا جس سے ستر کھلے یا کفار کے طریقے پر باندھنا ناجائز ہے اور شرع کے موافق باندھنا درست ہے۔ حقہ کسی بیماری کی وجہ سے دواء پینا درست ہے (۲) اور بغیر بیماری کے شوقیہ پینا مکروہ (۳)، اگر نشہ ہو تو ناجائز ہے (۴)۔ بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہر صورت ناجائز

= ”ولا بأس بآنية العقيق والبلور والزجاج والزبرجد والرصاص“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة: ۳۳۵/۵، رشیدیہ)

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(و کذا فی سنن أبی داؤد، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

(۲) ”وجوزہ فی النہایة بمحرم إذا أخبرہ طیب مسلم أن فیہ شفاءً، ولم یجد مباحاً یقوم مقامہ“۔ (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۸۹/۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الباب الثامن: ۳۵۴/۵، رشیدیہ)

(۳) ”علامہ شامی اور دوسرے علمائے کرام نے عدم کراہت کو ترجیح دی ہے بشرطیکہ بدبودار نہ ہو:

”وللعلامة الشيخ على الأجهوري المالكي رسالة في حله، نقل فيها أنه أفتى بحله من يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة. قلت: وألف في حله أيضاً سيدنا العارف عبدالغني النابلسي رسالة سماها ”الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان“ وتعرض له في كثير من تأليفه الحسان، وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة، فإنهما حكمان شرعيان لا بدّ لهما من دليل، ولا دليل على ذلك فهو داخل تحت قاعدة: الأصل في الأشياء الإباحة“۔ (ردالمحتار، کتاب الأشریة: ۴۵۹/۶، سعید)

(و کذا فی أحسن الفتاویٰ: ۴۸۱/۸، سعید، و کفايت المفتی: ۱۴۵/۹، دار الإشاعت کراچی)

(۴) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الأشریة، باب بیان أن کل مسکر خمر وکل خمر حرام، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(ومشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر، ص: ۳۱۷، قدیمی)

ہے، مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے جانا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔



(۱) ”قيل لأنس رضى الله تعالى عنه: ما سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فى الثوم؟ فقال: من أكل، فلا يقربن مساجدنا“۔ (صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب ما یکره من الثوم والبقول: ۸۲۰/۲، قدیمی)

”وقال الإمام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری: علة النهی أذى الملائكة وأذى المسلمين..... ویلحق بما نص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة، مأكولاً أو غیره..... وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفى غیره كالبصل والکراث، لکثرة أكلهم لها“۔ (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب فی الغرس فی المسجد: ۶۲۱/۱، سعید)

الفصل الرابع في ما يتعلق بساعة الوقت

(گھڑی کے استعمال کا بیان)

گھڑی باندھنا کیسا ہے؟

سوال [۹۳۶۴]: اسلام میں چاندی کے علاوہ اور چیزیں حرام ہیں تو گھڑی ہم لوگ استعمال کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ اس میں ہر چیز لوہے کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

گھڑی اگر زیور کے طور پر ہاتھ میں نہ باندھی جائے، بلکہ وقت دیکھنے کے لئے ہو جیسا کہ وہ اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہے تو ممنوع نہیں، جس طرح لوہے کا نو اور تلوار اور زرہ پہننا اور لگانا ممنوع نہیں، کیونکہ وہ زیور نہیں بلکہ ضرورت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گھڑی کس ہاتھ میں پہنی جائے؟

سوال [۹۳۶۵]: کچھ لوگ بائیں ہاتھ کے بجائے دائیں ہاتھ میں گھڑی پہنتے ہیں اور کچھ لوگ

(۱) ”اسٹیل کی چین زیور میں شمار نہیں ہے کہ اس کا باندھنا حرام ہو، بلکہ ایک ضرورت کی حیثیت میں استعمال ہوتی ہے، ہاں جو

گھڑی یا چین زبانی طرز و ساخت کی ہو، اس کو مردوں کا استعمال کرنا: ”لعن الله المتشبهين بالنساء والمتشبهات بانرجال“. او کما قال عليه الصلوة والسلام“ کے مطابق درست نہ رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ، کتاب الحظر

والإباحة، تحت عنوان: ”کلائی گھڑی میں اسٹیل کی چین باندھنا“: ۳۸۰/۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(و کذا فی أحسن الفتاویٰ، الحظر والإباحة، المتفرقات، عنوان: ”ہاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا“:

۲۱۳/۸، سعید)

(و کذا فی جدید فقہی مسائل، بیان زیبائش و آرائش: ۷۳/۱، مکتبہ الایمان لاہور)

بائیں ہاتھ میں۔ کس ہاتھ میں گھڑی پہننا بہتر ہے؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

کیا کسی مخصوص ہاتھ میں گھڑی باندھنا غیروں کا شعار ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس سے بچنا چاہیے، ورنہ

دونوں میں سے جس میں دل چاہے استعمال کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

انگوٹھی اور گھڑی کی چین

سوال [۹۳۶۶]: ۱..... ”فی الجامع الصغير: ولا يتختم إلا بالفضة. وهذا نص على أن

التختم بالحجر والحديد والصفير حرام، وراى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على رجل

خاتم صفر، فقال: ”مالى أجد منك رائحة الأصنام“؟ وراى على آخر خاتم حديد فقال: ”مالى

(۱) اکثر خیر کی چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں سمت کو ترجیح دی ہے اور گھڑی بھی ذریعہ خیر ہے کہ اس سے نماز اور

عبادات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں، اس لئے دائیں ہاتھ میں پہننا زیادہ بہتر ہوگا:

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: إن كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ليحب

التيمن فى طهوره إذا تطهر، وفى ترجله إذا ترجل، وفى انتعاله إذا انتعل.“ (شمائل الترمذی، باب ماجاء

فى ترجل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۴، سعید)

”إذا أكل أحدكم فليأكل بيمينه، وإذا شرب فليشرب بيمينه.“ (الصحيح لمسلم، كتاب

الأشربة، باب آداب الطعام والشراب: ۱۷۱/۲، قديمی)

”إذا انتعل أحدكم، فليبدأ باليمنى.“ (صحيح البخارى: ۸۷۰/۲، كتاب اللباس، ينزع النعل

اليسرى، قديمی)

لیکن اگر کسی غرض صحیح کے تحت بائیں ہاتھ میں باندھی جائے تو بھی درست ہے، جیسا کہ کوئی شخص زیادہ لکھتا ہو، تو اس کو

لکھتے وقت گھڑی دائیں ہاتھ میں ہوتے ہوئے دقت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

أرى عليك حلية أهل النار“۔ ہدایۃ آخرین، ص: ۴۴۱، کتاب الکراہیۃ، مجتہبائی (۱)۔

مذکورہ بالا احادیث میں نہیں اور ممانعت صرف تختم تک محدود ہے، یا چاندی سونے کے علاوہ دوسری دھاتوں سے بنی ہوئی تمام چیزوں کو شامل ہے، خواہ وہ چیزیں خاتم کی شکل میں ہوں یا اور کسی زیور کی شکل میں، اگر یہ نہیں صرف تختم تک محدود نہیں تو پھر آج کل اسی سے گھڑیوں کے لئے عموماً چین استعمال کی جاتی ہے جو سفید ہے یا سنہری، بہر صورت وہ مختلف قسم کی دھاتوں سے تیار ہوتی ہے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ اس قسم کی چین مذکورہ بالا احادیث نہی کے تحت داخل ہو کر ممنوع ہے یا نہیں؟

۲..... آج کل عورتوں اور بالخصوص بچیوں کے لئے اکثر پیتل، رولڈ گولڈ، یا مختلف قسم کی دھاتوں سے بنے ہوئے زیورات، مثلاً: چوڑیاں، ہار، ایرنگ (۲) وغیرہ وغیرہ مستعمل ہوتے ہیں۔ اسی طرح آج کل عینک کے اندر پلاسٹک کے علاوہ اسٹیل وغیرہ کی جو سفید یا سنہری فریم استعمال کی جاتی ہیں، کیا یہ سب چیزیں بھی مذکورہ بالا حدیث نہی کے تحت داخل ہو کر ممنوع اور ناجائز ہیں؟ اگر ناجائز ہیں تو آج کل عموم بلوئی کے پیش نظر اس میں گنجائش کا پہلو ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... ”ولا يتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة“۔ متن کنز۔ ”(قوله: من الفضة) قيد للمذكور جميعه. عینی“۔ شلبی علی ہامش الزیلعی: ۱۵/۶ (۳)۔

”ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها: أي الفضة إذا لم يُرد به التزين“۔ درمختار۔ ”(قوله: ولا يتحلى): أي لا يتزين (قوله: إذا لم يُرد به التزين)

(۱) (الهدایۃ، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس: ۴/۵۵، إمدادیہ ملتان)

(۲) ”ایرنگ: انگٹھی، کڑا، کنڈا، احاطہ“۔ (English to English and Urdu Dictionary, Page

No.: 786, Feroz Sons Lahore)

(۳) (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس: ۴/۵۵، دار الکتب

العلمیہ بیروت)

الظاهر أن الضمير في "به" راجع إلى "الخاتم" فقط؛ لأن تحلية السيف والمنطقة لأجل الزينة لا بشيء آخر بخلاف الخاتم، ويدل عليه ما في الكافية حيث قال: قوله: (إلا بالخاتم) هذا إذا لم يُرد به التزين". ردالمحتار: ۵/۳۱۴ (۱)۔

"التختم بالذهب والحديد والصفير حرام، والتختم بالذهب والحديد والصفير والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء". شامی: ۵/۳۱۵ (۲)۔

"ولا يتختم رجل ولا امرأة بحجر ولا صفر ولا حديد ولا غيرها إلا الفضة، وقيل: يباح التختم بالحجر، الخ". سكب الأنهر: ۲/۵۳۶ (۳)۔

عبارات منقولہ سے معلوم ہوا کہ تختم دوسری دھاتوں کی مرد عورت سب کیلئے منع ہے، عورت کیلئے ذہب وفضہ دونوں کی اجازت ہے، مرد کیلئے تھلی یعنی تزیین خواہ بشکل خاتم ہو یا کسی اور شکل میں ہو صرف فضہ مخصوص مقدار تک درست ہے۔

حلیۃ السیف والمنطقہ کی بھی قیود کے ساتھ اجازت ہے، جوشن کی بھی حرب میں اجازت ہے، دستی گھڑی کی چین ذہب وفضہ کے علاوہ جس دھات کی بھی ہو وہ خاتم کے حکم میں نہیں، یہ متعین نہیں کہ یہ حلیہ ہی ہے، اقرب یہ ہے کہ اس کا حال جیسی گھڑی کی طرح ہے کہ وہ حلیہ نہیں۔ مشابہ بالحدیہ ہونے کی وجہ سے بھی حرمت کا فتویٰ محتاج دلیل ہے، احتیاط کی جائے تو وہ اقرب الی الورع ہے (۴)۔

(۱) (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۹/۶، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس: ۱۹۵/۳، غفار بہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس: ۳۲۸/۸، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۹/۶، ۳۶۰، سعید)

(۳) (سكب الأنهر الدر المنتقى شرح الملتقى، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس: ۱۹۷/۳، غفار بہ)

(۴) "چین کے استعمال کی دو صورتیں ہیں: ۱- اس کا باندھنا بذات خود مقصود ہو، جیسے زینت کے لئے لوگ باندھتے ہیں، ۲-

بذات خود مقصود نہ ہو، کسی دوسری چیز کے باندھنے کے لئے استعمال کی جائے، صورت اولیٰ میں استعمال ناجائز اور ثانیہ میں

بلاکراہت جائز ہے"۔ (أحسن الفتاوی، متفرقات الحظر والإباحة، (تحت عنوان): "ہاتھ میں چین والی گھڑی

باندھنا": ۲۱۳/۸، سعید)

۲..... ان میں کوئی چیز ممنوع نہیں، فتاویٰ رشیدیہ میں عورتوں کو ہر قسم کے زیورات کی اجازت دی ہے (۱) عینک بھی حلیہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

گھڑی میں کس دھات کا پٹہ ہو؟

سوال [۹۳۶۷]: کلانی گھڑی میں اسٹیل، یارولڈ گولڈ، یا کسی اور دھات کا پٹہ لگانا کیسا ہے؟ اور

ایسا پٹہ باندھے ہوئے نماز پڑھنے یا پڑھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

درست ہے، اس طرح نماز بھی درست ہے، یہ زیور نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۹۶ھ۔

= (ونظام الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة: ۱/۳۸۰، رحمانیہ لاہور)

(وجدید فقہی مسائل لمولانا سیف اللہ خالد، زیبائش و آرائش: ۱/۷۳، مکتبۃ الایمان لاہور)

(۱) ”عورتوں کو چوڑیاں ہر قسم کی پہننا درست ہے، خواہ کانچ کی ہوں، خواہ سونے چاندی، لوہے، تانبے، پیتل کی ہوں۔ جوشی زینت کی ہے، خواہ لباس ہو، یا زیورہ عورتوں کو حالت غنث میں نادرست ہے، اس لئے بوقت عدت چوڑیاں وغیرہ توڑ پھوڑ دی جاتی ہیں، بعد غنث اگر کوئی عورت پہنے تو مضائقہ نہیں۔ جس کی آمدنی نوروپہ حلال ہو، دس روپیہ حرام خواہ برعکس یا دونوں مساوی ہوں، اس کا ہدیہ وغیرہ دعوت ضیافت سے نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم“۔ (فتاویٰ رشیدیہ، مندرجہ تالیفات رشیدیہ، جواز و حرمت کے مسائل، ص: ۴۹۱، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۲) ”چین کے استعمال کی دو صورتیں ہیں: ۱- اس کا باندھنا بذات خود مقصود ہو، جیسے زینت کے لئے لوگ باندھتے ہیں، ۲- بذات خود مقصود نہ ہو، کسی دوسری چیز کے باندھنے کے لئے استعمال کی جائے، صورت اولیٰ میں استعمال ناجائز اور ثانیہ میں بلاکراہت جائز ہے“۔ (أحسن الفتاویٰ، متفرقات الحظر والإباحة، (تحت عنوان): ”ہاتھ میں چین والی گھڑی

باندھنا“: ۲۱۳/۸، سعید)

(و کذا فی نظام الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة: ۱/۳۸۰، رحمانیہ لاہور)

(وجدید فقہی مسائل لمولانا سیف اللہ خالد، زیبائش و آرائش: ۱/۷۳، مکتبۃ الایمان لاہور)

گھڑی کا استعمال مرد و عورت کے لئے

سوال [۹۳۶۸]: کلائی کی گھڑی کے استعمال میں مرد اور عورت یکساں ہیں یا نہیں اگر نہیں تو

کیوں؟ بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرما کر عند اللہ، مأجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جس جگہ اس کا مرد و عورت میں عام رواج ہو، کوئی تخصیص کسی کی نہ ہو تو وہاں ہر دو کا حکم ایک ہے (۱)۔

اور جس جگہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہو عورتیں عام طور پر استعمال نہ کرتی ہو، وہاں عورتوں کو ناجائز ہے، کیونکہ

عورتوں کو مردوں کے ساتھ تشبہ کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے، کذا فی المشکوٰۃ، ص: ۳۸۰ (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

گھڑی اور سونے کی چین وغیرہ

سوال [۹۳۶۹]: گھڑی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو گھڑی کا کیس، ڈائل و چین سونے کا

بنوانا، یا سونے کا پانی چڑھوانا، یا پین کا نب سونے کا بنوانا اور قمیص و کرتے وغیرہ کا بٹن سونے چاندی کا بنوانا

کیسا ہے؟ رولڈ گولڈ کا کیا حکم ہے؟

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) ”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لعن الله

المتشبهين من الرجال بالنساء والمعشبهات من النساء بالرجال“ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس،

باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمی)

(وصحيح البخارى، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال: ۸۷۴/۲، قديمی)

(و كذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۴۹۹۴/۱۰، (رقم الحديث: ۷۲۶۵)، مكتبة نزار

مصطفى الباز مكة المكرمة رياض)

الجواب حامداً ومصلياً:

وقت معلوم کرنے کیلئے تاکہ ہر کام کا نظام صحیح رہے اور اپنے وقت سے نہ ہٹے اور وقت ضائع نہ ہو تو گھڑی رکھنا درست ہے اور ہاتھ میں باندھنا بھی درست ہے (۱)، مگر کیس، ڈائل، چین سونے کا نہ ہو (۲)، سونے کا پانی اس میں ہو تو مضائقہ نہیں (۳)۔ چاندی سونے کا بٹن کپڑے میں اس طرح ہو جیسے گھنڈی کہ جدا نہ ہو سکے تو وہ تابع ثوب قرار دے کر درست ہے (۴)۔ رولڈ گولڈ کی حقیقت مجھے معلوم نہیں، اگر وہ سونا چاندی نہیں اور اس پر سونے یا چاندی کا پانی ہے تو اس کا حکم آچکا۔ قلم کے نب پر اگر سونے کا پانی ہو تو وہ بھی درست ہے (۵)، خالص سونے کا نہ ہو (۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۵/۱/۹۱ھ۔

- (۱) (أحسن الفتاوى، متفرقات الحظر والإباحة، عنوان: "هاتھ میں چین والی گھڑی باندھنا": ۲۱۳/۸، سعید) (ونظام الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، عنوان: "کلائی گھڑی میں اسٹیل کی چین باندھنا": ۳۸۰/۱، رحمانیہ)
- (۲) "ولايتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة". (حاشية الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۳۵/۷، دارالکتب العلمیة بیروت)
- (و کذا فی ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۹/۶، سعید)
- (و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی اللبس: ۳۲۸/۸، رشیدیہ)
- (۳) "ولا بأس بالانتفاع بالأواني المموهة بالذهب والفضة بالإجماع". (الفتاوى العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة: ۳۳۵/۵، رشیدیہ)
- (و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی الاحتکار: ۴۲۲/۲، حقانیہ)
- (۴) "لا بأس بإزار الدیاج أو الذهب". (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۵/۶، سعید)

آج کل چونکہ کپڑوں کے بٹن کپڑوں میں پیوست نہیں ہوتے، بلکہ الگ لگائے جاتے ہیں اس لئے جواز کا حکم نہیں ہوگا۔

(۵) (راجع رقم الحاشیة: ۳)

(۶) (راجع رقم الحاشیة: ۲)

جیبی گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اس کا حکم

سوال [۹۳۷۰]: جیبی گھڑی کا کیس چاندی کا ہو تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ناجائز ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۳ھ۔



(۱) "ولا يتحلى الرجل بالذهب والفضة إلا بالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة، الخ". قال

العلامة الشلبي: "قوله: من الفضة) قيد للمذكور جميعه". (حاشية الشلبي على التبيين، كتاب

الكرامية، فصل في اللبس: ۳۵/۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

"ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة وحلية السيف منها: أي الفضة إذا لم

يُرد به الترين". (الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في اللبس: ۳۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكرامية، فصل في اللبس: ۳۲۸/۸، رشيدية)

الفصل الخامس في الحلية للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

بیوہ عورت کا زیور پہننا

سوال [۱۹۳۷]: بیوہ عورت کا کانچ کی چوڑی اور چاندی سونے کی چوڑی پہننا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ بیوہ عورت کانچ کی چوڑی نہیں پہن سکتی ہے (۱)۔ نیز عورتوں کو چاندی سونے کے زیور کے علاوہ دیگر چیزوں کا زیور پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بیوہ کو بعد عدت زیور، کانچ کی چوڑی وغیرہ سب درست ہے (۲)، جس زیور میں کفار و فساق کی مشابہت نہ ہو، عورتوں کیلئے وہ سب درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”کانچ: شیشہ، ایک قسم کا سخت چمکدار مادہ جو ریت اور کھار یعنی تھی کے ذریعہ بنایا جاتا ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۸۳، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشراً، فإذا بلغن أجلهن، فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۳۴)

”قوله: ﴿فيما فعلن﴾ يعني من التزين والتطيب“۔ (حاشية التفسيرات الأحمدية، ص: ۱۴۹، حقانيہ)

وقال الله تعالى: ﴿فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن﴾ مما حرم عليهن في العدة“۔ (روح

المعاني: ۱۵۰/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”فإذا انقضت عدتها، فلا جناح عليها أن تتزين وتتصنع وتتعرض للتزويج“۔ (تفسير ابن كثير:

۲۸۶/۱، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۳) ”والتختم بالحديد والصفرة والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء“۔ (ردالمحتار، كتاب =

سہاگن کے لئے سیاہ موتیوں کے ہار کا استعمال

سوال [۹۳۷۲]: یہاں پر شادی شدہ عورتیں گلے میں ایک زیور کالے موتیوں کا پہننا ضروری سمجھتی ہیں، بعض کالے موتی دھاگہ میں ڈال کر اور بعض سونے کے تار میں جڑوا کر۔ بہر حال سہاگن کو ضروری سمجھا جاتا ہے (۱)۔ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کالے موتیوں کا ہار پہننا سہاگن کیلئے شرعاً لازم نہیں، اس کی پابندی غیر ضروری ہے اس کو ترک کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۶/۵/۹۱ھ۔

= الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۰/۶، سعيد

”ولا يتختم بحجر ولا صفر ولا حديد“۔ (الدر المنتقى المعروف بسكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۷/۳، غفاريه)

”التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء“۔ (الفتاوى العالمية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة: ۳۳۳/۵، رشيديه)

(۱) ”سہاگن: وہ عورت جس کا خاوند زندہ ہو“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) عورتوں کے لئے حدود شرع کے اندر نفس زینت اختیار کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين وفي تبين المحارم: إزالة الشعر من الوجه حرام إلا إذا نبتت للمرأة لحية أو شوارب، فلا تحرم إزالته، بل تستحب“۔ (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۳۷۳/۶، سعيد)

لیکن جس چیز پر دوام، استمراری عمل اور لزوم کا ثبوت نہ ہو، اس کام کو سنتِ مستمرہ اور واجب کی طرح لازم سمجھ کر کرنا شرعاً مذموم اور قبیح ہے، جب کہ کوئی مستحب کام التزام کے ساتھ کرنے سے مکروہ ہو جاتا ہے، تو غیر مستحب اور غیر ثابت تو بطریقہ اولیٰ مکروہ، مذموم اور بدعت کے زمرے میں آئے گا:

”أن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لأصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة، وهذا هو غرض من أفتى بالكراهة“۔ (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيذمي لاهور)

چوڑیاں پہننا

سوال [۹۳۷۳]: چوڑیاں پہننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جائز ہے (صرف عورتوں کیلئے مردوں کو منع ہے) (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

زیور پہننے کے لئے ناک میں سوراخ کرنا

سوال [۹۳۷۴]: عورتیں جو زیور پہننے کے لئے ناک اور کان میں سوراخ کرتی ہے یہ جائز ہے

یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جائز ہے: ”لابأس بثقب أذن البنت. وهل تجوز الخزاء في الأنف؟ لم أره“. درمختار۔

”قلت: إن كان مما يتزين به النساء كما هو في بعض البلاد، فهو فيها كثقب القرط“. شامی:

۵/۳۷۱ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۹۰ھ۔

= ”قوله: وتركها أولى“؛ لأنه إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل

البدعة مع أنه كان يمكنه التسوية قبل الشروع في الصلوة، بحر“۔ (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد

الصلوة، وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة أولى: ۱/۶۳۲، سعيد)

(۱) ”يجوز للنساء لبس أنواع الحلبي كلها من الذهب والفضة والخاتم والحلقة والسوار والخلخال

والطوق، الخ“۔ (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء

۱۷/۲۹۳، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳/۱۹۵، غفاريه)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۳۸، رشيديه)

(و كذا في امداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، احكام متعلقه لباس: ۳/۱۲۶، دارالعلوم، كراچی)

= (۲) (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۰، سعيد)

لڑکیوں کے کان چھیدنا

سوال [۹۳۷۵]: لڑکیوں کو کان چھیدوانا مسنون یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

”لابأس بكي البهائم للعلامة وثقب أذن الطفل من البنات؛ لأنهم كانوا يفعلونه في زمن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من غير إنكار“۔ شامی: ۲۷۵/۵ (۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کے کان میں بالی وغیرہ کے لئے سوراخ کرنا درست ہے۔

نفع المفتی والسائل، ص: ۱۳۷، میں ناک کے سوراخ کو بھی کان پر قیاس کرتے ہوئے

جائز لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

جررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۲/۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۸/صفر۔



= (و كذا في الفتاوى العالمية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والحضاء، الخ: ۳۵۷/۵، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۲/۷، رشیدیہ)

(و كذا في نفع المفتی والسائل من مجموعة رسائل اللکهنوی: ۱۹۶/۳، إدارة القرآن، کراچی)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۸/۶، سعید)

(۲) ”الاستفسار: هل يجوز ثقب أنف النساء؟ الاستبشار..... إن كان للترزين، يجوز كما في ثقب

الأذن..... يجوز قياساً على ثقب الأذن“۔ (نفع المفتی والسائل، من مجموعة رسائل اللکهنوی،

المتفرقات: ۱۹۶/۳، إدارة القرآن کراچی)

”ولابأس..... بشقب آذان الأطفال من البنات؛ لأنهم كانوا يفعلون ذلك في زمان رسول

الله صلى الله عليه وسلم من غير إنكار“۔ (الفتاوى العالمية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في

الختان والحضاء، الخ: ۳۵۷/۵، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۲/۸، رشیدیہ)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

”یاسین“ نام رکھنا

سوال [۹۳۷۶]: میرا نام محمد یاسین ہے۔ احکام شریعت اول میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے یاسین رکھنے کو منع لکھا ہے۔ دلیل یہ پیش کی ہے کہ ”نام معلوم المعنی“ پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح نام معلوم المعنی نام رکھنا بھی جائز نہیں۔ اس کے علاوہ احکام القرآن ابن عربی کی (۱) اور نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض کے حوالہ سے دو حدیثیں نقل کی ہیں، جس کی رو سے یاسین نام رکھنا ممنوع قرار دیا ہے۔ اگر احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ آنجناب کی نظر میں صحیح ہے تو پھر بندہ کو نام تبدیل کرانے میں کوئی عذر نہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جس شخص کو کسی لفظ کے معنی کا علم نہ ہو اس کے نزدیک وہ لفظ ”نام معلوم المعنی“ ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں (کسی لغت کے اعتبار سے یا محاورہ اور عرف کے اعتبار سے) بھی نام معلوم المعنی ہی ہو۔ عدم

(۱) ”المسئلة الثالثة: رواية أشهب عن مالك: لا يسمّى أحد يسن؛ لأنه اسم الله تعالى كلام بدیع، وذلك أن العبد يجوز له أن يتسمى باسم الله إذا كان فيه معنى منه، كقوله: عالم، وقادر، ومزید، ومتكلم. وإنما منع مالك من التسمية بهن؛ لأنه اسم من أسماء الله لا يدري معناه، فربما كان معناه ينفرد به الرب، فلا يجوز أن يقدم عليه العبد إذا كان لا يعرف هل هو اسم من أسماء الباري، فيقدم على خطر منه، فاقتضى النظر رفعه عنه. فإن قيل: فقد قال الله تعالى: ﴿سلام على إيل يسن﴾؟ قلنا: ذلك مكتوب بهجاء فيجوز التسمية به، وهذا الذي ليس بمتهجي هو الذي تكلم مالك عليه مما فيه من الإشكال. والله أعلم.“ (أحكام القرآن لابن العربي، سورة يسين: ۳/۱۶۰۷، ۱۶۰۸، دار المعرفة، بيروت)

علم کا علاج سوال ہے: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (۱)۔ ”إنما شفاء العیّ السؤال“۔
 الحدیث (۲)۔ نہ یہ کہ عدم علم کے ساتھ فتویٰ بھی لگانا شروع کر دے، عدم علم کی حالت میں فتویٰ کا نتیجہ ”ضلوا
 وأضلوا“ ہے (۳)۔

تفسیر مظہری (۴)، تفسیر الدر المنثور (۵)، تفسیر معالم التنزیل (۶)، تفسیر ابن کثیر وغیرہ (۷) میں
 ”یا سین“ کے متعدد معنی بیان کئے ہیں۔ تفسیر فتح القدر للشوکانی میں ہے: ”وقال سعید بن جبیر وغیرہ: هو
 اسم من أسماء محمد صلی اللہ علیہ وسلم“ (۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۹۶ھ۔

(۱) (سورة النحل: ۴۳)

(۲) (سنن أبی داؤد، کتاب الطہارات، باب فی المجرورح یتیمم: ۵۴/۱، إمدادیہ)

(۳) الحدیث بأسرہ: ”عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول صلی
 اللہ علیہ وسلم: ”إن اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من الناس، ولكن یقبض العلم بقبض العلماء، حتی
 إذا لم یترک عالماً، اتخذ الناس رؤوساً جہالاً، فسئلوا، فأفتوا بغير علم، فضلوا وأضلوا“۔ (جامع
 الترمذی، أبواب العلم، باب ماجاء فی ذهاب العلم: ۹۳/۲، سعید)

(۴) ”وقیل: معناه: ”یا انسان“ بلغة طی، یعنی بہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم“۔ (التفسیر المظہری،
 سورة یسین: ۷۰/۱، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۵) ”أخرج ابن مردویة من طریق ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ”یسین“ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم. وفي لفظ: قال: یا محمد. وأخرج ابن أبی شیبة عن ابن عباس فی قوله: ”یسین“. قال: یا
 إنسان“۔ (الدر المنثور فی تفسیر المأثور: ۴۸۴/۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۶) ”معناه: ”یا انسان“ بلغة طیء، یعنی محمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“۔ (تفسیر البغوی المسمی
 معالم التنزیل: ۳/۴، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۷) ”وروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن ”یسین“ بمعنی ”یا انسان“۔ (تفسیر ابن
 کثیر، سورة یسین: ۵۶۳/۳، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۸) (فتح القدر للشوکانی، سورة یسین: ۳۵۹/۴، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”حسین احمد“ نام رکھنا

سوال [۹۳۷۷]: ما قولکم رحمکم اللہ فی التسمیة ”بحسین أحمد“ هل تجوز أولاً؟

بینوا بالکتاب، توجروا بالثواب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لم أره صريحاً، ولكن الترتيب اللغوي لا يمنع الجواز، لكون المضاف صفةً للمضاف

إليه، وهذا مما له شواهد في كلام العرب (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۷/صفر/۵۹ھ۔

”غلام محمد، صدر العلی، غلام نبی، غلام رسول، رسول بخش“ نام رکھنا

سوال [۹۳۷۸]: غلام محمد، صدر العلی اور غلام نبی اور غلام رسول اور رسول بخش نام رکھنا جائز ہے یا

نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

غلام محمد، غلام نبی، غلام رسول نام رکھنا درست ہے، رسول بخش نام نہیں رکھنا چاہئے۔ غلام محمد صدر العلی

نام بھی درست ہے جب کہ ”صدر العلی“ کو صفت ”محمد“ قرار دیا جائے، لیکن غالب یہ ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر

یہ نام صدر العلی ہی مشہور ہو جائے گا اور غلام محمد ترک ہو جائے گا، اس لئے مناسب نہیں جیسا کہ اوروں کے متعلق

تجربہ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۴ھ۔

(۱) ”مثل جرد قطيفة، و أخلاق ثياب“۔ (الكافية لزینی زاده، ص: ۱۷۸، امیر حمزہ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) حضرت مفتی صاحب کا جواب اس وقت ہے جب کہ ”غلام محمد صدر العلی“ پورا ایک ہی نام ہو اور ”صدر العلی“ کو ”محمد“ کی

صفت قرار دی جائے، لیکن سوال سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غلام محمد اور صدر العلی دونوں جدا جدا نام ہیں، اس لئے صدر العلی کو محمد

کی صفت قرار دینا مشکل نظر آ رہا ہے، لہذا صرف صدر العلی نام رکھنے سے تو ہر صورت میں احتیاط کرنا چاہئے:

”محمد عظیم“ نام رکھنا

سوال [۹۳۷۹]: میں نے اپنے لڑکے کا نام ”محمد عظیم“ رکھا ہے، لیکن ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ نام نہیں رکھنا چاہئے، کیونکہ یہ نام اللہ تعالیٰ کا ہے، اس نام کو رکھ کر (نعوذ باللہ) دوسرا خدا بنانا چاہتے ہو۔ یہ نام رکھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

محمد عظیم نام رکھنا شرعاً درست ہے، ہرگز شرک نہیں، محمد عظیم اللہ کا نام نہیں، بے فکر رہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۹۲ھ۔

= ”لكن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا الزمان أولى؛ لأن العوام يصغرون هذه الأسماء عند النداء.“ (الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التسمية، ص: ۷۲، سعيد)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۱۷، سعيد)

(۱) چونکہ عرصہ قدیم سے مسلمانوں میں یہی نام رکھنے کا رواج اور معمول بھی ہے، اس لئے اس کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں:

”التسمية باسم لا يستعمله المسلمون الأولى أن لا يفعل.“ (الفتاوى البرازية على

هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات: ۶/۳۷۰، رشيدية)

”أحب الأسماء إلى الله تعالى عبد الله وعبد الرحمن، لكن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا

الزمان أولى؛ لأن العوام يصغرون هذه الأسماء للنداء؛ والتسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالى كالعلي

والكبير والرشيد والبدیع جائز؛ لأنه من الأسماء المشتركة ويراد في حق العباد غير ما يراد في حق الله

تعالى كذا في السراجية. وفي الفتاوى: التسمية باسم لم يذكره الله تعالى في عبادته ولا ذكره رسول الله

صلى الله تعالى عليه وسلم ولا استعمله المسلمون تكلموا فيه، والأولى أن لا يفعل، كذا في المحيط.“

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد: ۵/۳۶۲، رشيدية)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الرابع والعشرون في تسمية

الأولاد: ۶/۱۲۹، غفاريه كوئٹہ)

”نرنجن علی“ نام کو بدل کر ”محمد علی“ رکھنا

سوال [۹۳۸۰]: اس ناکارہ کا نام پیدائش کے وقت ”محمد نرنجن علی“ رکھا گیا تھا، بیس سال تک اس نام سے پکارا جاتا رہا، عزیز واقارب اور گاؤں والے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ میں نے مدرسہ فیض العلوم میں ملازمت کی تو ایک مولوی صاحب نے ”محمد علی“ نام رکھنے کا مشورہ دیا، میں نے قبول کر لیا۔ مدرسہ میں اس نام سے مشہور ہو گیا، عقد کے وقت بھی یہی نام نکاح نامہ میں درج کیا گیا، لیکن سرکاری وثیقہ جات اور میٹرک کی سند میں ”محمد نرنجن علی“ ہی لکھا ہوا ہے۔ چونکہ یہ نام ہندوانہ ہے، اس لئے احقر کو فکر ہے، غیر اختیاری طور پر احقر کا یہ نام پڑ گیا۔ اب اس کا کیا تدارک کیا جائے؟ یہ نام جائز ہے یا ناجائز، جو لوگ اس نام سے پکاریں ان کو جواب دیا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نام ”محمد علی“ ہی رکھے، غیر اختیاری طور پر جو مشہور ہو گیا اس کی اصلاح اس طرح کیجئے کہ جو شخص غلط نام سے پکارے یا لکھے، اس کو بتادیتے کہ میرا نام محمد علی ہے، ضرورت پیش آئے تو سرکاری کاغذات میں بھی اس کی اصلاح کرادیں کہ اصل اور صحیح نام محمد علی ہے، غلطی سے فلاں نام مشہور ہو گیا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۲/۹۵ھ۔

”مرسلین“ نام رکھنا

سوال [۹۳۸۱]: میرا لڑکا جس کی عمر ساڑھے تین سال ہے، اس کا نام میں نے ”مرسلین“ رکھ دیا

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر اسم عاصیة، وقال: ”أنت جميلة“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الأدب، باب تغییر استجاب الاسم القبیح إلی حسن: ۲۰۸/۲، قدیمی)

قال النووی: ”معنی هذه الأحادیث تغییر الاسم القبیح أو المکروه إلی حسن، وقد ثبت أحادیث بتغییره صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أسماء جماعة کثیر من الصحابة“۔ (شرح النووی علی الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب تغییر الاسم القبیح: ۳۲۹/۲، إمدادیہ ملتان)

تھا، لیکن اب ایک مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ نام اس بچے کے لئے مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کل جتنے پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں سب کے مجموعہ کو مرسلین کہا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کا کیا ارشاد ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی بچہ کا نام مرسلین نہیں رکھنا چاہئے، اگر لفظ ”مرسلین“ کا نام میں لانا ہی ملحوظ ہے تو ”خادم المرسلین“ یا ”غلام المرسلین“ وغیرہ کچھ رکھ دیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۳ھ۔

”ربانی“ نام رکھنا

سوال [۹۳۸۲]: کیا بچہ کا نام ”ربانی“ رکھا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ربانی نام رکھنا درست ہے، اس کا ترجمہ ”اللہ والا“ لیکن پیغمبروں کے نام کے موافق نام رکھنا (۲)، یا پھر ایسا نام رکھنا جس میں ”عبد“ آئے اور اللہ کے کسی نام کی طرف مضاف ہو بہتر و پسندیدہ ہے، جیسے عبد الرحمن،

(۱) ”التسمية باسم..... ولا يستعمله المسلمون الأولى أن لا يفعل“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش

الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الفصل التاسع فی المتفرقات: ۳۷۰/۶، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الباب الثانی والعشرون فی تسمية الأولاد:

۳۶۲/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرهانی، کتاب الاستحسان والکراہیة، الفصل الرابع والعشرون فی تسمية

الأولاد: ۱۲۹/۶، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”سمّوا بأسماء الأنبياء، ولا تسموا بأسماء الملائكة“۔ (فيض

القدیر شرح الجامع الصغير: ۳۵۵۳/۷، (رقم الحدیث: ۴۷۱۷)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

قال العلامة المناوی: ”فيكره التسمي بها، كما ذكره القشيري، ويسن بأسماء الأنبياء“۔

(فيض القدیر، المصدر السابق)

عبدالرحیم وغیرہ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۹۰ھ۔

”یحییٰ“ اور ”ناصر“ نام رکھنا

سوال [۹۳۸۳]: میرے دو لڑکے ہیں: یحییٰ اعظم اور ناصر اعظم۔ یہ میں نے اپنے نام سے ملا کر رکھا تھا چونکہ میرا نام نور الاعظم ہے، مگر دینی اعتبار سے جاہل ہوں، اس لئے بصد آداب ملتمس ہوں کہ شرعی اعتبار سے یہ نام برا تو نہیں ہوگا؟ اگر ایسا ہو تو پھر غلام محمد یحییٰ اور غلام محمد ناصر رکھا جائے تو بہتر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یحییٰ اور ناصر نام بھی صحیح اور کافی ہیں، کچھ اضافہ ہی کرنا ہے تو محمد یحییٰ اور محمد ناصر پورا نام کر دیجئے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”أحب الأسماء إلى الله

عز وجل عبد الله وعبد الرحمن“۔ قال المحشي: ”يلتحق بهذين الاسمين ما كان مثلها كعبدالرحيم“.

(سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۳۲۸/۲، إمداديه ملتان)

(وسنن ابن ماجه، أبواب الأدب، باب ما يستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بابي القاسم الخ: ۲۰۶/۲، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۱۷/۶، قديمي)

(۲) ”التسمية باسم ولا يستعمله المسلمون الأولى أن لا يفعل“۔ (الفتاوى البزازية على هامش

الفتاوى العالمكزية، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات: ۳۷۰/۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكزية، كتاب الكراهية، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد:

۳۶۲/۵، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الرابع والعشرون في تسمية

الأولاد: ۱۲۹/۶، غفاريه كوئٹہ)

”عبدالربان“ نام رکھنا

سوال [۹۳۸۴]: عبدالربان نام رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اللہ کے ناموں میں ”رب“ ہے ”ربان“ نہیں، اس لئے ”عبدالرب“ رکھنا درست ہے عبدالربان نہیں

رکھنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بچہ کا نام ”محمد رسول اللہ“ یا ”موسیٰ کلیم اللہ“ رکھنا

سوال [۹۳۸۵]: کسی بچہ کا ”محمد رسول اللہ“ یا ”موسیٰ کلیم اللہ“ یا ”حضرت رسول اللہ“ نام رکھنا

جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

”محمد، موسیٰ، کلیم اللہ“ جداگانہ تینوں نام رکھنا درست ہے۔ ”رسول اللہ، محمد رسول اللہ، موسیٰ کلیم اللہ“ نام

نہ رکھے جائیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۹ھ۔

(۱) ”ربان“ چونکہ فقیہ اور عالم شخص کو کہتے ہیں اور وہ خود ”عبد“ ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں ”عبد“ کی اضافت عبد ہی کی طرف

ہے جو کہ ناجائز ہے، چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ”الربانیون“ کا معنی یوں بیان کیا ہے: ”(الربانیون) العلماء الفقهاء“۔

(روح المعانی، (سورة المائدة: ۴): ۱۴۴/۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۶۰/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) چونکہ ”رسول اللہ، محمد رسول اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ“ نام لیتے وقت ذہن فوراً نبیائے کرام علیہم السلام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے،

یہی وجہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں ”ابوالقاسم“ کنیت رکھنا ممنوع تھا:

”عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نادى رجل رجلاً رجلاً بالقاسم! فالتفت إليه رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: یا رسول اللہ! إني لم أعنك، إنما دعوتُ فلاناً، فقال رسول اللہ صلی اللہ =

کسی کا نام ”محمد“ ہو اس پر درود کی علامت

سوال [۹۳۸۶]: بہت سے لوگ جن کا نام ”محمد“ ہوتا ہے، وہ لفظ ”محمد“ یا ”احمد“ کے ساتھ صلعم کا مخفف یعنی ”ص“ لکھتے ہیں، حالانکہ یہ مخصوص ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے۔ اس کے جواز اور عدم جواز سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جن کا نام ”محمد“ ہو، یا نام کے ساتھ ”محمد“ ہو، نہ اس پر درود شریف پڑھا جاتا ہے اور نہ لکھا جاتا ہے، نہ اس کا حکم ہے، بلکہ درود شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ جو لوگ ایسی جگہ لفظ ”محمد“ پر ”ص“ بنا دیتے ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں ہے، ان کا مقصد اپنے نام پر درود پڑھنا نہیں، بلکہ لفظ ”محمد“ سے ذہن منتقل ہو جاتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی طرف، اس انتقال ذہنی کی وجہ سے ”ص“ بنا دیتے ہیں، مگر یہ کوئی شرعی حکم نہیں، بلکہ اگر اس سے یہ شبہ ہو کہ غیر نبی پر درود پڑھا جا رہا ہے تو اس سے اجتناب کرنا چاہئے (۱)۔

تنبیہ: سوال میں جو لفظ ”صلعم“ ہے یہ مہمل لفظ ہے، جہاں درود کا حکم ہے وہاں پورا درود لکھا جائے

= علیہ وسلم: ”تسموا باسمی، ولا تکتنوا بکنیتی“ (الصحيح لمسلم، کتاب الأدب، باب النهی عن التکنی بأبی القاسم: ۲۰۶/۲، قدیمی)

(و کذا فی فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر: ۳۵۵۳/۷، (رقم الحدیث: ۳۷۱۷)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۱) ”عن أبی الحوراء السعدی، قال لحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ما حفظت من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال: حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”دع ما یریبک إلی ما لا یریبک“ (جامع الترمذی، أبواب صفة القيامة، قبیل أبواب صفة الجنة: ۷۸/۲، سعید)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث حسن بن علی رضی اللہ عنہما: ۳۰۰/۱، (رقم الحدیث:

۱۷۲۹)، دار احیاء التراث العربی بیروت)

نہ کہ صلعم (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ۔

کسی ادارہ کا نام، نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھنا

سوال [۹۳۸۷]: اگر کچھ مسلمان قومی و ملی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر تبلیغ دین و معاشرے کی صحت مند تعمیر کی خاطر اپنے حبیب پاک کے نام نامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی علمی ادارہ یا شفاخانہ کھولنا چاہیں تو کھول سکتے ہیں یا نہیں، مثلاً ”پروفٹ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میڈیکل کالج ہسپتال“ کے نام سے اگر کوئی علمی ادارہ کھولا جائے تو کہاں تک شرعی طور پر جائز ہوگا؟ صحیح تحقیق سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ذات مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے تبرک حاصل کرنا عین سعادت اور تقاضائے عقیدت ہے، مگر اس کی صورت یہ ہے کہ اس نام مبارک کی لاج کے لئے اپنے اپنے معیار، اپنے خاندان، اپنی قوم، اپنی بستی اور حیثیت و قوت کے مطابق تمام امت کے لئے جدوجہد کی جائے تاکہ ہر ایک امتی کے اخلاق،

(۱) ”وقال بعض أهل الحديث: كان لي جار فمات فرؤى في المنام، فقليل له: ما فعل الله بك؟ قال: غفر لي. قيل: بم ذاك؟ قال: كنت إذا كتبتُ ذكر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الحديث كتبتُ ”صلى الله تعالى عليه وسلم“.“

وقال سفيان بن عيينة: حدثنا خلف صاحب الخلفان قال: كان لي صديق رضى الله تعالى عنه يطلب معي الحديث، فمات فرأيت في منامي وعليه ثياب خضر يجول فيها، فقلت: ”ألست معي تطلب الحديث؟“

قال: بلى. قلت: فما الذي أصرارك إلى هذا؟ أو كما قال، قال: كان لا يمر حديث فيه ذكر محمد صلى الله تعالى عليه وسلم إلا كتبت في أسفله ”صلى الله تعالى عليه وسلم“ فكافأني ربي هذا الذي ترى على“. (جلاء الإفهام في الصلوة والسلام على خير الأنام، فصل: السوطن الحادي والعشرون من مواطن الصلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم عنه كناية اسمه صلى الله تعالى عليه وسلم، ص:

۲۳۰، دارالكتب العلمية بيروت)

اعمال، اقوال، صورت، شکل، وضع قطع، تجارت، زراعت، غرض ہر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے دین کے تابع اور آپ کی ہدایت کے تحت ہو جائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر ایک کی محبت پر غالب ہو جائے (۱)۔

کسی دوا کا نام، کسی بلڈنگ کا نام، کسی شفا خانہ کا نام اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھ کر نام کی شہرت سے روپیہ حاصل کرنا اور اس کے لئے مقدس نام مبارک کو ذریعہ بنانا اونچا مقصد نہیں، پست مقصد ہے۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی اور بلڈنگ کو کسی ایسے کام میں استعمال کرتا ہے کہ اس کو نام مبارک کی عظمت سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہوتی، بلکہ مخالفت ہوتی ہے، اور اسم مبارک سے تبرک کے بجائے دوسرا معاملہ کیا جاتا ہے، اس لئے اس سے احتراز ہی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

درست اور نادرست نام

سوال [۹۳۸۸]: کسی کا نام: ۱- عبد الجبیب، ۲- یا غلام نبی، ۳- یا غلام مصطفیٰ، ۴- یا عبد النبی، ۵- یا عبد الرسول، ۶- یا محمد رسول، ۷- یا شیخ محمد، ۸- یا صرف محمد، ۹- یا صرف احمد، ۱۰- یا رب الدین وغیرہ اس قسم کے نام شرعاً رکھنا کیسا ہے؟ فقط۔

عبد الکلام غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ان میں: ۲، ۳، ۷، ۸، ۹- نام درست ہیں، باقی نام رکھنا مکروہ ہے۔

(۱) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين“ (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۴۹/۱، قديمي)

(و صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم: ۶/۱، قديمي)

تنبیہ: عبد الکلام نام بھی قابلِ تغیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

بچہ کا نام ”نبی خان“ رکھنا

سوال [۹۳۸۹]: میرے یہاں ۱۷/نومبر ۶۷ء کو ایک بچہ پیدا ہوا ہے، ابھی تک اس بچے کا نام نہیں

رکھا گیا، اس بچے کا تاریخی نام لکھدیں یا کوئی اور نام لکھدیں، لیکن نام ”نبی خان“ پر ہونا چاہئے۔

الجواب حامدًا ومصليًا:

تاریخی نام نکالنے سے مجھے مناسبت نہیں، اس لئے معذور ہوں۔ ایک بات عرض ہے وہ یہ کہ بچے کا نام

پیدائش کے ساتویں روز رکھنا مستحب ہے، اب ماشاء اللہ سوادو برس ہو چکے ہیں نام رکھنے میں اتنی تاخیر نہ کرنا

چاہئے (۱)۔ نام میں مستحب یہ ہے کہ ایسا نام رکھا جائے جس میں عبد آئے، مثلاً عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد الرحیم

وغیرہ (۲) یا پیغمبر کا نام ہو، مثلاً: یحییٰ، زکریا، داؤد، یوسف، محمد وغیرہ ان میں سے کسی کا نام نبی خان نہیں (۳)۔

فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه، ويحلق رأسه، ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة

شعره فضة أو ذهباً، ثم يعق عند الحلق عقيقة إباحةً على مافي الجامع المحبوبي“۔ (ردالمحتار، كتاب

الأضحية، قبيل كتاب الحظر والإباحة: ۳۳۶/۶، سعيد)

(۲) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أحب الأسماء إلى

الله عز وجل عبد الله، وعبد الرحمن“۔ (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۳۲۸/۲،

إمداديه ملتان)

قال المحشي: ”يلتحق بهذين الاسمين ما كان مثلها كعبد الرحيم وعبد الصمد وعبد المالک“۔

(حاشية سنن أبي داؤد، المصدر السابق)

(وابن ماجة، أبواب الأدب، باب ما يستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۱۷/۶، سعيد)

(۳) ”سموا بأسماء الأنبياء“۔ الحديث. قال المناوي: ”ويسن بأسماء الأنبياء“۔ (فيض القدير شرح =

”محمد علیم“ نام رکھنا

سوال [۹۳۹۰]: محمد علیم نام رکھنا کیسا ہے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ نام درست نہیں ہے اس لئے کہ صفت دوام علم کہ یہ ذات باری تعالیٰ کی صفت کے ساتھ خاص ہے۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

”قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: فوق کل عالمٍ عالمٌ إلا أن ینتہی العلم إلى اللہ تعالیٰ“. والمعنی أن إخوة یوسف علیہ السلام كانوا علماء إلا یوسف علیہ السلام أفضل منهم، ۵۱. روح المعانی: ۹۳/۴، سورة یوسف ﴿وفوق کل ذی علم علیم﴾ (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ علیم اللہ تعالیٰ کا مخصوص نام نہیں، لہذا محمد علیم نام رکھنا ناجائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”ابوالاعلیٰ“ نام رکھنا

سوال [۹۳۹۱]: ”ابوالاعلیٰ“ نام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اولیاء اللہ میں سے کسی کا رہا ہے یا نہیں؟ نیز اس نام میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ اگر ابوالاعلیٰ نام رکھنا درست ہو تو ابوالرحمن، ابوالجبار، ابوالغفار وغیرہ نام رکھنا بھی درست ہونا چاہئے، اس لئے کہ جس طرح ”الرحمن“ خدا کا صفاتی نام ہے اسی طرح

= الجامع الصغیر: ۳۵۵۳/۷، (رقم الحدیث: ۷۷۱۷)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

”التسمیة باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالیٰ جائزة“۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل

فی البیع: ۴۱۷/۶، سعید)

(و کذا فی الفتاوی السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب التسمیة، ص: ۷۲، سعید)

”التسمیة باسم لم یدکرہ اللہ تعالیٰ ورسولہ فی عبارة ولا یستعملہ المسلمون، الأولی أن لا یفعل“۔ (البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الفصل التاسع فی المتفرقات:

۳۷۰/۶، رشیدیہ)

(۱) (روح المعانی: ۳۰/۱۲، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر، (سورة یوسف: ۷۶): ۴۸۵/۲، سهیل اکیڈمی لاہور)

”اعلیٰ“ بھی خدا کا صفاتی نام ہے۔ امید ہے کہ اس میں صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

”اعلیٰ“ صفتِ خاص نہیں کہ کسی اور کے لئے اس کا اطلاق درست نہ ہو، قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہے: ﴿قلنا لا تخف إنك أنت الأعلى﴾ (۱)۔ نیز اہل اُحد کو ارشاد ہے: ﴿وأنتم الأعلى إن كنتم مؤمنين﴾ پارہ: ۴ (۲)۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء اللہ میں کسی کا نام مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۱ھ۔

”محمد عمر فاروق“ نام رکھنا

سوال [۹۳۹۲]: بچوں کا نام محمد عمر فاروق رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

برکت کے لئے محمد عمر فاروق نام رکھنا درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”عبد السبحان“ نام رکھنا

سوال [۹۳۹۳]: اگر زید نے اپنے لڑکے کا نام ”عبد السبحان“ رکھ دیا تو یہ نام رکھنا صحیح ہے یا غلط

(۱) (سورۃ طہ: ۶۸)

(۲) (سورۃ ال عمران: ۱۳۹)

یہ اگرچہ صفتِ خاصہ نہیں، لیکن ذہن پر ایک قسم کا التباس آتا ہے اور مسلمانوں میں اس کا عام رواج بھی نہیں ہے اس لئے احتیاط بہتر ہے:

”التسمية باسم..... لا يستعمله المسلمون، الأولى أن لا يفعل“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی

ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیة، الفصل التاسع فی المتفرقات: ۶/۳۷۰، رشیدیہ)

(۳) برکت اس وجہ سے ہے کہ ایک نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، دوسرا خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے،

لہذا یہ مجموعہ برکات ہے۔

ہے؟ اور زید اپنے خیال میں یہ بات ملحوظ نظر رکھتا ہے کہ ”سبحان“ مصدر ہے اور مصدر اسم فاعل اور اسم مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تو اگر زید نے سبحان مصدر کو اسم مفعول کے معنی میں لے کر عبد السبحان کے معنی ”پاکی کئے ہوئے کا بندہ“ کئے، اب یہاں عبد السبحان میں جو سبحان مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ شانہ لیا جائے تو یہ مراد لینا درست ہوگا یا نہیں؟ اور اس وقت عبد السبحان نام رکھنا درست ہوگا یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مصدر کا اسم فاعل و اسم مفعول کے معنی میں آنا سماعی ہے یا قیاسی؟ اگر قیاسی ہے تو پھر مصدر کو بمعنی اسم فاعل و اسم مفعول کے لے سکتے ہیں، مگر اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ اگر سماعی ہے تو مورد سماع پر منحصر رہے گا، تو زید ثبوت پیش کرے کہ سبحان مصدر کلام عرب میں کسی جگہ بمعنی اسم مفعول آیا ہے۔ نیز اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء تو قیفی ہیں، زید بتلائے کہ سبحان کا اطلاق قرآن کریم، حدیث شریف یا دیگر کتب معتبرہ میں خدائے تعالیٰ پر کیا گیا ہے:

”قلت: ومن ههنا وضح لك أن تسمية العوام أطفالهم ”بعبد السبحان“ مما لا معنى لها، ويجب نهيم عنها، فإن العبودية لا تضاف إلا إلى اسم من أسماء الله تعالى، والسبحان ليس عَمَّالَهُ ولا وِصْفًا لَهُ بل هو مصدر، فاحفظه فإنه من الفوائد النفيسة“. السعاية: ۲/۱۶۴ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/ذی قعدہ/۱۳۶۰ھ۔

(۱) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: يجب نهى العوام

عن تسميتهم أطفالهم بعبد السبحان: ۲/۱۶۳، سهيل اكيذمي لاهور)

”وسبحان مصدر كغفران، ولا يكاد يستعمل إلا مضافاً منصوباً، الخ“. (تفسير البيضاوي،

(سورة البقره: ۳۲): ۱/۶۲، مير محمد كتب خانہ)

(و كذا في البحر المحيط: ۱/۱۳۸، دار الفكر بيروت)

”عبدمناف“ نام رکھنا

سوال [۹۳۹۴]: ہمارے ایک دوست نے اپنے لڑکے کا نام عبدمناف رکھا، اس لفظ کے کیا معنی ہیں، اور یہ نام رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ نام اللہ کے نام میں سے ہے؟
الجواب حامداً ومصلياً:

”مناف“ اللہ کا نام نہیں، اس لئے عبدمناف نام بھی نہیں رکھنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۷ھ۔

”یافت“ نام رکھنا

سوال [۹۳۹۵]: میں اپنے بچے کا نام ”یافت“ رکھنا چاہتا ہوں، یافت کے معنی اور مطلب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یافت تھا (۲)، اس کے معنی معلوم نہیں، یہ عربی لفظ نہیں، یہ نام رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ پیغمبروں کے نام پر یا صحابہ کے نام پر رکھا جائے (۳)، یا ایسا نام

(۱) ”فإن العبودية لاتضاف إلا إلى اسم من أسماء الله تعالى“۔ (السعاية، باب صفة الصلوة، مطلب: يجب نهى العوام، الخ: ۱۶۴/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

”التسمية باسم لا يستعمله المسلمون، الأولى أن لا يفعل“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی

ہامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الفصل التاسع فی المتفرقات: ۳۷۰/۶، رشیدیہ)

(۲) ”وقیل: إنما کان نوح وبنوه الثلاثة: سام وحام ویافت“۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۃ ہود: ۲/۴۴۵،

سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی روح المعانی، (سورۃ ہود: ۴): ۵۵/۱۲، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”سموا بأسماء الأنبياء، ولا تسموا بأسماء الملائكة“۔ (فیض

القدير شرح الجامع الصغير: ۳۵۵۳/۷: رقم الحديث: ۴۷۱۷، نزار مصطفى رياض)

رکھا جائے جس کے شروع میں ”عبد“ ہو اور دوسرا لفظ اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو جیسے عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد الرحیم، عبد الخالق، عبد الحمید (۱)، عبد سبحان وغیرہ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

”عبد الرحیم“ کو ”رحیم“ کہہ کر پکارنا

سوال [۹۳۹۶]: ہمارے اطراف میں جن لوگوں کا نام عبد الرحیم، عبد القدوس وغیرہ ہے، ان کو ”اے رحیم، اے قدوس“ کہہ کر پکارتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس طرح بلانا گناہ ہے: کیونکہ شرح فقہ اکبر میں صفحہ ۲۳۸ میں ہے کہ: ”من قال لمخلوقٍ یا قدوس الخ“ (۳)۔ جس سے عدم جواز مفہوم ہوتا ہے۔ تو زید کا یہ سمجھنا

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”أحب الأسماء إلى الله عز وجل عبد الله وعبد الرحمن“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی تغییر الأسماء: ۳۲۸/۲، امدادیہ ملتان)

قال المحشی: ”يلتحق بهذين الاسمين ما كان مثلها كعبد الرحيم“۔ (حاشیة أبی داؤد، المصدر السابق)

(والصحيح لمسلم، کتاب الأدب، باب النهی عن التكنی بأبی القاسم، الخ: ۲۰۶/۲، قدیمی)

(و كذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۱۷/۶، سعید)

(۲) ”عبد سبحان“ نام رکھنا مناسب نہیں، جیسا کہ خود حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود اس پر بحث فرمائی ہے، کما تقدم تحت عنوان: ”عبد سبحان نام رکھنا“ من: (السعاية فی كشف ما فی شرح الوقایة، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، مطلب: يجب نهی العوام عن تسميتهم أطفالهم بعبد سبحان: ۱۶۲/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

”وسبحان مصدر كغفران، ولا يكاد يستعمل إلا مضافاً منصوباً، الخ“۔ (تفسیر البیضاوی،

(سورة البقره: ۳۲): ۶۲/۱، میر محمد کتب خانہ)

(و كذا فی البحر المحیط: ۱۲۸/۱، دار الفکر بیروت)

(۳) (شرح الفقہ الأكبر، للملا علی القاری رحمہ اللہ، قبیل فصل فی المرض والموت والقیامة، ص: ۱۹۳، قدیمی)

صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو عامتہ اس سے بچاؤ مشکل ہے، لہذا کیا صورت اختیار کی جائے؟
الجواب حامداً ومصلياً:

کسی کی تعظیم کرتے ہوئے اللہ پاک کا نام بولنا اس کو اللہ کے درجہ میں تسلیم کرنا ہے جو کہ کفر ہے، لیکن معنی لغوی کی رعایت سے کوئی لفظ بولنا جس میں خدائے پاک کے نام کی شرکت مقصود نہ ہو، کفر نہیں۔ صورت مسئلہ میں معنی کی طرف دھیان نہیں ہوتا ہے، بلکہ علم (نام) میں اختصار کیا جاتا ہے:

”ومن قال لمخلوق: يا قدوس أو القيوم أو الرحمن، أو قال: اسماً من أسماء الله الخالق، كفر، انتهى. وهو يفيد أنه من قال لمخلوق: يا عزيز ونحوهم، يكفر أيضاً، إلا إن أراد بهما المعنى اللغوي. والأحوط أن يقول: يا عبد القدير يا عبد الرحمن، ۱ھ“. شرح فقہ اکبر، ص: ۲۳۸ (۱)۔

عبدالرحیم وغیرہ نام رکھنے کی حدیث میں تاکید آئی ہے، اس کو منع نہیں کیا جاسکتا، البتہ نام لینے والوں کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ پورا نام باادب لیا کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۸۹ھ۔

جسمانی امراض کے لئے نام بدلنا

سوال [۹۳۹]: کوئی مرد یا عورت اگر بیمار ہو جائے، تو پیر صاحب کہتے ہیں کہ اس بیمار کا جو نام

(۱) (شرح الفقہ اکبر، قبیل فصل فی المرض والموت والقیامۃ، ص: ۱۹۳، قدیمی)

(۲) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أحب الأسماء إلى الله عز وجل عبد الله وعبد الرحمن“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب تغییر الأسماء: ۳۲۸/۲، إمدادیہ ملتان)

قال المحشى: ”يلتحق بهذين الاسمين ما كان مثلهما كعبد الرحيم“۔ (حاشیة أبی داؤد،

المصدر السابق)

(والصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم:

۲/۲۰۶، قدیمی)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۱۷/۶، سعيد)

رکھا ہے وہ بہت برا ہے، اس کا نام بدلنے سے ٹھیک ہو جائیگا۔ جاہل لوگ تسلیم کر کے اس کا نام بدل دیتے ہیں۔ اس کا کہیں ثبوت ہے یا شرک ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو نام خلاف شرع ہو اس کو بدل دینا حدیث شریف سے ثابت ہے (۱)، شریعت کے موافق جو نام ہو، اس کو جسمانی امراض کے علاج کے لئے بدلنا ثابت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۸۹ھ۔

قوم کا نام ”افغان محمدی“

سوال [۹۳۹۸]: ہم لوگ مختلف قسم کی دستکاری کرتے ہیں۔ ہماری برادری کے کچھ لوگ ملازمت کرتے ہیں۔ دفتری ملازم اپنی قومیت کیا لکھائے، ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قوم کا بھی کوئی نام تجویز ہو، جیسے مسلمان قوموں میں سبھی کے نام ہیں، ہر شخص اپنا حسب نسب باشرع بتاتا ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں میں اس وقت بیداری ہے اور مسئلہ کو طے کرنے کے لئے ہندوستان میں پوری برادری کمر بستہ ہے، اس موقع پر آپ ہماری مدد فرمائیں۔

۱..... کیا ہماری برادری اپنی انجمن کا نام ”انجمن افغان محمدی“ رکھ سکتی ہے؟

۲..... کیا ہماری برادری کی قوم کا نام ”محمدی“ ہو سکتا ہے؟

۳..... کیا ہماری برادری کی قوم کا نام ”افغان محمدی“ ہو سکتا ہے؟

۴..... کیا ہماری برادری کا نام ”شیخ افغانی“ ہو سکتا ہے؟

سائل: محمد یوسف ولد محمد لقمان، آزاد باڈی ورکس، مظفرنگر۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر اسم عاصیة (ہی بنت عمر بن الخطاب) وقال: ”أنت جمیلة“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی تغییر الاسم القبیح: ۳۲۸/۲، إمدادیہ ملتان)

”وعن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن زینب کان اسمها برة، فقیل: تُزگی نفسها، فسمها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زینب“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الأدب، باب استحباب تغییر الاسم القبیح إلی حسن: ۲۰۸/۲، قدیمی)

الجواب حامدًا ومصلياً:

ایسا نام جو مختلف صنعتوں پر حاوی ہو جس میں سب ہی مسلم صنعت کار داخل ہو سکتے ہوں آپ نے ”انجمن افغان محمدی“ تجویز کیا ہے۔

افغان ”فغن“ کی جمع ہے جس کے معنی ”ہنر“ کے بھی ہیں یعنی ”فنکار“ مسلم، پیشہ اور مذہب دونوں کی اس میں رعایت ہوگئی۔ ہر فرد اپنے کو افغانی بھی کہہ سکتا ہے، جس کا مطلب ہوگا: ”متعدد صنعتوں کو جاننے والا“ جس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ شخص صنعت، پیشہ دستکاری والی جماعت سے تعلق رکھتا ہے، اس میں شرعاً کوئی خرابی نہیں، درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۵ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

باب خصال الفطرة

الفصل الأول فی اللحية والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

داڑھی

سوال [۹۳۹۹]: ایک شخص یوں کہتا ہے کہ داڑھی رکھو اور تو کوئی حرج نہیں اور نہ رکھو اور تو بھی کوئی حرج نہیں واقع ہوتا اور داڑھی رکھو اناسنت ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

وہ شخص غلط کہتا ہے، داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کا منڈانا حرام ہے، ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے پہلے کٹوانا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور سے داڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم فرمایا ہے (۱):

(۱) ”عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أحفوا الشوارب وأغفوا اللحي“.

”وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خالفوا المشركين أحفوا الشوارب وأوفوا اللحي“.

”وعن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”جزوا الشوارب وأرخوا اللحي، خالفوا المجوس“.

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية“۔ الحدیث. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قدیمی)

= "عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "انهكوا الشوارب واعفوا اللحي". صحيح البخارى: ۸۷۵/۲، باب إعفاء اللحي، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبى داؤد: ۸/۱، باب السواك من الفطرة، دار الحديث ملتان)

(وسنن أبى داؤد: ۵۷۷/۲، كتاب الترجل، باب فى أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي: ۷/۱، كتاب الطهارة، إحصاء الشارب وإعفاء اللحي، قديمي)

(وصحيح البخارى: ۸۷۵/۲، كتاب اللباس، باب إعفاء اللحي، قديمي)

قال النووى رحمه الله تعالى: "فحصل خمس روايات: "أعفوا، وأوفوا، وأرخوا، وأرجوا، ووقفوا. ومعناها كلها تركها على حالها، هذا هو الظاهر من الحديث الذى يقتضيه ألفاظه، وهو الذى قاله جماعة من أصحابنا وغيرهم من العلماء". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۲۹/۱، قديمي)

"وقص اللحية من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لاخلاق له فى الدين من الطائفة القلندرية". (مرقاة المفاتيح: ۹۱/۲، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيديه)

"واللحية هى الفارقة بين الصغير والكبير، وهى جمال الفحول وتمايم هياتهم، فلا بد من إعفائها. وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاع". (حجة الله البالغة: ۵۱۷/۱، خصال الفطرة وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقص الشوارب، قديمي)

(وأىضا حجة الله البالغة: ۵۱۶/۲، إطالة اللحي وإحصاء الشوارب، قديمي)

(وكذا فى بذل المجهود: ۳۳/۱، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، مكتبه إمداديه ملتان)

قال محمد رحمه الله تعالى: "عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما: أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبى حنيفة". (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچي)

”یحرم علی الرجل قطع لحیته، اھ“۔ درمختار: ۵/۲۸۸ (۱)۔

”وأما الأخذ منها (أى من اللحية) وهى دون ذلك: أى دون القبضة - كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال - فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح. اھ“۔ درمختار: ۲/۱۷۴ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

داڑھی کی تحقیق

سوال [۹۲۰۰]: شریعت مقدسہ مطہرہ میں داڑھی رکھنے کے متعلق امر ہے یا نہیں، کچھ احکام صادر فرمائے ہیں یا نہیں؟ اثبات ہو یا نفی دونوں صورتیں مدلل مستحکم بدلائل شرعیہ ہوں تاکہ عامۃ المسلمین کو کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔

۲..... یہ بھی تحریر کریں کہ کتنی جگہ کے بالوں کو داڑھی کہا جاتا ہے، یہ تحقیق بھی شرع شریف کی روشنی میں ہونا از حد ضرور ہے۔

۳..... اگر داڑھی رکھنے کے متعلق شریعت مقدسہ کا حکم ہے تو کیا چہرے کے کسی حصہ کے بالوں کو اترے سے کٹوانا درست ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... داڑھی کا رکھنا واجب ہے، اور منڈانا اور ایک قبضہ تک پہنچنے سے پہلے کٹانا ناجائز ہے:

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خالفوا المشركين، أوفروا اللحى، وأحفوا الشوارب“۔ وفى رواية: ”أنهكوا الشوارب، وأعفوا

(۱) (الدر المنختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۲/۴۰۷، سعید)

(۲) (الدر المنختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۲/۴۱۸، سعید)

(و كذا فى البحر الرائق: ۲/۴۹۰، كتاب الصوم، باب ما يفسد، رشيدية)

(و كذا فى حاشية الشلبى على تبیین الحقائق، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد:

۲/۱۸۷، بیروت)

اللحي". متفق عليه، الخ". مشكوة شريف (١)-

"ولا بأس أن يقبض على لحيته، فإن زاد على قبضة منها شيء، جزه، الخ".

عالمگیری (٢)-

"أما الأخذ منها وهي دون ذلك، كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه

أحد، اه". فتح القدير (٣)-

"قص اللحية كان من صنيع الأعاجم وهو اليوم شعار كثير من أهل الشرك وعبدة

الأوثان كالأفرنج والهنود ومن لا خلاق لهم في الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية في زماننا،

الخ". مرقاة (٤)-

(١) (مشكوة المصابيح: ٣٨٠/٢، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ١٢٩/١، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

(وصحيح البخاري: ٨٤٥/٢، باب إعفاء اللحي، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الطهارة: ٨/١، باب السواك من الفطرة)

(وأيضاً في سنن أبي داود: ٥٤٤/٢، كتاب الترجل، باب في أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي: ٤/١، إحصاء الشارب وإعفاء اللحي، قديمي)

(٢) (الفتاوى العالمكيرية: ٣٥٨/٥، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان وقص

الشارب وحلق الرأس، رشيديه)

(٣) (فتح القدير: ٣٢٨/٢، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، مصطفى البابی

الحلبی، مصر)

(٤) (مرقاة المفاتيح: ٩١/٢، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، رقم الحديث:

٣٤٩، رشيديه)

(وكذا في حجة الله البالغة، خصال الفطرة، وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقص الشوارب:

٥١٤/١، قديمي)

(وكذا في حجة الله البالغة، إطالة اللحي وإحصاء الشوارب: ٥١٦/٢، قديمي)

(وكذا في بذل المجهود: ٣٣/١، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، مكتبه امداديه ملتان)

۲..... عربی میں ”لُحی“ اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت ہوتے ہیں اور چونکہ داڑھی اس ہڈی پر پیدا ہوتی ہے اس لئے داڑھی کو ”لُحیہ“ کہتے ہیں، پس اس ہڈی پر جو بال ہوں ان کو کٹوانا یا منڈانا جائز نہیں ہے، ایک قبضہ تک پہنچنے کے بعد کٹوانا درست ہے:

”اللحی العظام الذی علیہ الأسنان، الخ“. المغرب (۱)۔

۳..... خط بنوانا یعنی جو بال داڑھی کی حد سے بڑھ کر رخسار پر پیدا ہو گئے ہوں، ان کو منڈوانا درست ہے، نیچے جوب کے بال ہوتے ہیں ان کو منڈوانا منع ہے، حلق پر جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی نہیں منڈوانا چاہئے:

”ولا یحلق شعر حلقه. وعن أبی یوسف: لا بأس بذلك نتف الفنیکیں بدعة

وهما جانباً العنققة وهی شعر الشفة السفلی، کذا فی الغرائب“. عالمگیری (۲)۔

”عن أبی حنیفة: أنه یجوز قص کل شعر مانع من زینة اللحیة. الخ“ (۳)۔

ڈاڑھی وغیرہ کی اقسام کی زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو ”درك المارب فی أحكام اللحی والشوارب“۔ ”هدایة النور فی أحكام الأظفار والشعور“۔ ”نور اللحی وما یتعلق باللحی“۔ داڑھی کا فلسفہ۔ ”داڑھی کی قدر و قیمت“ وغیرہ رسائل دیکھئے، اس میں احکام و حکم حکم و علل زیادہ ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم، ۳/۹/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

(۱) (المغرب، اللحی، ص: ۲۲۲، إدارة دعوة الإسلام، یوسفیہ بنوریہ کراچی)

”واللحی: منبت اللحیة من الإنسان وغیره واللحیان: حائطا الفم، وهما العظامان اللذان

فیہما الأسنان من داخل الفم من کل ذی لحی“۔ (لسان العرب: ۱۵/۲۲۳، دارصادر بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر: ۵/۳۵۸، رشیدیہ)

(۳) لم أظفر علی مأخذ هذه العبارة

ایک مشمت ڈاڑھی کی تحقیق

ہمایوں منزل کلکتہ

محترم جناب مفتی محمود احمد صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمة اللہ علیہ وبرکاتہ

سوال [۹۴۰۱]: بعد ازاں گزارش یہ کہ بخیر رہ کر خدا سے آپ کی خیریت کا طالب ہوں، ادھر کچھ دنوں سے ڈاڑھی کا مسئلہ چھڑا ہوا ہے، معلوم کرنا یہ ہے کہ احناف کے نزدیک ڈاڑھی کی صحیح مقدار کیا ہے، ایک مشمت سے کم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حقیقی مسئلہ تحریر فرمائیں۔ اگر ممکن ہو تو ایک مشمت کے سلسلہ میں کوئی قولی حدیث اور قرآن کی آیت تحریر فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ والسلام۔

طالب دعا: غلام رسول بقلم ابوالکرم عبدالحنان، کیم/فروری/۱۹۲۹ء۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

حدیث شریف میں صاف ”أعفوا اللحى“ (۱) ”أرخوا اللحى“ (۲) ”أوفروا اللحى“ (۳) کے الفاظ موجود ہیں جن کا ترجمہ ہے: ”ڈاڑھی بڑھاؤ۔ ڈاڑھی لٹکاؤ۔ ڈاڑھی زیادہ کرو“۔ ان الفاظ کا تقاضہ تھا کہ بڑھانے کی کوئی حد مقرر نہ ہوتی اور کٹانا بالکل جائز نہ ہوتا، مگر حدیث کے راوی صحابی کا معمول تھا کہ ایک مشمت سے جو مقدار آگے بڑھ جاتی اس کو کٹا دیتے۔ اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں روایت کیا

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحى“۔ (الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، قدیمی)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى، خالفوا المجوس“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، باب خصال الفطرة، قدیمی)

(۳) ”وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”خالفوا المشركين أوفروا اللحى، وأحفوا الشوارب“۔ وفي رواية ”أنهكوا الشوارب وأعفوا اللحى“۔ متفق عليه.

(مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

ہے اور اس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب قرار دیا ہے (۱)۔

کسی صحابی سے منقول نہیں کہ ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کسی نے کٹائی ہو، منڈانے کا، تو وہاں سوال ہی نہ تھا، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حدیث شریف کا وہی مطلب سمجھا ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ پس حدیث کا کوئی ایسا مطلب نکالنا جو سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فہم کے خلاف ہو جائز نہیں، ایسا مطلب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب نہیں ہو سکتا، بلکہ مطلب نکالنے والے کے خود اپنے ذہن کا مطلب ہے جس کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے سر تھوپنا افتراء ہے جس پر سخت وعید ہے، ایسے شخص کے لئے جہنم کی سزا بیان فرمائی گئی ہے (۲)۔

در مختار میں مذکور ہے کہ ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹانا کسی نے بھی جائز نہیں کہا (۳)۔ سیدھی

(۱) ”محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن الهيثم عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة.“ (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن کراچی)

”ولا بأس أن يقبض على لحيته، فإن زاد على قبضة منها شيء، جزه.“ (الفتاوى العالمكيرية:

۳۵۸/۵، الباب التاسع عشر في الختان وقص الشارب، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۱۹/۳، كتاب الحج، باب الجنایات، رشيدية)

(و كذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحج، باب الجنایات: ۲۰/۳ رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۲/۲۹۰، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، رشيدية)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۱۸۶/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد وما لا يفسد، دارالكتب

العلمية بيروت)

(و كذا في حاشية الشلبي على تبیین الحقائق: ۱۸۶/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”عن عبدالعزيز، قال أنس رضي الله تعالى عنه: إنه ليمنعني أن أحدثكم حديثاً كثيراً أن النبي صلى

الله تعالى عليه وسلم: ”من تعمد على كذباً، فليتبوأ مقعده من النار.“ (صحيح البخارى: ۲۱/۱، كتاب

العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم، قديمي)

(۳) ”وأما الأخذ منها (أى من اللحية) وهى دون ذلك: أى دون القبضة - كما يفعله بعض المغاربة =

سیدھی بات ہے کہ جب بڑھانے کا حکم ہے تو کٹانے سے وہ حکم ٹوٹے گا اور حکم کی خلاف ورزی معصیت ہے، جو لوگ ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے کٹانے اور خشکی یا اس سے کچھ زائد پر کفایت کرتے ہیں، وہ ثبوت دیں کہ کٹانے کا حکم کس حدیث سے ثابت ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۸ھ۔

ڈاڑھی کی مقدار

سوال [۹۴۰۲]: گزارش ہے کہ زید مسلکاً حنفی ہے، اس کے چند احباب نے ایک روز بات چیت

کے درمیان زید سے دلیل طلب کی کہ ایک مشت ڈاڑھی کی قید کہاں سے معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں صحاح ستہ کی کوئی صحیح روایت موجود ہے، یا فقط صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرز عمل پر عمل کیا جاتا ہے؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔ خصوصاً ایک مشت کی قید کہاں سے ثابت ہے؟ بینوا تو جروا۔

المستفتی: شمشاد احمد اعظمی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ڈاڑھی بڑھانے کا امر صحیح حدیث میں موجود ہے (۱)، بڑھانے کی ضد کٹانا ہے، قصر ہو یا حلق۔ کسی شی

= ومخنثة الرجال - فلم يبحه أحد. وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح. اهـ.“
(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد: ۲/۴۱۸، سعيد)
(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۲/۹۱، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۴۹۰، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير: ۲/۳۳۷، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفاره، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(۱) ”عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى“.

”وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”خالفوا

المشركين أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحى“.

”وعن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”جزوا الشوارب، وأرخوا اللحي، خالفوا المجوس“.

”عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية“. الحديث. (الصحيح لمسلم: ١/١٢٩، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

”عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”انهكوا الشوارب وأعفوا اللحي“. (صحيح البخارى: ٢/٨٤٥، باب إعفاء اللحي، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبى داؤد: ١/٨، باب السواك من الفطرة، دار الحديث ملتان)

(وسنن أبى داؤد: ٢/٥٤٤، كتاب الترجل، باب فى أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائى: ١/٤، كتاب الطهارة، إعفاء الشارب وإعفاء اللحي، قديمي)

(وصحيح البخارى: ٢/٨٤٥، كتاب اللباس، باب اعفاء الحى، قديمي)

قال النووى رحمه الله تعالى: ”فحصل خمس روايات: ”أعفوا، وأوفوا، وأرخوا، وأرخوا، ووقروا“. ومعناها كلها تركها على حالها، هذا هو الظاهر من الحديث الذى يقتضيه ألفاظه، وهو الذى قاله جماعة من أصحابنا وغيرهم من العلماء“. (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ١/٢٩، قديمي)

”وقص اللحية من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لاخلاق له فى الدين من الطائفة القلندرية“. (مرقاة المفاتيح: ٢/٩١، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ٣٤٩)، رشيديه)

”واللحية هى الفارقة بين الصغير والكبير، وهى جمال الفحول وتمايم هياتهم، فلا بد من إعفائها. وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحوق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاع“. (حجة الله البالغة: ١/٥١٤، خصال الفطرة وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقص الشوارب، قديمي)

(وأيضاً حجة الله البالغة: ٢/٥١٦، إطالة اللحي وإعفاء الشوارب، قديمي) =

کا امر کرنا اس کی ضد سے نہی کرنا ہے، جیسے نماز کا امر اس کے ترک سے نہی ہے، جب امر و وجوب کے لئے ہوگا تو اس کی ضد سے نہی تحریم کے لئے ہوگی، کما فی تیسیر التحریر، المجلد الثانی، ص: ۶۹ (۱)۔

بخاری شریف اور دیگر صحاح میں: ”أعفوا اللحي“، ”أوفروا اللحي“، ”أرخوا اللحي“، ”وفروا

اللحي“ صیغے موجود ہیں (۲)، امر کے صیغے (اگر) وجوب کے لئے نہ ہوتے بلکہ سنیت کے لئے ہوتے تو احیاناً امر کے خلاف بھی منقول ہوتا، مگر نہ قولاً منقول ہے نہ فعلاً، کبھی بھی بیان جواز کے لئے اس کی نوبت نہیں آئی، یہ دوام و مواظبت بلا ترک ہی وجوب کے لئے قوی دلیل ہے (۳) چہ جائیکہ اس کے ساتھ ہی اس کے خلاف کی مخالفت بھی صراحتاً وارد ہے: ”خالفوا المجوس“ (۴)۔

اس امر کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، انہوں نے اس کا مطلب قولاً و عملاً یہی سمجھا اور ان کے اس فہم کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا کہ ایک مشت سے جو زائد ہو جائے اس کے کٹانے کی اجازت ہے اور اسی حدیث سے یہ عملاً ثابت ہوتا ہے، یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی ہو، کیونکہ وہ خود اس کے راوی ہیں، اگر ان کا عمل نہ ہوتا تو ایک مشت سے زائد کو بھی کٹانے کی

= (و كذا في بذل المجهود: ۳۳/۱، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، مكتبة امداديه ملتان)

قال محمد رحمه الله تعالى: ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أنه كان يقبض على لحيته،

ثم يقص ما تحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة“. (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”أن الأمر يقتضي كراهة الضد ولو إيجاباً، والنهي كونه سنة مؤكدة ولو تحريماً..... قول (العامة) من أن الأمر بالشئ نهى عن ضده إن كان واحداً، وإلا فعن الكل، وأن الأمر بالضد المتحد“.

(تیسیر التحریر: ۳۷۳/۱، الأمر يقتضي كراهة الضد ولو إيجاباً، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) (راجع، ص: ۳۹۹، رقم الحاشية: ۱)

(۳) ”فما كان فعله أولى من تركه مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعي، ففرض، أو بظني فواجب“.

(ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب: في معنى الإشتقاق وتقسيمه إلى ثلاثة أقسام: ۱۰۲/۱، سعيد)

(و كذا في المغنى في أصول الفقه، ص: ۸۳، باب النهي، جامعة أم القرى مكة المكرمة)

(۴) (الصحيح لمسلم، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قديمي)

اجازت نہ ہوتی۔

پس صحابہ کرام کے جم غفیر کے عمل کو برقرار رکھنا اور ان حضرات کا دوام و استمرار کے ساتھ اس کا اہتمام فرمانا اجتماعی توارث و تواتر ہے۔

اب اگر کوئی شخص ایک مشرت سے پہلے ہی کٹانے کو جائز کہتا ہے وہ ثبوت پیش کرے کہ کس حدیث سے ثابت ہے، کیونکہ یہ کٹانا، بڑھانے کی ضد ہے جس کی ممانعت بڑھانے کے امر اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوامی عمل سے ہے، صحابہ کرام کے اجماع و توارث سے ہے، بلکہ یہ ”ما أنا علیہ وأصحابی“ (۱) کی بناء پر شعار میں داخل ہے، اس کو فقط صحابہ کرام کا طرز عمل کہہ کر ہلکا اور خفیف سمجھنا خطرناک ہے (۲)، اسی وجہ سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ ایک مشرت سے پہلے قطع کرنا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں:

”وأما الأخذ منها دون ذلك (أى دون القبضة) - كما يفعله بعض المغاربة ومخنة الرجال - فلم يبحه أحد. وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، اه.“ فتح القدير (۳)۔ در مختار (۴)۔

والبسط فى ”درك المأب فى أحكام اللحي والشوارب“. ”وهداية النور فى أحكام الأظفار والشعور“. ”ونور الضحى فى ما يتعلق باللحي“. ”وبذل المجهود فى شرح أبى داؤد“.

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب اعتصام، الكتاب والسنة، الفصل الثانی: ۳۰/۱، قديمی)
(۲) ”وفى الخلاصة: من رد حديثاً، قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً ككفر، أقول: هذا هو الصحيح، إلا إذا كان رد حديث الآحاد من الأخبار على وجه الاستخفاف والاستحقار والإنكار.“ (شرح الفقه الأكبر، ص: ۲۴۷، مطلب فى إيراد الألفاظ المكفرة التى جمعها العلامة بدر الرشيد من أئمة الحنفية، دار الكتب العلمية بيروت)

”لولم ير السنة حقاً، كفر؛ لأنه استخفاف“. (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة:

۴۷۴/۱، سعيد)

(۳) (فتح القدير: ۳۴۸/۲، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفاره، مصطفى البابی

الحلبى، مصر)

(۴) (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد: ۴۱۸/۲، سعيد)

”وفتح القدير والعناية شرح هداية“ - فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۰ھ۔

داڑھی بڑھانے اور موئے زیر ناف کاٹنے کی وجہ

سوال [۹۴۰۳]: موئے زیر ناف کی صفائی کا حکم اسلام دیتا ہے اور داڑھی کے بال کو بڑھانے کا حکم دیتا ہے، اس کی علت کیا ہے اور کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ یہ اعتراض ایک غیر مسلم دہریہ کا ہے، جس کی نظر میں قرآن و حدیث کوئی چیز نہیں ہے جسے مستدل بنا کر جواب دہی کی جائے، وہ سرے سے منکر ہے۔ لہذا عقل و ہوش و خرد کی روشنی میں ایسا مفصل جواب دیا جائے جس سے باطل کو خاموش کیا جاسکے اور ناطقہ کو بند کر دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص بنیاد ہی کا منکر ہے اس سے فرعی مسئلہ میں بحث کرنا قرین دلش مندی نہیں، بلکہ عقل و خرد کے تقاضے ہی کے خلاف ہے۔ ہاں اگر وہ محض اس مسئلہ کی وجہ سے قرآن و حدیث کا منکر ہے اور اس کے سمجھ میں آنے پر قرآن و حدیث کو تسلیم کرنے کا اور ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے تو پھر اس کا جواب اہم ہو جائے گا، اور یہ محض فرعی نہیں رہے گا بلکہ بنیاد کو تسلیم کرنے کے لئے اس کو بنیاد قرار دے دیا جائے گا، یعنی اس مسئلہ کی علت و حکمت تو بہت معمولی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ قرآن و حدیث اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

اگر اس مسئلہ کی حکمت اس کی سمجھ میں آ بھی گئی تو یہ اس کے لئے ذریعہ نجات نہیں، اور اس کی زبان اعتراض سے بند نہیں ہوگی وہ دس اعتراض اور بھی کر سکتا ہے، لیکن قرآن و حدیث پر ایمان لے آئے تو ایسے ایسے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے اور ان کی حکمتوں کو سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا اور نجات کا دروازہ کھل جائے گا، ورنہ اعتراض کے دریا میں غوطہ لگاتے لگاتے عمر ختم ہو جائے گی اور ساحل تک نہیں پہنچ سکے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

داڑھی کی مقدار اور اس کا مفصل حکم

سوال [۹۴۰۴]: داڑھی کا رکھنا کیا فرض واجب ہے یا سنت اور کیوں؟

۲..... داڑھی کی مقدار فقہاء نے چار انگشت رکھی ہے۔ آیا یہ منصوص ہے، اگر ہے تو کونسی نص ہے؟

۳..... اجماع امت جو شرعی حجت ہے وہ اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے؟

۴..... کیا اب بھی کسی مسئلہ پر امت کو اجماع کا اختیار باقی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

۵..... اجماع کی تعریف۔

۶..... ایک شخص تمام احکام شرع کا پابند ہے، مگر داڑھی کو مشین یا قینچی سے کٹواتا ہے اور اس فعل کو بالکل

حلال سمجھتا ہے، یعنی ایک فعل حرام کو حلال سمجھتا ہے کیا وہ کافر ہے یا نہیں؟ اگر اس کو کافر کہا جاوے تو وہ باجود یکہ

کلمہ گو بھی ہے اور صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و جہاد وغیرہ کا پکا معتقد اور پابند ہے تو کافر کیوں؟

۷..... اگر کافر نہیں تو اس کے خلاف لازم آئے گا کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کا اعتقاد کرنا کفر ہے۔

برائے نوازش بحوالہ کتب معتبرہ مفصل و مدلل جواب سے نوازیں۔

۸..... داڑھی کے متعلق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تشبہ نصاریٰ اور یہود سے بچو، نہ

منڈاؤ اور نہ بالکل چھوڑ دو۔ اور دوسری جگہ داڑھی کے بڑھانے کا امر اور مونچھوں کے کٹانے کا حکم بیان فرمایا

ہے، مگر مقدار منصوص نہیں اور فقہاء کے قول کو ماننے کے لئے ہر ایک تیار نہیں۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

۱..... داڑھی کا رکھنا واجب ہے اور حد متعین تک پہنچنے سے پہلے منڈانا، یا کٹانا حرام ہے:

”يحرم على الرجل قطع لحيته، اه“ . در مختار (۱)۔ ”حلق اللحية مثلة في حق

الرجال، والمثلة حرام، فحلق اللحية حرام، اه“ . هداية (۲)۔

”خالقوا المشركين أوفروا اللحي، وأحفوا الشوارب“ . مشكوة شريف (۳)۔

(۱) (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد: ۲/ ۴۱۸، سعيد)

(۲) لم أجد هذه العبارة في الهداية، بل فيها: ”أن حلق الشعر في حقها (أى حق المرأة) مثلة كحلق

اللحية في حق الرجال“ . (الهداية: ۱/ ۲۵۵، كتاب الحج، باب الإحرام، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۳) (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۰، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ۱/ ۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

”قص اللحية كان من صنيع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من أهل الشرك وعبدة الأوثان كالإفرنج والهنود ومن لا خلاق لهم في الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية في زماننا، اه“ مرقاة (۱)۔

۲..... ”والقص فيها سنة، وهو أن يقبض الرجل لحيته، فما زاد منها على قبضة قطعه، كذا ذكر محمد في كتاب الآثار عن الإمام وبه نأخذ، اه“ . محيط السرخسي، اه“ .
ظحطاوی (۲)۔

۳..... اس میں مختلف اقوال ہیں، صحیح یہ ہے کہ ہر عصر کے عدول مجتہدین کا اجماع حجت ہے:

”اختلف الناس فيمن ينعقد بهم الإجماع، قال بعضهم: لا إجماع إلا للصحابة. وقال بعضهم: لا إجماع إلا لأهل المدينة. وقال بعضهم: لا إجماع إلا لعتره النبي صلى الله عليه وسلم. والصحيح عندنا أن إجماع علماء كل عصر من أهل العدالة والاجتهاد حجة، اه“ . حسامی (۳)۔

۴..... علماء کی تصریح اور اہل تجربہ کے مشاہدہ سے یہ امر ثابت ہے کہ اس زمانہ میں اجتہاد مفقود ہے، لہذا اب کسی مسئلہ فقہیہ پر شرعی اجماع دشوار ہے (۴)۔

۵..... ”اتفاق مجتهدی أمة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم بعد وفاته في عصر من

(۱) (مرقاه المفاتيح: ۹۱/۲، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشیدیہ)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۸/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب في الأخذ من اللحية، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوی على الدر المختار: ۲۰۳/۳، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، دار المعرفة، بيروت، لبنان)

(۳) (الحسامی، الاصل الثالث، باب الاجماع، ص: ۹۳، سعيد)

(۴) لم اطلع على مأخذه.

الأعصار على أمر من الأمور اهـ. حصول المأمون (۱)۔

۷، ۶..... جو شی حرام لعینہ ہو اور اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہو، اس کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے، اور داڑھی کٹانے کی حرمت نص قطعی سے ثابت نہیں، بلکہ فقہاء نے اخبار آحاد سے ثابت کی ہے۔ پس شخص مذکور کی تکفیر درست نہیں، البتہ ایسے شخص کو علماء نے فاسق لکھا ہے۔ اور جو شخص ناجائز کام کو ناجائز سمجھ کر کرتا ہے اس کے فسق سے ایسے شخص کا فسق بہت بڑھا ہوا ہے جو ناجائز کو جائز سمجھتا ہے، کیونکہ اس کے اعتقاد اور عمل دونوں میں خرابی ہے:

”إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حرمة لعينه وقد ثبت بدليل قطعي، يكفر، وإلا فلا، بأن يكون حرمة لغيره أو ثبت بدليل ظني، اهـ..... استحلال المعصية كفر، قال الشارح القونوي: كأنه أراد -والله أعلم- بالمعصية المعصية الثابتة بالنص القطعي لما في ذلك من جحود مقتضى الكتاب. أما المعصية الثابتة بدليل الظني كخبر الواحد، فإنه لا يكفر مستحلها، ولكن يفسق، اهـ. شرح فقه أكبر (۲)۔

۸..... جو شخص مقلد ہے اس کو عمل کے لئے اپنے امام کا قول کافی ہے (۳) اور جو غیر مقلد ہے اس کو کسی سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے، اس کو چاہئے کہ خود قرآن و احادیث کا تتبع کر کے مسائل کا استخراج کرے۔

جو شخص فقہاء کے قول کو نہیں مانتا تو کیا اس نے ہر ہر مسئلہ کو خود قرآن و حدیث سے سمجھا ہے، ماخذ دریافت کرنا مقلد کا منصب نہیں اور نہ مجیب اس کا مکلف ہے، البتہ تصحیح نقل کا ذمہ دار ہوتا ہے، نقل جواب نمبر: ۲ میں پیش کر دی گئی، گو اس میں حوالہ ماخذ بھی موجود ہے جس کی تفصیل نہایت شرح ہدایہ میں ہے، یعنی ایک حدیث قولی ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا، اور ایک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل ہے جو گویا کہ اس حدیث قولی کی

(۱) (إرشاد الفحول، المقصد الثالث: الإجماع، البحث الأول: ۱/۲۵۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (شرح الفقه الأكبر، مطلب في إيراد الألفاظ المكفورة التي جمعها العلامة بدر الرشيد من أئمة الحنفية، ص: ۲۴۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) ”ان الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وإن لم يظهر دليله“. (الدر المختار مع رد المحتار،

كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۰، سعيد)

تفسیر ہے جس کو بذل الجہود شرح ابوداؤد جلد: ۵ میں بھی امام غزالی سے نقل کیا ہے اور اس مجموعہ سے نسبت کی تحدید مستفاد ہے جس کو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں فرمایا ہے: ”وبہ نأخذ“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگو، ہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم، ۲۸/ ذی الحجہ/ ۱۴۱۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۱۴۱۶ھ۔

داڑھی کی حد شرعی

محترمی جناب صدر المفتی صاحب، زیدت معالیکم! دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال [۹۴۰۵]: عرض خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ یہ براہین و دلائل شرعیہ فقہ حنفی کے مطابق تحریر فرما کر مشکور و ممنون فرمایا جائے، عین کرم ہوگا۔
ڈاڑھی کی حد شرعی کیا ہے؟

کرم فرما کر سوال کا جواب جلد عنایت فرمایا جائے، اللہ تبارک و تعالیٰ آں جناب کو جزائے خیر دے گا۔
والسلام۔

خادم محمد: بدر الحسن،

مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم، چاند واڑہ، ضلع مظفر پور، بہار۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

داڑھی کی حد شرعی ایک قبضہ ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں سند کے ساتھ اس کو

(۱) ”محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضى الله تعالى عنه عنهما أنه كان يقبض على

لحيته، ثم يقص ماتحت القبضة. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى“ (كتاب

الآثار، باب حف الشعر من الوجه ص: ۱۵۱، مكتبة اهل سنة وجماعة كراچی)

نقل کیا ہے (۱) اور فتح القدير (۲) اور در مختار (۳) وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایک مشمت تک پہنچنے سے پہلے کاٹنا، یا کاٹ کر ایک مشمت سے کم کر لینا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، کسی نے اس کو مباح قرار نہیں دیا۔ یہ اجماع کے درجہ میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له۔

داڑھی منڈانے کا حکم

سوال [۹۴۰۶]:۱ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے اور لوگوں کو منڈانے کی ترغیب بھی کرتا ہے۔

.....۲ یا منڈواتا تو ہے مگر ترغیب نہیں کرتا ہے۔

.....۳ اور ایک شخص ایسا ہے جو تمام شعائر اسلام کو پورے پورے ادا کرتا ہے مگر داڑھی منڈاتا ہے، لیکن ترغیب نہیں کرتا ہے، نہ اپنے منڈانے کو اچھا سمجھتا ہے، بلکہ دوسرے لوگوں کو داڑھی رکھنے کی ترغیب کرتا ہے۔ کیا ان تینوں شخصوں میں سے کسی کو فاسق کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر فاسق کا اطلاق آتا ہے تو کس کس شخص پر ان شخصوں میں سے شرع شریف میں قاضی کے یہاں ان کی قسم معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر ہے تو کس کی اور اگر وہ توبہ کر ليوے داڑھی منڈانے سے اور نہ منڈوائے تو کیا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو داڑھی نہ منڈانے کی وجہ سے اور توبہ

(۱) "محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن الهيثم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "جزوا الشوارب، وأعفوا اللحي، خالفوا المجوس". فهذه الجملة واقعة موقع التعليل. وأما الأخذ منها وهي دون ذلك -- كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال - فلم يبحه أحد". (فتح القدير، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة: ۳۴۸/۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) "وأما الأخذ منها (أى من اللحية) وهي دون ذلك: أى دون القبضة - كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال - فلم يبحه أحد. وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم، فتح". (الدر المختار على رد المحتار: ۴۱۸/۲، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب فى الأخذ من اللحية، سعيد)

کرنے کی وجہ سے معاف فرمادے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تینوں فاسق ہیں، تینوں مردود الشہادۃ ہیں، پہلا شخص زیادہ گنہگار ہے، اس سے کم دوسرا، اس سے کم تیسرا۔ جو بھی صدق دل سے توبہ کرے گا، اللہ پاک اس کی توبہ کو قبول فرمادیں گے اور گذشتہ گناہ معاف کر دیں گے:

”یحرم علی الرجل قطع لحیتہ، اھ“۔ درمختار: ۴۰۲/۵ (۱)۔

”حرام ہے مرد پر ڈاڑھی کا کاٹنا“۔

”حلق اللحية مثلة في حق الرجال، والمثلة حرام، فحلق اللحية حرام، اھ“ (۲)۔

”ڈاڑھی کا مونڈنا مثلہ ہے، مردوں کے حق میں اور مثلہ حرام ہے، پس ڈاڑھی

مونڈنا حرام ہے“۔

قال في البحر: ۹۹/۷، بعد بحث طويل: ”الحاصل أن الفسق بنفسه مانع شرعاً من

قبولها“ (۳)۔

”ذفسق فسق قبول شہادت سے مانع ہے“۔

قال الله تبارك وتعالى: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله

(۱) الدر المختار على رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۲، سعيد

(۲) لم أجد هذه العبارة، وقد ذكرها في الهداية بلفظ: ”أن حلق الشعر في حقها مثلة كحلق اللحية في

حق الرجال“۔ (الهداية: ۲۵۵/۱، كتاب الحج، باب الإحرام، مكتبته شركت علميه ملتان)

”عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”عشر خصال عملتها قوم لوط،

بها أهلكوا: إتيان الرجال بعضهم بعضاً..... وضرب الدفوف، وشرب الخمر، وقص اللحية،

وطول الشارب والصفرة..... الخ“۔ (روح المعاني: ۷۲/۱، تحت قوله تعالى: ﴿ولو طأ آتینه حكماً

وعلما ونجینه من القرية التي كانت تعمل الخبائث﴾، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و كذا في الدر المنثور: ۳۲۴/۳، تحت قوله: ﴿ولو طأ آتیناه﴾)

(۳) (البحر الرائق. ۱۵۴/۷، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، رشيدیه)

غفوراً رحيماً ﴿الآية﴾ (۱)۔

”جو شخص نافرمانی کرے، یا اپنے اوپر ظلم کرے، پھر اللہ پاک سے مغفرت چاہے تو پائے گا اللہ پاک کو غفور رحيم“ یعنی اللہ پاک اس کی مغفرت فرمائیں گے اور رحم کریں گے۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

داڑھی کو بالکل صاف کرنے اور ایک انگلی رکھنے میں تفاوت

سوال [۹۴۰۷]: ڈاڑھی کو بالکل صاف کرانا، یا ایک انگل، یا دو انگل رکھنا ان دونوں میں کچھ تفاوت

ہے یا نہیں، ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

داڑھی کی جو مقدار ایک مشت سے زائد ہو جائے اس کو کٹانے کی اجازت ہے، اس سے پہلے اجازت

نہیں (۲)۔ جو شخص داڑھی منڈاتا ہے یا چھوٹی یا ایک انگل دو انگل رکھتا ہے، ایک مشت کی مقدار نہیں پہنچنے

(۱) (سورة النساء : ۱۱۰)

(۲) ”محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن الهيثم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه كان يقبض على

لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة“. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة“. (كتاب الآثار، ص:

۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، قديمي)

”وفي النهاية شرح الهداية: واللحية عندنا طولها بقدر القبضة - بضم القاف - وما وراء ذلك

يجب قطعه (وقوله: يجب) بمعنى: ”ينبغي“ أو المراد: سنة مؤكدة قريبة إلى الوجوب، وإلا فلا

يصح على إطلاقه. وقال ابن الملك: تسوية شعر اللحية سنة، وهي أن يقص كل شعرة أطول من غيرها

ليستوى جميعها.

وفي الإحياء: قد اختلفوا فيما طال من اللحية، فقليل: إن قبض الرجل على لحيته وأخذ ما

تحت القبضة، فلا بأس به، وقد فعله ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وجماعة من التابعين، واستحسنه

الشعبي، وابن سيرين، وكرهه الحسن، وقتادة ومن تبعهما، وقالوا: تركها عافية أحب؛ لقوله عليه

الصلاة والسلام: ”وأعفوا اللحي“. لكن الظاهر، هو القول الأول، فإن الطول المفرط يشوه الخلقة، =

دیتا، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ دونوں خلاف شرع کے مرتکب اور گناہگار ہیں۔ ۱۹، ۲۰ کا فرق ہے۔ در مختار، شامی، فتح القدير وغيره میں داڑھی کے متعلق تفصیل مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۸۸ھ۔

= ويطلق السنة المغتابين بالنسبة إليه، فلا بأس للاحتراز عنه على هذه النية.

قال النخعي: عجت لرجل عاقل طويل اللحية: كيف لا يأخذ من لحيته فيجعلها بين لحيتين:

أى طويل وقصير، فإن التوسط من كل شيء أحسن، ومنه قيل: خير الأمور أوسطها“ (مرقاة المفاتيح:

۲۲۳/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۳۹)، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيريّة: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع في الختان وقص الشارب، رشيدية)

(وكذا في ردالمحتار: ۴۱۸/۲، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، مطلب في الأخذ من اللحية، سعيد)

”روى الطبرني، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما رفعه ”من سعادة المرء خفة لحيته“.

واشتهر أن طول اللحية دليل على خفة العقل“ (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۶، سعيد)

(۱) ”ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى“ (الدرالمختار). ”وأما الفاسق، فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته“ (ردالمحتار، كتاب الكراهية، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي عليه الصلوة والسلام: ”جزوا الشوارب، وأعفوا اللحى، خالفوا المجوس“ . فهذه الجملة واقعة موقع التعليل. وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد“ (فتح القدير، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة: ۳۴۸/۲، مصطفى الحلبي مصر)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في الأخذ من اللحية: ۴۱۸/۲، سعيد)

داڑھی کے چھوٹے بڑے بالوں کو برابر کرنا

سوال [۹۴۰۸]: جس شخص کی داڑھی ایک مشت کے برابر نہ ہو اور ان بالوں میں بعض چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں تو سب کو برابر اور سیدھا کرنے کی خاطر کاٹے تو کیسا ہے؟ کیونکہ بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہونے کی وجہ سے اچھے معلوم نہیں ہوتے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نہیں کاٹنا چاہئے جو بال ایک مشت سے زائد ہو جائیں ان کو کاٹ سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۹۶ھ۔

بیوی کا شوہر سے داڑھی کاٹنے کا مطالبہ کرنا

سوال [۹۴۰۹]: زید اور ہندہ میں زوجیت کا رشتہ ہے، لہذا ہندہ زید کو یہ خط تحریر کر رہی ہے، خط کی عبارت اور مضمون یہ ہے:

”جناب زید صاحب!“

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام کے عرض کرتی ہوں: آپ کہتے ہیں کہ میں گھر جاتا ہوں تو مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا، آپ سے جب تک کوئی بات نہیں کرے گا، جب تک کہ آپ کام نہیں سیکھ لیتے، پورا کام سیکھ لو اور داڑھی کم کرو اور قمیص اونچی کرو، کیونکہ بالکل بوڑھے لگتے ہو اور اچھے نہیں لگتے، اس وجہ سے آپ سے سب گھبراتے ہیں، سادھو سے ہو، مولوی بھی بہت دیکھے، لیکن ایسے نہیں دیکھے جیسے تم، خدا ایسے مولویوں سے بچائے، زیادہ کپڑے ایسے پہنتے ہو جیسے کپڑے کبھی ہم نے دیکھے ہی نہ ہوں، آپ کو دیکھ کر مجھے غصہ آتا ہے۔

اگر آپ کو میری بات پسند نہ ہو تو میرے گھر آنے کی ضرورت نہیں ہے، ایسے

(۱) قد مضی تخریجہ تحت عنوان ”داڑھی کو بالکل صاف کرنے اور ایک انگلی رکھنے میں فرق“

”والسنة قدر القبضة، فما زاد، قطعہ“۔ (البحر الرائق: ۱۹/۳، کتاب الحج، باب

الجنایات، رشیدیہ)

انسان سے میں راضی نہیں ہوں جو میرا مذاق اڑائے (داڑھی رکھنے کی بناء پر)۔ خدا ایسے مولویوں سے بچائے، بالکل گاؤں والے بن کر آجاتے ہو۔

اور مجھے روپے بھیج دو اور اپنی خیریت سے جلد مطلع کرو اور میری ان باتوں کا جواب دو۔ تنگ ہو کر خط لکھا ہے آپ مانو یا نہ مانو، آپ کو خدا ہی سمجھائے گا اگر سمجھ میں نہ آئے تو۔

اس خط سے ثابت ہو رہا ہے کہ ہندہ کو ڈاڑھی اور نیچے کرتے سے بہت زیادہ نفرت ہے اور تحقیر دین ہے، لہذا اس خط کی بناء پر ہندہ پر کفر کا حکم ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر ثابت ہوتا ہو تو زید کا نکاح ہندہ سے باقی رہا یا نہیں، یا بین بین کا درجہ ہے کہ نہ باطل ہے نہ ثابت، پھر نکاح ثانی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بقایا مہر کی ادائیگی زید پر واجب ہے یا نہیں؟ آیا زید کو قصر داڑھی جائز ہے، جبکہ زید کی عمر اس وقت ۲۸/سال کی ہے اور ہندہ کی عمر ۱۸/سال کی ہے؟

اور ہندہ یہ خط اپنے میکہ سے لکھ رہی ہے اور زید اس وقت ٹیلر ماسٹر کا کام سیکھ رہا ہے، مشاہدہ کے لئے زید کا فوٹو بھی بھیجا جا رہا ہے، لہذا آپ حضرات اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ہندہ کی اس تحریر کی بناء پر نکاح ختم ہو کر ہندہ زید کی زوجیت سے خارج نہیں ہوئی، دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں، پہلا نکاح باقی ہے (۱)۔ اس نے جو خط لکھا وہ جہالت اور ماحول کا اثر ہے، اس کی تعلیم و تہذیب کی ضرورت ہے، زید کو داڑھی کٹانے کی ضرورت نہیں، نہ اس کی اجازت ہے (۲)، اس داڑھی سے نہ وہ سادھو معلوم

(۱) ”وما كان خطئاً من الألفاظ ولا يوجب الكفر، فقائله مؤمن على حاله ولا يؤمر بتجديد النكاح“.

(الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر:

۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى البزازية، الثاني فيما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون، النوع الأول في المقدمة:

۶/۳۲۲، رشیدیہ)

(۲) ”عن على رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ” لا طاعة في معصية، إنما =

ہوتا ہے، نہ گاؤں والا۔ ہندہ کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ مہر اس تحریر کی وجہ سے ساقط نہیں ہوا اور زید کے ذمہ باقی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۳ھ۔

ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا

سوال [۹۴۱۰]: میرا ایک دوست ہے جس کا نام محمود احمد ہے اور انگریز مسلمان ہے، اس کو داڑھی کا بہت شوق ہے، لیکن چونکہ انگریزی فوج میں ہے، لہذا اس کو داڑھی رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ اس کے بارے میں وہ جاننا چاہتا ہے کہ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر بال انگریزی ہوں اور کتر ا دیں تو کیا حکم ہے؟ اور نماز قیص اور پتلون سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر سر پر ٹوپی نہ ہو پھر نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور انشورنس کرانا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جملہ امور کے بارے میں ضروری تحریر روانہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حق تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دوست کو عافیت سے رکھے، اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق دے۔ داڑھی رکھنا اور اس کو بڑھانا شرعاً واجب ہے، حدیث شریف میں اس کا حکم آیا ہے، ایک مشمت تک پہنچنے سے پہلے

= الطاعة في المعروف. متفق عليه. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول، ص: ۳۱۹، قدیمی)

”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“۔ (فیض القدير، (رقم الحديث: ۹۹۰۳): ۱۲/۶۳۸۶،

مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکة المكرمة)

(۱) ”والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوۃ الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالبراء، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمکیرية، الباب

السابع في المهر، الفصل الثاني: ۱/۳۰۳، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح باب المهر: ۱۰۲/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر: ۲۵۱/۳، رشیدیہ)

کٹانا اور ایک مشمت سے کم کر لینا جائز نہیں (۱)۔ انگریزی بال رکھنا مناسب نہیں (۲)۔
 جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو صورت و شکل وضع قطع بھی اسلامی ہی چاہئے۔
 ایک سکھ نے فوج میں ملازمت کی درخواست کی اور شرط کی داڑھی نہیں منڈاؤں گا، اس کی درخواست منظور
 ہوئی۔ آپ کے انگریز دوست بھی اس کی کوشش کر لیں۔ قمیص اور پتلون سے بھی نماز درست ہو جائے
 گی (۳)، جبکہ سب ارکان صحیح طریقہ پر ادا ہو جائیں، سر پر ٹوپی کا ہونا مستحب ہے (۴)، گوبلا ٹوپی بھی نماز ادا
 ہو جائے گی۔ انشورنس جائز نہیں لیکن اگر قانون ملازمت کی وجہ سے مجبوری ہو تو ایسا آدمی شرعاً معذور ہے۔
 فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۸۹ھ۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خالقوا
 المشرکین، أوفروا اللحي وأحفوا الشوارب“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، باب خصال
 الفطرة، قديمی)

(۲) ”عنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه
 بقوم، فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس: ۲/۳۷۵، الفصل الثانی، قديمی)

(۳) ”والرابع ستر عورته، ووجوبه عام ولو في الخلوة على الصحيح“۔ (الدر المختار مع رد المحتار:
 ۱/۴۰۴ کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ، سعید)

”ومنها ستر العورة، لقوله تعالى: ﴿يَا بَنِي آدَمَ خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ قيل في التاويل:
 الزينة ما يوارى العورة، والمسجد الصلاة، فقد أمر بمواراة العورة في الصلاة“۔ (بدائع الصنائع:
 ۱/۵۲۳، کتاب الصلوٰۃ، فصل في بيان شرائط الأركان، بيروت)

(۴) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قال: كان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يلبس قلنسوة
 سوداء“۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۵/۱۳۹، کتاب اللباس، باب في القلنسوة، (رقم الحديث:
 ۸۵۰۵)، عباس أحمد الباز مكة)

(و كذا في المستدرک لحاكم، حديث أبي الدرداء، كتاب معرفة الصحابة، (رقم الحديث: ۵۲۵۰):
 ۳/۳۸۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(ومسند الإمام أحمد، حديث سيدنا عمر بن الخطاب: ۱/۲۳، (رقم الحديث: ۱۵۱)، دار إحياء بيروت)

علاج کے لئے داڑھی صاف کرنا

سوال [۹۴۱۱]: ایک شخص ہے جس کی داڑھی میں روگ لگ گیا ہے جس کا کافی علاج بھی کیا گیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نیز ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ داڑھی صاف کر دیجئے، اس کے بعد آپ کا علاج کامیاب ہو جائے گا۔ کیا ایسی صورت میں داڑھی صاف کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

امراض کے علاج کے لئے جب کوئی جائز دوا مفید نہ ہو تو مجبوراً نجس اور حرام دوا کے استعمال کی بھی اجازت ہے جب کہ تجربہ کار اور دیندار معالج تجویز کر دے کہ شفا حرام چیز سے ہی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر بغیر داڑھی صاف کرائے صحت نہیں ہو سکتی تو مجبوراً تحصیل صحت کے لئے اس کی گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

مجاہدین کے لئے داڑھی منڈانا

سوال [۹۴۱۲]: ایک شخص یا کئی ہوں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم داڑھی کیوں منڈاتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ: ہم مجاہدین ہیں، اگر تم کو یقین نہ ہو تو تم لیجا کر دیکھ لو، ہم کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کے واسطے داڑھی منڈانا جائز ہے۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت مجاہدین کو داڑھی منڈانے کے لئے فرمایا تھا یا نہیں؟ اگر فرمایا تھا تو کسی خاص مصلحت سے یا عام، اگر کسی خاص مصلحت سے فرمایا ہو، یا کسی وجہ سے فرمایا ہو تو اگر وہ وجہ اس وقت بھی پائی جائے تو داڑھی منڈانا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر حضور نے نہیں فرمایا تو اس کی کیا اصلیت ہے وہ کیوں کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

انہیں سے پوچھو کہ ڈاڑھی منڈانے کی اجازت مجاہدین کے لئے کس دلیل سے ثابت ہے، حدیث

(۱) ”وجوزه فی النہایۃ بمحرم إذا أخبرہ طیب مسلم أن فیہ شفاء، ولم یجد مباحاً یقوم مقامہ“.

(الدرالمختار، فصل فی البیع من کتاب الحظر: ۳۸۹/۸، سعید)

(و کذا فی ردالمحتار، مطلب فی التداوی بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشیدیہ)

شریف میں تو ڈاڑھی منڈانے کی ممانعت عام ہے (۱)۔ پھر مجاہدین کو کس دلیل سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف، ۹/جمادی الاولیٰ/۵۶ھ۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خالفوا المشرکین، أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحی“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۱۱۹، باب خصال الفطرة، قديمی)

(وصحيح البخارى: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحی، كتاب اللباس، قديمی)

(وسنن أبی داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الترجل، باب فی أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری علیہ رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله علیہ الصلوٰۃ والسلام: ”خالفوا المشرکین“: ”أى فإنهم يقصون اللحی ویتروكون الشوارب حتى تطول كما فسره بقوله: ”أوفروا“: أى أكثروا. ”اللحی“ بكسر اللام، وحكى ضمها ذكره السيوطی، والمعنى: اتركوا اللحی كثيراً بحالها، ولا تتعرضوا لها، واتركوها لتكثر“. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۱): ۸/۲۱۱، رشيدیه)

سوال: ”جب کوئی شخص جہاد پر جائے تو اس کے لئے ڈاڑھی منڈوانا جائز ہے یا نہیں؟ جہاد کے لئے جو راستہ ہے وہاں کفار ہیں، بغیر ڈاڑھی والے کو اندر چھوڑتے ہیں اور ڈاڑھی والے کو قتل کرتے ہیں، بینوا تو جروا۔“

الجواب باسم ملہم الصواب: ”ڈاڑھی منڈانا حرام ہے، جہاد کی ضرورت سے فعل حرام کا ارتکاب جائز نہیں، بلکہ ایسے موقع میں تو گناہوں سے بچنے اور استغفار کی زیادہ تاکید ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإن تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدہم شیئاً﴾، وقال حکایة عن الربیبین الذین کانوا یقاتلون مع نبیہم: ﴿ربنا اغفر لنا ذنوبنا وإسرافنا فی أمرنا، وثبت أقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین﴾. اس آیت کے مضمون کی ترتیب میں اس پر دلالت ہے کہ جس طرح نصرت ثبات اقدام پر موقوف ہے اسی طرح ثبات اقدام گناہوں سے توبہ واستغفار پر موقوف ہے، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”فإنه لا یدرک ما عند اللہ إلا بطاعته“. فقط۔ (أحسن

الفتاویٰ، كتاب الجهاد، بضرورت جہاد ڈاڑھی منڈانا جائز نہیں: ۶/۱۷، ۱۸، سعید)

داڑھی اگانے کے لئے چہرہ پر استرہ پھیرنا

سوال [۹۴۱۳]: ایک صاحب ہیں جن کے داڑھی نہیں آئی ہے، فی الحال ان کا چہرہ بالکل صاف ہے، کئی آدمیوں نے اس بات کا مشورہ دیا ہے کہ داڑھی کی جگہ پر استرہ یا بلیڈ پھیریں تو داڑھی کی جگہ بال اگ سکتے ہیں، حالانکہ وہ صاحب امامت کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ چہرہ پر بالکل بال نہ ہوں استرہ یا بلیڈ داڑھی کے بال آنے کی غرض سے پھیرا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

چہرہ پر بالوں کا اگنا قدرت کی طرف سے ہے، اپنی اختیاری چیز نہیں، اگر بالکل بال نہ آگیاں تو بندہ گنہگار نہیں (۱)۔ لہذا بال اگانے کے لئے استرہ یا بلیڈ چہرے پر پھیرنے کی ضرورت نہیں (۲)، لیکن بال اگانے کے بعد ان کو منڈوانا گناہ ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۲ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿لَا يَكْفُرُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسْعَهَا﴾ (الاية)

(۲) سوال: ایک شخص کی عمر تیس سال ہے، مگر اس کی داڑھی اور مونچھیں نہیں نکلیں۔ کیا وہ اس احتمال کی بناء پر کہ شاید داڑھی نکل آئے، استرا چلا سکتا ہے یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب:

”اس ضرورت سے استرا چلانا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم“۔ (أحسن الفتاوى: ۷۷/۸، كتاب الحظر والإباحة، داڑھی پیدا کرنے کے لئے استرا چلانا، سعید)

(و كذا في فتاوى رحيمية: ۱۰/۱۱۶، كتاب الحظر والإباحة، دارالإشاعت كراچي)

(۳) ”عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحي“.

”وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”خالفوا

المشركين، أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحي“.

”وعن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”جزوا

الشوارب، وأرخوا اللحي، خالفوا المحوس“.

= "عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية". الحديث. (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمي)

"عن نافع عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "انهكوا الشوارب، وأعفوا اللحي". (صحيح البخارى: ۲/۸۷۵، باب إعفاء اللحي، كتاب اللباس، قديمي)

(وسنن أبى داؤد: ۱/۸، باب السواك من الفطرة، دار الحديث ملتان)

(وسنن أبى داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الترجل، باب فى أخذ الشارب، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائى: ۱/۷، كتاب الطهارة، إعفاء الشارب وإعفاء اللحي، قديمي)

قال النووى رحمه الله تعالى: "فحصل خمس روايات: "أعفوا، وأوفوا، وأرخوا، وأرخوا، ووقروا". ومعناها كلها تركها على حالها، هذا هو الظاهر من الحديث الذى يقتضيه ألفاظه، وهو الذى قاله جماعة من أصحابنا وغيرهم من العلماء". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۲۹، قديمي)

"وقص اللحية من صنع الأعاجم، وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالأفرنج والهنود، ومن لاخلاق له فى الدين من الطائفة القلندرية". (مراقبة المفاتيح: ۲/۹۱، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹)، رشيديه)

"واللحية هى الفارقة بين الصغير والكبير، وهى جمال الفحول وتمايم هيأتهم، فلا بد من إعفائها. وقصها سنة المجوس، وفيه تغيير خلق الله، ولحق أهل السؤدد والكبرياء بالرعاغ". (حجة الله البالغة: ۱/۵۱۷، خصال الفطرة وما يتصل بها، إعفاء اللحية وقص الشوارب، قديمي)

(وأىضا حجة الله البالغة: ۲/۵۱۶، إطالة اللحي وإعفاء الشوارب، قديمي)

(وكذا فى بذل المجهود: ۱/۳۳، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، مكتبه امداديه ملتان)

قال محمد رحمه الله تعالى: "عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما: أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة". قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبى حنيفة". (كتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن كراچي)

خط بنوانا

سوال [۹۴۱۴]: زید نے موئے حلقوم کو استرے سے صاف کر لیا، اس کا خیال ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور نیز کانوں کے پاس کے بال بھی اور رخسار پر سے استرے سے صاف کر لیتا ہے، لہذا جواب سے سرفراز فرمائیں۔ نیز کپٹی کے بال قینچی سے کم کر لیتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: زید ان تینوں جگہ کے بالوں کو صاف کرنا خط بنوانا تصور کرتا ہے اور عمر اس کے خلاف بیان کرتا ہے۔ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

”ولا يحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى: لا بأس به، اه“.
عالمگیری (۱)۔ ”لا بأس بأن يأخذ شعر الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمختنن، اه“.
طحطاوی (۲)۔

= (و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲/۴۰۷، سعيد)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب في الفرق بين قصد الجمال وقصد الزينة: ۲/۴۱۸، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۲/۴۹۰، كتاب الصوم، باب ما يفسد، رشيدية)

(و كذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد: ۱۸۷/۲، بيروت)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان وقص الشارب، رشيدية)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲/۴۰۷، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوی على الدر المختار: ۴/۱۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في رد المحتار: ۲/۳۷۳، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۸، الباب التاسع عشر في الختان وقص الشارب، رشيدية)

اس سے معلوم ہوا کہ حلق کے بالوں کو نہیں مونڈنا چاہئے، البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اجازت دیتے ہیں۔ رخسار کے بال کا مونڈنا یعنی خط بنوانا شرعاً درست ہے (۱)۔ کان کے قریب جو ہڈی ہے اس سے اوپر سر کا حصہ ہے اور نیچے ڈاڑھی کا حصہ ہے، لہذا اوپر کا حصہ منڈوانا درست ہے (۲) اور نیچے کا درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/۴/۶۴ھ۔

عورت کی ڈاڑھی کا حکم

سوال [۹۴۱۵]: عورت کے اگر ڈاڑھی نکل آوے تو کٹوا سکتی ہے یا نہیں؟

= (و کذا فی مرقاة المفاتیح: ۲۰۹/۸، کتاب اللباس، باب الرجل، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۱) خط بنوانا درست ہے، مگر بہتر نہیں: قال الشيخ أنور شاه الكشميري رحمه الله تعالى: "أما الأشعار التي على الخدين فليست من اللحية لغة، وإن كره الفقهاء أخذها؛ لأنه إن كان بالحديد فذلك يوجب الخشونة في الخدين، وإن كانت بالنتف فإنه يضعف البصر". (فيض الباری: ۳۸۰/۴، کتاب اللباس، باب قص الشارب، خضر راہ بک ڈپو دیوبند)

(۲) کان کے قریب والی ہڈی جب کہ سر کا حصہ ہے، اس میں اُگے ہوئے بال سر کے ہیں، اور سر کے بال منڈوانا درست ہیں:

قال القاری رحمه الله تحت قوله عليه الصلاة والسلام: "أحلقوا كله أو اتركوا كله، الخ":

"فيه إشارة إلى أن الحلق في غير الحج والعمرة جائز، وأن الرجل مخير بين الحلق وتركه، لكن الأفضل

أن لا يحلق". (مرقاة المفاتیح: ۲۱۶/۸، کتاب اللباس، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۰۷/۶، سعید)

(۳) کیونکہ یہ ڈاڑھی کے بال ہیں اور ڈاڑھی کے بالوں کا حلق جائز نہیں: "یحرم علی الرجل قطع لحيته".

(الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۰۷/۶، سعید)

الجواب حامدًا ومصلياً:

کٹا سکتی ہے (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جمعہ کے روز حجامت

سوال [۹۴۱۶]: روز جمعہ قبل نماز جمعہ حجامت ساختن چہ حکم دارد؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

این طریق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام است: ”کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم یقصر شاربه، ویقلم أظفاره يوم الجمعة قبل أن یروح إلى الصلوٰۃ“. أخرجه البيهقي، اه“.

ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ربیع الاول/۵۶ھ۔

(۱) ”وفی تبیین المحارم: إزالة الشعر من الوجه حرام، إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب، فلا تحرم

إزالته، بل تستحب“. (ردالمحتار: ۳۷۳/۶، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، سعید)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الطہارة، باب السواک، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۳۷۹):

۹۱/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی بذل المجہود: ۳۳/۱، باب السواک من الفطرة، إمدادیہ ملتان)

”عورت کے لئے چہرے کے بال صاف کرنا جائز ہے، اور اگر داڑھی یا مونچھ کے بال نکل آئیں تو ازالہ مستحب

ہے۔“ (أحسن الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، بالوں کے احکام، عورت کا چہرے کے بال صاف کرنا:

۷۵/۸، سعید)

(۲) (ردالمحتار: ۴۰۵/۶، فصل فی البیع، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

”أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقصر شاربه، ویأخذ من أظفاره کل جمعة قبل أن ینخرج

إلى صلاة الجمعة“. (مرقاة المفاتیح: ۲۱۲/۸، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم

الحدیث: ۴۴۲۲)، رشیدیہ)

مونچھ کا حلق کرنا

سوال [۹۴۱۷]: مونچھ کا حلق کرنا کیسا ہے، اگر حلق جائز ہے تو قصر اولیٰ ہے یا حلق؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

”حلق الشارب بدعة، وقيل: سنة، اهـ“۔ درمختار: ۵/۳۵۸ (۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ سنت ہے۔ جو فعل سنت

اور بدعت کے درمیان ہو اس کا ترک اولیٰ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مونچھیں منڈانا

سوال [۹۴۱۸]: مونچھوں کو استرے سے منڈانے کو علامہ شامی نے اپنی کتاب ”شامی“ میں جو

جائز لکھا ہے، وہ عبارت اور صفحہ و جلد صاف صاف، مع ترجمہ، اعراب لگا کر بھیجیں۔ اور زیادہ بہتر ہے کہ کوئی مستند

حدیث کی عبارت بھی لکھیں۔ اس کے بارے میں یہاں پر فتنہ عظیم برپا ہے، ایک مفتی لکھتے ہیں کہ بدعت ہے

اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ درمختار میں ہے: ”حلق الشارب بدعة“۔ (مونچھ منڈانا بدعت ہے) (۳) حدیث

میں ہے: ”أحفوا الشوارب“ مونچھیں پست کراؤ (۴)۔

(۱) (الدر المختار، کتاب الحظرو الإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۰۷، سعید)

”واختلف فی المسنون فی الشارب هل هو القص أو الحلق؟ والمذهب عند بعض المتأخرين

من مشايخنا أنه القص. قال في البدائع: وهو الصحيح. وقال الطحاوي: القص حسن والحلق أحسن.

وهو قول علمائنا الثلاثة، نهر“۔ (ردالمحتار: ۲/۵۵۰، کتاب الحج، باب الجنایات، سعید)

(۲) ”إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة“۔ (ردالمحتار:

۱/۶۴۲، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة

وبدعة، سعید)

(۳) (الدر المختار، کتاب الحظرو الإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۰۷، سعید)

(۴) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”أحفوا الشارب،

وأعفوا اللحي“۔ (سنن النسائي، کتاب الطهارة، إحقاء الشارب وإعفاء اللحي: ۱/۷، قديمي) =

الجواب حامداً ومصلياً:

”حلق الشارب بدعة، وقيل: سنة“. در مختار بر حاشیہ رد المحتار المعروف

بالشامی: ۲۵۸/۵ (۱)۔

”مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے“۔ یہ دونوں قول ایک ہی کتاب میں ایک ہی جگہ موجود ہیں۔ حدیث شریف میں حلق کا لفظ نہیں جس کے معنی مونڈنے کے ہیں، بلکہ لفظ ”جزوا“ آیا ہے جس کے معنی خوب کاٹنے کے ہیں (۲)۔ ایک روایت میں ”أحفوا“ آیا ہے (۳) اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس طرح کاٹیں کہ مونڈنے کے قریب ہو جائیں۔ طحاوی، ص: ۲۸۷ اور شامی: ۱۵۵/۲، میں وہ روایتیں مذکور ہیں (۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عنی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

= (والصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قديمی)

(۱) (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۲، سعيد)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”جزوا الشوارب، وأرخوا اللحي، خالفوا المجوس“. (الصحيح لمسلم: ۱۲۹/۱، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمی)

(۳) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”خالفوا المشركين، أحفوا الشوارب، وأوفوا اللحي“. (الصحيح لمسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، قديمی)

(والصحيح البخاري، كتاب اللباس، باب إعفاء اللحي: ۸۷۵/۲، قديمی)

(و كذا في حجة البالغة، إطالة اللحي وإحفاء الشوارب: ۵۱۶/۲، قديمی)

(۴) ”قال في الفتح: وتفسير القص أن ينقص حتى ينتقص عن الإطار، وهو بكسر الهمزة: ملتقى الجلدة واللحم من الشفة. وكلام صاحب الهداية على أن يحاذيه“. (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنایات: ۵۵۰/۲، سعيد) (و كذا في العناية على هامش فتح القدير، كتاب الحوض، باب الجنایات: ۳۴/۳، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

ریش بچہ اور اس کے دونوں طرف کے بال کٹوانا

سوال [۹۴۱۹]: ریش بچہ (۱) کے بالوں کو بالکل کتر وانا کیا بدعت ہے؟

۲..... نچلے ہونٹ کے قریب دونوں کناروں کے بال منڈوانا کیا بدعت ہے؟

۳..... جس کے ریش بچہ کے کناروں پر بال نہیں ہوتے تو رخساروں کی طرح وہاں خط بنوانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... جی ہاں (۲)۔

۲..... ہونٹ کے قریب کے بال دونوں کناروں سے منڈوانا تا کہ کھاتے پیتے وقت منہ میں نہ جائیں،

درست ہے (۳)۔

= قال العلامة على بن سلطان محمد القارى عليه رحمه الله تعالى: "قص الشارب". قال ابن

حجر رحمه الله تعالى: فيسنّ إحفاؤه حتى تبدو حمرة الشفة العليا". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة،

باب السواك، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۷۹): ۹۱/۲، رشديہ)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲۰۳/۴،

دار المعرفة بيروت)

حدیث میں "جز" کے علاوہ "أحفوا الشوارب" "قص الشارب" اور "انہکوا الشوارب" کے الفاظ

بھی موجود ہیں، جن کا معنی ہلکا کرنا، تراشنا (المنجد، ص: ۳۵۷، دار الإشاعت کراچی)

"کاٹنا، کترنا" (منجد، ص: ۱۳۲۰) اور کاٹنے میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔ اس باب میں عبارات

فقہاء مختلف ہیں۔

(۱) "ریش بچہ: ٹھوڑی کے بال"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۳۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) "(تنبیہ) نتف الفنبکین بدعة، وهما جانبا العنققة، وهی شعر الشفة السفلی، کذا فی الغرائب".

(ردالمحتار، فصل فی البيع من کتاب الحظر والإباحة: ۴۰۷/۶، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمکیرية، الباب التاسع عشر فی الختان: ۳۵۸/۵، رشديہ)

(۳) "وأما طرفا الشارب وهما السبالان، فقيل: هما منه، وقيل: من اللحية، وعليه فقيل: لا بأس =

۳..... جب وہاں بال ہی نہیں تو خط بنوانا کس لئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۷ھ۔



= بترکہما، وقیل: یکرہ لما فیہ من التشبه بالأعاجم وأهل الكتاب، وهذا أولى بالصواب“.

(ردالمحتار، باب الجنایات: ۲/۵۵۰، سعید)

”کان بعض السلف یترک سُبالیہ، وهما أطراف الشوارب“۔ (ردالمحتار، فصل فی البیع من

کتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۷، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریه، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء: ۵/۳۵۸، رشیدیہ)

”قص الشارب أن يأخذ ما طال على الشفة بحيث لا يؤذى الآكل، ولا يجتمع فيه الوسخ“.

(مرقاة المفاتيح، کتاب اللباس، باب الترجل: ۸/۲۰۹، مکتبه حقانیہ پشاور)

فصلٌ فی حَلّاق اللّحیة

(نائی کا بیان)

داڑھی بنانے والے نائی کا حکم

سوال [۹۴۲۰]: داڑھی بنانے والا نائی بھی مواخذہ دار ہوگا یا نہیں، کیونکہ اس کا پیشہ یہی ہے (کہ)

جیسا عوام حکم دیتے ہیں ویسا ہی بناتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا نائی گنہگار ہے، کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۵۱ (۱) زیلعی:

۶/۴۹ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی غفر له۔

(۱) ”فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم، ثبت كراهة بيعها وصيغها، لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز، وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز، وتماهه في شرح الوهبانية“۔ (الدر المختار: ۶/۳۶۰، فصل في اللبس، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) ”لا يجوز على الغناء والنوح والملاهي؛ لأن المعصية لا يتصور استحقاقها بالعقد، فلا يجب عليه الأجر..... وإن أعطاه الأجر وقبضه لا يحل له، ويجب عليه رده على صاحبه“۔ (تبيين الحقائق: ۶/۱۱۹، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، بيروت)

(و كذا في حاشية الشلبي على هامش التبيين للزيلعي: ۷/۱۰۸، كتاب الأشربة، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

”أمره إنسان أن يتخذ له خفاً على زى المجوس أو الفسقة، أو خياطاً أمره إنسان أن يخيط له ثوباً على زى الفساق، يكره له أن يفعل ذلك“۔ (مجمع الأنهر ۲/۵۳۰، فصل في الأكل، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

نائی کے پیشہ کی تفصیل

سوال [۹۴۲۱]: زید قوم سے نائی ہے، اس کا روزگار حجامت بنانا ہے، آج کل داڑھی منڈانے کا زیادہ رواج ہے، اگر زید داڑھی نہیں مونڈتا تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم دوسرا نائی مقرر کر لیں گے۔

۲..... زید کو غیر مسلموں کی داڑھی مونڈنی کیسی ہے؟

۳..... مسلموں اور غیر مسلموں کے سر کے بال فینسی کاٹنا کیسا ہے؟

۴..... زید کو بعض مسلم داڑھی کاٹنے کے لئے مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم غیر مسلموں کی بھی تو

داڑھی مونڈتے ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... داڑھی مونڈنا جائز نہیں، وہ لوگ اگر دوسرا نائی مقرر کرنے کی دھمکی دیتے ہیں تو آپ مت

گھبرائیں، رزاق خدا ہے (۱)۔

۲..... وہ بھی جائز نہیں (۲)۔

۳..... مکروہ ہے (۳)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث لا يحتسب، ومن يتوكل على الله،

فهو حسبه﴾ (سورة الطلاق: ۳)

”وعن النواس بن سمعان رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“ (مشکوٰۃ المصابيح: ۲/۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل

الثاني، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۳) انگریزی بالوں میں چونکہ تشبہ بال غیر ہے اور تشبہ بال غیر ناجائز ہے، لہذا انگریزی بال بنانا اور بنوانا دونوں مکروہ اور ناجائز ہے:

”عنه (ابن عمر رضى الله تعالى عنهما) قال: ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من

تشبه بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: ”من تشبه بقوم“: أى من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فى =

۴..... زید غیر مسلموں کو بھی انکار کر دے اور مسلمانوں کو بھی، پھر مجبور نہیں کریں گے۔ فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۵ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۵ھ۔

حجام کا داڑھی مونڈنا

سوال [۹۲۲۲]: میں حجام ہوں، یہاں کے مسلمان مجھے اپنی داڑھی کے منڈا دینے پر مجبور کر رہے ہیں

اور پنچایت کر کے میری داڑھی کو زبردستی منڈا دینا چاہتے ہیں۔ کیا داڑھی منڈا دینے کی شریعت میں گنجائش ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

داڑھی مونڈنا ناجائز ہے (۱)، پنچایت کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز کام پر مجبور کرے اور آپ کے

لئے بھی ناجائز کام میں پنچایت کی اطاعت جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۸۷ھ۔

مسلم حجام کا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا

سوال [۹۲۲۳]: مسلم نائی غیر مسلم، مشرک، بھنگی کی حجامت یعنی داڑھی مونڈنا اور بال کترنا

وغیرہ بلا کراہت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

= اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم

والخير. قال الطيبي رحمه الله تعالى: هذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵/۸،

كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، رشيدية)

(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۸/۲، دار الحديث ملتان)

(۱) "يحرم على الرجل قطع لحية". (الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۱۸، ۶/۴۰۷، سعيد)

(۲) "وعن النّوّاس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

"لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۲۱، كتاب الإمارة، الفصل

الثاني، قديمي)

جن اوزاروں سے غیر مسلم کی حجامت بنائی ان سے مسلم کی حجامت بنانا

سوال [۹۴۲۴]: ۲..... اُن اوزاروں سے جن سے غیر مسلم، مشرک کی حجامت بنائی گئی ہو ان سے

مسلم کی حجامت بغیر صاف کئے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... حجام کے لئے مسلم یا غیر مسلم کی داڑھی مونڈنا درست نہیں (۱)۔

۲..... جس استرے یا قینچی سے غیر مسلم کے سر کے بال مونڈے یا کاٹے ہوں اس پر خون لگا ہوا نہ ہو تو

اس سے مسلم کے سر کے بال مونڈنا یا کاٹنا درست ہے، صفائی کرنا یعنی دھونا لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۹۵ھ۔

(۱) یہ اعانت علی المعصیت ہے اور اعانت علی المعصیت ناجائز ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة الألوسی تحت هذه الآية: "فيعم النهی کل ما هو من مقولة الظلم والمعاصی، ويندرج فيه النهی عن التعاون علی الاعتداء والانتقام". (روح المعانی: ۶/۵۷ دار إحياء التراث العربی، بیروت)

"﴿ولا تعاونوا علی الإثم﴾ وهو الذنب والمعصية، وهي کل مامنه الشرع، أو حاک فی الصدر و کرهت أن یطلع علیه الناس، ولا تتعاونوا علی التعدی علی حقوق الغير. والإثم والعدوان يشمل کل الجرائم التي یأثم فاعلها، ومجاوزه حدود الله بالاعتداء علی القوم: ﴿واتقوا الله﴾ بفعل ما أمرکم به واجتناب ما نهاکم عنه". (التفسیر المنیر: ۵/۶۹، بیروت)

(۲) قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "ویطهر صقیلاً لامسام له کمرآة وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة أو خراطی وصفائح فضة غیر منقوشة بمسح یزول به أثرها مطلقاً، به یفتی". (الدر المختار).

قال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ: "قوله: (بمسح) متعلق بيطهر، وإنما اکتفی بالمسح؛ لأن أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم كانوا یقتلون الکفار بسیوفهم، ثم یمسحونها ویصلون معها، ولأنه لا تتداخله النجاسة، وما علی ظهره یزول بالمسح، بحر". (ردالمحتار: ۱/۳۱۰ باب الأنجاس، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیة ۱/۳۱۵ کتاب الطهارة، باب تطهیر الأنجاس، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱/۳۹۱ کتاب الطهارة، باب الأنجاس، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/۵۹، کتاب الطهارة، باب الأنجاس، دار إحياء التراث العربی بیروت)

الفصل الثانی فی الشعر

(بالوں کا بیان)

بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا؟

سوال [۹۴۲۵]: سر پر بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے علاوہ

بھی بال منڈوانا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عام عادت مبارکہ بال رکھنے کی تھی، منڈوانا بہت کم ثابت ہے، بعض صحابہ ہمیشہ منڈاتے تھے (۱)۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

(۱) قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تحت حدیث: ”أو اتركوا كله“ ”فيه إشارة إلى أن الحلق في غير الحج والعمرة جائز، وأن الرجل مخيرٌ بين الحلق وتركه، لكن الأفضل أن لا يحلق إلا في أحد النسكين كما كان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم مع أصحابه رضی اللہ تعالیٰ عنہم، وانفرد منهم علیٰ کرم اللہ وجہہ“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۶/۸، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحدیث:

(۴۴۲۷)، رشیدیہ)

”وإنما حلق رؤوسهم مع أن إبقاء الشعر أفضل“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۲۴۲/۸، رشیدیہ)

”وأخرج الإمام أبو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أن رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”من ترک موضع شعرة من جنابة لم یغسلها، فعل بها کذا وکذا من النار“۔ قال

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: فمن ثم عادیت رأسی، فمن ثم عادیت رأسی، فمن ثم عادیت رأسی. وكان

یجز شعره -رضی اللہ تعالیٰ عنہ-“۔

قال العلامة السہارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وبهذا الحدیث استدلل الطیبی علی سنیة حلق =

= الرأس لتقريره صلى الله عليه وسلم، ولأنه من الخلفاء الراشدين الذين أمرنا بمتابعة سنتهم وردّ عليه القارى وابن حجر، فقالا: إن فعله رضى الله تعالى عنه إذا كان مخالفاً لسنة عليه الصلاة والسلام وبقية الخلفاء، يكون رخصة لاسنة. (بذل المجهود: ۱/۱۵۲، كتاب الطهارة، باب فى الغسل من الجنابة، إمداديه ملتان)

وقال الشامى رحمه الله تعالى: "وفى الروضة للزندويستى: أن السنة فى شعر الرأس إما الفرق أو الحلق. وذكر الطحاوى: أن الحلق سنة، ونسب ذلك إلى العلماء الثلاثة." (ردالمحتار: ۶/۴۰۷، فصل فى البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۷، الباب التاسع عشر فى الختان، رشيديه)

(و كذا فى إمداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، بالوں کے حلق وقصر اور خضاب وغيره کے احكام، سر کے بال كٹوانا: ۲۲۲/۴، مكتبه دار العلوم كراچى)

(و كذا فى أحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، بالوں کے احكام، سر کے بالوں كى جائز و ناجائز صورتوں كى تفصيل: ۸/۸۱، سعيد)

چونکہ آج کل فساد کا دور ہے اس لئے بچوں کے لئے بال حلق کرنا ضروری ہے، چنانچہ ابوداؤد میں ہے:

"عن عبد الله بن جعفر رضى الله تعالى عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم أمهل ال جعفر ثلاثاً، ثم أتاهم فقال: "لاتبكوا على أخى بعد اليوم" ثم قال: "ادعوا لى بنى، أخى، فجئى بنا كانا أفرخ، فقال: "ادعوا لى الحلاق". فأمره فحلق رؤوسنا". (سنن أبى داؤد: ۲/۵۷۷، كتاب الترجل، باب حلق الرأس، دار الحديث ملتان)

قال العلامة خليل أحمد السهارنفورى رحمه الله تعالى: "وفيه أن الكبير من أقارب الأطفال يتولى أمرهم وينظر فى مصالحهم من حلق الرأس وغيره". (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، كتاب الترجل، باب فى حلق الرأس: ۵/۷۷، معهد الخليل الإسلامى كراچى)

"حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر مونڈنے والے کو بلایا اور حکم فرمایا کہ ہمارا سر مونڈ دے۔ (ابوداؤد: ۵۷۷، نسائی: ۲۹۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے سر میں بال بہتر نہیں، اس کو مونڈنا بہتر ہے۔ بچوں کے سر میں بال رکھنا اور اسے =

سر پر بال (پٹھے) رکھنا

سوال [۹۴۲۶]: پٹھے یعنی سر پر بال رکھنا کیسا ہے یعنی جائز یا ناجائز، اور سب کے لئے

یکساں حکم ہے یا کچھ تفصیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سر پر بال رکھنا کانوں کی لوتک، یا اس سے نیچے، یا شانے تک جائز اور سنت ہے (۱)، مگر آج کل جو بال رکھے جاتے ہیں وہ اول تو اس نیت سے نہیں رکھے جاتے اگر نیت بھی ہو تو پھر جس طرز سے رکھے جاتے ہیں وہ طرز ثابت نہیں۔ سیدھی مانگ بیچ میں نہیں نکالی جاتی، ٹیڑھی مانگ نکالی جاتی ہے، یہ سب فیشن متغیر بین کا ہے۔

امارد اور ایسے نوجوان جو سر پر بال رکھتے ہیں اس میں اور فتنہ کا اندیشہ ہے جس کا علم اور مشاہدہ ہر ذی بصیرت کو ہے، اس لئے ان کو اس فیشن سے ضرور روکا جائے گا (۲):

= جھاڑنا جیسا کہ غیر مسلموں کا دیکھی دیکھی مسلمانوں میں رائج ہے؟ درست نہیں، اسلامی شعائر کے خلاف ہے نصاب الإحتساب میں ہے کہ: بچوں کے سر پر بڑے بالوں کا رکھنا حرام ہے۔ (بحوالہ شمائل کبری، بالوں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات کا بیان، بچوں کے بال مونڈنا سنت ہے: ۱/۴۹۴، زمزم پبلشرز)

(۱) پٹھے رکھنے کی تین قسمیں ہیں: وفرہ: کانوں کی لوتک۔ لمہ: کانوں کی لوار کندھوں کے درمیان تک۔ اور جمہ: کندھوں تک۔ پہلی صورت افضل ہے:

”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كان شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أي واصلاً أو منتهياً إلى نصف أذنيه وكان له: أي لرأسه الشريف شعر: أي نازل فوق الجمة، بضم الجيم وتشديد الميم ماسقط على المنكبين ودون الوفرة“. (جمع الوسائل في شرح الشمائل ۹۰/۱، ۹۲، باب شعر رسول عليه السلام، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(وَأَحْسَنُ الْفُتَاوَى: ۸/۸۱، كتاب الخطر والإباحة، عنوان: ”بالوں کے احکام، سر کے بالوں کی جائز و ناجائز صورتوں کی تفصیل“، سعید)

(۲) کیونکہ اس میں غلبہ فساد کا اندیشہ ہے: ”عن عبد الله بن جعفر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمهل آل جعفر ثلاثاً أن يأتيهم، ثم أتاهم، فقال: ”لا تبكوا على أخي بعد اليوم“. ثم قال: ”ادعوا لي بني أخي“. فجئني بنا كأننا أفرخ، فقال: ”ادعوا لي الحلاق“. فأمره فحلق رؤوسنا“. (سنن أبي =

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحب موافقة أهل الكتاب فی ما لم یؤمر فیہ، وکان أهل الكتاب یسدلون أشعارہم، وکان المشرکون یفرقون رؤوسہم، فسدل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناصیئہ، ثم فرق بعد.“
رواہ البخاری ومسلم“ (۱)۔

اس روایت سے سر کے بالوں کا حال معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کفار کے طریقہ کو پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن ہم لوگ آج رفتار و گفتار ہر چیز میں انہیں کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من تشبه بقوم فهو منهم“۔ رواہ أبو داؤد وأحمد“۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۷۵ (۲)۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

= داؤد: ۵۷۷/۲، کتاب الرجل، بال حلق الرأس، دار الحدیث، ملتان

(۱) (الصحيح لمسلم، کتاب الفضائل، باب صفة شعره صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصفاته وحلیئہ: ۲۵۷/۲، سعید)

(وفي صحيح البخاری، کتاب اللباس، باب الفرق: ۸۷۷/۲، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۸۰/۲، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قدیمی)

قال القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وکان أهل الكتاب: أي اليهود والنصارى یسدلون أشعارہم، والمراد هنا إرسال الشعر حول الرأس من غیر أن یقسم نصفین: نصف من جانب یمینہ ونحو صدرہ، ونصف من جانب یسارہ كذلك. وقیل: سدل الشعر إذا أرسله ولم یضم جوانبہ. وفي شرح مسلم للنووی: قال العلماء: المراد إرساله علی الجبین واتخاذہ كالقصة، والفرق فرق الشعر بعضہ من بعض. وقیل: السدل أن یرسل الشخص شعره من ورائه، ولا یجعله فرقتین.

والفرق أن یجعله فرقتین کل فرقه ذؤابہ، وهو المناسب لقوله: وکان المشرکون یفرقون - بکسر الراء ویضم - وروی من التفریق رؤوسہم: أي شعر رؤوسہم بعضہا من بعض، ویکشفونها عن جبینہم. قال العسقلانی: الفرق قسمة الشعر، والمفرق وسط الرأس، وأصله من الفرق بین الشیئین ”فسدل النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ ناصیئہ: أي حین قدم المدینة، ثم فرق رأسه: أي شعره ”بعد“: بضم الدال: أي بعد ذلك من الزمان. قال ابن الملک: لأن جبریل علیہ الصلاة والسلام أتاه وأمره بالفرق ففرق المسلمون رؤوسہم. =

سر کے بالوں کی تفصیل

سوال [۹۴۲۷]: سر پر بال رکھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ زلف رکھنا سنت ہے یا منڈوانا؟ بعض لوگ استرے سے منڈاتے ہیں، بعض لوگ مشین سے کتراتے ہیں، بعض لوگ چھوٹے بڑے بال (انگریزی بال) رکھتے ہیں۔ اس میں کون سا طریقہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عام طور پر عرب میں بال رکھنے کا دستور تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بال رکھتے تھے (۱)۔ احرام سے حلال ہوتے وقت منڈانا بھی ثابت ہے، اور ایسے وقت میں منڈانے کو ترشوانے پر ترجیح دی ہے (۲)۔ کچھ منڈانا کچھ باقی رکھنا منع ہے، منڈوائے تو تمام منڈوائے، رکھے تو تمام رکھے۔ زیادہ بڑے ہو جائیں اور منڈوانا نہ چاہے تو یہ بھی درست ہے کہ چھوٹے چھوٹے کرادے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۸۷ھ۔

قال النووي: واختلفوا في تأويل موافقة أهل الكتاب فيما لم ينزل عليه فيه شيء، ف قيل: فعلة إئتلافاً لهم في أول الإسلام، وموافقة لهم على مخالفة عبدة الأصنام، فلما أغناه الله تعالى عن ذلك وأظهر الإسلام على الدين كله، خالفهم في أمور منها“ (مرقاة المفاتيح: ۲۱۴/۸، ۲۱۵، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۵)، رشيدية)

(۱) ”عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كان شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أي واصلاً أو منتهياً إلى نصف أذنيه وكان له: أي لرأسه الشريف شعر: أي نازل فوق الجمّة ودون الوفرة وكانت جهته تضرب شحمة أذنيه كان يبلغ شعره شحمة أذنيه“ (جمع الوسائل في شرح الشمائل: ۱/۹۰-۹۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

”وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك، وقال: ”احلقوا كله أو اتركوا كله“ (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمی)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: ”بال رکھنا افضل ہے یا منڈوانا“

(۳) ”ويكره القزع، وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع، كذا في الغرائب“ =

بالوں میں کفار کی مشابہت

سوال [۹۴۲۸]: ما الحكم عن الشعر الذي يقطع خلف الرأس فقط كما يفعل الكفار،

هل هو جائز أم لا، أم حرام؟

الجواب حامداً ومصلياً:

[موصولة] كان شعار الكفار، فإن كان شعاراً مذهبياً، فهو حرام على المسلمين. وإن

كان شعاراً قومياً، فهو مكروه. (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

انگریزی بال

سوال [۹۴۲۹]: کیا انگریزی بال رکھنے والوں پر اس حدیث کا اطلاق ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے

کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا؟ اگر ہوتا ہے تو کیا انگریزی بال

رکھنے والا ہر وقت گناہ میں مبتلا رہتا ہے، یا صرف ایک گناہ میں کہ انگریزی بال رکھے ہیں؟

= (ردالمحتار، فصل فی البیع من کتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۷، سعید)

(۱) ”وعنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

”من شبہ نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف

والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أى فی الإثم والخیر..... قال الطیبی: هذا عام فی الخلق والخلق

والشعار ولما كان الشعار أظهر فی الشبه ذکر فی هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه،

لا غیر“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۱۵۵، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

”وكراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا“۔ (ردالمحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی:

۶/۷۳، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں بھی کراہت ہے جو مستر ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

انگریزی بال رکھنا

سوال [۹۴۳۰]: انگریزی بال رکھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

انگریزی بال بناء بر تشبه مکروہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

انگریزی بال کو سنتی بال بنانا

سوال [۹۴۳۱]: انگریزی بال کو سنتی بال میں تبدیل کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بہتر یہ ہے کہ انگریزی بال منڈا دیئے جائیں (۳)، اس کے بعد سنت کے مطابق رکھے جائیں تاکہ

(۱) ”وعنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

”من شبہ نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف

والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أى فی الإثم والخیر..... قال الطیبی: هذا عام فی الخلق والخلق

والشعار ولما كان الشعار أظهر فی الشبه ذکر فی هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه،

لا غیر“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱۵۵/۸، کتاب اللباس، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

”وكراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا“۔ (ردالمحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۷۵۳/۶، سعید)

(۲) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

(۳) ”عن أبی الحوراء السعدی قال: قلت لحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ما حفظت من رسول الله =

کامل تبدیل ہو جائیں، گو بغیر منڈائے بھی درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورتوں کا بالوں کی مینڈھیاں گوندھ کر کلپ لگانا

سوال [۹۴۳۲]: سر کے بالوں کو ایک چوٹی گوندھنا، کلپ لگانا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کلپ تو میں سمجھا نہیں کیا چیز ہے۔ ہاں! سر کے بالوں کی مینڈھیاں جن کو عربی میں ضفائر کہتے ہیں گوندھنا سنت ہے جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: قلت: يا رسول الله! إنني امرأة أشد ضفراً أفأنقضه لغسل الجنابة؟ فقال: ”لا، إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلث حثيات، ثم تفيضين عليك الماء فتطهرين، اه“۔ شامی: ۱/۱۵۸ (۱)۔ نیز مجمع البحار: ۱/۲۹۲ میں تفيض کے

= صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال: حفظت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”دع ما يريبك إلى ما لا يريبك“۔ جامع الترمذی، أبواب صفة القيامة، قبيل أبواب صفة الجنة: ۷۸/۲، سعید

”وفي الروضة للزندويستی: أن السنة في شعر الرأس إما الفرق أو الحلق، وذكر الطحاوی: أن الحلق سنة، ونسب ذلك إلى العلماء الثلاثة..... ويرسل شعره من غير أن يفتله، وإن فتله فذلك مكروه؛ لأنه يصير مشبهاً ببعض الكفرة والمجوس في ديارنا يرسلون الشعر من غير فتل، ولكن لا يحلقون وسط الرأس بل يجزون الناصية، تاتر خانيه“۔ (ردالمحتار: ۴۰۷/۲، فصل في البيع، كتاب الخطر والإباحة، سعید)

(و كذا في حاشية الطحاوی على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲۰۳/۴، دار المعرفة بيروت)

(۱) (ردالمحتار: ۱/۵۳، كتاب الطهارة، مطلب: أبحاث الغسل، سعید)

والحديث رواه مسلم في صحيحه، فليراجع: (الصحيح لمسلم: ۱/۱۳۹، ۱۵۰، كتاب الطهارة، باب حكم ضفائر المغتسله، قديمی)

متعلق لکھا ہے کہ: ”فی غیر الإحرام مندوب، اھ“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

نانکون کی چوٹی کا استعمال

سوال [۹۴۳۳]: نانکون کے بالوں کی چوٹیاں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان بالوں کو اس طرح سر کے بالوں سے ملا لینا جس سے دیکھنے پر اصل بال سر کے معلوم ہوں، یہ خداع ہے، درست نہیں: ”لعن اللہ الواصلة والمستوصلة“۔ رواہ البخاری (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۹ھ۔

عورتوں کا دو چوٹی رکھنا، سرخی پوڈرا استعمال کرنا

سوال [۹۴۳۴]: مسلمان خواتین جو دو چوٹیاں آج کل عام طور سے باندھ رہی ہیں، اور یہ عمل فیشن

میں داخل ہو گیا ہے، لہذا شرعاً یہ عورتوں کا فعل جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سلسلہ میں سرخی پوڈرا اور اسی قسم کی زیبائش کرنا کہاں تک درست ہے، اور عورتوں کو ننگے سر رہنا کیسا ہے؟

حاجی عبدالرزاق، اونچی سڑک کانپور۔

(۱) لم أطلع عليه

(۲) (صحیح البخاری: ۸۷۸/۲، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، قدیمی)

”الواصلة: أى التى توصل شعرها بشعر آخر زوراً، وهى أعم من أن تفعل بنفسها أو تأمر غيرها بأن يفعله.“ ”والمستوصلة“: أى التى تطلب هذا الفعل من غيرها، وتأمر من يفعل بها ذلك، وهى تعم الرجال والمرأة..... قال النووى رحمه الله تعالى: الأحاديث صريحة فى تحريم الوصل مطلقاً، وهو الظاهر المختار، وقد فصل أصحابنا فقالوا: إن وصلت بشعر آدمى، فهو حرام بلا خلاف؛ لأنه يحرم الانتفاع بشعر الآدمى وسائر أجزائه لكرامته. وأما الشعر الطاهر من غير الآدمى، فإن لم يكن لها زوج ولا سيد، فهو حرام أيضاً..... وقال مالك والطبرى: والأكثر على أن الوصل ممنوع بكل شئ: شعر أو صوف أو خرق أو غيرها، واحتجوا بالأحاديث“. (مرفقة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۰): ۲۱۷/۸، ۲۱۸، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلياً:

جو چیز کفار یا فساق کا شعار ہو اس کو اختیار کرنا گناہ ہے (۱)۔ عورتوں کو سر کی حفاظت لازم ہے، نامحرم کے سامنے سر یا بال کھولنا درست نہیں، فیشن کے ساتھ بناؤ سنگار کر کے نکلنا زنا کی دعوت دینا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

بالوں میں پن لگانا

سوال [۹۴۳۵]: کیا سر کے بالوں کو روکنے لئے عورتیں ولڑکیاں بال پن لگا سکتی ہیں یا نہیں؟

(۱) ”عنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۷۵/۲، کتاب اللباس، الفصل الثانی، قدیمی)

”أى من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فى اللباس وغيره“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱۵۵/۸، کتاب اللباس،

الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (الآية) (سورة الأحزاب: ۵۹)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالى: ”تقنع عبدة وأخرج إحدى عينيه اه“۔ وقال ابن عباس ومجاهد رضی اللہ تعالیٰ عنہم: تغطى الحرة إذا خرجت جبينها ورأسها خلاف حال الإماء وفيها دلالة على أن الأمة ليس عليها ستر وجهها وشعرها؛ لأن قوله تعالى: ﴿ونساء المؤمنين﴾ ظاهره أنه أراد الحرائر، وكذا روى فى التفسير، لئلا يكن مثل الإماء اللاتي هن غير مأمورات بستر الرأس والوجه، فجعل الستر فرقا يعرف به الحرائر من الإماء. وقد روى عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه كان يضرب الإماء، ويقول: اكشفن رؤوسكن ولا تشبهن بالحرائر“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۵۴۶/۳، قدیمی)

(وكذا فى روح المعانى: ۸۹/۲۲، داز إحياء التراث العربى بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر یہ کفار و فساق کا شعار نہیں تو گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۵ھ۔

کلپ کا استعمال

سوال [۹۴۳۶]: کلپ ایک زیور ہوتا ہے جس کو عورتیں سر کے بالوں میں لگاتی ہیں۔ ان کا استعمال

جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کلپ بالوں میں لگانا عورتوں کے لئے جائز ہے، بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہو اور کفار یا فساق کا شعار نہ ہو کہ

اصل جواز ہے، اور ممانعت وجوہ مذکورہ پر ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۹۲ھ۔

ابروؤں کے درمیان بالوں کا حکم

سوال [۹۴۳۷]: بال دونوں ابروؤں کے درمیان کے کٹانا یا منڈانا جائز ہے یا رکھنا؟

ریاض الحق کلیانوی۔

(۱) ”الأصل في الأشياء الإباحة“۔ (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة، اليقين لايزول بالشك، (رقم

القاعدة: ۴۴۰): ۱/۲۰۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”الأصل في الأشياء الإباحة عند بعض الحنفية، ومنهم الكرخي رحمه الله تعالى، وقال بعض

أصحاب الحديث: الأصل فيها الحظر، وقال بعض أصحابنا: الأصل فيها التوقف بمعنى أنه لا بد لها من

حكم، لكننا لم نقف عليه بالفعل، انتهى. وفي الهداية من فصل الحداد: أن الإباحة أصل، انتهى“.

(الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: اليقين لايزول بالشك، (رقم القاعدة: ۴۴۰): ۱/۲۰۹، إدارة

القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں ابرؤں کے درمیان بال منڈانا، یا کتر وانا بغرض حصول زینت جائز نہیں، کذا نقل فی نور

الضحیٰ، ص: ۴۴، عن غاية التوضیح (۱)۔ فقط۔

محمود گنگوہی، ۱۳/۳/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۶/ربیع الأول/۵۳ھ۔

رخسار اور حلق کے بالوں کا حکم اور ڈاڑھی کی مقدار

سوال [۹۴۳۸]: رخسار و حلق کے بال چنونا یا منڈانے جائز ہیں یا نہیں؟ بعض آدمی کہتے ہیں کہ یہ ڈاڑھی میں داخل نہیں، نیز ان کا یہ بھی قول ہے کہ ڈاڑھی مطلقاً نہ کٹانا چاہئے، کیونکہ ”اعفاء“ مطلق ہے۔ لہذا ایسی حدیث بیان فرمادیں جس سے مشت سے زائد کا کٹانا واجب یا مسنون ہونا ثابت ہو اور حدیث بھی قوی ہو جیسے اعفاء والی۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: مولوی میاں احمد، مدرس گوگیرہ ضلع منٹگمری۔

الجواب حامداً ومصلياً:

رخسار اور حلق کے بالوں کا چنونا اور منڈانا شرعاً درست ہے، نہ منڈانا بہتر ہے:

”ولا يحلق شعر حلقه، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى: لا بأس بذلك، ولا بأس

بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنثين، اه“۔ عالم گیری: ۳۵۸/۵ (۲)۔

(۱) لم أجد

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۵۸/۵، کتاب الکراہیة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء وقلم

الأظفار، وقص الشارب وحلق الرأس، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس: ۳۷۳/۶، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۰۷/۶، سعید)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح: ۲۰۹/۸، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحدیث:

(۴۴۲۰)، رشیدیہ)

حدیثِ اعفاء کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خود عمل امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار، ص: ۱۲۷، میں یہ نقل کیا ہے:

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه كان يقبض على لحيته، ثم يقص ما تحت القبضة“. قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، اهـ (۱)۔

اسی وجہ سے عالم گیری: ۳۵۱/۵ (۲)، طحطاوی، ص: ۲۸۷ (۳) بذل المجہود شرح ابی داؤد: ۷۹/۲ (۴) میں ڈاڑھی کی مسنون مقدار ایک قبضہ تحریر کی ہے، وبسط المسئلة فی رد المحتار: ۱۷۴/۲ فی مفسدات الصوم (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۳ھ۔

(۱) (کتاب الآثار، ص: ۱۹۸، باب حف الشعر من الوجه، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۹/۳، کتاب الحج، باب الجنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۸۶/۲، کتاب الصوم، باب ما یفسد وما لا یفسد، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی حاشیة الشلبی علی هامش تبیین الحقائق: ۱۸۶/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”والقص سنة فيها، وهو أن يقبض الرجل لحيته، فإن زاد منها على قبضته، قطعه، كذا ذكر محمد رحمه الله“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیة، الباب التاسع عشر: فی الختان والخصاء وقلم الأظفار وقص الشارب وحلق الرأس: ۳۵۸/۵، رشیدیہ)

(۳) ”تطويل اللحية إذا كانت بقدر المسنون، وهو القبضة“. (حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۸۱، فصل فیما یکره للصائم، قدیمی)

(۴) ”والسنة فيها القبضة“. (بذل المجہود: ۳۳/۱، کتاب الطہارۃ، باب السواک من الفطرة، إمدادیہ ملتان)

(۵) ”فإذا زاد على القبضة شيء، جزه، كما في المنية. وهو سنة كما في المبتغى، وفي المجتبى والينابيع وغيرها اهـ“. (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۰۷/۲، سعید)

(و کذا فی فتح القدير: ۳۴۷/۲، باب ما یفسد ولا یفسد، کتاب الصوم، مصطفى البابی الحلبي مصر)

بغل کے بال

سوال [۹۴۳۹]: اگر چالیس دن بغل کے بال نہ بنوائیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں کراہت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ٹانگوں کے بال کاٹنا

سوال [۹۴۴۰]: کیا مرد اور عورتیں اپنی ٹانگوں کے بال ٹخنوں تک منڈوا سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسا کرنا بہتر نہیں، مگر حرام بھی نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه، قال: وقت لنا في قص الشارب وتقليم الأظفار ونتف الإبط وحلق العانة أن لا نترك أكثر من أربعين ليلة“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمی)

”والمعنى أن لا نترك تركاً يجاوز أربعين، لا أنه وقت لهم الترك أربعين“۔ (مرقاة المفاتيح:

۲۱۲/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۲)، رشيدية)

(و كذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۸، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، قديمی)

(و كذا في بذل المجهود: ۱/۳۳، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، إمداديه ملتان)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۲/۵۵۶، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دار إحياء التراث

العربي، بيروت)

(و كذا في سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر: ۲/۵۵۶، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات،

دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الدر المختار: ۲/۴۰۷، فصل في البيع، كتاب الكراهية، سعيد)

(۲) ”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا أظلى بدأ بعورته، =

استرے سے بالوں کی صفائی

سوال [۹۴۴۱]: موئے زیناف آپ کس چیز سے صاف فرماتے تھے؟ سرین کے بالوں نیز ان وغیرہ کے بالوں کے متعلق آپ کا عمل شریف کیا تھا؟
الجواب حامداً ومصلياً:

استرے سے موئے زیناف صاف کرنے کا عام معمول تھا (۱)، بقیہ مواقع مسئلہ میں بالوں کا ہونا منقول نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کو استرے سے صفائی کرنا

سوال [۹۴۴۲]: عورت موئے زہار کے لئے استرہ استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟

محمد فاروق،

مقام اتر اوں، ضلع الہ آباد، ۲۸/شوال/۷۰ھ۔

= فطلاھا بالنورة، وسائر جسده أهله“ (سنن ابن ماجة، ص: ۲۶۶، أبواب الأدب، باب الإطلاء بالنورة، مير محمد كتب خانہ)

”اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا، رکھنا دونوں درست ہیں۔“ (بہشتی زیور، بالوں کے متعلق احکام، مسئلہ نمبر: ۱۵، ص: ۸۳۰، دارالاشاعت)

(۱) ”حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ سنت مرد اور عورت کے حق میں یہ ہے کہ استرہ وغیرہ سے بال صاف کرے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ مردوں کے حق میں استرہ بہتر ہے اور عورتوں کے حق میں اکھاڑنا۔“ (شمائل کبری، زیناف بال کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان، زیناف بال مونڈنا: ۱/۵۴۷، زمزم پبلشرز کراچی)

”نورہ“ بھی استعمال فرماتے تھے: ”أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان إذا طلی بدأ بعورته،

فطلاھا بالنورة“ (سنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب الإطلاء بالنورة، ص: ۲۶۶، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

کر سکتی ہے، مگر مناسب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۷ھ۔

موئے زیناف کس جگہ سے کاٹے جائیں

سوال [۹۴۴۳]: انسان حد بلوغ تک پہنچنے کے بعد ناف کے نیچے جو بال ہوتے ہیں ۴۰/ روز

کے بعد کاٹنا (منڈنا) پڑتا ہے، اگر یہ ضروری ہو تو کس جگہ سے لے کر کس جگہ تک کاٹنا ضروری ہے، کاٹنے سے

کافی ہوگا یا منڈنا پڑے گا؟ اور یہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا نفل؟ اگر کوئی نہ کاٹے تو اس کی عبادت

قبول ہوگی یا گنہگار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ناف کے نیچے دائیں بائیں جو بال ہوں نیز خصیتین پر جو بال ہوں اور پھر نیچے جو بال ہوں ان سب کو

صاف کر دینا چاہئے (۲)، خواہ ان کو منڈا جائے، یا کسی دوا سے اڑا دیا جائے، یا قینچے سے کتر دیا جائے (۳)،

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الفطرة خمس:

الختان، والاستحداد ونتف الإبط“. متفق عليه“. (مشکوٰۃ المصابيح: ۲/ ۳۸۰، کتاب اللباس،

باب الترجل، الفصل الأول، قديمی)

قال القارى رحمه الله تعالى: ”والاستحداد“: أى حلق العانة، وهو استفعال من الحديد، وهو

استعمال الحديد من نحو موسى فى حلق العانة ذى الشعر الذى حوالى ذكر الرجل وفرج المرأة، زاد

ابن شريح: وحلقة الدبر، فجعل العانة منبت الشعر مطلقاً، والمشهور الأول، فإن أزال شعره بغير

الحديد، لا يكون على وجه السنة اهـ“.

”ونتف الإبط“: أى نتف شعره قال فى شرح المشارق: المفهوم من حديث أبى هريرة

رضى الله تعالى عنه، أن حلق الإبط ليس بسنة، بل السنة نتفه؛ لأن شعره يغلظ بالحلق، ويكون أعون

للرائحة الكريهة. قال النووى: النتف أفضل لمن قوى عليه، لما حكى أن الشافعى رحمه الله تعالى كان

يحلق إبطه، فقال: علمت أن السنة نتفه، لكن أقوى على الوجه“. (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب =

منڈنا اعلیٰ بات ہے۔ یہ صفائی ہر ہفتہ جمعہ کے روز مناسب ہے، اس کا موقعہ نہیں تو پندرہ روز میں صفائی کر دی جائے۔ ۴۰/روز تک مؤخر نہ کریں، ورنہ کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوگا (۱)۔

عبادت جب اپنی شرائط و فرائض کے مطابق ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ یہ صفائی ہر ہفتہ سنت ہے، چالیس روز واجب ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۹۶ھ۔

= الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۰): ۸/۲۰۹، ۲۱۰، (رشیدیہ)

(و کذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۱۲۸/۱، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرة، قدیمی)

(و کذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۴۰۷/۶، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۵۵۶/۲، فصل المتفرقات، کتاب الکراہیۃ، دار إحياء

التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۷/۵، ۳۵۸، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع عشر، رشیدیہ)

(۳) ”وفی الإبط یجوز الحلق، والنتف أولی“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۸/۵، کتاب الکراہیۃ، الباب

التاسع عشر، رشیدیہ)

(و کذا فی ردالمحتار: ۴۰۶/۶، فصل فی البیع، کتاب الحظر والإباحۃ، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۵۵۶/۲، باب المتفرقات، کتاب الکراہیۃ، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) ”ویستحب حلق عانته وتنظیف بدنه بالاغتسال فی کل أسبوع مرة، والأفضل یوم الجمعة، وجاز

فی کل خمسة عشرة، وکره ترکه وراء الأربعین، مجتبی“۔ (الدرالمختار). قال العلامة الشامی رحمہ

الله تعالیٰ: ”ولا عذر فیما وراء الأربعین، ویستحق الوعيد..... اه“۔ (ردالمحتار: ۴۰۶/۶، ۴۰۷،

کتاب الحظر والإباحۃ، فصل البیع، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر مع سكب الأنهر: ۵۵۶/۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۸/۵، الباب التاسع عشر، رشیدیہ)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح: ۲۱۲/۸، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۲)، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح النووی علی مسلم: ۱۲۹/۱، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرة، قدیمی)

(و کذا فی جامع الرموز: ۳۲۸/۳، کتاب الکراہیۃ، المطبعة الکریمیۃ ببلدة قزان)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۲۴، اخر باب الجمعة، قدیمی)

(۲) قد مر فی الحاشیة المتقدمة أنفاً

موئے زیناف کو دفن کرنا

سوال [۹۴۴۴]: کیا زیناف کے بال بنانے کے بعد ان بالوں کو بھی دفن کرنا چاہئے، یا کسی محفوظ جگہ پر ڈالنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دفن کرنا بہتر ہے، کسی ایسی جگہ ڈالنا بھی درست ہے جہاں نجاست نہ ہو، غسل خانہ یا بیت الخلاء میں نہ ڈالے، طحطاوی، ص: ۲۲۷ (۱)، نہ ایسی جگہ ڈالے جہاں کسی کی نظر پڑے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی۔

موئے زیناف کاٹنے کی مدت

سوال [۹۴۴۵]: ایک شخص کو حاجت زیناف بال بنانے کی ہوئی اور اس نے یہ حاجت پوری کی، لیکن اس کی عقل میں یہ نہ آیا کہ یہاں تک کاٹے یعنی کل ادھر سے ادھر تک، نیچے سے اوپر تک، اب کاٹنے میں جان کر یعنی خود مجبور ہو کر نیچے سے کچھ بال دوچار چھوڑ دے یا انجان پن سے خود بخود چھوٹ گئے، بعد میں دیکھا

(۱) ”فإذا قلم أظفاره أو جزّ شعره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر والشعر المجزور. فإن رمى به فلا بأس، وإن ألقاه في الكنيف أو في المغتسل، يكره ذلك.“ (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲۰۲/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، دار المعرفة بيروت)

”وإذا حلق شعر بدنه أو قلم أظفيره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر أو الشعر، قال الله تعالى: ﴿ألم نجعل الأرض كفاتاً أحياءً وأمواتاً﴾، وإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو المغتسل، كره ذلك؛ لأنه يورث البرص.“ (غواص البحرين على هامش جامع الرموز: ۳۲۸/۳، كتاب الكراهية، المطبعة الكريمة ببلدة قزان)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيدية)

(و كذا في فتاوى قاضيخان على هامش العالمكيرية: ۳/۱۱۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۵۵۶/۲، باب المتفرقات، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في رد المحتار: ۴۰۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

ہو تو پھر کیا کر سکتا ہے جب کہ کاٹ چکا اور پاک و صاف ہو چکا۔ لہذا اب یہ بتانا چاہئے کہ آیا پھر کل بال کاٹے یا چھوڑ دے اور چالیس دن کے بعد کاٹے یا چالیسویں دن ضرور کاٹ لے یا نماز واقعی نہیں ہوتی۔

شفیق احمد محلہ شاہ ولایت سہارنپور۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

مستحب اور افضل یہ ہے کہ ان دو چار بالوں کو بھی صاف کر دے۔ افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ بال صاف کرے ورنہ پندرہ روز میں صفائی کرے، چالیس روز تک بال صاف نہ کرنا گناہ ہے، ایسے شخص کی نماز بھی مکروہ ہوتی ہے: ”يستحب أن يقلم أظفاره ويقص شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه في كل أسبوع مرة، ويوم الجمعة أفضل، ثم في خمسة عشر يوماً، والزائد على الأربعين اثم، اه“۔ طحطاوی، ص: ۳۰۴ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۴/ذیقعدہ/۵۴ھ۔

غسل میں گرے ہوئے بالوں کو کیا کیا جائے؟

سوال [۹۴۲۶]: بعض عورتوں میں یہ بات مشہور ہے کہ حالت حیض یا جنابت میں جو بال سر کے گر جائیں یا ٹوٹ جائیں اس کو جمع کیا جائے، پھر جب جنابت سے پاک ہونے کا غسل کرتی ہے، اس وقت ان بالوں کو اپنے انگوٹھے میں باندھ کر غسل کرتی ہے، پھر غسل کے بعد ان کو دفن دیتی ہے۔ کیا اس کی کوئی اصل ہے یا محض واہیات؟

محمد یونس افریقی۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

یہ بات بے اصل اور لغو ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۰ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۰ھ۔

(۱) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۲۴، اخر باب الجمعة، قدیمی

موئے زیرِ ناف دوسرے سے صاف کرانا

سوال [۹۴۴۷]: ایک شخص معمر بیمار ہو جاتا ہے، عرصہ ۶، ۷/۸ ماہ بیمار رہتا ہے، پورا صاحبِ فراش ہے کہ حرکت کی بھی طاقت نہیں، اس کی اہلیہ کو بھی ضعف بصر ہے۔ کیا اس کا بیٹا زیرِ ناف بال استرے سے صاف کر سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بدرجہ مجبوری جائز ہے (۱)، مس کرنے اور دیکھنے سے حتی الوسع احتیاط کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳/۲/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔
صحیح: عبداللطیف۔

ناہینا موئے زیرِ ناف کس طرح صاف کرے؟

سوال [۹۴۴۸]: ناہینا شخص موئے زیرِ ناف کس طرح صاف کرے گا؟ صابن کے ذریعہ صاف کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صابن کے ذریعہ صفائی کر لینا بھی درست ہے:

”قال في الهندية: ويتدئ من تحت السرة. ولو عالج بالنورة، يجوز، كذا في الفتاوى“.

(۱) ”إن الضرورات تبيح المحظورات“ (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة الضرر يزال: ۱/۲۵۱، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”حلق عانته بيده، وحلق الحجام جائز إن غض بصره، كذا في التتارخانية“ (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيدية)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۲۰۳/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، دار المعرفة بيروت)

ردالمحتار: ۵/۲۶۱(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۳۰۱ھ۔

کٹے ہوئے موئے انسانی کی کھاد اور اس کی تجارت

سوال [۹۴۴۹]: موئے انسانی جو نائی کاٹ کر پھینک دیتا ہے، بطور کھاد کے کھیتوں میں استعمال

کرنا اور اس کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۶ھ۔



(۱) (ردالمحتار، فصل فی البیع من کتاب الحظر والإباحة: ۲/۲۰۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء: ۵/۳۵۸، رشیدیہ)

(۲) اعضاء انسان محترم ہیں، ان کا استعمال اور بیع و شراعتاً ناجائز ہے:

”حرم استعمالہ، حتی لو طحن عظمہ فی دقیق، لم یؤکل فی الأصح احتراماً“۔ (الدرالمختار)۔

قال العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وإن حرم استعمالہ: أى استعمال جلده، أو استعمال الأدمی بمعنی

أجزائه..... (قوله: احتراماً): أى لانجاسة“۔ (ردالمحتار: ۱/۲۰۴، کتاب الطہارة، باب المیاء، مطلب

فی أحكام الدباغة، سعید)

”والانتفاع به لغير ضرورة حرام علی الصحيح، شرح الوهبانية“۔ (الدرالمختار: ۳/۲۱۱،

کتاب النکاح، باب الرضاع، سعید)

”وبطل بیع..... شعر الإنسان لكرامة الأدمی ولو کافراً، ذکرہ المصنف“۔ (الدرالمختار)۔

قال العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ قوله: ”(ذکرہ المصنف) حیث قال: والأدمی مکرم شرعاً وإن کان

کافراً، فإیراد العقد علیہ وابتدالہ به وإلحاقہ بالجمادات إذلالٌ له، اھ: أى وهو غیر جائز“۔ (ردالمحتار،

کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب: الأولی مکرم شرعاً ولو کافراً: ۵/۵۸، سعید)

الفصل الثالث فی تعلیم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

ناخن اور بالوں کو جلانے کا حکم

سوال [۹۴۵۰]: انسان کے ناخن اور بال وغیرہ کو جلانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو شہری عورتوں کے جو بال کنگھی سے نکلتے ہیں ان کو مکانات پختہ ہونے کی وجہ سے دفن نہیں کر سکتیں۔ ان کے لئے کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جلانا جائز نہیں، ایسی عورتیں کسی کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کر کہیں ڈال دیں:

”وفى الخانية: ينبغى أن يدفن قلامة ظفره ومحلوق شعره، وإن رماه فلا بأس، وكره إلقائه فى كنيف أو مغتسل؛ لأن ذلك يورث داءً. وروى أن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بدفن الشعر والظفر، وقال: ”لا تغلب به سحرة بنى آدم، اه“. ولأنهما من أجزاء الأدمى فتحترم، اه“.

طحطاوى، ص: ۲۸۷ (۱)۔

(۱) حاشية طحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، قبيل باب أحكام العيدين، ص: ۵۲۷، قديمى)

(و كذا فى فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى الختان: ۳/۴۱۱، رشيديه)

(و كذا فى غواص البحرين على هامش جامع الرموز، كتاب الكراهية: ۳/۳۲۸، المطبعة الكريمة ببلدة قزان)

ليكن بالوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور



= (و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر: ۳۵۸/۵، رشيدية)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲۰۲/۴، دارالمعرفة بيروت)

”فإذا قلم أظفاره أو جزّ شعره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر والشعر المجزور. فإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو في المغتسل، يكره ذلك.“ (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار: ۲۰۲/۴، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، دارالمعرفة بيروت)

”وإذا حلق شعر بدنه أو قلم أظفيره، ينبغي أن يدفن ذلك الظفر أو الشعر، قال الله تعالى: ﴿ألم نجعل الأرض كفاتاً أحياء وأمواتاً﴾. وإن رمى به، فلا بأس. وإن ألقاه في الكنيف أو المغتسل، كره ذلك؛ لأنه يورث البرص.“ (غواص البحرين على هامش جامع الرموز: ۳۲۸/۳، كتاب الكراهية، المطبعة الكريمة ببلدة قران)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۸/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر، رشيدية)

(و كذا في فتاوى قاضيخان على هامش العالمكيرية: ۴۱۱/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۵۵۶/۲، باب المتفرقات، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في ردالمحتار: ۴۰۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

الفصل الرابع في الخضاب

(مہندی اور خضاب کا بیان)

داڑھی یا سر پر خضاب لگانے کا حکم

سوال [۹۴۵۱]: داڑھی یا سر کے بالوں پر مہندی یا دیگر قسم کا خضاب کرنا کیسا ہے، خلفائے راشدین میں سے کسی نے کیا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مہندی کا خضاب سر پر، ڈاڑھی پر مرض کی وجہ سے درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کو مہندی کا خضاب لگانے کا مشورہ دیا تھا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

(۱) ”عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما: قال أتى بأبي قحافة يوم فتح مكة، ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”غَيِّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ، واجتنبوا السواد“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب اللباس والزينة، استحباب خضاب الشيب بصفرة وحمرة وتحريمه بالسواد: ۱۹۹/۲، قديمي)
حضرت ابوبکر و عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مہندی لگانا ثابت ہے:

”عن أنس رضى الله تعالى عنه أنه سئل عن خضاب النبي صلى الله عليه وسلم، فذكر أنه لم يخضب، ولكن قد خضب أبو بكر وعمر رضى الله تعالى عنهما“۔ (سنن أبي داؤد: ۵۷۸/۲، كتاب الترجل، باب في الخضاب، دار الحديث ملتان)

”الخضاب أفضل؛ لأن جماعة من الصحابة رضى الله تعالى عنهم خضبوا، كان أبو بكر رضى الله تعالى عنه يخضب بالحناء، وبعضهم كان يخضب بالزعفران، روى ذلك عن علي رضى الله تعالى عنه. وبعضهم بالسواد، روى عن عثمان والحسن والحسين وعقبة بن عامر وابن سيرين رضى الله تعالى عنهم. ومذهبنا أن الصبغ بالحناء والوسمة حسن، كما في الخانية. قال النووى رحمه الله تعالى: ومذهبنا =

خضاب کا حکم

سوال [۹۲۵۲]: خضاب لگانا کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو بعض اکابرین امت ایسا عمل کیوں کرتے ہیں جس سے عوام دلیل پکڑتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سرخ مہندی کا خضاب بلا کراہت درست ہے (۱)، سیاہ خضاب جس سے بالوں کی سیاہی اصلی سیاہی

= استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة وتحريم خضابه بالسواد على الأصح؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "غَيروا هذا الشيب، واجتنبوا السواد". (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۳۶۳/۴، بيروت)

(۱) قال الشامي رحمه الله تعالى: "أما بالحمرة، فهو سنة الرجال وسيما المسلمين، اهـ". (ردالمحتار: ۷۵۶/۶، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

"مثله كما ورد في الحديث: عن جابر رضى الله تعالى عنه، قال: أتى بأبي قحافة يوم فتح مكة، ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "غَيروا هذا بشي، واجتنبوا السواد". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

"قال النووي: في الخضاب أقوال، وأصحها أن خضاب الشيب للرجال والمرأة يستحب، وبالسواد حرام، وقد سبق عن الإمام محمد رحمه الله تعالى أنه قال في موطنه: لا نرى بالخضاب بالوسمة والحناء والصفرة بأساً، وإن تركه أبيض فلا بأس به، كل ذلك حسن. وفي الشريعة: الخضاب سنة ثبت قولاً وفعلاً". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۲۲۴: ۲۱۳/۸، ۲۱۴، رشيديه)

(و كذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة وحمرة وتحريمه بالسواد: ۱۹۹/۲، قديمي)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۹/۵، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، رشيديه)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴۱۲/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيديه)

معلوم ہو، مکروہ تحریمی ہے، البتہ مجاہد کو بحالت جہاد ارباب اعداء کے لئے درست ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیوی کے سامنے تزئین کیلئے بھی گنجائش ہے، ممکن ہے کہ سیاہ خضاب کرنے والے حضرات اس قول کی آڑ لیتے ہوں، یا اور کوئی وجہ ہو، وہ خود ہی اپنے فعل کی وجہ بیان کر سکتے ہیں:

”قال فی الذخیرة: أما الخضاب بالسواد للغزو لیکون أهیب فی عین العدو، فهو محمود بالاتفاق، وإن لیزین نفسه للنساء فمکروه، وعلیه عامة المشائخ. وبعضهم جوزہ بلا کراهة. روى عن أبی یوسف رحمه الله تعالى أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي، يعجبها أن أتزين لها، اه“. شامی: ۵/۲۷۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی۔

مہندی یا خضاب لگانا

سوال [۹۴۵۳]: مرد کو داڑھی میں مہندی یا خضاب یا تلوؤں (۲) میں گرمی دور کرنے کے مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

مرد کو داڑھی میں خضاب لگانا، مہندی لگانا شرعاً درست ہے (۳)، ہاتھ پیر میں مہندی لگانا درست نہیں،

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۲۲۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۵/۳۵۹، الباب العشرون فی الزینة، رشیدیہ)

(۲) ”تلوے: ایڑی اور پنچے کے نیچے کا حصہ، پاؤں کے نیچے کا حصہ، کف پا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۷۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال: دخلت علی أم سلمة رضی الله تعالیٰ عنہا، فأخرجت إلینا شعراً من شعر النبی صلی الله علیہ وسلم مخضوباً“۔ (صحيح البخاری: ۲/۸۷۵، کتاب اللباس، باب ما یدکر فی الشیب، قدیمی)

قال الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: ”يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته“۔ (الدر المختار).

قال العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ: ”(قوله: خضاب شعره ولحيته) لا یدیه ورجلیه، فإنه مکروه للتشبه بالنساء“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۲۲۲، فصل فی البیع، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۵/۳۵۹، کتاب الکراهیة، الباب العشرون فی الزینة..... رشیدیہ) =

گرمی دور کرنے کے لئے طبیب سے پوچھ کر کوئی اور چیز لگالے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔



= (و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۴۱۲، کتاب الحظر والإباحة،

فصل فی الختان، رشیدیہ)

(۱) بوجہ مجبوری مرد کے لئے ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگانے کی گنجائش ہے: ”ولا ینبغی أن یخضب یدی الصبی

الذکر ورجله إلا عند الحاجة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵/۳۵۹، کتاب الکراہیة، الباب العشرون فی

الزینة، رشیدیہ)

”وأما خضب الیدین والرجلین، فیستحب فی حق النساء، ویحرم فی حق الرجال إلا

للتداوی“۔ (مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثانی: ۸/۲۳۳، رقم الحدیث:

۴۴۵۲، رشیدیہ)

الفصل الخامس في الختان

(ختنہ کا بیان)

ختنہ کی ابتدا، کون سے انبیائے کرام مختون پیدا ہوئے؟

سوال [۹۴۵۲]: ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے، یا اس سے پہلے سے چلا آرہا ہے، اگر پہلے سے ہے تو کس پیغمبر سے یہ سنت جاری ہوئی؟ اور حضرت آدم علیہ السلام مختون تھے یا نہیں، اسی طرح پر تمام انبیاء علیہم السلام؟ اور اگر تمام انبیاء علیہم السلام تھے تو وہ یہ قدرت سے مختون ہی متولد ہوتے تھے یا بعد میں ختنہ کئے گئے؟ اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے تو اگلے انبیاء علیہم السلام کی ذوات کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ کس نے کیا؟ وہ کس نام اور کس قوم کا تھا، اور ان کے زمانہ میں کون قوم یہ کام کرتی تھی؟ اور غسلِ جنابت کی ابتداء کن سے ہوئی؟

ہر سوال کا مفصل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جاوے، اگرچہ بعض سوال تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں، مگر من وجہ شرعی ہونے کی حیثیت سے منصب سے چنداں نازیبا نہیں، بالخصوص جبکہ بعض چیزوں کی ابتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بیان کی ہو، مبرہن بیان فرمایا جائے۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

”وقال القرطبي: وفي المؤطأ وغيره: عن يحيى بن سعيد أنه سمع سعيد بن المسيب رحمه الله تعالى يقول: إبراهيم عليه السلام أول من اختتن، الخ“. تفسير ابن كثير: ۱/۱۶۶ (۱)۔

(۱) (تفسير ابن كثير: ۱/۲۲۹، (سورة البقرة: ۱۲۳)، مكتبة دار السلام رياض)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۲/۶۸، دارالكتب العلمية بيروت)

”أول من ختن إبراهيم عليه السلام، ولم يختن أحد قبله“. (تفسير الخازن ۱/۸۶، حافظ كتب خانہ کوئٹہ)

”إن إبراهيم عليه السلام أول من اختتن وهو ابن عشرين ومائة، واختتن بالقدوم، اه“.
فتح البارى: ۱۱/۷۴(۱)۔

”وقد ثبت لإبراهيم عليهم السلام أوليات أخرى كثيرة: منها أنه أول من ضاف الضيف، وقص الشارب، واختتن، ورؤى الشبب وغير ذلك بأدلة فى كتابى: إقامة الدلائل على معرفة الأوائل، اه“۔ فتح البارى: ۱/۲۷۶(۲)۔

”إن إبراهيم عليهم السلام أمر أن يختتن وهو حينئذ ابن ثمانين سنة، فعجل واختتن بالقدوم فاشتد عليه الوجع، فدعا ربه، فأوحى الله إليه أنك عجلت قبل أن نامرك بالته. قال: يارب! كرهت أن أؤخر أمرك. قال الماوردى: القدوم جاء مخففاً ومشدداً، وهو الفأس الذى اختتن به. وذهب غيره إلى أن المراد به مكان يسمى القدوم. وقال أبو عبيد الهروى فى الغريبين: يقال: هو كان مقيله، وقيل: اسم قرية بالشام. وقال أبو شامة: هو موضع بالقرب من القرية التى فيها قبره. وقيل: بقرب حلب. وجزم غير واحد أن الألة بالتخفيف. وصرح ابن السكيت بأنه لا يشدد. وأثبت بعضهم الوجهين فى كل منهما، اه“۔ فتح البارى: ۱۰/۲۸۸(۳)۔

”وفى الوشاح لابن دريد: قال ابن الكلبي: بلغنا عن كعب الأحبار رضى الله تعالى عنه أنه قال: نجد فى بعض كتبنا أن آدم عليه السلام خلق واثنى عشر نبياً من بعده من ولده خلقوا مختتنين آخرهم محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، وشيث، وإدريس، ونوح، وسام، ولوط، ويوسف، وموسى، وسليمان، وشعيب، ويحيى، وهود، وصالح صلى الله تعالى عليهم أجمعين، اه“۔ خصائص كبرى: ۱/۵۳(۴)۔

(۱) (فتح البارى: ۱۱/۱۰۴. كتاب الاستيزان، باب الختان بعد الكبر، قديمى)

(۲) (فتح البارى، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿واتخذ الله إبراهيم خليلاً﴾: ۶/۴۷، دارالسلام)

(۳) (فتح البارى: ۱۰/۴۲۰، كتاب اللباس باب قص الشارب، قديمى)

(۴) (الخصائص الكبرى: ۱/۱۳۳، باب الآية فى ولادته صلى الله تعالى عليه وسلم مختوناً مقطوع

السرة، دارالكتب الحديثة)

”عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إني وُلدت مختوناً ولم ير أحد سوائى، اه“. دلائل النبوة لأبى نعيم: ۱/ ۴۶ (۱)۔

”للعلماء أقوال فى ختانه صلى الله عليه وسلم: أحدها: أنه ولد مختوناً مسروراً. الثانى: أن الملائكة ختنوه، فنقل أبو نعيم الأصبهاني بسنده عن أبى بكره أن جبرئيل ختن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حين طهر قلبه“. دلائل النبوة: ۱/ ۴۶ (۲)۔

”ختنه فى اليوم الذى شق فيه صدره المبارك، وملئ علماً وحكمةً، وذلك خلف خيمة حليلة رضى الله تعالى عنها، وكان ختانه فى اليوم الثالث أن جده عبدالمطلب ختنه فى اليوم السابع، وسماه وأضاف، اه“. سفر السعادة، ص: ۱۱۰ (۳)۔

”عن جابر رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ختن حسناً وحسيناً لسبعة أيام. قال الوليد: فسألت مالكا عنه، فقال: لا أدرى ولكن الختان طهرة، فكلما قدمها كان أحب إلى. وأخرج البيهقي حديث جابر رضى الله تعالى عنه، وأخرج أيضاً من طريق موسى بن على عن أبىه أن إبراهيم عليه السلام ختن إسحق وهو ابن سبعة أيام، اه“. فتح البارى: ۱۰/ ۲۸۹ (۴)۔

عبارتِ بالا سے امورِ ذیل ثابت ہوئے: ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہم

(۱) (دلائل النبوة لأبى نعيم ۱/ ۱۹۲، ۱۹۳ المكتبة العربية حلب)

(۲) (دلائل النبوة لأبى نعيم، المصدر السابق)

”قال الحاكم: تواترت الأحاديث أنه عليه السلام ولد مختوناً“. (هامش دلائل النبوة،

المصدر السابق)

(و كذا فى الخصائص الكبرى: ۱/ ۱۳۲، دارالكتب الحديثة)

(۳) (سفر السعادة لمجد الدين الفيروز آبادى على هامش كشف الغمة عن جميع الأمة، باب فى

عموم أحواله صلى الله تعالى عليه وسلم ومعاشه، فصل فى الفطرة وتوابعها: ۲/ ۲۳۶، المطبعة

المنيرية بالأزهر)

(۴) (فتح البارى: ۱۰/ ۴۲۰، ۴۲۱، كتاب اللباس باب قص الشارب، قديمى)

السلام نے اس کو کیا اور خود اپنے ہاتھ سے کیا، کسی خاص قوم کا پیشہ نہیں تھا۔ حضرت آدم علیہم السلام مختون پیدا ہوئے اور بارہ انبیاء علیہم السلام مختون پیدا ہوئے (۱)۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ آپ بھی مختون پیدا ہوئے (۲)۔

غسل جنابت کا حکم اس امت کے لئے تو ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْهَرُوا﴾ الآية سے ثابت ہے، اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی، اس کا ذکر کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے؟

سوال [۹۴۵۵]: انبیاء میں سے چند پیغمبروں کا مولود مختون ہونا شامی کے پانچویں جز میں صفحہ نمبر:

۴۶۷ پر ہے (۳)، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختون مولود ہوئے یا نہیں؟

(۱) قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وذكر زين العرب أن أربعة عشر نبياً ولدوا مختونين: آدم، وشيث، ونوح، وصالح، وشعيب، ويوسف، وموسى، وزكريا، وسليمان، وعيسى، وحنظلة بن صفوان وهو نبى أصحاب الرس، ونبينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى سائر الأنبياء والمرسلين. وذكر صاحب الشريعة: أنه قد ولد الأنبياء كلهم مختونين مسرورين: أى مقطوعى السرة كرامة لهم، لئلا ينظر أحد إلى عوراتهم، إلا إبراهيم عليه الصلاة والسلام، فإنه قد ختن نفسه ليستن بسننه بعدها“. (مرقاة المفاتيح: ۲۰۸/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، رشيدية)

(و كذا فى الدر المختار: ۶/۲۵۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(۲) ”وقد اختلف في ختانه صلى الله عليه وسلم على ثلاثة أقوال: أحدها: أنه ولد مختوناً مسروراً، وزوي في ذلك حديث لا يصح، ذكره أبو الفرج ابن الجوزي في الموضوعات، وليس فيه حديث ثابت، وليس هذا من خواصه فإن كثيراً من الناس يولد مختوناً، والناس يقولون لمن ولد كذلك: ختنه القمر، وهذا من خرافاتهم، القول الثانى: أنه ختن صلى الله عليه وسلم يوم شق قلبه الملائكة عند ظنره حليلة، (لكن قال الذهبي: إن هذا منكر، كذا فى شرح الإحياء) والقول الثالث: أن جدّه عبدالمطلب ختنه يوم سابعه، وصنع له مأدبة وسمّاه محمداً، قال أبو عمر بن عبد البر فى هذا الباب حديث مسند غريب“. (فتح الملهم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۴۱۸، شركت علميه)

(۳) (الدر المختار: ۶/۲۵۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

”قد اختلف الرواة والحفاظ في ولادة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم مختوناً ولم يصح فيه شيء. وأطال الذهبي في رد قول الحاكم أنه تواترت به الرواية، وقد ثبت عندهم ضعف الحديث. وقال بعض المحققين من الحفاظ: الأ شبه بالصواب أنه لم يولد مختوناً“. ردالمحتار، جلد خامس، مسائل شتى (۱)۔

خصائص کبریٰ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا ختنہ کیا تھا (۲)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ختنہ کا وقت اور حکم

سوال [۹۴۵۶]: قرآن مجید میں کس جگہ لکھا ہے کہ مسلمان ختنہ کرادیں، ختنہ کرانے کے متعلق کونسی حدیث ہے؟ کیا ختنہ کرانا سنت ہے یا فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ یا مستحب؟ لڑکے کی ختنہ کتنی عمر تک کرانا چاہئے، اگر دس سال تک ختنہ نہ ہو اس کی نماز درست ہے یا نہیں، جس شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو کیا وہ مسلمان نہیں؟ جس بالغ شخص کا ختنہ نہ ہوا، ہو اس کے ہاتھ کا کھانا، پانی مکروہ ہے یا حرام ہے، اور کیا وہ امامت نہیں کرا سکتا؟

(۱) (ردالمحتار: ۷۵۲/۶، کتاب الخنثی، مسائل شتى، سعید)

(۲) تلاش کرنے سے یہ حوالہ الخصائص الکبریٰ میں نہیں ملا، البتہ عبارت ذیل موجود ہے:

”وأخرج الطبرانی في (الأوسط) أن جبرئيل عليه السلام ختن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حين طهر قلبه“. (الخصائص الكبرى: ۹۱/۱، باب الآیة فی ولادته صلى الله عليه وسلم مختوناً مقطوع السرة، رشیدیہ)

”والقول الثالث: أن جدّه عبدالمطلب ختنه يوم سابعه، وصنع له مأدبة وسمّاه محمداً، قال أبو عمر بن عبد البر: في هذا الباب حديث مسند غريب“. (فتح الملهم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۴۱۸/۱، شرکت علمیه)

الجواب حامداً ومصلياً:

ختنہ سنت ہے اور شعائر میں سے ہے (۱)۔ بلوغ سے پہلے پہلے جب بچہ میں تخیل کی طاقت ہو ختنہ کرادیا جائے، حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے وقت کے متعلق کوئی روایت منقول نہیں، بعض فقہاء نے سات سال بعض نے نو سال کا وقت تجویز کیا ہے، کذا فی مجمع الأنهر وطحطاوی (۲)۔ بغیر ختنہ کے

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الفطرة خمس، الختان والاستحداد اه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح: ۲/۳۸۰، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمی)

”من السنة الختان، وبه قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى“۔ (مرقاة المفاتيح: ۲۰۸/۸، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۰)، رشیدیہ)

قال الحصكفي رحمه الله تعالى: ”والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام“۔ (الدرالمختار: ۶/۷۵۱، کتاب الخنثی، مسائل شتی، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۲/۷۴۴، کتاب الخنثی، مسائل شتی، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”الختان قيل: إنه سنة، وهو الصحيح، كذا في الغرائب“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۷، کتاب الكراهية، الباب التاسع في الختان اه، رشیدیہ)

(۲) ”ووقت الختان غير معلوم عند الإمام، فإنه قال: لا علم لي بوقته. ولم يرو عنهما فيه شيء، وقيل: سبع سنين، وقيل: لا تختن حتى يبلغ، وقيل: أقصاه اثني عشرة سنة، وقيل: تسع سنين، وقيل: وقته عشر سنين؛ لأنه يؤمر بالصلوة إذا بلغ عشرًا اعتباراً وتخلقاً، فيحتاج إلى الختان؛ لأنه شرع للطهارة. وقيل: إن كان قوياً يطيق ألم الختان، ختن، وإلا فلا، وهو أشبه بالفقه“۔ (مجمع الأنهر، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۲/۷۴۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”(قوله: سبع سنين)؛ لأنه يؤمر بالصلوة إذا بلغها، فيؤمر بالختان حتى يكون أبلغ في التنظيف، قاله في الكافي. زاد في خزانة الأكمل: وإن كان أصغر منه فحسن، وإن كان فوق ذلك قليلاً، فلا بأس به. وقيل: لا يختن حتى بلغ؛ لأنه للطهارة، ولا تجب عليه قبله. (قوله: وقيل: عشر)؛ لزيادة أمره بالصلوة إذا بلغها“۔ (حاشية الطحطاوی على الدرالمختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۳/۳۶۱، دار المعرفة بيروت)

اکثر طہارت ناقص رہتی ہے، اس لئے ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہئے، اس کے ہاتھ کا کھانا، پانی حرام نہیں، البتہ وہ ترکِ ختنہ کی وجہ سے گنہگار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/رمضان/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/رمضان/۶۷ھ۔

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا اور دعوت کرنا

سوال [۹۴۵۷]: کیا ختنہ میں لوگوں کو شریک کرنا اور دعوت کرنا درست ہے، اگر ختنہ اور عقیقہ ایک

ساتھ کرے اور دعوت دے کر گوشت کھلائے تو کوئی حرج تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

ختنہ کے وقت لوگوں کو جمع کرنا تو غلط ہے (۱)، لیکن ختنہ سے فراغت کے بعد اگر بطور شکر یہ ادائے

سنتِ دعوت کر دے، خواہ عقیقہ کے ساتھ یا بغیر عقیقہ کے درست ہے (۲)، ضروری تصور کرنا غلط ہے (۳)۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۷۵۱، کتاب الخنثی، مسائل شتی، سعید)

(و کذا فی خلاصة الفتاوى: ۳/۳۴۱، کتاب الکراهیة، نوع فی السلام، امجد اکیڈمی، لاہور)

(۱) "حدثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا محمد بن سلمة الحراني عن ابن إسحاق -يعني محمداً- عن

عبيد الله أو عبد الله بن طلحة بن كريب عن الحسن قال: دعى عثمان ابن أبي العاص رضى الله تعالى عنه إلى

ختان، فأبى أن يجيب، فقليل له، فقال: إنا كنا لا نأتى الختان على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

ولا ندعى له". (مسند الإمام أحمد، (رقم الحديث: ۱۷۴۵): ۵/۲۵۲، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

(۲) "فأما الدعوة فى حق فاعلها، فليست لها فضيلة تختص بها، لعدم ورود الشرع بها، ولكن هى

بمنزلة الدعوة لغير سبب حادث، فإذا قصد فاعلها شكر نعمة الله عليه وإطعام إخوانه وبذل طعامه، فله

أجر ذلك إنشاء الله تعالى". (المغنى لابن قدامة، كتاب الوليمة، حكم الدعوة إلى الختان والإجابة

إليها: ۱۱۸/۸، دار الفكر بيروت)

(۳) غیر ثابت کام، یا ثابت مستحب پر اصرار اور التزام کرنا اور اس کو واجب یا سنت کا درجہ دینا مذموم ہے:

ختنہ کے موقع پر اناج لوٹا بھر کر دیا جائے وہ کس کا حق ہے؟

سوال [۹۴۵۸]: ختنہ کے وقت کچھ اناج لوٹے میں بھر کر مسجد میں لاتے ہیں، وہ کس کا حق ہے؟ اور بھی اس قسم کی چیزیں آتی ہیں ان کو کیا کرنا چاہئے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامدًا ومصلياً:

ختنہ وغیرہ کے وقت اگر رسم کے طور پر لازم سمجھ کر مسجد میں کچھ دیا جائے تو نہ لیا جائے، اگر خوشی کے طور پر امام یا مؤذن کو کچھ دیا جائے تو مضائقہ نہیں (۱)، جس کو دیا جائے اسی کا حق ہے۔ اگر مسجد کے لئے کوئی چیز دی جائے تو وہ مسجد کا ہی حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۹۰ھ۔

بالغ کا ختنہ

سوال [۹۴۵۹]: زید نابالغ ہی تھا کہ اس کا باپ مر گیا، بوجہ سرپرست نہ ہونے کے ختنہ نہ ہو سکا، اب زید کی عمر ۲۵ سال کی ہے، چھڑا سخت ہو گیا ہے، مگر زید کہتا ہے کہ اب میں مثل مختون کے ہوں۔ ایسی صورت میں ختنہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

= "أن الإصرار على مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لأصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة، وهذا هو غرض من أفتى بالكراهة". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

"(قوله: وتركها أولى) لأنه إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة مع أنه كان يمكنه التسوية قبل الشروع في الصلوة، بحر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، كان ترك السنة أولى: ۶۳۲/۱، سعيد)

(۱) خوشی کے موقع پر ہد یہ تحفہ دینا محبت و مودت کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے، مگر آج کل خوشی کے مواقع پر اس طرح کے ہدایا وغیرہ رسماً اور جبراً دیئے جاتے ہیں، کیونکہ ایسے مواقع پر ہد یہ وغیرہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے، اس لئے فی زمانہ ایسے مواقع پر ہد یہ وغیرہ نہ دینا احوط ہے۔ ہاں! جہاں کہیں یہ صورتیں نہ ہوں وہاں درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ختنہ سنتِ مؤکدہ ہے اور شعائرِ اسلام میں سے ہے (۱)، بلا عذرِ شدید بالغ سے بھی ساقط نہیں ہوتا، البتہ چونکہ زید مثل مختون کے ہے، نیز چمڑا سخت ہو گیا ہے، اس لئے بضرورت ساقط ہو سکتا ہے:

”والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام“. الدرالمختار
 علی هامش رد المحتار: ۲۵۶/۵۔ ”صبي حشفته ظاهرة بحيث لو راه إنسان ظنه مختوناً، ولا تقطع جلده ذكره إلا بتشديد ألمه، ترك على حاله كشيخ أسلم. وقال أهل النظر: لا يطيق الختان، ترك أيضاً“. الدرالمختار علی هامش رد المحتار (۲)۔

اس سے امامت میں کوئی فرق نہیں آئے گا، فقہاء نے اس کو بابِ کراہتِ امامت میں شمار نہیں کیا ہے، فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۸ھ۔

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الفطرة خمس، الختان والاستحداد“. الحديث. (مشكوة المصابيح: ۳۸۰/۲، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، قديمي)

”من السنة الختان، وبه قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى“. (مرقاة المفاتيح: ۲۰۸/۸، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۴۲۰)، رشيديه)

قال الحصكفي رحمه الله تعالى: ”والأصل أن الختان سنة كما جاء في الخبر، وهو من شعائر الإسلام“. (الدرالمختار: ۷۱/۶، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۷۴۳/۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، دار إحياء التراث العربي بيروت)

”الختان قيل: إنه سنة، وهو الصحيح، كذا في الغرائب“. (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۷/۵،

كتاب الكراهية، الباب التاسع في الختان اه، رشيديه)

(۲) (الدرالمختار علی رد المحتار: ۷۱/۶، مسائل شتى، سعيد)

”وفي صلاة النوازل: الصبي إذا لم يختن ولا يمكن أن يمدّ جلده لتقطع إلا بتشديد، وحشفته ظاهرة، فإذا رآه إنسان يراه كأنه ختن، ينظر إليه الثقات وأهل البصر من الحجامين، فإن قالوا: هو على =

ختنہ کی کھال کا استعمال و فروخت

سوال [۹۴۶۰]: ایک عجیب و غریب بینک قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے جس کو ”ختنہ بینک“ کہا جائے گا۔ دنیا بھر میں روزانہ لاکھوں بچے کے ختنے کاٹے جاتے ہیں، اور اعلیٰ قسم کی کھال کاٹ کر ضائع کر دی جاتی ہے، آئندہ اس نفیس کھال کو بھی بینک میں جمع کر کے پلاسٹک سرجری یا کھال پیوند لگانے کے کام میں لگایا جائے گا۔ اب علمائے کرام کو ایک نیا فتویٰ دینا ہوگا کہ ختنے کی کھال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ مسلمان بچہ کی ختنہ کی کھال کافر کے جسم پر اور کافر بچہ کی ختنہ کی کھال مسلمان کے جسم پر لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

کافی عرصہ ہو پاکستان میں ایک سرجن نے ایک بچہ کا ختنہ کر کے اس کھال کا پیوند اس کے چہرے پر لگا دیا تھا، ڈاکٹر کی اس حرکت پر یا جرأت پر اس وقت وہاں کے علمائے کرام نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

انسان اشرف المخلوقات ہے اور مجموعہ اجزاء قابل احترام ہے، ختنہ کی کھال بھی اس کا جز ہے، اس کی خرید و فروخت جائز نہیں:

”والادمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً، فإیراد العقد علیہ وابتدالہ بہ وإلحاقہ بالجمادات إذلالٌ له: أي وهو غیر جائز، وبعضہ فی حکمہ. وصرح فی فتح القدير

= خلاف ما يمكن الاختتان، فإنه لا يشدد عليه ويترك، كذا في الذخيرة. الشيخ الضعيف إذا أسلم ولا يطيق الختان إن قال أهل البصر: لا يطيق، يترك؛ لأن ترك الواجب بالعدر جائز فترك السنة أولى، كذا في الخلاصة“. (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۷/۵، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۷۴۴/۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۴۰۹/۳، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الختان، رشيدية)

(و كذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۳/۶، التاسع في المتفرقات، كتاب الكراهية، رشيدية)

بيطلانه، اه“. ردالمحتار (١)۔

”كل إهاب دبغ فلا آدمى فلا يدبغ لكرامته، ولو دبغ طهر وإن حرم

استعماله: أى استعمال جلده“. درمختار وشامى مختصراً (٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم ديوبند، ٥/٦/١٤٠١ھ۔



(١) (ردالمحتار: ٥٨/٥، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمى مكرم شرعاً ولو كافراً، سعيد)

(٢) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ٢٠٢/١، كتاب الطهارة، مطلب فى أحكام الدباغة، سعيد)

”ولا يجوز بيع شعر الآدمى، ولا الانتفاع به ولا بشئ من أجزائه؛ لأن الآدمى مكرم غير مبتذل، فلا يجوز أن يكون شئ من أجزائه مهاناً مبتذلاً“. (مجمع الأنهر ٢/٥٩، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(و كذا فى سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر: ٢/٥٩، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(و كذا فى تبين الحقائق: ٣/٣٤٤، باب البيع الفاسد، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا فى النهر الفائق: ٣/٢٢٨، باب البيع الفاسد، إمداديه ملتان)

قال الحافظ ابن الهمام رحمه الله تعالى: ”والآدمى مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد

عليه وإبدال به وإحاقه بالجمادات إذلال له..... اه“. (فتح القدير: ٢/٢٢٥، كتاب البيوع، باب

البيع الفاسد، مصطفى البابى الحلبي مصر)

باب الصورة والملاهی

الفصل الأول فی الصورة

(تصویر کا بیان)

فوٹو کھچوانا

سوال [۹۴۶۱]: فوٹو کھچوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فوٹو کھچوانا منع ہے، اگر کوئی دینی ضرورت اس پر موقوف ہو، یا ایسی دنیوی ضرورت ہو کہ آدمی مجبور ہو جائے تو معذوری ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

فوٹو رکھنا

سوال [۹۴۶۲]: فوٹو یا تصویر کو آرائش کے لئے رکھا جائے، مناسب ہے یا نہیں، یا صرف یادگار کے

لئے رکھا جائے؟ نصف یا تمام فوٹو رکھنا بھی تحریر کریں۔ بہت سی کتابوں میں بھی تصاویر وغیرہ ہوتی ہیں۔ کیا ان کا

(۱) ”وإن تحققت الحاجة له إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال، فلا بأس باستعماله؛ لأن المواضع للضرورة مستثناة عن الحرمة، كما في تناول الميتة“۔ (شرح کتاب السیر الکبیر، باب ما یکرہ فی دار الحرب وما لا یکرہ: ۲۱۸/۳، مکتبہ عباس أحمد الباز مکة مکرمہ)

”الضرورات تبيح المخطووات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساعة اللقمة بالخمير، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه“۔ (الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة الخامسة، (رقم القاعدة: ۵۶۸): ۲۵۱/۱، إدارة القرآن کراچی)

رکھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کا فوٹو پورا ہو یا نصف، یادگار کے لئے، آرائش کے لئے بہر صورت ناجائز ہے (۱)۔ اگر کتابوں میں تصاویر ہوں جیسے لغت کی کتابوں: المنجد میں ہے اور وہ کتابیں بند ہیں تو گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

تصویر اور کتے کا حکم

سوال [۹۴۶۳]: ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ ”جس گھر میں کتاب یا تصویریں ہوتی ہیں، اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے“۔ تو یہ چیزیں کیسی ہیں؟ اور کتاب نہلانے کے بعد ناپاک کیوں ہو جاتا ہے جب کہ پانی کا کام پاک کرنا ہے؟

ممتاز الاسلام، محلہ پیرزادگان ہانسی، ضلع حصار۔

(۱) ”أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه“۔ (الدرالمختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ”(قوله: أو مقطوعة الرأس): أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس و محى، وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر، أو بطليه بمغرة أو بنحته أو بغسله؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۲۴۸، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما لا يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى، سعيد) (و كذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قديمي) (و كذا في تبیین الحقائق: ۱/۴۱۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) نیز ایسی کتابوں میں ضرورت بھی ہے، لہذا بقدر ضرورت اس کی اجازت دی جائے گی، ”لأن الضرورات تبيح المحظورات“۔ (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۵۲۸، إدارة القرآن

کراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

”عن طلحة رضى الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تدخل

الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير“. متفق عليه“. مشكوة شريف، ص: ۳۸۵ (۱)۔

کتا پالنا جائز نہیں، مگر مکان، کھیتی، جانوروں کی حفاظت اور شکار کے لئے جائز ہے:

”وفى الأجناس: لا ينبغي أن يتخذ كلباً إلا أن يخاف من اللصوص أو غيرهم.....

ويجب أن يعلم بأن اقتناء الكلب لأجل الحرس جائز شرعاً، وكذلك اقتناؤه للاصطياد مباح،

وكذلك اقتنائه لحفظ الزروع والماشية جائز، كذا فى الذخيرة“. عالمگیری: ۲۴۶/۴ (۲)۔

ذی روح کی تصویر بنانے اور رکھنا دونوں ناجائز ہیں، البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنانے اور رکھنے میں

گناہ نہیں:

”سعيد ابن أبى الحسن - فى حديث طويل - فقال ابن عباس رضى الله تعالى عنهما:

ويحك إن أبيت أن لا تصنع، فعليك بهذا الشجر وكل شىء ليس فيه روح“. رواه البخارى.

مشكوة، ص: ۳۸۶ (۳)۔

جس شىء میں پاک ہونے کی صلاحیت نہ ہو، پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا، زندہ کتے کی کھال اگر اس کے

اوپر کوئی ناپاکی نہ ہو پاک ہے، البتہ لعاب نجس العین ہے (۴)، اس میں پاک ہونے کی صلاحیت نہیں۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۲۴/۴/۵۳ھ۔

(۱) (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمى)

(۲) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الكراهية، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم

والحيوانات وقتل الحيوانات وما لا يسع عن ذلك: ۳۶۱/۵، رشيدية)

(و كذا فى بذل المجهود: ۶۸/۵، كتاب اللباس، باب فى الصور، معهد الخليل كراچى)

(۳) (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۶، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الثالث، قديمى)

(والصحيح لمسلم: ۲۰۲/۲، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، قديمى)

(۴) ”وسؤر الخنزير و كلب وسباع بهائم نجس مغلظ“. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب

الطهارة، باب المياه، فصل فى البئر: ۲۲۲/۱، ۲۲۳، سعيد) =

کپڑے پر جاندار کی تصویر

سوال [۹۴۶۴]: سوتی کپڑے کے کناروں پر مور وغیرہ کی تصاویر بنانا کیسا ہے؟ ایک شخص اپنی مرضی سے نہیں بنانا چاہتا، مگر اس سے فرمائش کی جاتی ہے، اس پر وہ اعتراض بھی کرتا ہے کہ ایسی شکل دار چیز بنانے سے مجھے سخت اعتراض ہے۔ ایسی صورت میں بنانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے، خواہ کاغذ پر خواہ کپڑے پر چاہے، قلم سے بنائی جائے یا مشین سے یا کسی اور آلہ سے، یک دم بنالیا جائے یا ایک ایک عضو الگ الگ بنایا جائے، کپڑے کی بناوٹ میں ہو یا کسی اور چیز کی بناوٹ میں، بہر صورت ناجائز اور گناہ ہے۔ اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے روپیہ کے لالچ میں ہو، یا ویسے ہی خواہش سے ہو، کسی طرح اجازت نہیں ہے (۱)۔

جو کام ناجائز ہو وہ کسی دوسرے کی خواہش یا فرمائش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہیں ہوگا۔ سچے مسلمان کی آزمائش کا موقع یہی ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ نقصان اٹھاتا ہے اور دوسروں کی ناگواری کو برداشت کرتا ہے، مگر خدائے پاک کی نافرمانی نہیں کرتا (۲)۔ اگر مور کا سر نہ بنایا جائے تو اس کی شرعاً اجازت ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

= (و كذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۹۳، كتاب الطهارة، فصل في الآبار، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۱) ”فظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتن أو لغيره، فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ“۔ (رد المحتار: ۱/۶۳۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة..... اهـ، سعيد)

(۲) ”عن النّوّاس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“۔ رواه في شرح السنة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲۱، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، قدیمی)

”وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.....“

جاندار کی تصویر بے جان کے ضمن میں

سوال [۹۴۶۵]: میں جدہ کی جامعہ میں غوطہ کا کام کرتا ہوں مجھے سمندر میں غوطہ لگا کر سیپ حاصل کرنا پڑتا ہے، آج کل مجھے سمندر میں پانی کے اندر کی مخلوقات جیسے: مچھلی، جھاڑ اور پتھر کی تصویر کھینچنے کے لئے کہا گیا۔ لہذا برائے مہربانی یہ بتائیے کہ کیا یہ کام جائز ہے؟

الواب حامداً ومصلياً:

آپ پانی کے اندر کی مخلوق: جھاڑ، پتھر وغیرہ کی تصویر کھینچ لیا کریں، اس میں کسی جاندار کی تصویر بھی آجائے تو حرج نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۱۴۰۱ھ۔

تہوار کے موقع پر جاندار کی تصویریں بنانا

سوال [۹۴۶۶]: مسلمان حلوائی ہندوؤں کے تہواروں کے موقع پر مٹھائی کے کھلونے بناتے ہیں، جس میں گائے بھینس انسان بندر وغیرہ کی شکل کے ہوتے ہیں، پھر ان کو فروخت کرتے ہیں تو مسلمان حلوائی کے

= "فاذا امر بمعصية، فلا سمع ولا طاعة". متفق عليه. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱۹، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الاول، قدیمی)

(۳) " (أو مقطوعة الرأس): أي سواء كان من الأصل، أو كان لها رأس و محى". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۶۲۸، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(و كذا في إمداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة: ۱۵۴/۲، مكتبة دارالعلوم كراچی)

(۱) "الأمور بمقاصدها، یعنی أن الحكم الذي يترتب على أمرٍ يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلك الأمر..... ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف، والتقدير: حكم الأمور بمقاصد فاعلها: أي أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوطة بمقاصدهم من تلك الأفعال، فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمراً مباحاً كان فعله مباحاً، وإن قصد أمراً محرماً كان فعله محرماً". (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱۷، ۱۸، المقالة الثانية، رقم المادة:

(۲)، مكتبة حنفية كوئته)

لئے مٹھائی سے جاندار کی تصویر بنانا اور ان کا فروخت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار تصویروں کا پتھر، مٹی، مٹھائی، کھلونے سب منع ہیں، مسلمانوں کا اس سے بچنا لازم ہے (۱)۔ فقط

واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰ھ۔

صدر کے مرنے پر اس کی تصویر ہال میں لگانا

سوال [۹۴۶۷]: یہاں پر ایک قومی ادارہ بنام انجمن اسلامیہ چل رہا ہے، اس کے نائب صدر کا

انتقال ہو گیا ہے، اب ممبران اس کا بہت بڑا فوٹو انجمن کے ہال میں لگانا چاہتے ہیں (بطور یادگار)۔ کیا یہ جائز

ہے؟ اور بطور رسم فوٹو کی رسم بھی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ہرگز ہرگز اجازت نہیں، بت پرستوں نے ابتداءً اپنے بڑوں کے نام بطور یادگار بت بنائے تھے، پھر

ان کی پرستش کرنے لگے (۲)، فوٹو بھی تصویر ہے (۳)۔ جس مکان میں تصویر ہو وہاں ملائکہ نہیں آتے، مصورین

(۱) "عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير:

۳۸۵/۲، قدیمی)

(۲) قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَدْرُونَ وَدًّا وَلَا سِوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ

وَنَسْرًا﴾ وأخرج أبو الشيخ في العظمة عن محمد بن كعب القرظي أنه قال: كان لآدم عليه السلام خمسة

بنين: ود، وسواع، فكانوا عباداً، فمات رجل منهم، فحزنوا عليه حزناً شديداً، فجاءهم الشيطان، فقال:

حزنتم على صاحبكم هذا؟ قالوا: نعم، قال: هل لكم أن أصور لكم مثله في قبلكم إذا نظرتم إليه

ذكرتموه، قالوا: نكره أن تجعل لنا في قلبتنا شيئاً نصلى عليه، قال: فأجعله في مؤخر المسجد، قالوا:

نعم. فصوره لهم حتى مات خمستهم، فصور صورهم في مؤخر المسجد، فنقضت الأشياء حتى تركوا =

کو بہت شدید عذاب ہوگا:

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أنها اشترت نمرقةً فیہا تصاویر، فلما راها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قام علی الباب فلم یدخل، فعرفت فی وجہہ الکراہیة، قالت: فقلت: یا رسول اللہ! أتوب إلی اللہ وإلی رسولہ ماذا أذنبت، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ما بال هذه النمرقة“؟ قلت: اشتریتها لتقعد علیہا وتوسدہا. فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن أصحاب هذه الصور یعذبون یوم القیامة، یقال لهم: أحوما ما خلقتم.“ وقال: ”إن البیت الذی فیہ الصورة لا تدخله الملائکة“. متفق علیہ“. مشکوة شریف (۱)۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عید کارڈ، کرسمس کارڈ، دیوالی کارڈ بغیر جاندار کی تصویر کے چھاپنا

سوال [۹۴۶۸]: عید کارڈ، کرسمس کارڈ، دیوالی کارڈ بغیر جاندار تصویر والوں کی طباعت جائز

ہے یا نہیں؟

= عبادة الله وعبادوا هؤلاء“. (روح المعانی: ۲۹/۷۷، (سورة النوح: ۳۳) دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۵۴۹/۴، دار الفیحاء دمشق)

(و کذا فی معارف القرآن: ۵۶۶/۸، إدارة المعارف کراچی)

(۳) قال الشيخ العلامة محمد تقی العثماني حفظه الله و رعاہ: ”والواقع أن التفريق بين الصور المرسومة والصور الشمسية (أى الفوتوغرافية) لا ينبغى على أصل قوى. و من المقرر شرعاً أن ما كان حراماً أو غير مشروع فى أصله، لا يتغير حكمه بتغير الآلة..... فلا فرق بينما كانت الصورة قد اتخذت بريشة المصور أو بالآلات الفوتوغرافية. والله سبحانه تعالى أعلم“. (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، حكم الصور الشمسية: ۱۶۳/۴، مكتبه دار العلوم، کراچی)

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب التصاویر، الفصل الأول: ۳۸۵، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

مذہب باطل اور عقیدہ باطلہ کی جس چیز سے اشاعت ہوتی ہے، اس کی تجارت ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

پیسہ، روپیہ کی تصویر پر ڈائجسٹ کو قیاس کر کے مسجد میں ”ہدیٰ ڈائجسٹ“ کے مطالعہ کا حکم سوال [۹۴۶۹]: کوئی کتاب جس میں عکسی تصاویر ہوتی ہیں مثلاً: ہدیٰ ڈائجسٹ جو دہلی سے شائع ہوتی ہے، اس قسم کی کتابوں کو مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پیسہ روپیہ، دیاسلانی پر تصویر ہوتی ہے اور یہ جیب میں رہتی ہے، روپے پیسے مسجد میں بطور چندہ جیب سے نکال کر دیئے جاتے ہیں۔ فوٹو یا تصاویر کسی شخص کے ہوں، مسجد میں بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) چونکہ مقصودی چیز اشاعت دین ہے، اور جو چیزیں اشاعت دین کے خلاف ہوں، اور ان سے باطل کی تائید ہوتی ہو، ان کو ترویج دینا اور ان کی اشاعت کرنا مذموم اور ناجائز ہے، جیسے باطل نظریات پر مبنی کتابوں کا مطالعہ اور باطل نظریات پر مناظرہ ترویج باطل کا سبب ہونے کی بنیاد پر فقہاء نے منع فرمایا ہے:

”تعلم الکلام والنظر والمناظرة فيه وراء قدر الحاجة مكروه، وقيل: الجواب في هذه المسئلة أن كثرة المناظرة المبالغة في المجادلة مكروه؛ لأن ذلك يؤدي إلى إشاعة البدع والفتن، وتشويش العقائد، وهذا ممنوع جداً، كذا في جواهر الإخلاطى قال الشيخ الإمام صدر الإسلام أبو اليسر: نظرت في الكتب التي صنفها المتقدمون في علم التوحيد، فوجدت بعضها للفلاسفة مثل إسحق الكندي والاستقراري وأمثالهما، وذلك كله خارج عن الدين المستقيم زائغ عن الطريق القويم، فلا يجوز النظر في تلك الكتب، ولا يجوز إمساكها، فإنها مشحونة من الشرك والضلال“. (الفتاوى العالمية، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات: ۵/۳۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی نصاب الاحتساب، الباب الثالث والثلاثون فی الاحتساب فی باب العلم والمعلم، ص:

۱۳۷، دارالعلوم المملكة العربية السعودية)

الجواب حامداً أو مصلياً:

پیسہ، روپیہ، دیاسلانی پر جو تصاویر ہوتی ہیں عموماً وہ بہت چھوٹی ہوتی ہے، بعض اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جاندار کی تصویر ہے یا کوئی اور پھول وغیرہ ہے، ایسی چھوٹی تصاویر کی چیز کے حکم میں تخفیف ہے (۱)۔ نیز پیسہ روپیہ ایسی ضرورت کی چیز ہے کہ بغیر اس کے چارہ کار نہیں، اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کو پاس رکھنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے (۲)۔ نیز اس سے بچنا دشوار ہے، کیونکہ بغیر تصویر پیسہ روپیہ یہاں نایاب ہے (۳)۔ نیز ان تصاویر کو دیکھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، ان میں جاذبیت نہیں، کتابوں کی تصاویر کی یہ شان نہیں پس ان کو پیسہ روپیہ کی تصاویر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اس لئے ان میں تخفیف کو تلاش نہ کرے۔ مسجد کو ایسی

(۱) ”(إلا أن تكون صغيرة)؛ لأن الصغار جداً لا تُعبد، فليس لها حكم الوثن، فلا تکره فی البيت والمراد بالصغيرة التي لا تبدو للناظر على بُعد، والكبيرة التي تبدو للناظر على بُعد، كذا فی فتح القدير. ونقل فی النهاية أنه كان على خاتم أبي موسى ذبابتان، وأنه لما وجد خاتم دانيال عليه السلام فی عهد عمر رضى الله تعالى عنه، وجد عليه أسد و لبوة بينهما صبي يلحسانه وفى الخلاصة من كتاب الكراهة: رجل صلى و معه دراهم و فيها تماثيل ملك، لا بأس به، لصغرهما، اهـ.“ (البحر الرائق: ۵۰/۲، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، رشيدية)

(و كذا فی تبیین الحقائق: ۴۱۳/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، دارالكتب العلمیه بیروت)

(و كذا فی الدر المختار: ۶۳۸/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى عليه: ”لكن فی الخزانة: إن كانت الصلوة مقدار طير، يكره. وإن كانت أصغر فلا، اهـ.“ (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة: ۶۳۷/۱، سعيد)

(۲) ”الضرورات تبيح المحظورات.“ (الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة: ۵۶۸):

(۱/۲۵۱، إدارة القرآن كراچی)

(۳) قال الله تعالى: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶)

چیزوں سے بچانا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۲ھ۔

پریس میں خبروں کے ساتھ تصویر چھاپنا

سوال [۹۲۷۰]: ہندوستان میں ہزاروں مسلمان پریسوں میں ملازم ہیں جن کو خبروں کے ساتھ

ساتھ تصویریں بھی چھاپنی پڑتی ہیں، اس ملازمت کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی کمائی کھانا حرام ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کی تصویر چھاپنا اور شائع کرنا شرعاً جائز نہیں (۲)، اس کی ملازمت بھی ناجائز ہے، کیونکہ ناجائز

کام کی ملازمت بھی ناجائز ہوتی ہے (۳)، لیکن اگر پریس مشینوں میں دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جائیں

(۱) ”لأن المسجد ما بنى إلا لها (أى العبادة) من صلوة أو اعتكاف و ذكر شرعى و تعليم علم أو تعلمه

وقراءة القرآن“۔ (غمز عيون البصائر للحموى شرح الأشباه والنظائر: ۲۳/۴، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه

لما يمتهن أو لغيره، فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، و سواء كان فى ثوب

أو بساط أو درهم وإناء و حائط و غيرها، اه“۔ (رد المحتار: ۱/۶۳۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة

و بدعة، سعيد)

(و كذا فى النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، رشيدية)

(و كذا فى البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، رشيدية)

(۳) ”لا تصح الإجارة لعسب التيس ولا لأجل المعاصى مثل الغناء و النوح و الملاهى“۔

(الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى عليه: ”وفى الملتقى: امرأة نائحة أو صاحبة طبل

أو زمر اكتسبت مالاً، ردته على أربابه إن علموا، و إلا تصدق به“۔ (رد المحتار: ۶/۵۵، كتاب

الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: الاستيجار على المعاصى، سعيد)

”قال: ولا يجوز الاستيجار على الغنا و النوح، و كذا سائر الملاهى؛ لأنه استيجار على المعصية،

و المعصية لا تستحق بالعقد“۔ (الهداية: ۴/۳۰۳، باب الإجارة الفاسدة، مكتبه شركة علميه، ملتان) =

اور اس کے ساتھ تصویریں بھی ہوں اور تصویریں کم ہوں اور جائز چیزیں زائد ہوں تو ایسی تمام آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا (۱)۔ نیز جو شخص ایسی ملازمت کرے گا، اس کی پوری ملازمت کو بھی ناجائز نہیں قرار دیا جائے گا، اس کی ملازمت خالص جائز ملازمت سے کمتر اور ادنیٰ ہوگی اور خالص ناجائز ملازمت سے غنیمت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

باتصویر اخبار کا حکم

سوال [۹۴۷۱]: وہ اخبار و رسائل جن میں صفحہ کی ایک جانب بہترین مذہبی مضمون ہو اور دوسری جانب کسی ذی روح کی تصویر، ایسی صورت میں اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

مولوی ابراہیم جاڑا، افریقہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تصویر کو روشنائی سے مٹا دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (و كذا في الفتاوى العالمية: ۳۴۹/۵، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، رشيدية) (۱): "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبر بأنه حلال إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع، فلا بأس به؛ لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام، فالمعتبر الغالب". (الفتاوى العالمية: ۴۳۲/۵، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيدية)

(۲) "(محو الرأس) فسّر به احترازاً من أن تقطع بخيط ونحوه، فإنه لا ينفي الكراهة؛ لأن بعض الحيوانات مطوّق، فلا يتحقق قطعه إلا بمحوه، وهو بأن يجعل الخيط على كل رأسه بحيث يخفى، أو يطليه بطلاء يخفيه، أو يغسله ونحو ذلك". (فتح القدير: ۴۱۶/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة، وما يكره فيها، فصل، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶۲۸/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة، سعيد)

(و كذا في النهر الفائق: ۲۸۵/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، رشيدية)

تصویر دار کاغذ کو جلانا

سوال [۹۲۷۲]: جس کاغذ میں کسی انسان کی تصویر بنی ہو، اس کو جلانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر محض تصویر ہے تو اس کو جلانا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تصویر کی طباعت اور اس کی آمدنی

سوال [۹۲۷۳]: آج کل بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے اندر جاندار کی تصاویر ہوتی ہیں اور یہ پریس

میں طبع ہوتی ہیں۔ طباعت کے آنے والے کاموں میں دوثلث حصہ ایسا ہوتا ہے جس پر کسی نہ کسی جاندار کی تصویر

ہوتی ہے۔ ہر صفحہ طباعت کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے جس پر تصویر نہیں ہوتی۔ اب مسلمان کے لئے ان تصاویر کا طبع

کرنا کیا تصویر بنانے اور تصویر کشی کے حکم میں آتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے حاصل شدہ آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے خواہ ابتداءً جاندار سے بنائی جائے یا تصویر سے نقل کی جائے، قلم سے ہو یا

مشین سے، یا کپڑے کی بناوٹ میں ہو، یا پتھر، لکڑی، لوہے وغیرہ پر کسی آلہ سے بنائی جائے (۲)۔ اور جب کہ

ٹریڈ مارک کے طور پر ہو تو وہ مقصود کے درجہ میں ہوگی (۳)، اس لئے اس کو جائز نہیں کہا جائے گا۔ اس پر جو

(۱) "الکتاب التی لا ینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ وملائکتہ ورسولہ ویحرق الباقی"۔ (الدر المختار مع

ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۲۲۲، سعید)

(۲) "وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحريم تصوير الحيوان، وقال: سواء صنعه لِمَا

یمتھن أو لغيره، فصنعتہ حرام بكل حال؛ لأن فیہ مضاهاة لخلق اللہ تعالیٰ، وسواء کان فی ثوب أو بساط

أو درهم وإناء أو حائط وغيرها، اھ۔ فینبغی أن یكون حراماً لا مکروهاً إن ثبت الإجماع أو قطعیة الدلیل

بتواتره، اھ"۔ (ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۲۳۷، سعید)

(۳) "الأمر بمقاصدها، یعنی أن الحکم الذی یترب علی أمر یكون علی مقتضی ما هو المقصود من =

وعیدیں حدیث پاک میں وارد ہیں وہ بہت سخت ہیں (۱)۔ یہ تو تصویر کی طباعت کے متعلق ہے۔ اس سے حاصل شدہ آمدنی کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر کی اجرت کے مقابلہ میں غیر تصویر کی (یعنی جائز آمدنی) زیادہ ہے تو سب آمدنی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا بلکہ غلبہ کا اعتبار ہوگا (۲)۔ یہ تو کلی اور اصولی جواب ہے۔ خاص طور پر اجارہ فاسدہ کے متعلق فقہاء لکھتے ہیں کہ اجرت پر ملک متحقق ہو جاتی ہے:

”والأجر يطيب وإن كان السبب حراماً، اه“۔ شامی: ۲۸/۵، أول باب الإجارة

الفاسدة (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۸۷ھ۔

= ذلك الأمر..... ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف، والتقدير: حكم الأمور بمقاصد فاعلها: أى أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين، منوطة بمقاصدهم من تلك الأفعال، فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمراً مباحاً، كان فعله مباحاً، وإن قصد أمراً محرماً، كان فعله محرماً“۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱۷، ۱۸، المقالة الثانية، (رقم المادة: ۲) مكتبة حنفية كوئٹہ)

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاھون بخلق اللہ“۔ متفق علیہ“۔

”وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول: ”أشد الناس عذاباً عند اللہ المصورون“۔ متفق علیہ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمی)

(۲) ”أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل، كذا في الينا بيع. ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور؛ لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع، فلا بأس به؛ لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام، فالمعتبر الغالب، وكذا أكل طعامهم، كذا في إختيار شرح المختار“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني في الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيدية)

(۳) (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۴۵/۶، سعيد)

باتصویررسائلکی خریداری

سوال [۹۴۷۴]: جن رسالوں کے اندر تصویریں ہوں جیسے ڈائجسٹ وغیرہ اور وہ دینی رسائل جن میں تصاویر ہوں، ایسے رسالوں کا خریدنا کیسا ہے؟ جواب مدلل و مفصل بحوالہ عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام۔
عزیز الدین، مفتاح العلوم، جلال آباد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جن رسالوں کو ذی روح کی تصویر کی وجہ سے خریدا جاتا ہے ان کا خریدنا جائز نہیں: ”لأن الأُمور بمقاصدها (۱)۔ اگر مقصود مضامین صحیحہ کا پڑھنا ہے تو خریدنا درست ہے، تصاویر تابع ہیں ان کو محو کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۹۰ھ۔

چڑیا والی گھڑی

سوال [۹۴۷۵]: زید گھڑی کی ایک فیکٹری قائم کرنا چاہتا ہے جس میں آج کل کی نئی نئی ڈیزائن کی گھڑیاں چلتی ہیں، جو گھڑی زید بنوانا چاہتا ہے اس میں پلاسٹک کی چڑیا ہوگی اور فننگ اس طرح ہوگی کہ جب گھنٹہ بجاتا ہوگا تو اس وقت چڑیا اندر سے باہر آئے گی اور اس کے منہ سے گھنٹے کی آواز نکلے گی اور گھنٹہ بجنے کے بعد خود بخود ایک چھوٹا سا دروازہ کھلے گا اور وہ اندر چلی جائے گی، اور دروازہ بند ہو جائے گا۔ تو کیا یہ تصویر والی گھڑی بنانا، یا اس کی فیکٹری قائم کرنا از روئے شرع جائز ہے؟ آج کل جدید حالات میں اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کی تصویر بنانا تو بہر حال ناجائز ہے (۲)، یہ حکم تو بنانے کا ہے، لیکن چونکہ مقصود یہ چڑیا نہیں، بلکہ

(۱) (شرح المجلة لسليم رستم باز: ۱/۱، (رقم المادة: ۲)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الأشباه والنظائر، الفن الأول فی القواعد الكلية، (رقم القاعدة: ۱۴۲): ۱/۹۷، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) ”وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه =

وقت معلوم کرنا مقصود ہے، اس کے لئے گھڑی کے پرزے ہوں اور مشینیں، سووہ شرعاً درست ہے، ان کی بیج بھی درست ہے (۱)۔ لیکن جس طرح دروازے پر کپڑے کا پردہ ڈالنا اصل مقصود ہو جو کہ شرعاً جائز ہے مگر اس کپڑے میں تصویر بنی ہوئی ہو، یا اس پر چھپی ہوئی ہو تو اس پردہ کو استعمال کرنا قبیح و مذموم ہے جس سے ناگواری حدیث پاک میں موجود ہے (۲)۔ اسی طرح اس گھڑی کو رکھنا اور استعمال کرنا بھی قبیح اور مذموم ہوگا۔ بنانے والے اور استعمال کرنے والے کا فرق بھی اس سے واضح ہو گیا، استعمال کرنا خواہ اپنے پاس رکھ کر ہو یا فروخت کر کے ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۳ھ۔

سوال متعلق استفتاء بالالہ

(نوٹ) مستفتی نے جواب سابق نمبر: ۱۹۷ (پرانی ترتیب کے مطابق) کا

= لما یمتھن أو لغيره، فصنعتہ حرام بكل حال؛ لأن فیہ مضاہاة لخلق اللہ تعالیٰ، و سواء كان فی ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اھ۔ (رد المحتار: ۱/۶۳۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعید)

(و كذا فی النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة و ما یكره فیها، رشیدیہ)

(و كذا فی البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة و ما یكره فیها، رشیدیہ)

(۱) "لأن الأمور بمقاصدها" (الأشباه والنظائر، الفن الأول فی القواعد الكلية، (رقم القاعدة: ۱۳۲):

۱/۹۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وعن سفينة أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة

رضي الله تعالى عنها: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه فجاء فوضع يديه

على عضادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت، فرجع. قالت فاطمة رضي الله تعالى عنها:

فتبعته، فقلت: يا رسول الله! ماردك؟ قال: "إنه ليس لي أو لنبى أن يدخل بيتاً مزوقاً". رواه أحمد وابن

ماجة". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۷۸، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، قديمی)

"وعن عائشة رضي الله تعالى عنها "أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لم يكن يترك في بيته

شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه". رواه البخارى". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، كتاب اللباس، باب

التصاوير، الفصل الأول، قديمی)

حوالہ دیا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آیا اور اسی پر مزید سوالات مرتب کر کے ان کی وضاحت طلب کی ہے:

سوال [۹۴۷۶]: ایسی گھڑی کا بنانا اور فروخت کرنا اور استعمال کرنا سب کا ایک ہی حکم ہے یا فرق ہے؟

۲..... اگر سب کا ایک ہی حکم ہے تو ”فتیح و مذموم“ کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے، یہ مکروہ کا درجہ رکھتا ہے یا قطعی حرام کا؟ برائے مہربانی ذرا صاف تحریر فرمائیں۔
عبدالرحمن معرفت امام صاحب، مسجد نور ۷۴/نشان پاڑہ، بمبئی نمبر: ۹۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جواب سابق میں جاندار کی تصویر ہونے کی بنا پر بنانے کو ”نا جائز“ لکھا ہے جس کے معنی ”حرام“ کے ہیں (۱)۔ استعمال کرنے کو ”فتیح و مذموم“ لکھا ہے جس کے معنی ”مکروہ“ کے ہیں، استعمال خواہ فروخت کرنے کی

(۱) جاندار کی تصویر بنانا نص حدیث حرام ہے:

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أتاني جبريل -عليه السلام- قال: أتيتك البارحة، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان في البيت كلب، فمُرُّ برأس التمثال الذي على باب البيت فيقطع فيصير كهيئة الشجرة، ومُرُّ بالستر فيقطع فليجعل و سادتين منبوذتين توطان، ومُرُّ بالكلب فليخرج. ففعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“. رواه الترمذي وأبو داؤد“.

”عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالى عنهما؛ إذ جاء رجل فقال: يا ابن عباس! إنى رجل إنما معيشتي من صنعة يدي، وإنى أصنع هذه التصاویر. فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لا أحدثك إلا ما سمعتُ من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سمعته يقول: ”من صور صورة، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً“. فربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح“. رواه البخاري“. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۸۶، باب التصاویر، الفصل الثانی والثالث، قديمی)

”وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة“. المراد بهم =

صورت میں ہو یا پاس رکھنے کی صورت میں ہو۔ مال متقوم ہونے کی وجہ سے بیع کو باطل نہیں کہا جائے گا، بلکہ بیع درست ہوگی، یعنی بدلیں پر متعاقبین کی ملک حاصل ہو جائے گی (۱)۔

تصویر ذی روح ہونے کی بناء پر اس کا روبرو کوفتیج و مذموم یعنی مکروہ کہا جائے گا، تاہم اگر ذہن پھر کوئی اغلاق پیدا کر دے تو پھر بھی دریافت کر سکتے ہیں، کیونکہ اغلاق پہلے جواب میں بھی نہیں تھا، بلکہ ذہن نے پیدا کیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۴ھ۔

برکت کے لئے تصاویر گھر میں رکھنا

سوال [۹۴۷۷]: مکان وغیرہ میں برکت و خوبصورتی کے لئے علمائے کرام و بزرگان دین کی

تصاویر کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

= الذين ينزلون بالبركة لا الحفظ، و عدم دخولهم لجزر صاحب البيت عن اتخاذ الصور، الخ“.
(حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۱/۴۱۴، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ
فیہا، دارالکتب العلمیہ بیروت)

”و ظاهر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه لما يمتن أو لغيره، فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، و سواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء و حائط و غيرها، اه“۔ (رد المحتار: ۱/۶۳۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعید)

(و كذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيدية)

(۱) مال غير متقوم کی بیع باطل ہوتی ہے: ”و كذا يبطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير“۔ (مجمع الأنهر:

۲/۵۴، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”قال الإتقاني: فأما البيع بالميتة والدم باطل، وكذلك بيع الحر، وذلك لانعدام حقيقة

البيع؛ لأنها مبادلة المال بالمال على التراضي، وهذه الأشياء ليست بمال عند أحد ممن له دين سماوي

فيبطل البيع ولا يفيد الملك“۔ (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد:

۳/۳۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اخبار میں تصاویر کی اشاعت کرنا

سوال [۹۴۷۸]: ۲..... اگر کوئی شخص اپنا فوٹو بنا کر اپنے پاس رکھے یا کہیں بھیجے تو جائز ہے یا نہیں؟

۳..... آج کل اخبارات میں علمائے کرام کی تصاویر آ رہی ہیں، مثلاً: اخبار الجمعیۃ میں جناب مولانا سعید احمد صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری و دیگر اکابرین کی تصاویر آ رہی ہیں، اس فعل سے اکثر لوگ حجت پکڑتے ہیں اور تصویر کو جائز کہتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا ان علماء کے فعل کو حجت پکڑ کر تصویر فوٹو وغیرہ کو جائز کہنا اور اخبارات و رسائل وغیرہ میں شائع کرانا صحیح و جائز ہے یا نہیں؟

اس کا مفصل حکم مدلل مع ذکر احادیث و آیات قرآن مجید بیان فرما کر ثواب دارین کے مستحق ہوں۔

اگر کوئی صورت جواز کی ہو۔ جس کا اثبات ادلہ اربعہ سے ہوتا ہو۔ نکلتی ہو بعیدہ ہو یا قریبہ، اس کو بھی بیان فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اور اگر کوئی شخص کسی عالم یا بزرگ کی تصویر خفیہ طور پر کھنچوا کر شائع کر دے تو وہ شخص من جانب شرع گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: بندہ احمد حسن دہام پوری، نائب ناظر تحصیل، ۸/ ذیقعدہ/ ۱۳۵۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... ایسی تصویر کا گھر میں خوبصورتی و برکت وغیرہ کے لئے رکھنا شرعاً حرام ہے، اس سے برکت نہیں ہوتی بلکہ نحوست ہوتی ہے، کیونکہ ملائکہ رحمت کا آنا موقوف ہو جاتا ہے (۱)۔

(۱) ”عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير“. متفق عليه“.

”وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن ميمونة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أصبح يوماً واجماً، وقال: ”إن جبريل كان وعدني أن يلقاني الليلة، فلم يلقني، أم والله! ما أخلفني“. ثم وقع في نفسه جرو كلب تحت فسطاط له، فأمر به فأخرج، ثم أخذ بيده ماءً فنضح مكانه، فلما أمسى لقيه جبريل فقال: ”لقد كنت وعدتني أن تلقاني البارحة“؟ قال: أجل! ولكننا لا ندخل بيتاً فيه كلب ولا صورة“.

”وعن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لم يكن يترك في بيته =

۲..... ناجائز ہے (۱)۔

۳..... ایسی تصویر سے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ شرعی مسائل کا ادلہ اربعہ سے ثبوت ہوتا ہے اور یہ کوئی سی بھی دلیل نہیں۔ بے جان چیزوں درختوں وغیرہ کی تصویر بنانا اور گھر میں رکھنا درست ہے (۲)۔ اسی طرح بلاسر کی تصویر رکھنا بھی جائز ہے (۳)۔ نیز چھوٹی چھوٹی تصویریں جیسے روپیہ پیسہ پر ہوتی ہیں جن کی کوئی

= شیئاً فیہ تصالیب إلا نقضہ۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۸۵، باب التصاویر، الفصل الأول، قدیمی)

(۱) ”وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، و سواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اهـ“۔ (رد المحتار: ۱/۶۳۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

(و كذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۲/۴۸، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، رشيدية)

(۲) ”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: ”إن كنت لا بدّ فاعلاً، فاصنع الشجر و ما لا نفس له“۔ (الصحيح لمسلم: ۲/۳۰۲، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، قدیمی)

قال النووی رحمه الله تعالى: ”و أما الشجر و نحوه مما لا روح فيه، فلا يحرم صنعتة، ولا النكسب به، و سواء الشجر المثمر و غيره“۔ (شرح النووی علی الصحيح لمسلم: ۲/۳۰۱، كتاب اللباس، قدیمی)

”و التمثال خاص بتمثال ذی الروح، لكن المراد هنا ذو الروح، فإن غير ذی الروح لا يكره كالشجر“۔ (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، فصل: ۱/۴۱۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا في النهر الفائق: ۱/۲۸۳، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، قدیمی)

(و كذا في رد المحتار: ۱/۶۳۹، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها، سعيد)

(۳) ”أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه“۔ (الدر المنختار). وقال العلامة ابن

عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله: أو مقطوعة الرأس): أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس و محى، =

خاص عظمت نہیں ہوتی، ان میں بھی مضائقہ نہیں (۱)۔

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
”أتانی جبریل - علیہ السلام - قال: أتیتک البارحة، فلم يمنعنی أن أكون دخلت إلا أنه كان
على الباب تماثيل، وكان فی البيت قرام ستر فیہ تماثيل، وكان فی البيت كلب، فمُرُّ برأس
التمثال الذی على باب البيت فيقطع فیصير كهیئة الشجرة، ومُرُّ بالستر فيقطع فليجعل و سادتين
منبوذتين توطأن، ومُرُّ بالكلب فليخرج. ففعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“. رواه
الترمذی وأبو داؤد“.

= وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر، أو بطليه بمغرة أو بنحته أو
بغسله؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة“ (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶۳۸/۱، كتاب الصلاة، باب ما
يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲۸۵/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قديمي)

(وكذا في تبیین الحقائق: ۴۱۵/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، دارالكتب
العلمية بيروت)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير: ۴۱۶/۱، كتاب الصلوة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۱) ”ولو كانت الصورة صغيرة كالتی على الدرهم، أو كانت فی اليد أو مستترَةً أو مهانةً مع أن الصلاة
سذلك، لا تحرم، بل ولا تکره“ (ردالمحتار: ۶۳۷/۱، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما
يكره فيها، سعيد)

(وكذا في الهداية مع فتح القدير: ۴۱۶/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، فصل،
مصطفى البابی الحلبي مصر)

”روى أنه كان على خاتم أبی موسى ذبابتان، وكان لابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما كانون

محفوف بصور صغار“ (العناية على هامش فتح القدير، المصدر السابق)

(وكذا في النهر الفائق: ۲۸۳/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۵۰/۲، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيديه)

”عن سعید بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالى عنهما؛ إذ جاء رجلٌ فقال: يا ابن عباس! إني رجلٌ إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاویر. فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لا أحدثك إلا ما سمعتُ من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سمعته يقول: ”من صور صورة، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً“. فربا الرجل ربوةً شديدةً واصفرَّ وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح“. رواه البخاري“. مشكوة شريف (۱)۔

”وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة“۔ المراد بهم الذين ينزلون بالبركة لا الحفظة، و عدم دخولهم لجزر صاحب البيت عن اتخاذ الصور، الخ“. هامش زيلعي (۲)۔

جو شخص خفیہ طریق سے کسی عالم وغیرہ کی تصویر کھینچوا کر شائع کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۴ھ۔

مکان میں تصاویر

سوال [۹۴۷۹]: تصاویر گھروں میں رکھنا تو حرام ہے، لیکن چھت پر جو ٹھکریاں لگی ہوتی ہیں اس میں کمپنی کی طرف سے کسی جانور وغیرہ کی تصویر نقش کی گئی ہے تو ایسے مکان میں رہنا کیسا ہے؟ (یہ بھی ممکن ہے کہ کمپنی کا ٹریڈ مارک ہو)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں ہے:

”قال عليه الصلوة والسلام: ”إن البيت الذي فيه الصورة لا تدخله الملائكة“۔ متفق

(۱) (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۶، باب التصاویر، الفصل الثاني والثالث، قديمی)

(۲) (حاشية الشلبی على تبیین الحقائق للزيلعي: ۴۱۴/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة

وما يكره فيها، دارالكتب العلمیہ بیروت)

علیہ“۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۸۵ (۱)۔

جس مکان میں (جاندار کی) تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی داخل ہونا گوارا نہیں کیا، بلکہ داخل ہونے کا ارادہ فرمانے کے باوجود تصویر کی وجہ سے تشریف لے گئے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

آنکھ اور دانت کی تصویر

سوال [۹۲۸۰]: ہم بغرض تجارت منجن یا سرمہ بنا کر فروخت کرنا چاہتے ہیں تو اس میں یعنی منجن کے لیبل پر صرف دانت چھوانا چاہتے ہیں اور سرمہ کے لیبل پر صرف آنکھ کی تصویر ہوگی چہرہ نہیں ہوگا۔ از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صرف دانت اور صرف آنکھ کی تصویر درست ہے جب کہ بقیہ چہرہ نہ ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، باب التصاویر، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قدیمی)

”عن أبي طلحة رضى الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير“۔ متفق عليه“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب التصاویر، ص: ۳۸۵، قدیمی)

(۲) ”عن سفينة أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضى الله تعالى عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضى الله تعالى عنها: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه، فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب، فرآى القرام قد ضرب في ناحية البيت فرجع، قالت فاطمة رضى الله تعالى عنها فتبعته: فقلت: يا رسول الله! ما ردك، قال: ”إنه ليس لى أولنبي أن يدخل بيتاً مزوّقاً“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، ص: ۲۷۸، قدیمی)

(۳) تصویر کا اطلاق اس پر اسی وقت ہوگا جب چہرہ اور سر نظر آئے:

”أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه“۔ (الدر المختار). وقال العلامة =

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر

بسم الکریم بن صاحب الحق، پیش امام پیکنور تھائی لینڈ۔

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

سوال [۹۴۸۱]: (الف) بعد از دعوت عرض ہے کہ آپ کے یہاں اس خط کے ساتھ ایک خاکہ بھیج رہے ہیں، ویسے دیکھنے سے آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ اس خاکہ میں کلمہ شہادت کے الفاظ کو اس مشکل میں ترتیب دیا گیا ہے کہ اس سے باقاعدہ تصویر بن گئی ہے جس میں ناک، کان، آنکھ ہر چیز بدن کے صاف دکھائی دیتی ہے، برائے مہربانی اس کے متعلق شرعاً حکم سے آگاہ فرمادیں۔ آیا ایسا کرنا جائز ہے، اس کو گھر میں لٹکانا شرعاً مناسب ہے؟ برائے مہربانی اس خط کو جواب کے ساتھ واپس فرما کر مشکور فرمادیں۔

نوٹ: اس تصویر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔

(ب) آپ سب بزرگوں سے استدعاء کہ مجھے اور میرے بھائی عزیز اللہ کے حق میں دعاء فرمائیں کہ

= ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ”(قوله: أو مقطوعة الرأس): أي سواء كان من الأصل، أو كان لها رأس ومحى، وسواء كان القطع بخيط خيط على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر، أو بطلية بمغرة أو بنحته أو بغسله؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۶۳۸/۱، کتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(و كذا في النهر الفائق: ۲۸۵/۱، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، قديمی)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۴۱۵/۱، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و كذا في العناية على هامش فتح القدير: ۴۱۶/۱، کتاب الصلوة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”(أو مقطوعة الرأس): أي محوة الرأس بخيط يخيطه عليه حتى لا يبقى للرأس أثر، أو يطلية بمغره أو نحوه أو ينحته، فبعد ذلك لا يكره؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة“۔ (تبیین الحقائق:

۴۱۵/۱، کتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و كذا في البحر الرائق: ۵۰/۲، کتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشیدیہ)

(و كذا في البناية: ۵۴۸/۲، کتاب الصلوة، رشیدیہ)

اللہ کریم رشد و ہدایت کی نعمت سے سرفراز فرماویں، ہمیں صحیح بندگی کی توفیق عطا فرماویں اور ہم سب سے خوش ہو کر ہمیں اپنے پاس بلائے۔ آمین۔

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بھائی عزیز اللہ کو ہمیشہ رشد و ہدایت پر رکھے، اتباع سنت کی پوری توفیق دے، دونوں جہاں کی ترقیات سے نوازے۔ آمین! آپ سے بھی دعاء کی درخواست ہے (جواب خط کی پشت پر ہے)۔

احقر: محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند سہارنپور، ۳۰/۸/۹۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے خواہ لکڑی، مٹی، لوہا، سونا وغیرہ کسی مادہ سے بنائی جائے، یا قلم سے کسی کاغذ یا تختی پر بنائی جائے، یا مشین سے عکس لیا جائے، کسی طرح اجازت نہیں (۱)۔ ایسی تصویر بنانے والوں کے لئے حدیث شریف میں عذاب شدید کی وعید ہے، ایسی تصویروں کو مکان میں رکھنا اور کمرہ کی زینت کے لئے آویزاں کرنا بھی جائز نہیں (۲)۔

(۱) ”و ظاہر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، وصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاةً لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء و حائط وغيرها، اهـ۔ فينبغي أن يكون حراماً لا مكروهاً إن ثبت الإجماع أو قطعية الدليل بتواتره، اهـ۔“ (رد المحتار: ۱/۲۳۷، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، سعيد)

(۲) ”عن ابن السباق أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: أخبرتنى ميمونة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أصبح يوماً واجماً فقالت ميمونة رضي الله تعالى عنها: يا رسول الله! لقد استنكرت هيئتك منذ اليوم، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن جبريل كان وعدني أن يلقاني الليلة، فلم يلقني، أم والله! ما أخلفني“۔ قال: فضل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يومه ذلك على ذلك، ثم وقع في نفسه جر و كلب تحت فسطاط لنا، فأمر به فأخرج، ثم أخذ بيده ماءً فنضح مكانه، فلما أمسى لقيه جبريل عليه السلام، فقال: ”لقد كنت وعدتني أن تلقاني“ =

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر بنانا تو براہ راست رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت اور کھلا مقابلہ کرنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، لہذا آپ ہی کی تصویر بنائیں گے (معاذ اللہ)، یہ صورت نہایت خطرناک ہے۔ نیز اپنے ذہن میں صورت مبارکہ کو تجویز کر کے تصویر بنا کر آپ کی طرف منسوب کرنا کہ یہ آپ کی صورت مبارکہ ہے، بہتان عظیم ہے جس کی سزا جہنم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۰ھ۔

روضہ اقدس کی تصویر مسجد میں

سوال [۹۲۸۲]: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی تصویر مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ خانہ کعبہ کی تصویر مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لگا سکتے ہیں، مگر سامنے نہ لگائیں جس سے نمازیوں کی نظر اس پر جائے، اونچائی پر لگائیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۰ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۰ھ۔

= البارحة“۔ قال: أجل! ولكننا لا ندخل بيتاً فيه كلب ولا صورة“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ: ۱۹۹/۲، قديمي)

قال النووي رحمه الله تعالى: "قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء صنعه بما يمتهن أو غيره، فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاةً لخلق الله تعالى، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو چائط أو غيرها“۔ (شرح النووي على مسلم: ۱۹۹/۱، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ، قديمي)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كذب على متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۷، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قديمي)

(۲) "ولا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي“۔ (الدر المختار). "قوله: لأنه يلهي =

تعلیم کے لئے فوٹو

سوال [۹۴۸۳]: کوئی شخص کالج کی تعلیم حاصل کر رہا ہو اور ایسے کالج کے سلسلہ تعلیم کو باقی رکھنے کے لئے فوٹو اتروانے کی اشد ضرورت ہو تو کیا وہ کالج کی تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے فوٹو اتروا سکتا ہے؟ از روئے شریعت اس کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں لکھیں، تاکہ سلسلہ تعلیم باقی رکھا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس تعلیم کے منقطع کرنے میں نقصانِ عظیم نہ ہو تو منقطع کر دیا جائے، ورنہ اس کو جاری رکھنے کے لئے مجبوراً فوٹو کی بھی گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

پرائیویٹ امتحان کے لئے فوٹو

سوال [۹۴۸۴]: آج کل سیکڑوں مسلم طلباء اور طالبات پرائیویٹ امتحانات دیتے ہیں جس میں فوٹو لازمی ہے تو اس طرح فوٹو کھینچنا جائز ہے یا نہیں؟

(= المصلى): أى فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه“ (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، مطلب: كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيرہ: ۶۵۸/۱، سعيد)
”قال فى الشرنبلالية: قلت: فعلى هذا لا يختص بالمحراب، بل فى أى محل يكون أمام من يصلى، بل أعم منه“ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق: ۲/۶۵، كتاب الصلوة، فصل: كره استقبال القبلة، رشيدية)

(و كذا فى تبیین الحقائق: ۴۲۰/۱، كتاب الصلوة، قبيل باب الوتر والنوافل، دارالكتب العلميه بيروت)

(۱) ”إن الضرورات تبيح المحظورات“ (الأشباه والنظائر: ۲۵۱/۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعده:

۵۶۸)، إدارة القرآن كراچي)

”تصویر کھینچنا اور کھینچوانا منع ہے، کھینچوانا اگر کسی ضرورت پر مبنی ہو مثلاً: پاسپورٹ کے لئے مباح ہے۔ نیز فوٹو کی تصویر تو صاحب تصویر کے علم و ارادہ کے بغیر کھینچ جاتی ہے، اس میں صاحب تصویر پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، محمد کفایت اللہ کان اللہ“۔ (کفایت المفتی، کتاب الخطر والاباحتہ، بیسواں باب فوٹو، مصوری اور تصویر، بلا ضرورت تصویر کھینچوانا حرام ہے: ۲۳۷/۹، دارالاشاعت کراچی)

الجواب حامداً ومصلياً:

فوٹو اتروانا جائز نہیں، اگر کوئی ایسی مجبوری ہے کہ بغیر اس کے گزارہ نہیں تو وہ معذوری ہے، مجبوری کی حد تک گنجائش ہوگی (۱)، اس پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔ لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح داخلہ لینا، امتحانات دینا، ملازمت کرنا شرعاً بھی قبیح و مذموم ہے اور عقلاً بھی، نیز ان کی غیرت و حیا کے بھی سخت خلاف ہے اور بے شمار اس سے فتنے پیدا ہوتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۸ھ۔

تنخواہ وصول کرنے کے لئے فوٹو

سوال [۹۴۸۵]: میری ملازمت کو بائیس سال ہونے کو آئے ہیں، وظیفہ کے لئے پچیس سال کی

(۱) "لأن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر: ۱/۲۵۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة:

۵۶۸، إدارة القرآن كراچی)

(۲) چونکہ عورت کو بغیر کسی مجبوری کے باہر نکلنے سے شریعت نے منع کیا ہے: لقوله تعالى: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ (سورة الأحزاب: ۳۳)

نیز نوکری کرنا اور کمانا عورتوں پر لازم نہیں، جب کہ وہ کسی کی کفالت میں ہوں، کیونکہ اس صورت میں ان کا نفقہ کفیل پر ہوتا ہے، ایسے غیر ضروری کام کے لئے کسی نا جائز اور حرام کام کا ارتکاب کرنے کی شرعاً گنجائش نہیں:

"هي لغة: ما ينفقه الإنسان على عياله، وشرعاً هي الطعام والكسوة والسكنى، وعرفاً هي الطعام ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: وقرابة وملك فتجب للزوجة بنكاح صحيح على زوجها". (الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۴۱، ۵۷۲، سعيد)

"تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها، أو لم يدخل، كبيرة كانت المرأة أو صغيرة يجامع مثلها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول في نفقة الزوجة: ۱/۵۴۲، رشيدية)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة:

۱/۴۳۲، رشيدية)

تکمیل کی ضرورت ہے، مگر فوٹو وظیفہ نکالنے کے لئے ضروری ہے، چونکہ میری نظر سے ”أشد الناس عذاباً يوم القيامة المصوّرون“ (۱) گزرا۔ ایسی صورت میں وظیفہ کے حصول کے لئے فوٹو لے لوں تو جائز ہوگا یا گناہ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر بغیر فوٹو کے وظیفہ نہ ملنے پر آپ کو زیادہ زحمت نہ ہو اور آپ برداشت کر سکیں تو فوٹو نہ لیں (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شناختی کارڈ فوٹو کے ساتھ

سوال [۹۴۸۶]: آج کل حکومت پاکستان نے ایک لعنت شناختی کارڈ نکالی ہے کہ ہر شخص کے پاس

اس شناختی کارڈ پر فوٹو ہونا ضروری ہے، جس کے پاس نہیں ہوگا وہ جاسوس سمجھا جائے گا اور اس کو جیل میں ڈال دیا

جائے گا۔ اب علماء و صلحاء کے لئے اس حکم کی پابندی کرنا کیسا ہے، خواہ مجبوراً ہو؟ ہم لوگ از حد پریشان ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب ایک ملک میں شہری بن کر رہنا ہے اس سے مفر نہیں تو وہاں کے قانون پر عمل کرنا ہوگا قانون کی

خلاف ورزی مستقل جرم ہے جس کی سزا ناقابل برداشت بھی ہو سکتی ہے (۳)۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۸۷، باب التصاویر، الفصل الثالث، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً، ويرزقه من حيث لا يحتسب﴾. (سورة

الطلاق: ۲، ۳)

لیکن بوقت ضرورت فوٹو کی گنجائش ہے، کما تقدم تحت المسئلة الماضية آنفاً.

(۳) ”ان مخالفة الأمير حرام، إلا إذا اتفق الأكثر أنه ضرر، فيتبع، اهـ“۔ (ردالمحتار: ۱۴۶/۴، کتاب

الجهاد، باب المغنم وقسمته، فصل في كيفية القسمة، مطلب: مخالفة الأمير حرام، سعید)

”أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع، وإلا فلا“۔ (الدرالمختار). ”قوله: أمر السلطان إنما

ينفذ: أي يتبع ولا تجوز مخالفته..... وفي ط عن الحموي: إن صاحب البحر ذكر ناقلاً عن أئمتنا

أن طاعة الإمام في غير معصية واجبة، فلو أمر بصوم يوم، وجب، اهـ“۔ (ردالمحتار: ۴۲۲/۵، کتاب

القضاء، فصل في الحبس، مطلب: طاعة الإمام واجبة، سعید) =

جس طرح قانونی مجبوری کی وجہ سے بعض ملازمین کو بیمہ کرانا پڑتا ہے جس میں قمار بھی ہے، سود بھی ہے۔ تیز رشوت دیئے بغیر بھی دفع ظلم یا وصول یا بی حق کی کوئی صورت نہیں، اسی طرح شرعی عدم جواز کے باوجود قلب میں شدید انکار کے ساتھ اس کو (شناختی کارڈ کو) بھی برداشت کیا جائے اور استغفار بھی کرتے رہیں تو امید ہے کہ حق تعالیٰ معذور قرار دیں گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۹۵ھ۔

معلم مقرر کرنے کے لئے فوٹو منگانا

سوال [۹۴۸۷]: بیرون ہند کے لوگ ہندوستان سے کسی عالم کو بچوں کی تعلیم دینے کی غرض سے بلاتے ہیں، لیکن وہ حضرات اس عالم کا فوٹو صرف دیکھنے کی غرض سے طلب کرتے ہیں۔ تو کیا فوٹو تصویر کھینچنا جائز ہے؟ اسی طریقہ سے شادی کے معاملہ میں لڑکے کا فوٹو طلب کرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ دونوں چیزیں ایسی نہیں کہ جن کے لئے حرام کام کی اباحت دی جائے، بچوں کی تعلیم کے لئے معلم کے فوٹو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، اس کے اخلاق و حالات بذریعہ کھٹ معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ یہی حال شادی کا

= (و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲۶۳/۴، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في وجوب طاعة الإمام، سعيد)

(۱) "إن الضرورات تبيح المحظورات". (الأشباه والنظائر: ۲۵۱/۱، القاعدة الخامسة، رقم القاعدة:

(۵۲۸)، إدارة القرآن كراچی)

"أما اتخاذ الصورة الشمسية للضرورة أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصاً فيه، فإن الفقهاء رحمهم الله تعالى استثنوا مواضع الضرورة من الحرمة الخ". (تكملة فتح الملهم:

۱۶۳/۴، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، مكتبة دار

العلوم كراچی)

ہے، اس کے لئے بھی فوٹو کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۹۰ھ۔

فوٹو مٹانے کی ترکیب

سوال [۹۴۸۸]: ایک عورت نے ریشم میں اپنے فوٹو کھینچوار کھے ہیں، لیکن اب اس کو توجہ ہوئی۔ تو وہ

کیا کرے، جلادے یا استعمال میں لاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کپڑے کو رنگ لیا جاوے جس سے فوٹو باقی نہ رہے تو پھر استعمال درست ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۳/۸۹ھ۔



(۱) لہذا کسی مباح کام کے لئے تصویر سازی کی اجازت نہ ہوگی جو کہ حرام ہے:

”یہ حقیقت تو ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی مصلحت و نفع کے لئے گناہ کرنا، یا کسی فرض و واجب کو چھوڑنا جائز نہیں، مثلاً: کوئی شخص دنیوی نفع کے لئے جھوٹ بولے، دھوکہ دے، نماز نہ پڑھے یا جماعت ترک کر دے تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنا فسق و حرام ہے، اسی طرح کسی دینی مصلحت کے لئے بھی کسی معصیت کے لئے بھی کسی معصیت کا ارتکاب حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے اور ام المصالح ہے..... البتہ اگر کوئی کام شرعاً نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ صرف مباح یا مستحب ہے، اس کو کسی دینی مصلحت مثلاً: عوام کو فتنہ یا معصیت یا تکلیف سے بچانے کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے..... مصلحت ترک مستحب یا مباح میں بھی یہ شرط ہے کہ اس سے قانون شرع میں تحریف اور مداخلت فی الدین نہ ہوتی ہو مثلاً: اس مستحب یا مباح کام کو عملاً یا اعتقاداً حرام سمجھنے لگے یا کسی مباح شرعی کی ممانعت کا قانون بنا دیا جائے۔..... حاصل یہ ہے کہ کسی مصلحت کی خاطر مستحب کام کو تو چھوڑا جاسکتا ہے مگر حدود اللہ سے تجاوز اور قانون شریعت کی خلاف ورزی ہرگز جائز نہیں۔“ (احسن الفتاویٰ: ۶/۳۷-۳۹، رسالہ: سیاست اسلامیہ، سعید کراچی)

(۲) ”(أو مقطوعة الرأس): أي ممحوة الرأس بخيط يخيظه عليه، حتى لا يبقى للرأس أثر، أو يطلية

بمغرة أو نحوه، أو ينحته، فبعد ذلك لا يكره؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة“۔ (تبيين الحقائق:

۱/۴۱۵، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في البحر الرائق: ۲/۵۰، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، رشيدية)

(و كذا في البناية: ۲/۵۲۸، كتاب الصلوة، رشيدية)

الفصل الثانی فی التمثال

(مجسمہ سازی کا بیان)

شیر کی کھال کیا تصویر کے حکم میں ہے؟

سوال [۹۴۸۹]: شکاری لوگ شیر، چیتے وغیرہ کا شکار کرنے کے بعد اس کا چمڑہ اس طرح نکالتے ہیں کہ پورا سر اس کے ساتھ رہنے دیتے ہیں، پھر چمڑے کو دباغت کر لیتے ہیں، سر کا اندرونی حصہ بھی کسی طرح صاف کر لیتے ہیں اور اس چمڑے کو جس کے ساتھ پورا سر مع آنکھ وغیرہ کے ہوتا ہے گھر میں رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح حیوان کے سر کو رکھنا جائز ہے یا تصویر کی طرح اس کا رکھنا بھی جائز نہ ہوگا؟
الجواب حامداً ومصلياً:

یہ تصویر کے حکم میں نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ربیع الاول/۱۴۲۸ھ۔

شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر بنانا

سوال [۹۴۹۰]: اس زمانہ میں بڑے گھروں میں شیر کی کھال میں گھاس بھر کر اس کو شیر جیسی شکل بنا دیتے ہیں اور مکان میں بطور نمائش رکھتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلياً:

گھاس وغیرہ بھر کر اس طرح شیر کی صورت بنانا اس کا رکھنا اس کی نمائش کرنا، سب نادرست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۱۴۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۱۴۲۷ھ۔

(۱) (راجع الحاشیة المتقدمة)

(۲) سوال: ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی بھینس کا بچہ مر گیا، اور وہ بھینس بغیر بچہ کے =

گڑیاں بنانا اور ان سے کھیلنا

سوال [۹۴۹۱]: ایک شخص گڑیاں بناتا ہے اور انہیں بنا کر لڑکیوں کو دیتا ہے اور زیور وغیرہ بھی لا کر دیتا ہے گڑیوں کو پہنانے کے لئے۔ اور اگر کوئی منع کرتا ہے تو لڑکیوں کے کھیلنے کے لئے جائز قرار دیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فعل سے استدلال کرتا ہے (۱) اور یہ شخص امامت بھی کرتا ہے۔

= دودھ نہیں دیتی اگر اس مردہ بچہ کی کھال نکلا کر اور اس میں بھوس وغیرہ بھر کر بھینس کو دکھلا کر دودھ لینے کی غرض سے رکھ لیا جاوے تو کیا اس طرح مردہ بچہ کو قائم رکھنا اور دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ”جائز ہے“۔ (إمداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، جائز ونا جائز، مکروہ افعال کا استعمال،

عنوان: جس جانور کا بچہ مر جائے اس کا دودھ نکالنے کے لئے مصنوعی بچہ بنا کر رکھنا: ۱۵۴/۴، دارالعلوم کراچی)

سوال: ”جناب مفتی صاحب! گائے بھینس رکھنے والوں میں رواج کہ جب ان کی گائے یا بھینس کا بچہ مر جائے تو

اس کی کھال اتار کر اس میں بھوسہ بھر لیتے ہیں، جیسے گائے یا بھینس اپنا بچہ تصور کر کے دودھ آسانی سے دے دیتی ہے۔ تو کیا شرعاً یہ تصویر کے حکم میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: ”صورتِ مسؤلہ میں پچھڑے کی کھال پر تصویر کی تعریف صادق نہیں آتی اور نہ یہ تصویر کے حکم میں ہے،

بلکہ ضرورت کی وجہ سے قدرتی پیدا کردہ جسم کو ایک گونہ محفوظ رکھا جاتا ہے، اس سے یہ تصویر کے حکم میں داخل نہیں ہے، بلکہ بوقت ضرورت ایسا کرنا مرخص ہے“۔ (فتاویٰ حقانیہ، کتاب الکراہیة، باب التصاویر، پچھڑے کی کھال سے تصویر بنانا:

۴۳۳/۲، حقانیہ پشاور)

بوقت ضرورت اس کی اجازت دی گئی ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے جواز پر فتویٰ دیا ہے، جیسے گذشتہ سوال میں گذر گیا، یہاں کوئی

خاص ضرورت پیش نظر نہیں، اس لئے بظاہر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

نیز تاریخ کے اعتبار سے یہ فتویٰ مؤخر ہے، اس لئے اس کو رجوع پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ”عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، أنها كانت تلعب بالبنات عند رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم، قالت: و كانت تأتيني صواحيبي فكن ينقمعن من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يسر بهن

إلى..... حد ثنا محمد بن بشر كلهم عن هشام بهذا الإسناد، وقال في حديث جرير: كنت أعب

بالبنات في بيته وهن اللعب“. (الصحيح لمسلم، كتاب فضائل الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، باب فی

فضل عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ۲۸۵/۲، قدیمی) =

دریافت طلب امر یہ ہے کہ گڑیوں کا بنانا اور گڑیوں کا کھیلنا گڑیوں سے جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گڑیا کیسی تھی؟ کپڑے کی یا لوہے کی، تانبے پیتل مٹی کی اور پھر ان میں ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک وغیرہ اعضاء بھی موجود تھے یا نہیں؟ جب تک مستدل ان چیزوں کی تحقیق نہ کرے اس وقت تک زمانہ مروجہ کی گڑیاں بنانے اور فروخت کرنے پر استدلال درست نہ ہوگا۔ تصویر جاندار کی بنانے اور رکھنے سے خواہ کپڑے کی ہو، خواہ کسی اور شئی کی احادیث میں صریح ممانعت ہے (۱)۔

= عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم تزوجها وهي بنت سبع سنين وزفت إليه، وهي بنت تسع سنين ولعبها معها، ومات عنها، وهي بنت ثمانى عشرة“ (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح واستيدان المرأة، الفصل الأول، ص: ۲۷۰، قديمي) موجودہ زمانے کی (تصویری) گڑیوں کے جواز پر حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استدلال کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں کئی احتمالات ہیں، چنانچہ ملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ويحتمل أن يكون مخصوصاً من أحاديث النهي عن اتخاذ الصور، لما ذكر من المصلحة، ويحتمل أن يكون قضية عائشه رضي الله تعالى عنها هذه في أول الهجرة قبل تحريم الصورة“ (مراقبة المفاتيح: ۲۹۳/۶، كتاب النكاح، (رقم الحديث: ۳۱۲۹)، رشيدية)

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أتاني جبريل -عليه السلام- قال: أتيتك البارحة، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان في البيت كلب، فمرُّ برأس التمثال الذي على باب البيت فيقطع فيصير كهيئة الشجرة، ومرُّ بالستر فيقطع فليجعل و سادتين منبوذتين توطان، ومرُّ بالكلب فليخرج. ففعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“ رواه الترمذی وأبو داؤد“.

”عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالى عنهما؛ إذ جاء رجل فقال: يا ابن عباس! إنى رجل إنما معيشتى من صنعة يدي، وإنى أصنع هذه التصاویر. فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لا أحدثك إلا ما سمعتُ من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سمعته يقول: ”من صور صورة، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً“ فربا الرجل ربوة شديدة“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ پر لٹکے ہوئے پردہ کو تصویر ہی کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناگواری کو دیکھ کر پھاڑ ڈالا تھا (۱)، غالباً متدل کے سامنے یہ احادیث بھی ہوں گی:

”و کذا بطل بیع مال غیر متقوم کالخمر والخنزیر، ویدخل فیہ فرسٌ أو ثورٌ من خزف لاستیئاس الصبی؛ لأنه لا قيمة له ولا یضمن متلفه.“ در منتقی: ۲/۵۴ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ربیع الأول/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= واصفر وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه روح“.

رواه البخاری“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۸۶، باب التصاویر، الفصل الثانی والثالث، قدیمی)

”وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة“۔ المراد بهم

الذين ينزلون بالبركة لا الحفظة، و عدم دخولهم لجزر صاحب البيت عن اتخاذ الصور، الخ“۔ (حاشیة

الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۱/۴۱۴، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها،

دارالکتب العلمیہ بیروت)

”وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم: الإجماع علی تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه

لما يمتهن أو لغيره، فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، و سواء كان في ثوب أو بساط أو

درهم وإناء وحائط وغيرها، اه“۔ (رد المحتار: ۱/۶۲۷، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعید)

(و کذا فی النهر الفائق: ۱/۲۸۵، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة و ما یکره فیها، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲/۴۸، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة و ما یکره فیها، رشیدیہ)

(۱) ”وعنها (عائشة رضي الله تعالى عنها) أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرج في غزاة، فأخذت

نمطاً فسترته على الباب، فلما قدم فرأى النمط، فجذبه حتى هتكه، ثم قال: ”إن الله لم يأمرنا أن

نكسوا الحجارة والطين“۔ متفق عليه“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۸۵، کتاب اللباس، باب التصاویر،

الفصل الأول، قدیمی)

(۲) (الدرالمنتقی علی هامش مجمع الأنهر: ۲/۵۴، کتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار إحياء التراث

العربی بیروت)

(و کذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵/۲۲۶، کتاب البيوع، باب المتفرقات، سعید)

بچوں کی گڑیا اور کھلونا

سوال [۹۴۹۲]: مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کے لئے جو کھلونے ہوتے ہیں ان میں گڑیا وغیرہ اکثر و بیشتر ہوا کرتی ہیں۔ بچے کا ایسے کھلونا کے ساتھ کھلانا کیسا ہے، مسلمانوں کے گھروں میں ان کا رکھنا کیسا ہے؟ مسلمانوں کے ان کی تجارت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومضلياً:

گڑیا کی یا کسی اور کھلونے کی شکل و صورت جاندار کی نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں (۱)، جاندار کی صورت بنانا اور گھر میں رکھنا منع ہے (۲)، بچوں کے لئے بھی نہ رکھیں۔ ایسی صورتوں کی تجارت بھی نہ کریں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

(۱) ”وفی اخر حضر المجتبی: عن ابي يوسف رحمه الله تعالى: يجوز بيع اللعبة وأن يلعب بها الصبيان“ (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله: عن ابي يوسف): أي ناقلاً عن ابي يوسف رحمه الله تعالى، وظاهره أنه قوله، لا رواية عنه، حتى يقال: إن هذا يشعر بضعفه، ونسبته إلى ابي يوسف لا تدل على أن الإمام يخالفه، لاحتمال أن يكون له في المسألة قول، فافهم“ (ردالمحتار: ۲۲۶/۵، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

(ومرقة المفاتيح: ۲۹۴/۶، تحت رقم الحديث: ۳۱۲۹، رشيدية)

(۲) ”عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أتاني جبريل -عليه السلام- قال: أتيتك البارحة، فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل، وكان في البيت كلب، فمُرُّ برأس التمثال الذي على باب البيت فيقطع فيصير كهية الشجرة، ومُرُّ بالستر فيقطع فليجعل و سادتين منبوذتين توطان، ومُرُّ بالكلب فليخرج. ففعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“۔ رواه الترمذی وأبو داؤد“۔

”عن سعيد بن ابي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله تعالى عنهما؛ إذ جاء رجل فقال: يا ابن عباس! إنى رجل إنما معيشتى من صنعة يدي، وإنى أصنع هذه التصاوير. فقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: لا أحدثك إلا ما سمعتُ من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سمعته يقول: ”من صور صورة، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح، وليس بنافخ فيها أبداً“۔ فربما الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه، فقال: ويحك! إن أبيت إلا أن تصنع فعليك بهذا الشجر وكل شيء ليس فيه =

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم ديوبند، ٢٣/٢/٨٩هـ -



= روح“. رواه البخارى“. (مشكوة المصابيح، ص: ٣٨٦، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الثانى والثالث، قديمى)

”وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: “لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة“. المراد بهم الذين ينزلون بالبركة لا الحفظة، وعدم دخولهم لرجر صاحب البيت عن اتخاذ الصور، الخ“. (حاشية الشلبى على تبين الحقائق للزيلعى: ١/٢١٣، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها، دارالكتب العلميه بيروت)

”وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعتة حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، و سواء كان فى ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها، اه“. (رد المحتار: ١/٢٣٤، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، سعيد)

(و كذا فى النهر الفائق: ١/٢٨٥، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، رشيديه)

(و كذا فى البحر الرائق: ٢/٢٨، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، رشيديه)

(٣) ”و كذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير، ويدخل فيه فرس أو ثور من خزف لاستيناس الصبي؛ لأنه لا قيمة له ولا يضمن متلفه“. (الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر: ٢/٥٣، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(و كذا فى درالمختار مع ردالمحتار: ٥/٢٢٦، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

الفصل الثالث فی الملہی والتلفزیون

(سینما اور ٹی وی کا بیان)

سینما دیکھنا

سوال [۹۲۹۳]: موجودہ زمانہ میں جو سینما وغیرہ نکلے ہیں جس میں انسان و حیوان کی تصویریں بذریعہ آلات موسیقی دکھائی جاتی ہیں جس کو بولتی گاتی فلم کہتے ہیں، اس میں پیسہ خرچ کرنا اور اس کو دیکھنا شرعاً کس قسم کا گناہ ہے اور کیا اس پر اصرار کبیرہ ہے اور کیا اس سے کفر لازم آتا ہے؟

سید حبیب الرحمن، شہر بمبئی، نمبر: ۸، محلہ کمائی ٹولہ، پانچویں گلی کی مسجد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

سینما وغیرہ تماشوں کو دیکھنا اضاعت وقت، لہو و لعب اور گناہ ہے (۱)، اس میں پیسے خرچ کرنا اسراف

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (سورة لقمان: ۶)

قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى: ﴿لهو الحديث﴾ على ما روى عن الحسن: "كل

ما شغلك عن عبادة الله تعالى وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها..... الخ".

(روح المعاني: ۶۷/۲۱، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۵۸۳/۳، مكتبة دار الفيحاء، دمشق)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي

كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم، لأنكار المنكر. قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "صوت اللهو

والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: وفي البزازية: استماع صوت الملاهي

كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها

فسق، والتلذذ بها كفر": أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر،

فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع، لما روى أنه عليه الصلوة والسلام أدخل أصبعه في أذنه =

= عند سماعه“. (الدرالمختار).

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا، واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ الآية، جاء في التفسير: أن المراد الغناء..... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء..... والحاصل: أنه لا رخصة في السماع في زماننا“. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٢/٣٢٩، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ٥/٢٨٢، سعيد)
(وكذا في الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ٣/١٢٢، مكتبه شرکت علميه، ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ٤/٢١٠، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ٥/٣٥٢، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ٨/٣٢٦، رشيديه)

”عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع“. رواه البيهقي في شعب الإيمان“. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ٢١١، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: ”الغناء“ - بكسر الغين، ممدوداً: أي التغنى - ”ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع“. يعنى الغناء سبب النفاق ومؤد إليه، فأصله وشعبته، كما قال..... وفي شرح السنه: قيل: الغناء رقيه الزنا..... وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربى الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام..... وأظن في دلائل تحريمه“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ٨/٥٥٤، ٥٥٨، رقم الحديث: ٢٨١٠، رشيديه) =

ہے جو کہ بنص قطعی ممنوع ہے: ﴿و لا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ (۱) و فی مقام اخر: ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين، وكان الشيطان لربه كفوراً﴾ (۲)۔ توبہ نہ کرنے سے اصرار علی الکبیرہ ہو جاوے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۲۳/۶/۵۳ھ۔

جواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= ”و کرہ کل لہو، لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام: ”کل لہو المسلم حرام إلا ثلاثہ“۔ (الدرالمختار)۔ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قولہ: و کرہ کل لہو): أى کل لعب و عبث، فالثلاثہ بمعنی واحد کما فی شرح التاویلات، والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسحرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام“۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۵/۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء واللہو: ۳۵۴/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الکراہیۃ، مسائل متفرقة: ۴۷۵/۳، شرکت علمیہ ملتان)

(و کذا فی فتح القدیر والعنایۃ علی ہامش فتح القدیر: ۶۳/۱۰، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

(۱) (سورة الأعراف: ۳۱)

(۲) (سورة الإسراء: ۲۷)

(۳) ”وترد شہادتہ بتأخیرہ: أى سنینا؛ لأن تأخیرہ صغیرۃ، و بارتکابہ مرۃ لا یفسق إلا بالإصرار، بحر“۔ (الدرالمختار)۔ وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ: ”(قولہ: إلا بالإصرار): أى لکن بالإصرار، فهو استثناء منقطع، لعدم دخول الإصرار تحت المرة. ثم لا یخفی أنه لا یلزم من عدم الفسق عدم الإثم، فإنه یأثم و لو بمرة..... ومقتضاه أنه غیر مقدر بعدد بل مفوض إلى الرأی والعرف، والظاهر أنه بمرتين لا یكون إصراراً“۔ (ردالمحتار: ۲/۴۵۷، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، سعید)

(و کذا فی النہر الفائق: ۵۴/۲، کتاب الحج، قدیمی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۵۴۳/۲، کتاب الحج، رشیدیہ)

سینما تھیٹر دیکھنا

سوال [۹۴۹۴]: مسلمان مرد و عورتوں کا سینما، ٹاکنز، ٹھیٹر تماشا میں جانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ناجائز ہے: ”الملاهی کلها حرام حتی التغنی بضرب القضیب، اھ۔“ ہدایہ (۱)۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/۹/۱۳۵۹ھ۔

سینما، تصویر، فوٹو

سوال [۹۴۹۵]: عمر سینما کا شائق ہے، اس بہانہ سے جاتا ہے کہ اس سے نصیحت آمیز باتیں

حاصل ہوتی ہیں۔ کیا کسی صورت میں سینما جانا درست ہو سکتا ہے؟

(۱) (الهدایة: ۴/۵۵، کتاب الکراہیة، فصل فی الأکل والشرب، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

”لأن محمداً رحمه الله تعالى عليه أطلق اسم اللعب والغناء بقوله: فوجد ثمة اللعب والغناء.

فاللعب وهو اللهو حرام، كذا في العناية. وهذا القدر من التعليل كاف في بيان دلالة المسئلة على أن

الملاهی کلها حرام، هو الصحيح المختار عندی. وقد زاد جمهور الشراح على ذلك كلاماً آخر

حيث قالوا: فاللعب وهو اللهو حرام بالنص، قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لهو المؤمن باطل إلا

في ثلاث: تاديبه فرسه“. وفي رواية: وملاعبته بفرسه ورميه عن قوسه وملاعبته مع أهله“. (فتح القدير:

۱۰/۱۴، ۱۵، کتاب الکراہیة، فصل فی الأکل والشرب، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۴۹، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۴۸۲، كتاب الشهادة، باب القبول و عدمه، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۵۵۰، كتاب الکراہیة، فصل فی المتفرقات، دار إحياء التراث

العربی، بیروت)

(وكذا في العناية على هامش فتح القدير: ۱۰/۱۴، كتاب الکراہیة، فصل فی الأکل والشرب،

مصطفى البابی الحلبي مصر)

تصویر اور فوٹو میں فرق

سوال [۹۴۹۶]: ۲..... تصویر اور فوٹو میں کچھ فرق ہے یا نہیں، فوٹو رکھنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب مفصل

اور کتب معتبرہ سے ہونا ضروری ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... کیا عمر کو نصیحت آمیز باتیں اہل صلاح کی مجلس میں کہیں میسر نہیں آتیں کہ اس لہو و لعب اور خلاف

شرع مجلس میں جاتا ہے، یہ سب حیلہ اور کیدِ نفس ہے، ایسی جگہ جانا شرعاً ہرگز جائز نہیں (۱)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (سورة لقمان: ۶)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ﴿لهو الحديث﴾ علی ما روى عن الحسن: "كل

ما شغلك عن عبادة الله تعالى وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها..... الخ".

(روح المعاني: ۲۱/۶، (سورة لقمان: ۶) دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(و كذا في تفسير ابن كثير: ۵۸۳/۳، مكتبة دار الفيحاء، دمشق)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهی

كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنه، لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "صوت اللهو

والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: وفي البزازية: استماع صوت الملاهی

كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "استماع الملاهی معصية، والجلوس عليها

فسق، والتلذذ بها كفر": أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر،

فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع، لما روى أنه عليه الصلوة والسلام أدخل أصبعه في أذنه

عند سماعه". (الدر المختار).

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلك مكروه عند

علمائنا، واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ الآية، جاء في التفسير: أن المراد

الغناء..... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء..... والحاصل: أنه لا رخصة في السماع في

زماننا". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۹، سعيد)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۸۲، سعيد)

(و كذا في الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۳/۱۶۲،، مكتبة شركت علمیه ملتان) =

۲..... حکم کے اعتبار سے ہر دو میں کچھ فرق نہیں، فوٹو بالکل تصویر کے حکم میں ہے، حیوان کا فوٹو رکھنا

شرعاً ناجائز ہے:

”عن أبی طلحة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”لا تدخل الملائكة بیتاً فیہ کلب ولا تصاویر، ۱ھ“۔ بخاری شریف (۱)۔

بے جان درخت وغیرہ کا فوٹو رکھنا درست ہے:

”قال العلماء: تصویر صورة الحيوان حرامٌ شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد

عليه بهذا الوعيد الشديد (أى ”أشد الناس عذاباً عند الله المصورون“) وسواء صنعه لما يمتهن،

= (وكذا في فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۴/۱۰، مصطفى البابی

الحلبی مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكبرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۵/۳۵۴، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۴۶، رشیدیہ)

”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الغناء ينبت النفاق

في القلب كما ينبت الماء الزرع“۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب

البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۱، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”الغناء“ – بكسر الغين، ممدوداً: أى التغنى – ”ينبت النفاق

في القلب كما ينبت الماء الزرع“۔ یعنی الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إليه، فأصله وشعبته، كما قال وفي

شرح السنة: قيل: الغناء رقية الزنا..... وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مكروه،

وسمعه مكروه. وإن كان سماعه من الأجنبية، كان أشد كراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربى

الخمير كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام..... وأظن في دلائل

تحريمه“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۸/۵۵۷، ۵۵۸، رقم

الحديث: ۴۸۱۰، رشیدیہ)

(۱) (صحيح البخارى: ۲/۸۸۰، كتاب اللباس، باب التصاوير، قدیمی)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۳۴۷، مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة، سعيد)

(وأيضاً راجع عنوان ”تصاویر برکت کے لئے گھر میں رکھنا“)

أم لغيره، فصنعه حرام بكل حال، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها، فأما تصوير ما ليس فيه صورة الحيوان، فليس بحرام، اهـ. فتح الباری: ۱/۳۱۵ (۱)۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تصویر اور فوٹو کے احکام میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قسم قسم کی فلم دیکھنا

سوال [۹۴۹۷]: ۱..... فلم ”خانہ خدا“ دیکھنا کیسا ہے؟

۲..... موجودہ دور کی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

۳..... جنگ کی فلمیں دیکھنا کیسا ہے؟

۴..... تبلیغی فلم (جس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو) دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱-۴..... ناچ گانا شرعاً ناجائز ہے، اس کا دیکھنا اور سننا بھی ناجائز ہے اگرچہ وہ فلم ہی کے ذریعہ ہو، دینی عبادت کو تماشہ بنانا تو اور بھی خطرناک ہے۔ فلم تو خود مستقل لغو تماشہ ہے، اس میں اور لوگوں کو ملایا جائے تو مجموعہ لغویات ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

(۱) (فتح الباری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین يوم القيامة، (رقم الحدیث: ۵۹۵۰):

۱۰/۴۷۰، قدیمی)

(۲) (تصویر کے شرعی احکام، ادارۃ المعارف کراچی)

(۳) ”ودلت المسألة أن الملاہی کلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنه لمنكر المنكر. قال ابن مسعود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ: صوت اللہو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات“. (الدر المختار).

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله: ودلت المسألة، الخ)؛ لأن محمداً رحمه الله =

متبع شریعت کو سینما دیکھنا

سوال [۹۴۹۸]: نیک کام میں حصہ لیتا ہے، لیکن سینما دیکھتا ہے۔ اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز پڑھنا اور ہر نیک کام میں حصہ لینا عین سعادت ہے، سینما دیکھنا گناہ ہے (۱)۔ فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۵/۶۶ھ۔

= تعالیٰ أطلق اسم اللعب والغناء، فاللعب وهو اللهو حرام بالنص، قال عليه الصلوة والسلام: "لهو المؤمن باطل إلا في ثلاث اهـ". وكذا قول الإمام "ابتليت" دليل على أنه حرام، إتقاني. وفيه كلام لابن الكمال، فيه كلام، فراجعته متأملاً". (ردالمحتار: ۶/۳۲۸، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

"وكره كل لهو، لقوله عليه الصلاة والسلام: "كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قوله: وكره كل لهو: أي كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد، كما في شرح التاويلات. والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار. واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام. وإن سمع بغتة، يكون معذوراً، ويجب أن يجتهد أن لا يسمع". (ردالمحتار: ۶/۳۹۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۳/۴۷۵، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، شركت علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۵۴، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء

واللهو، رشيدية)

(۱) "ودل قوله: "ابتليت" على حرمة كل الملاهي حتى التغني بضرب القضيب؛ لأن الابتلاء إنما يكون

بالمحرم". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲/۵۵۰، دار إحياء التراث

العربي، بيروت)

سینما میں معجزہ شق القمر اور اس کی توجیہ

استفتاء [۹۴۹۹]: زید کہتا ہے کہ اگر سینما کے تماشہ میں معجزہ شق القمر کی تصویر دکھلائی جاتی ہے اور نعت، غزلیں پڑھی جاتی ہیں تو ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (۱) کے ارشادِ خداوندی کے مطابق معصیت کا زور ہلکا ہوتا ہے، اس لئے وہ دلیلیں پیش کرتا ہے: اولاً یہ کہ نعت و غزل اور معجزہ شق القمر کی تصویر عوام کے حق میں علمی گہری تبلیغی قیمت رکھتی ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ نفس کی خرابیاں جب انسان کا منہ کالا کرنے پر ہی آمادہ ہی کریں تو صریح حرام کاری کے مقابلے میں تو متعہ کی گنجائش بہر حال ہے ہی۔

اس کے جواب میں عمر کہتا ہے کہ یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ سینما کے تماشہ میں نعت غزل پڑھنے یا معجزہ شق القمر کی تصویر دکھانے سے معصیت کی شدت کم نہیں ہوتی، بلکہ اور زائد ہو جاتی ہے، کیونکہ اس سے احکام شرعیہ کا استخفاف لازم آتا ہے، اس کی صورت بالکل وہی ہو جاتی ہے جو قرآن پاک کو ساز اور دف پر گا کر پڑھنے سے ہو سکتی ہے اور جس کے متعلق فقہائے کرام نے متفقہ طور پر حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے، پس زید و عمر کے مذکورہ بالا اقوال میں سے کس کا قول شرعاً صحیح اور کس کا غلط ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کا قول غلط اور عمر کا قول صحیح ہے، ایسے موقع میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت پڑھنا سوائے ادب اور خلاف احترام ہے:

”وفى الخلاصة: من قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب، يكفر. قلت: ويقرب منه ضرب الدف والقضيب مع ذكر الله تعالى ونعت المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم، وكذا التصفيق على الذكر، ۱ھ“۔ شرح فقہ أکبر، ص: ۲۰۵ (۲)۔

(۱) (سورة هود: ۱۱۴)

(۲) (شرح الفقہ الأکبر، ص: ۱۶۷، فصل فى القراءة والصلوة، قديمى)

(و كذا فى الدر المختار مع رد المحتار: ۲۲۱/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع، سعيد)

(و كذا فى فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، التاسع فيما يقال فى القرآن والأذكار والصلوة: ۳۳۸/۶، رشيدية) =

اسی طرح معجزہ شق القمر وغیرہ کی تصویر دکھانا، یہ بھی گستاخی اور معجزہ کا استہزاء اور استخفاف ہے، جس کی شرعاً ہرگز اجازت نہیں (۱)۔ آیت: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (۲) سے استدلال بے محل اور علیحدہ ہے، اس آیت پر غور کیا جائے تو حسنات کی ترغیب ہے، نہ کہ سیئات کی اجازت ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رجب/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ناظم مظاہر علوم، ۲/رجب/۶۲ھ۔

سینما کے جواز پر واقعہ موسیٰ علیہ السلام سے استدلال

استفتاء [۹۵۰۰]: زید سینما کا تماشہ دیکھنے جاتا ہے اور اس کے جواز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے واقعہ یوم الزینت سے استدلال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر اس جاہل میلے میں صرف جاتے ہی نہیں، بلکہ لوگوں کو بلا کر لے جاتے ہیں اور انہیں ساحروں سے فرمائش کرتے ہیں: ﴿قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا تَلْقَىٰ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ أَوْلَٰئِكَ مِنَ الْفٰئِقِ﴾ (۴)۔ اور وہ میلہ ہی کیا جس میں سحر کا مظاہرہ ہو رہا ہو اور وہ بھی پیغمبر وقت کے ایماء سے! انتہی کلام زید۔

غرض قرآن کریم کی ان آیات سے زید نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ جس طرح یوم الزینت کے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غرض صحیح اور مصلحت بنی مظاہرہ باطل پر صرف صورت تھی حقیقہ مقصود اس باطل کا روکنا تھا، اس

= (و كذا في مجمع الأنهر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: ۱/۶۹۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) "والاستهزاء بشئ من الشرائع كفر، ابن كمال". (الدر المختار، كتاب الشهادة، باب القبول وعدمه: ۴/۵، سعید)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر، قبيل فصل في الكفر صريحاً وكنياً، ص: ۱۷۶، قديمي)

(۲) (سورة هود: ۱۱۴)

(۳) قال ابن كثير: "يا معاذ! اتبع السيئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن". (تفسير ابن كثير:

۲/۶۰۹، مكتبة دار الفيحاء دمشق)

(۴) (سورة طه: ۶۵)

لئے سینما کا دیکھنا بھی جائز ہو سکتا ہے۔ لیکن جب زید سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آج سینما دیکھنے کے بعد کون سی اعجاز موسیٰ علیہ السلام سے اس فن کو توڑا جاسکتا ہے؟ تو وہ جواب میں صرف یہ کہتا ہے کہ اگر کسی سینما میں نعت، غزل گائے جائیں، یا معجزہ شق القمر کی تصویریں دکھادی جائیں وغیرہ۔ من قبل ذلك۔ تو یہ باتیں عوام کے حق میں بہت بڑی تبلیغی قیمت رکھتی ہیں اور اس طرح سحر سامری کسی درجے میں اعجاز موسیٰ کے تابع ہو جاتا ہے اور سینما سے کچھ نہ کچھ اصلاح و تبلیغ کا کام سرانجام پا جاتا ہے۔

اس کے جواب میں عمر کہتا ہے کہ قیاس مع الفارق ہے اور غلط ہے، سینما کے تماشہ دیکھنے کو یوم الزینت، سحر شکنی سے کوئی ربط نہیں ہو سکتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یوم الزینت میں تماشہ دیکھنے نہ گئے تھے، بلکہ حکم خداوندی سے ابطال سحر کرنے گئے تھے۔ نیز یوم الزینت کا موقع تماشہ کے رنگ اور سحر کا نظارہ کرنے اور یا ساحروں کا سحر دیکھنے کے لئے مقرر نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ اس دن ان اطراف و اکناف سے لوگ جمع ہوتے تھے، اس لئے سب کے سامنے علی رؤس الاشهاد احقاق حق و ابطال باطل مطلوب تھا۔ مزید عمر کہتا ہے کہ سینما کے تماشہ میں نا محرم عورتیں نیم عریاں ہو کر نا محرم مردوں سے اختلاط کرتی ہیں اور سینکڑوں بیہودگی ہوتی ہیں۔

نعت اور غزلوں کا گانا گایا جانا خود شریعت کا استخفاف ہونے کی بناء پر حرام ہے، علی ہذا القیاس اس قسم کے فحش مجمع میں معجزہ شق القمر، اسی قبیل کی دوسری تصویریں دکھایا جانا ایک مستقل معصیت ہے، اس لئے یہ چیزیں اصلاح و تبلیغ کے ذیل میں نہیں آسکتیں، بلکہ سنگین معاصی ہیں جن کو حتی الامکان روکنے کی کوشش کرنی چاہیے، نہ کہ ان کی حوصلہ افزائی کرنی۔ ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور کس کا غلط؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کا قول سراسر غلط ہے اور خلاف شرع ہے اور قیاس مع الفارق ہے، وہاں یوم الزینت (۱) کے اجتماع کو ذریعہ بنایا گیا احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اور اصل مقصود بوجی الہی احقاق حق ابطال باطل علی

(۱) ”یوم الزینت“ سے مراد ہے، قول باری تعالیٰ: ﴿قال موعدکم یوم الزینة وأن یحشر الناس ضحیٰ﴾

رؤس الأشهاد تھا (۱) اور یہاں نعت غزلوں اور معجزہ شق القمر کی تصویروں کو بغرض حسن نیت اور تبلیغ ذریعہ بنایا جاتا ہے ارتکابِ محرمات و اشاعتِ فواحش کا، یعنی جن لوگوں کو سینما سے طبعی نفرت ہے وہ لوگ ویسے تو ارتکابِ محرمات و حرامات کے لئے آمادہ نہیں ہوتے اور اپنا عزیز وقت اور مال ضائع کر کے اخوان الشیاطین کی فہرست میں نام درج نہیں کراتے، ان کے لئے شیطان نے یہ جال بنایا ہے کہ ایسے لوگ معجزہ دیکھنے اور نعت غزلیں سننے کے لئے آسکتے ہیں اور مقصود ہے ”فواحش و محرمات کا ارتکاب“۔

جو لوگ نعت، غزلیں سینما میں پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں، نیز معجزات کی تصاویر دیکھتے اور یاد دھلاتے ہیں ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس قدر محبت اور تعلق ہے جس کی بناء پر وہ ایسا کرتے ہیں (۲) اس کا اندازہ ان کے شب و روز کے افعال، معاملات، وضع و قطع سے ہو سکتا ہے کہ کس قدر سنت کا اتباع کرتے ہیں اور حرام کاموں سے بچتے ہیں، یا ایسا دیکھنے کے بعد کتنے لوگوں کی حالت سنت کے مطابق ہوگئی؟

قاعدہ ہے کہ حصولِ مقصد کے بعد ذریعہ کی ضرورت نہیں رہتی (۳) جیسا کہ احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے بعد یوم الزینت کی ضرورت نہیں رہی تھی اور ساحروں کی سحر کاری باطل ہونے کے بعد عصاء کو ثعبان کی

(۱) ”وإنما واعدہم ذلک الیوم؛ لیكون علو کلمة الله، و ظهور دینہ، و کبت الکافر، و زهوق الباطل علی رؤوس الأشهاد“۔ (تفسیر القرطبی، الجز الحادی عشر: ۱۴۹/۶، (سورة طه: ۵۹)، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) مجالسِ فسق میں تلاوت اور نعت وغیرہ پڑھنا جائز نہیں ہے:

”والمجلس الذی اجتمعوا فیہ للغناء والرقص لا یقرأ فیہ القرآن کما لا یقرأ فی البیع والکنائس؛ لأنه مجمع الشیطان“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریہ: ۳۳۸/۶، التاسع فیما یقال فی القرآن، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۵۵۱/۲، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(۳) ”الضرورات تقدر بقدرها“ فلا یأکل من المیتة إلا قدر سد الرمق. من ثم الیمین الکاذبة لاتباح للضرورة، إنما یباح التوریة والتعریض“۔ (قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ۱۷۱)، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز کراچی)

صورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہی تو اتنے زمانہ سے سینما میں نعت، غزلیں پڑھی جا رہی ہیں تو کتنے لوگوں کی حالت مطابق شریعت ہوگئی اور کتنے لوگوں نے ان فواحش و محرّمات کو ترک کیا؟ جس کو ذریعہ بنایا گیا تھا تبلیغ اور اتباع سنت کا اور اس نصب العین کے ماتحت کیا آج تک کسی سینما کے ملازموں کی حالت درست ہوئی ہے؟ اور انہوں نے ملازمت ترک کی، یا سینما کو بند کر دیا گیا؟ کچھ نہیں، سب حیلہ ہے، بہانہ شیطانی مکر و فریب ہے، نفس کا دھوکہ ہے اور نہایت خطرناک ہے:

”عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”إن إبلیس قال: أهلكتهم بالذنوب، فأهلكوني بالاستغفار، فلما رأيت ذلك أهلكتهم بالأهواء، فهم يحسبون أنهم يُحسنون صنعا، فلا يستغفرون.“ رواه ابن أبی عاصم وغيره، ۱ھ۔
ترغیب و ترہیب: ۱/۲۵ (۱)۔

”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا تو انہوں مجھے استغفار کے ذریعہ ہلاک کر دیا، یعنی توبہ کر کے گناہ معاف کر لئے اور میری کوشش بے کار گئی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے خواہش نفسانی کے ذریعہ ہلاک کیا، پس خیال کرتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر ہیں اس لئے توبہ ہی نہیں کرتے۔“

جو شخص گناہ کو گناہ خیال کرتے ہیں اس کے متعلق توقع ہے کہ توبہ کرے اور راہ راست پر آجائے، لیکن جو شخص گناہ کو جائز اور ثواب جان کر کرے اس کی حالت زیادہ خطرناک ہے، اس لئے توبہ کی بھی توقع نہیں (۲)۔
فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رجب/۶۲ھ۔۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رجب/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ناظم مظاہر علوم، ۲/رجب/۶۲ھ۔

(۱) (لم أعتز علیہ)

(۲) ”عن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”کل أمتی =

نیک نیت سے سینما دیکھنا اور اس کا اعلان کرنا

سوال [۹۵۰۱]: زید علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ میں کبھی کبھی لمبے وقفوں کے بعد سینما جو ٹھیسریا نائک کی قسم کا ایک تماشہ ہے (۱)، جس میں گانا، بجانا، ناچ، رنگ، مرد و عورت کا اختلاط اور کھلے چہروں اور ننگے بازوؤں کی نمائش ہوتی ہے، دیکھتا اور فسق کا ارتکاب عمداً کر دیا کرتا ہوں اور اللہ سے امید ہے کہ میری نیت پر نظر کر کے اس باب میں مواخذہ نہ فرمائے گا۔ پس زید کا یہ کہنا یعنی قول صحیح ہے؟

الف: حسن نیت کی بناء پر وہ مواخذہ اُخروی سے بچ جائے گا، یا معصیت کا ضرر کم ہو جائے گا؟
ب: کیا معصیت کرنے کے بعد زید کا علی الاعلان اظہار معصیت، معصیت کے ضرر کو ہلکا کرتا ہے، یا زیادہ، از روئے شریعت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سینما دیکھنا شرعاً ناجائز ہے، اس عدم جواز کی چند وجوہ ہیں: گانا، بجانا، ناچ، رنگ (۲)، مرد و عورت

= معافی إلا المجاہرون“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الأول، ص: ۲۱۴، قدیمی)

”إلا المجاہرون“..... ہو مستثنیٰ من قوله: ”معافی“ وهو فی معنی النفی: ای کل امتی لا ذنب علیہم إلا المجاہرون..... قال الطیبی: والأظهر أن یقال: کل امتی یتروکون عن الغیبة إلا المجاہرون..... والمجاہرون هم الذین جاہروا لمعاصیہم وأظهروها..... کل لا یؤاخذون، أولاً یعاقبون عقاباً شديداً إلا المجاہرون“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحفظ اللسان والغیبة والشتم: ۵/۸، رقم الحدیث: ۴۸۳۱، رشیدیہ)

(۱) ”نائک: ناچنے والا، رقاص، تماشا کرنے والا، کھیل، ڈرامہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۳۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن الناس من یشتري لهُو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ﴾ (سورۃ لقمان: ۶)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”﴿لهُو الحدیث﴾ علی ما روى عن الحسن: ”کل ماشغلك عن عبادة اللہ تعالیٰ وذكره من السمر والأضحیک والخرافات والغناء ونحوها..... الخ“۔ (روح المعانی، (سورۃ لقمان: ۶): ۶۷/۲۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت) =

= (و كذا في تفسير ابن كثير، (سورة لقمان: ٦): ٥٨٣/٣، مكتبه دار الفيحاء، دمشق)
 قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنه، لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر": أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع، لما روى أنه عليه الصلوة والسلام أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه". (الدر المختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا، واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ الآية، جاء في التفسير: أن المراد الغناء..... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء..... والحاصل: أنه لا رخصة في السماع في زماننا".
 (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٣٢٩/٦، سعيد)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ٢٨٢/٥، سعيد)
 (و كذا في الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ١٦٢/٣، مكتبه شركت علميه ملتان)

(و كذا في فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ٢١٠/٤، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ٣٥٣/٥، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ٣٢٦/٨، رشيديه)
 "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ٢١١/٢، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "الغناء" - بكسر الغين، ممدوداً: أي التفتي - "ينبت =

کا اختلاط، کھلے چہروں اور ننگے بازوؤں کی نمائش (۱)، لہو و لعب (۲)، اضاعت وقت و مال (۳)، ان سب پر

= النفاق فی القلب کما یثبت الماء الزرع“۔ یعنی الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إلیه، فأصله وشعبته، كما قال وفي شرح السنة: قيل: الغناء رقية الزنا وقال النووی فی الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مکروه، وسماعه مکروه. وإن كان سماعه من الأجنبية، كان أشد کراهة. والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربی الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام وأطنب فی دلائل تحريمه“۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث: ۵۵۷/۸، ۵۵۸، (رقم الحديث: ۴۸۱۰)، رشیدیہ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن عن جلابيهن﴾ (سورة الأحزاب: ۲۲)

”عن عقبه بن عامر أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إياكم والدخول على النساء“۔ فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفريت الحموم؟ قال: ”الحموم الموت“۔ (صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب: لا يخلون رجل بامرأة: ۷۸۷/۲، قديمي)
”الخلوة بالأجنبية حرام“۔ (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى النظر والمس: ۳۶۸/۶، سعيد)

(۲) ”وكره كل لهو، لقوله عليه الصلاة والسلام: ”كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة“۔ (الدرالمختار).
قال ابن عابدين: ”(قوله: وكره كل لهو): أى كل لعب وعبث، فالثلاثة بمعنى واحد كما فى شرح التاويلات، والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام“۔ (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۹۵/۶، سعيد)
(و كذا فى الفتاوى العالمكبرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر فى الغناء واللهو: ۳۵۳/۵، رشیدیہ)

(و كذا فى الهداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة: ۴/۷۵، شركت علمیه ملتان)

(و كذا فى فتح القدير والعناية على هامش فتح القدير: ۱۰/۶۳، مصطفى البابى الحلبي مصر)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولاتسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ (سورة الأعراف: ۳۱) =

طرفہ، اس پر علی الاعلان اظہار! ان میں ہر وجہ عدم جواز کے لئے مستقل ہے، کتب فقہ میں ہر ایک کی ممانعت بصراحت موجود ہے۔ حسن نیت کو ظاہر نہیں کیا کہ وہ کیا ہے، جو نیت خلاف شرع ہو وہ ہرگز قابل قبول نہیں (۱)، اگر اچھی نیت ہے تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے، لیکن شریعت ظاہر پر حکم لگائے گی (۲)، لہذا اس مخفی حسن نیت کی وجہ سے ان محرمات کی شرعاً اجازت نہیں ہو سکتی، اظہارِ معصیت مستقل معصیت اور ممنوع ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

فلم حج

سوال [۹۵۰۲]: فلم ”خانہ خدا“ دیکھنا کیسا ہے کہ اس میں تمام حج کے مقامات اور ارکان حج کرتے دکھلاتے ہیں اور کچھ مسلم نمائندوں نے اس کی تائید میں بیانات بھی دیئے ہیں۔ کیا قرآن و حدیث شریف کی روشنی میں یہ بیانات صحیح ہیں اور اس فلم کو دیکھنا درست ہے؟

= قال العلامة الجصاص: ”والإسراف هو مجاوزة حد الاستواء، فتارة يكون بمجاوزة الحلال إلى الحرام“. (أحكام القرآن للجصاص: ۵۱/۳، مطلب: في ستر العورة في الصلاة، قديمي)
وقال الله تعالى: ﴿إِنَّ الْمُبْدِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ، وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ الآية (سورة الإسراء: ۲۷)

”قيل: فيه وجهان: أحدهما: أنهم إخوانهم باتباعهم آثارهم وجريهم على سننهم. والثاني، أنهم يقرنون بالشياطين في النار“. (أحكام القرآن للجصاص: ۲۹۳/۳، قديمي)
(و كذا في روح المعاني: ۶۳/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)
(۱) ”أن ترك المنهي عنه لا يحتاج إلى نية للخروج عن عهدة النهي“. (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الأولى، لا ثواب إلا بالنية، ص: ۳۰، قديمي)
(۲) ”(قوله: ظاهراً فقط): أي ينفذ ظاهراً لا باطناً؛ لأن شهادة الزور حجة ظاهراً لا باطناً، فينفذ القضاء“. (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في القضاء بشهادة الزور: ۴۰۶/۵، سعيد)
(۳) ”وفي الطريقة المعينية: لا استحالة في جعل المعصية سبباً للعبادة التي حكمها أن تكفر المعصية وتذهب السيئة..... وإنما المحال أن تجعل سبباً للعبادة الموصلة إلى الجنة اه“. (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الكفارة، مطلب لا استحالة في جعل المعصية سبباً للعبادة: ۴۷۲/۳، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

سب جانتے ہیں کہ ”فلم“ لہو و لعب اور بے کار لوگوں کے لئے آگے تفریح ہے، جن پانچ ارکان پر اسلام کی بنیاد ہے حج ان میں عظیم الشان رکن اور شعائر اسلام میں سے ہے، دین اسلام کے اتنے بڑے رکن کو آلہ تفریح بنانا تعلیمات اسلام کے سخت خلاف ہے، جو لوگ آیت قرآنیہ سے تفریح کیا کرتے ہیں، ان کی سخت مذمت قرآن پاک میں آئی ہے اور ممانعت کی گئی ہے: ﴿لَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا﴾ الآية (۱)۔

شرح فقہ اکبر میں ہے کہ ”اگر تفریح کے لئے ایک شخص واعظ بن کر ممبر پر بیٹھ کر وعظ کی نقل کرے اور سب بیٹھے سنتے رہیں، یا ایک شخص کو عالم بنا کر بٹھایا اور لوگ آ کر اس سے مسائل دریافت کریں اور وہ جوابات دیتا رہے اور یہ سب تفریح کے طور پر ہو، ان کا ایمان سلامت نہیں رہے گا“ (۲)۔

یہ اس وقت ہے جبکہ اس میں اور خرافات نہ ہوتی ہو، ورنہ شاعت و قباحت میں اور اضافہ ہوگا، ایسی فلم سے بالکل اجتناب کیا جائے۔ حق تعالیٰ ان تمام بندوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے سچے دل سے توبہ کریں اور اپنی توبہ کا اعلان بھی شائع کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۸۷ھ۔

(۱) (سورة البقره: ۲۳۱)

(۲) ”من جلس على مكان مرتفع، والناس حوله يسألون منه بطريق الاستهزاء، ثم يضربونه بالوسائد: أى مثلاً، وهم يضحكون، كفروا جميعاً: أى لاستخفافهم بالشرع. وكذا لولم يجلس على المكان المرتفع. ونقل عن الأستاذ نجم الدين الكندي بسمرقند: أن من تشبه بالمعلم على وجه السخرية وأخذ الخشبة وضرب الصبيان، كفر، يعنى لأن معلم القرآن من جملة علماء الشريعة، فالاستهزاء به وبمعلمه يكون كفراً“ (شرح الفقه الأكبر للملا علی قاری، ص: ۱۷۳، فصل فی العلم والعلماء، قدیمی)

(و کذا فی فتاویٰ قیاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳۷، کتاب السیر، الثامن فی الاستخفاف بالعلم، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۲۷۰، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب: ومنها ما يتعلق بالعلم والعلماء، رشیدیہ)

ٹیلی ویژن

سوال [۹۵۰۳]: ٹیلی ویژن دیکھنا، اس کو گھر میں رکھنا کیسا ہے، کیا ٹیلی ویژن دیکھنے والے مثل ناچ دیکھنے والے کے فاسق ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں ناچ ہوتا ہو تو وہ ناچ دیکھنے والے کے مثل ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ریڈیو کی خرید و فروخت اور استعمال

سوال [۹۵۰۴]: زیڈ ریڈیو کا کام کرتا ہے اور گھر پر ریڈیو بھی رکھتا ہے، عمر اس پر اعتراض کرتا ہے کہ ریڈیو رکھنا ناجائز ہے۔ سوال یہ ہے کہ ریڈیو کس صورت میں رکھا جاسکتا ہے اور کس صورت میں نہیں رکھا جاسکتا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے، تفسیر ہوتی ہے، دینی تقریریں ہوتی ہیں، صحیح خبریں سنائی جاتی ہیں، حالات حاضرہ پر صحیح تبصرہ کیا جاتا ہے، ان امور کا سننا جائز ہے اور اس مقصد کے لئے ریڈیو گھر پر رکھنا بھی جائز ہے (۲)۔ ریڈیو پر گانا بجانا ہوتا ہے (۳)، فحش مکالمہ ہوتا ہے، بلاوجہ کسی کو برا کہا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا

(۱) "أما التلفزيون والفديو، فلاشك في حرمة استعمالها بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة: من الخلاعة والمجون، والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات، وما إلى ذلك من أسباب الفسوق". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس، والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ۱۶۳/۳، مكتبة دارالعلوم، كراچی)

(۲) "محض تلاوت دو وجہ سے ناجائز ہے: ۱- عموماً تلاوت کرنے والا اجرت لیتا ہے اور تلاوت محضہ پر اجرت لینا حرام ہے، ۲- اسی مجلس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے جس میں قرآن کریم کی توہین ہے، لہذا اس کا سننا بھی جائز نہیں، تفسیر بیان کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم"۔ (أحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، ريڈیو پر تلاوت و تفسیر: ۱۹۹/۸، سعید)

(۳) "عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق =

ہے، ان امور کا سننا اور اس مقصد کے لئے رکھنا درست نہیں (۱)۔

ریڈیو کی بیع و مرمت درست ہے (۲)، پھر اگر خریدنے والا اس کو غلط استعمال کرتا ہے تو وہ گنہگار ہے، فروخت کرنے والے پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۰ھ۔

گانا سننے کی دلیل

سوال [۹۵۰۵]: ایک شخص کہتا ہے کہ گانا سننا جائز ہے اور دلیل میں یہ حدیث شریف پیش کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان میں چند لڑکیاں گارہی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن رہے تھے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گذرے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں شیطانی کام کیا، اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابوبکر! ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو“ (۳)۔ لہذا آپ سے عرض ہے کہ بتائیے ہم اس شخص کو کیا جواب دیں؟

= فی القلب كما ينبت الماء الزرع“. رواه البيهقي في شعب الإيمان“. (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۱۱ باب البیان والشعر الفصل الثالث، قدیمی)

(۱) ”لأن الأمور بمقاصدها“۔ (الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، (رقم القاعدة: ۷۸): ۱/۱۰۲، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”اگر یہ یقین ہو کہ ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ ساز باجا اور گانا وغیرہ کے گناہ میں مبتلا نہ ہوگا تو خریدنا اور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، ورنہ نہیں“۔ (أحسن الفتاویٰ، کتاب البيوع، عنوان مسئلہ: ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی خرید و فروخت: ۶/۵۰۵، سعید)

(۳) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخل على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعندي جاريتان تغنيان بغناء بُعث، فاضطجع على الفراش، وحول وجهه، ودخل أبو بكر رضي الله تعالى عنه، فانتهرني، وقال: مزمارة الشيطان عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فأقبل عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ”دعهما، فلما غفل غمزتهما فخرجتا“۔ (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب الحرب والندرق يوم العيد: ۱/۱۳۰، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

چھوٹی بچیاں اگر کچھ پڑھیں، جو نہ گانے کے قواعد: راگ وغیرہ سے واقف ہیں، نہ ان کی کسی کو شہوت ہو، نہ وہ پردہ کے قابل ہوں تو ان پر بڑی عورتوں کو قیاس کرنا جن کی آواز میں فتنہ ہو اور صورت بھی فتنہ، اور ان سے پردہ بھی ضروری ہے۔ بالکل غلط ہے، ہرگز قابل استدلال نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

ٹرانسٹرننا

سوال [۹۵۰۶]: ٹرانسٹرنیڈیو پر خبروں کا سننا کیسا ہے؟ چونکہ آگے لہو و لعب ہے، اس لئے یہ اشکال پیدا ہوا ہے، ورنہ فی نفسہ خبروں کا سننا کچھ فتنج نہیں معلوم ہوتا۔ ایک مولوی صاحب اپنے گھر پر ریڈیو لگا کر خبر سن رہے تھے، ان کے والد محترم نے منع کیا کہ آپ کے شایان شان نہیں ہے، تو انہوں نے حوالہ دیا کہ شیخ الحدیث صاحب دارالعلوم دیوبند کو میں نے سنتے دیکھا ہے۔ اب صورت مسئلہ میں جو حکم شرعی ہوا سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

محض خبروں، تبصروں اور تقریروں کا سننا تو درست ہے (۲)، گانا بجانا اور غلط چیزوں کا سننا منع ہے۔ یہ

(۱) قال الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: "قال القرطبي رحمه الله تعالى: ليستا بمغنيين": أي ليستا ممن يعرف الغناء كما يعرفه المغنيات المعروفات بذلك. وهذا منها تحرز عن الغناء المعتاد عند المشتهرين به، وهو الذي يحرك الساكن ويبعث الكامن، وهذا النوع إذا كان في شعر فيه وصف محاسن النساء، والخمر وغيرهما من الأمور المحرمة، لا يختلف في تحريمه". (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحرب والدرق يوم العید، (رقم الحدیث: ۹۴۹): ۵۶۳/۲، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی، (سورة لقمان: ۶): ۷۰/۲۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "ریڈیو میں گانا بجانا، قوالی، فحش ڈرامے وغیرہ سننا جائز نہیں، کوئی مفید تقریر ہو تو اس کے سننے میں کوئی مضائقہ نہیں، قرآن مجید سننا بھی مباح ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، سولہواں باب: ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر، عنوان مسئلہ: ریڈیو سننا: ۲۱۱/۹، دار الإشاعت کراچی) =

آلہ اصالتہ خبروں کو بہت جلد پھیلانے کے لئے موضوع ہے، مگر اس میں لہو و لعب، گانا بجانا بھی بہت کثرت سے ہوتا ہے۔ بوممنوع ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۸/۹۲ھ۔

= دوسری جگہ پر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں: ”ریڈیو کی مشین گھر میں لگانا اس شرط سے جائز ہے کہ اس میں خبریں اور مباح تقریریں سنی جائیں، گانا بجانا اور ناجائز تقریریں نہ سنی جائیں“۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، سولہواں باب: ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر، عنوان: ریڈیو کا استعمال کب جائز ہے: ۲۱۸/۹، دارالاشاعت کراچی)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ (سورة لقمان: ۶)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ﴿لهو الحديث﴾ علی ما روى عن الحسن: ”كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها..... الخ“.

(روح المعانی، (سورة لقمان: ۶): ۶۷/۲۱، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(و كذا في تفسير ابن كثير، (سورة لقمان: ۶): ۵۸۳/۳، مكتبة دار الفیحاء، دمشق)

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاہی کلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم، لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: ”صوت اللہو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات“. قلت: وفي النزازية: استماع صوت الملاہی كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: ”استماع الملاہی معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر“: أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفرًا بالنعمة لا شكرًا، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع، لما روى أنه عليه الصلوة والسلام أدخل أصبعه في أذنه عند سماعه“. (الدر المختار).

قال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ: ”ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا، واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ الآية، جاء في التفسير: أن المراد الغناء..... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء..... والحاصل: أنه لا رخصة في السماع في زماننا“. (رد المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۲۹/۶، سعيد)

= (و كذا في الدر المختار مع رد المختار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۲۸۲/۵، سعيد)

ریڈیو بجانا اور اس میں گانا سننا

سوال [۹۵۰۷]: ریڈیو بجانا، گانا سننا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مکروہ تحریمی ہے، جو کہ حکم کے اعتبار سے حرام کے قریب ہے، اس لئے بعض حضرات نے اس کو حرام بھی فرمایا ہے (۱)، جائز خبریں سننے کی اجازت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

= (و كذا في الهداية، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۳/۱۶۲،، مكتبة شرکت علمیه، ملتان)

(و كذا في فتح القدير، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل: ۷/۴۱۰، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللغو: ۵/۳۵۴، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۴۶، رشیدیہ)

”عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الغناء ينبت

النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع“. رواه البيهقي في شعب الإيمان“. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب

الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۲۱۱، قديمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”الغناء“ - بكسر الغين، ممدوداً: أي التغنى - ”ينبت

النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع“. یعنی الغناء سبب النفاق ومؤدٍ إليه، فأصله وشعبته، كما قال

..... وفي شرح السنة: قيل: الغناء رقية الزنا..... وقال النووي في الروضة: غناء الإنسان بمجرد

صوته مكروه، وسماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهية. والغناء بآلات مطربة هو

من شعار شاربى الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام، وكذا سماعه حرام

..... وأظن في دلائل تحريمه“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل

الثالث: ۸/۵۵۷، ۵۵۸، (رقم الحديث: ۲۸۱۰)، رشیدیہ)

(۱) ”استماع صوت الملاہی كالضرب بالقضيب ونحوها حرام“. (الفتاوى البزازية على هامش

الفتاوى العالمكبرية، كتاب الكراهية، الفصل فيما يتعلق بالمناهي: ۶/۳۵۹، رشیدیہ)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲/۲۲۳ غفاريہ)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة. ۶/۵۵ سعید)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نیزہ بازی دیکھنے سے کھیل تماشے پر استدلال

سوال [۹۵۰۸]: صحاح ستہ میں ہے کہ عیدین میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گود میں اٹھا کر نیزہ کا کھیل دکھلایا (۱)۔ اس وقت بالغ تھیں یا نابالغ تھیں؟ کتب میں موجود ہے کہ خوشی کا دن تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی خوشی پوری کی۔ اور بعض کتب میں ہے کہ عمر آپ کی کم تھی، یعنی نابالغ تھیں۔ اس سے عیدین میں کچھ کھیل تماشے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اور اظہار خوشی بھی زیادہ کرنا چاہیے۔

(۱) نوٹ: حدیث شریف میں گود میں اٹھانے کا ذکر نہیں، بلکہ ام المؤمنین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نیزہ بازی کو دیکھ رہی تھی:

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: دخل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعندی جاریتان وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب، فإما سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وإما قال: ”تشتہین تنظرین“؟ فقلت: نعم، فأقامنی وراءہ، خدی علی خدہ، وهو یقول: ”دونکم بنی أرفدة“. حتی إذا مللتُ قال لی: ”حسبک“؟ قلت: نعم، قال: ”فاذہبی“. (صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید: ۱/۱۳۰، قدیمی)

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسترنی بردائه وأنا أنظر إلی الحبشة یلعبون فی المسجد حتی أكون أنا أسأم، فاقدروا قدر الجارية الحدیثة السن الحریصة علی اللہو“. (سنن النسائی، کتاب العیدین، اللعاب فی المسجد یوم العید ونظر النساء إلی ذلک، قبیل کتاب قیام اللیل وتطوع النهار: ۱/۲۳۶، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب العیدین، قبیل کتاب صلوة الاستسقاء: ۱/۲۹۲، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

عیدین کے روز اظہار سرور و خوشی میں تو اشکال نہیں آپ بھی کیجئے، مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ فرحت و بشاشت کا اظہار ملنے والوں سے کرنا مستحب ہے (۱)۔ دوسری چیز اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ان نامحرموں کو دیکھنا ہے، اس کے متعلق یہ ہے کہ بالاصالہ اجنبی کے چہرہ کی طرف دیکھنا شرعاً اس وقت درست ہے جب کہ ہر قسم کے فتنوں سے امن ہو، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقام پر امن تھا، اس لئے کوئی اشکال نہیں، حتیٰ کہ حضرت ابن ام مکتوم ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا، وہاں سے اشکال بھی کیا گیا کہ صحابی تو نابینا ہیں ان سے کیا پردہ آپ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو“ (۲)۔ آج کون شخص دعویٰ سے کہہ سکتا ہے کہ فتنوں سے امن ہے۔ اسی لئے فقہاء نے مطلق ممانعت کر دی ہے (۳)۔

تیسری چیز اس حدیث میں تیر اور نیزہ کا کھیل ہے تو اس کے متعلق خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) ”ويظهر الفرح والبشاشة في وجه من يلقاه من المؤمنين“. (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوى،

كتاب الصلوة، باب أحكام العیدین، ص: ۵۳۰، قدیمی)

(۲) ”أن أم سلمة رضي الله تعالى عنها حدثت أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وميمونة رضي الله تعالى عنها، قالت: فبينما نحن عنده أقبل ابن أم مکتوم فدخل عليه - وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب - فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”احتجبا منه“. فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أفعميا وان أنتما، أستماتا تبصرانه؟“ هذا حديث حسن صحيح“. (جامع الترمذی، أبواب الإستیدان، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال: ۱۰۶/۲، سعید)

(۳) ”فإن خاف الشهوة أو شك، امتنع نظره إلى وجهها، فجعل النظر مقيد بعدم الشهوة، وإلا فحرام. وهذا في زمانهم، وأما في زماننا فممنوع من الشابة“. (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة“. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس:

۳۷۰/۶، سعید)

کا امر ہے کہ تیر اندازی اور نیزہ بازی سیکھو، جہاد میں کام آنے والی چیز ہے (۱)، یہی حال، لٹھی، تلوار، بندوق سیکھنے کا ہے۔ آپ بھی بہ نیت جہاد سیکھئے اور مشق کیجئے، اجر ملے گا۔ اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کم عمر تھیں۔ اور حضرت عائشہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر سے چھپا رکھا تھا، وہ کمر کے پیچھے کھڑی ہو کر کندھے کے قریب سے دیکھ رہی تھیں، ان کو تو حبشی بالکل نہیں دیکھ رہا تھا، اور وہ حبشی کے چہرے کی طرف نہیں بلکہ نیزہ کی طرف دیکھ رہی تھیں، جیسے کہ فٹ بال، والی بال اور کرکٹ کا کھیل دیکھنے والے نظر گیند کی طرف رکھتے ہیں، نہ کہ گیند والے کے چہرے کی طرف۔ نیز اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ حدیث کی پوری تفصیل فتح الباری: ۲/۳۵۶، میں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) ”عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
”ارموا وارکبوا، وأن ترموا أحبُّ إلی من أن ترکبوا. لیس من اللہو إلا ثلاث: تأدیب الرجل فرسہ،
وملاعبتہ أهلہ، ورمیہ بقوسہ ونبلہ، الخ.“ (سنن أبی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی: ۳۲۷/۱،
امدادیہ ملتان)

(وسنن ابن ماجہ، أبواب الجہاد، باب الرمی فی سبیل اللہ، ص: ۲۰۲، قدیمی)

المراد باللہو فی الحدیث المذكور اللہو المباح، كما فیما بین السطور من أبی داؤد فلیراجع
المصدر السابق (فضل مولیٰ ابن القاضی فضل خالق المرحوم)
(۲) ”واستدلّ به علی جواز اللعّب بالسلاح علی طریق التواثب للتدریب علی الحرب والتنشیط علیہ.
واستنبط منه جواز المثاقفة، لما فیها من تمرین الأیدی علی آلات الحرب. قال عیاض: وفیہ جواز نظر
النساء إلی فعل الرجال الأجانب؛ لأنه إنما یکره لهن النظر إلی المحاسن والاستلذاذ بذلك أما
النظر بشهوة، وعند خشية الفتنة فحرام اتفاقاً. وأما بغير شهوة، فالأصح أنه محرم. وأجاب عن هذا
الحدیث بأنه یحتمل أن یكون ذلك قبل بلوغ عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أو كانت تنظر إلی
لعبهم بحرابهم لا إلی وجوههم وأبدانهم.“ (فتح الباری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم
العید: ۵۶۶/۲، قدیمی)

(و کذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم، قبیل کتاب صلوة الاستسقاء: ۱/۲۹۱، ۲۹۲، قدیمی)

کشتی چلانے میں مقابلہ کرنا

سوال [۹۵۰۹]: بعض جگہ کشتیاں چلائی جاتی ہیں اس غرض سے کہ دیکھیں کہ کون اپنی کشتی کو آگے نکالے، جو آگے نکلے اس کو انعام دیا جاتا ہے۔ اور بعض مرتبہ بغیر انعام کے بھی کشتیاں چلائی جاتی ہیں کہ دیکھیں کون کشتی آگے نکالے۔ شرعاً یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر محض لہو و لعب کے لئے اختیار کرتے ہیں تو شرعاً ممنوع ہے۔ اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ جہاد میں بسا اوقات دریائی سفر اور کشتیاں چلانے کی نوبت آتی ہے، اس کے لئے مشق کر لی جائے تو یہ ممنوع نہیں، بلکہ پسندیدہ ہے، بشرطیکہ انعام کوئی تیسرا دے، کذا فی یفہم من مجمع الأنہر: ۲/۵۴۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۳/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

والی بال

سوال [۹۵۱۰]: دس بارہ شخص جو قوم کے سردار کہلاتے ہیں اور تمام شہر کے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں، وہ روزانہ جمع ہو کر دل خوش کرنے کے لئے شام کو جنگل میں دو بانس بالمقابل گاڑ کر اور جالی ڈال کر بال کو کبھی ادھر پھینکتے ہیں، کبھی ادھر پھینکتے ہیں۔ اس کھیلنے کے لئے علمائے دین کیا فرتے ہیں؟

(۱) ”تجوز المسابقة بالسهم والخيال..... وإن شرط فيها جعل من إحدى الجانبين أو من ثالث لأسبقهما، جاز.“ (ملتی الأبحر) ”ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكر والفر، وكل ما هو من أسباب الجهاد، فتعلمه مندوب إليه سعيًا في إقامة هذه الفريضة.“ (ملتی الأبحر شرح مجمع الأنہر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲/۲۱۶، غفاريہ كوئٹہ)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۵، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل السادس في المسابقة: ۵/۳۲۳، رشيدية)

الجواب حامدًا ومصلياً:

مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۹/۶۲ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۹/۶۲ھ۔

فٹ بال، کبڈی کھیلنا، کشتی لڑنا

سوال [۹۵۱۱]: گیند کھیلنا، فٹ بال کھیلنا، کبڈی کھیلنا، لکڑی کھیلنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱) ”وکرہ کل لہو، لقولہ علیہ السلام: ”کل لہو المسلم حرام إلا ثلاثة: ملاعبتہ اہلہ، وتادیبہ لفرسہ،

ومناضلتہ بقوسہ“۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۵/۶، سعید)

”عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يقول: ”إن اللہ عزوجل یدخل بالسہم الواحد ثلاثة نفر الجنة: صانعه یحتسب فی صنعته الخیر، والرامي

به، ومنبله. وارموا واركبوا، وأن ترموا أحب إلی من أن تركبوا. لیس من اللہو إلا ثلاث: تادیب الرجل

فرسہ، وملاعبتہ اہلہ، ورمیہ بقوسہ ونبلہ، ومن ترک الرمی بعد ما علمہ رغبۃ عنہ، فإنہا نعمۃ ترکہا، أو

قال: کفرہا“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی القرى: ۳۶۳/۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(وجامع الترمذی، أبواب الجہاد، باب ماجاء فی الرهان: ۲۹۹/۱، سعید)

”المراد باللہو فی الحدیث المذكور اللہو المباح، كما فیما بین السطور من أبی داؤد

فلیراجع المصدر السابق“۔ (مصح)

”اگر ستر کھولنے اور نماز کے قضاء ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو والی بال کھیلنے کی ورزش کی نیت سے شرعاً گنجائش ہے، جسمانی

ورزش جس میں کوئی بات خلاف شریعت نہ ہو، جائز ہے۔ ورزش کے بہت سے طریقے ہیں جن میں بعض طریقے ایسے ہیں کہ وہ

کسی خاص قوم کفار کے ساتھ مخصوص ہیں، مثلاً: کرکٹ، فٹ بال، ہاکی وغیرہ کہ ان میں یورپین کفار کی مشابہت کی وجہ سے

کراہت ہے، تاہم اگر ان چیزوں میں مشغولی کی وجہ سے نماز یا اور کسی امر شرعی میں نقصان نہ آئے تو صرف تشبہ کی وجہ سے

کراہت ہوگی، حرمت کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ اور یہ بات کہ ان چیزوں کو ہاتھ لگانا مثل خنزیر کے گوشت کے ہاتھ لگانے کے

ہے، افراط و اعتدال فی الحکم ہے جس سے احتراز واجب ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی“۔ (کفایت المفتی، کتاب

الحظر والإباحة، اکیسواں باب: متفرقات، عنوان مسئلہ: فٹ بال اور کرکٹ وغیرہ کھیلنے کا حکم: ۲۶۹/۹، دارالاشاعت کراچی)

۲..... کشتی لڑنا جائز ہے یا ناجائز؟

۳..... کشتی لڑنا دنگل (۱) کے اندر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... اگر ورزش اور مشق جہاد اور تندرستی باقی رکھنے کیلئے کھیلے تو درست ہے (۲)، مگر ستر پوشی اور دیگر حدود شریعت کی رعایت لازم ہے (۳)، انہماک کی وجہ سے احکام شرعیہ: نماز و جماعت وغیرہ میں خلل نہ آئے۔
۲، ۳..... جواب نمبر: ۱ کے مطابق ہے، ان کا بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

تاش کا کھیل

سوال [۹۵۱۲]: ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ میں صرف دل کو بہلانے کے لئے تاش کھیلتا ہوں جس میں کسی بھی قسم کی کوئی شرط نہیں رکھی جاتی، جیسا کہ دوسرے کھیل ہیں، مثلاً: فٹ بال اور والی بال، ہاکی، کرکٹ

(۱) ”دنگل: کشتی کرنے کی جگہ، اکھاڑہ، پہلوان کی جائے نشست“۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۷، فیروز سنز لاہور)
(۲) ”تجوز المسابقة بالسهم والخيل، والحمير، والابل، والإقدام، لقوله عليه السلام: ”لا سبق إلا في خف أو نضل، أو حاضر“۔ والمراد بالخف الإبل، وبالنضل الرمي، وبال حاضر الفرس والبغل. وفي الحديث: ”سابق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأبو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما، فسبق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“۔ ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكرّ والفرّ وكلّ ما هو من أسباب الجهاد، فتعلّمه مندوبٌ إليه سعيّاً في إقامة هذه الفريضة“۔ (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الحظر والإباحة، فصل في المتفرقات: ۲/۲۱۶، غفاريه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة: ۵/۳۲۳، رشيديه)

(والسراجية، كتاب الحظر والإباحة، ص: ۷۶، سعيد)

(۳) ”وينظر الرجل إلى الرجل إلا العورة، وهي ما بين السرة والركبة“۔ (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية،

فصل في النظر: ۷/۴۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في النظر: ۳/۱۹۹، غفاريه)

وغیرہ، تو اس کے غلط ہونے کی کیا وجہ ہے، جبکہ اس میں کوئی شرط وغیرہ نہیں لگائی جاتی۔ تو کیا اس کیلئے تاش کھیلنا اس صورت کے ساتھ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کرکٹ، ہاکی، وغیرہ میں ایک غرض صحیح کے پیش نظر اجازت ہے (یہ سب ممنوع محض نہیں) بخلاف تاش کے کہ اس میں یہ غرض صحیح موجود نہیں (۱)، نیز یہ دوسرے کیلئے ذریعہ قمار بن سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”وکرہ تحریماً للعب بالنرد، وکذا الشطرنج“۔ (الدرالمختار)۔ ”وإنما کرہ: لأن من اشتغل به، ذهب عناءه الدنیوی وجاءه العناء الأخری، فهو حرام وکبيرة عندنا، الخ“۔ (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۴/۶، سعید)

(و کذا فی کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، پندرہواں باب: لہو و لعب، عنوان: تاش چوسرا و شطرنج کھیلنا جائز نہیں: ۲۰۴/۹ جدید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الکراہیة، فصل فی المتفرقات: ۲۲۲/۴، غفاریہ)
بعض علماء نے بغیر شرط لگائے جائز لکھا ہے، لیکن جمہور کی رائے مطلقاً عدم جواز کی ہے:

”وأباحه الشافعی وأبو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ فی روایة، ونظمها شارح الوهبانیة، فقال: ولا بأس بالشطرنج وهی روایة: عن الحبر قاضی الشرق والغرب تؤثر. وهذا إذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب، وإلا فحرام بالإجماع“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۴/۶، سعید)

”ویحرم عند الجمہور غیر الشافعیة أيضاً الشطرنج“۔ (الفقه الإسلامی وأدلته، المبحث الرابع، رابعا اللہو، الشطرنج: ۲۶۶۳/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، (یعنی عزیز الفتاویٰ)، کتاب الحظر والإباحة، شطرنج کھیلنا حرام ہے، ص: ۷۱۳، دارالاشاعت کراچی)

(و کذا فی إمداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، غناء و مزامیر اور لہو و لعب و تصاویر کے احکام، شطرنج کا حکم: ۲۴۰/۴، ۲۴۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) قال العلامة الآلوسی تحت قوله تعالیٰ: ﴿ولاتسبوا الذین﴾ الخ: ”واستدل بالآیة علی أن الطاعة إذا =

تعلیمی تاش

سوال [۹۵۱۳]: تعلیمی تاش کھیلنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو بلا کراہت یا مع الکرہت؟ اگر

ناجائز ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر بچوں کو حروف کی شناخت کے لئے یہ تاش استعمال کرایا جائے تو فی نفسہ درست ہے، جیسے بورڈ

پر لکھ کر شناخت اور مشق کرائی جاتی ہے (۱)، لیکن اندیشہ یہ ہے کہ یہی کھیل آئندہ چل کر ہار جیت کے تاش

کا ذریعہ بن جائے گا، اور دوسری غلط چیزوں کی طرف اس سے رہنمائی ہوگی، جیسے حل معمرہ وغیرہ۔ اس لئے اس

طریقہ کو نہ اپنایا جائے (۲)، بلکہ جو طریقہ سلف کا پہلے سے موجود ہے اسی کو اختیار کیا جائے، اس میں خیر و برکت

ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۱ھ۔

= أدت إلى معصية راجحة، وجب تركها، فإن ما يؤدى إلى الشر شرٌّ. (روح المعاني: ۲۵۲/۷،

دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وأحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، باب المتفرقات، تحت عنوان: شطرنج لوڈا اور بارہ گوئی کھیلنا جائز

نہیں: ۲۲۲/۸، سعید)

(۱) ”اگر ہار جیت نہ ہو تو جائز ہے، بلکہ مبتدیوں کے حق میں شاید مفید ہے۔ واللہ اعلم“۔ (إمداد الفتاوى، كتاب الحظر

والإباحة، باب: غنا و مزامیر اور لہو و لعب و تصاویر کے احکام، عنوان مسئلہ: تعلیمی تاش: ۲۵۲/۳، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

”تعلیمی تاش بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرنا مباح ہے“۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ۔ (کفایت المفتی،

كتاب الحظر والإباحة، اکیسواں باب: متفرقات، عنوان مسئلہ: تعلیمی تاش بچوں کی تعلیم کے لئے استعمال کرنا: ۲۶۸/۹،

دار الإیضاء کراچی)

(۲) قال العلامة الآلوسی. تحت قوله تعالى: ﴿ولا تسبوا الذين النخ﴾. ”واستدل بالأية على أن الطاعة

إذا أدت إلى معصية راجحة، وجب تركها، فإن ما يؤدى إلى الشر شرٌّ. (روح المعاني: ۲۵۲/۷،

دار إحياء التراث العربی بیروت)

قال العلامة الحصكفي: ”كل ما أدى إلى ما لا يجوز، لا يجوز“. (الدر المختار، كتاب الحظر

والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۰/۶، سعید)

کیرم بورڈ

سوال [۹۵۱۴]: کیرم بورڈ ایک کھیل ہے، کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے؟ اطلاعاً عرض ہے کہ کھیل بغیر شرائط و بغیر ہارجیت کے کھیلا جاتا ہے، جواز ہو تو کس صورت میں اور ناجائز ہو تو کس صورت میں؟ اطلاع فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط۔

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی جھانسی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ہارجیت نہ ہو اور احکام شرعیہ میں اس کی وجہ سے خلل نہ آئے تو کبھی کبھی وحشت دور کرنے اور دل بہلانے کے لئے اس کھیل (کیرم) کی گنجائش ہے، تاہم اس کی عادت نہ ڈالی جائے، اور اس کو چھوڑنے کی کوشش کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۴ھ۔

(۱) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "روحو القلوب ساعة فساعة". (الجامع الصغير للسيوطي مع

فيض القدير: ۳۴۱۵/۷، (رقم الحديث: ۴۴۸۴)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

قال العلامة المناوي رحمه الله تعالى تحت قوله: "روحو القلوب ساعة فساعة": وفي رواية:

"ساعة وساعة": أي أريحوها بعض الأوقات من مكابدة العبادات بمباح لا عقاب فيه، ولا ثواب. قال

أبو الدرداء رضي الله تعالى عنه: إني لأجم فؤادي ببعض الباطل: أي اللهو الجائر لأنشط للحق. وذكر

عند المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم القرآن والشعر، فجاء أبو بكر رضي الله تعالى عنه، فقال: أقرأه

وشعر؟ فقال: نعم! ساعة هذا وساعة ذاك. وقال علي كرم الله وجهه: اجمعوا هذه القلوب، فإنها تمل

كما تمل الأبدان: أي تكل. وقال بعضهم: إنما ذكر المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم لأولئك

الأكابر الذين استولت هموم الآخرة على قلوبهم، فخشى عليها أن تحترق". (فيض القدير شرح الجامع

الصغير، (رقم الحديث: ۴۴۸۴): ۳۴۱۵/۷، ۳۴۱۶، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

"وحاصل الكلام: ترويح القلب وتفريجه، وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة

والمصالح البشرية التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث

يضر بالمعاش أو المعاد". (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، حكم =

کیرم بورڈ بطور تفریح

سوال [۹۵۱۵]: کیرم بورڈ بغیر شرط محض تفریح کیلئے کھیلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فی نفسہ اس میں خواہ گناہ نہ ہو، لیکن آئندہ چل کر بسا اوقات یہی ہارجیت کے طور پر کھیلنے کا ذریعہ بن جاتا ہے، لہذا احتیاط مناسب ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الألعاب فی الشریعہ: ۴/۳۳۳، دارالعلوم کراچی

”قال أبو الدرداء: إنی لأجم فؤادی ببعض الباطل: أى اللہو الجائز، لأنشط للحق“۔ (فیض

القدیر: ۴/۳۳۱۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۱) ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”رَوَّحُوا الْقُلُوبَ سَاعَةً فَسَاعَةً“۔ (الجامع الصغیر للسيوطی مع

فیض القدیر: ۴/۳۳۱۵، (رقم الحدیث: ۴۳۸۴)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله: ”رَوَّحُوا الْقُلُوبَ سَاعَةً فَسَاعَةً“: وفي رواية:

”سَاعَةً وَسَاعَةً“: أى أريحوها بعض الأوقات من مكابدة العبادات بمباح لاعقاب فيه، ولا ثواب. قال

أبو الدرداء رضى الله تعالى عنه: إنى لأجم فؤادى ببعض الباطل: أى اللہو الجائز لأنشط للحق. وذكر

عند المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القرآن والشعر، فجاء أبو بكر رضى الله تعالى عنه، فقال: أقرأه

وشعر؟ فقال: نعم! ساعة هذا وساعة ذاك. وقال على كرم الله وجهه: اجتمعوا هذه القلوب، فإنها تمل

كما تمل الأبدان: أى تكل. وقال بعضهم: إنما ذكر المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لأولئك

الأكابر الذين استولت هموم الآخرة على قلوبهم، فخشى عليها أن تحترق“۔ (فیض القدیر شرح الجامع

الصغیر، (رقم الحدیث: ۴۳۸۴): ۴/۳۳۱۵، ۳۳۱۶، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

”وحاصل الكلام: ترويح القلب وتفريجه، وكذا تمرين البدن من الارتفاقات المباحة

والمصالح البشرية التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث

يضرّ بالمعاش أو المعاد“۔ (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، حكم

الألعاب فى الشريعة: ۴/۳۳۳، دارالعلوم کراچی)

”قال أبو الدرداء: إنى لأجم فؤادى ببعض الباطل: أى اللہو الجائز، لأنشط للحق“۔ (فیض

القدیر: ۴/۳۳۱۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

گھر میں کھیل کھیلنا

سوال [۹۵۱۶]: گھر کے اندر کھیل کھیلنا جائز ہے یا نہیں، مثلاً: ٹیبل ٹینس، کیرم بورڈ، اور بیڈمنٹن وغیرہ؟ میرا ایک دوست کہتا ہے کہ یہ کھیلنا جائز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو کھیل کفار یا فساق کا شعار نہ ہو اور اس میں ہارجیت پر مال کی شرط نہ ہو، اور اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے طاعات ترک نہ ہوں اور اس میں کوئی چیز خلاف شرع نہ ہو تو درست ہے، اگر اس میں صحت درست و قوی ہو کر دشمن کے مقابلہ کی قوت میں ترقی ہو تو اس نیت سے اس میں ترغیب بھی ہے (۱)، جیسے گھوڑے کی سواری میں

(۱) ”و حاصل الكلام أن ترويح القلب وتفریحه، وكذا تمرین البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشرية التي لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها، نعم! تمنع الغلو والانهماك فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد. وهذا هو السر في إباحة بعض الملاهي في بعض الأحيان، فإن هذا اللهو على هذه النية والغرض لم يبق لهواً، بل عاد مصلحةً وفائدةً، كما سبق في الأحاديث المذكورة من إباحة السباحة والرمية والانتضال بالقوس والمسابقة بالإبل والبهائم، وإجراء الخيل، وملاعبة الأهل، فإنها وإن كانت في صورة اللهو، ولكنها لما كان الاشتغال فيها على غرض صحيح ومصالح معاشية أو معادية، خرجت عن اللهوية حقيقة، فأبيحت، وربما استحبت. نعم! من فعلها بقصد التلهي والتلعب، كان حراماً ومكروهاً في حقه، صرح به الفقهاء.

وكما أن اللهو قد يصير مصلحة بالنية، ويخرج عن اللهوية، كذلك قد تصير الأعمال الصالحة بالنية الفاسدة لهواً، أو تعود لسدّها عن ذكر الله لعباً ومعصيةً. قال عليه الصلوة والسلام: ”كل شيء ليس من ذكر الله، فهو لهو ولعب“. ذكره في الجامع الصغير برمز النسائي، ووضع عليه علامة الحسن.

وإذا عرفت أن اللهو قد يعود مصلحة بنية صحيحة ومصلحة مقصودة، والمصالح قد تعود لهواً بنية فاسدة، أو انهماك فيها بحيث يشغل عن ذكر الله، فقد اتضح لك اختلاف الفقهاء في بعض الملاهي، فإنه أحلّها من أحلّها إذا كانت لغرض صحيح بنية صالحة. وحرّمها من حرّمها لعدم اعتداده بتلك النية المصالحة، والغرض الصحيح في جانب ما يلزمه من المفاسد، ولما رأى بالتجربة أن إثمها =

یا تیرنے میں (۱)، ورنہ جیسا کہ جتنا غلط کھیل ہوگا ویسا ہی اس پر حکم بھی ہوگا۔ اس ضابطہ کے تحت ہر کھیل کا حکم

= أكبر من نفعها وأما ما لم يرد فيه النهى عن الشارع، وفيه فائدة ومصلحة للناس، فهو بالنظر
الفقهى على نوعين. الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه، ومفاسده أغلب على منافعه،
وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده، وعن الصلوات والمساجد، التحق ذلك بالمنهى عنه،
لاشتراك العلة، فكان حراماً أو مكروهاً.

والثانى: ما ليس كذلك، فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهى والتلاعب، فهو مكروهاً، وإن
اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة وبنية استجلاب المصلحة، فهو مباح، بل قد يرتقى إلى درجة
الاستحباب أو أعظم منه“. (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالتردشير، حكم
الألعاب فى الشريعة: ۴/۳۳۲، ۴۳۵، مكتبة دارالعلوم كراچى)

(۱) ”وعن عقبه بن عامر رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول:
”إن الله عز وجل يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة: صانعه يحتسب فى صنعته الخير، والرامي به
ومُنبله. وارموا واركبوا، وأن ترموا أحب إلى من أن تركبوا. ليس من اللهو إلا ثلث: تأديب الرجل
فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه ونبله، ومن ترك الرمي بعد ما علمه رغبةً عنه، فإنها نعمة تركها“ أو
قال: ”كفرها“. (سنن أبى داؤد، كتاب الجهاد، باب الرمي: ۱/۳۶۳، مكتبة رحمانيه لاهور)

”المراد باللغو فى الحديث المذكور اللغو المباح، كما فيما بين السطور من أبى داؤد
فليراجع المصدر السابق“. (مصح)

”وكره كل لهو لقوله عليه السلام: ”كل لهو حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله وتأديبه لفرسه
ومناضلته بقوسه“. (ردالمحتار، كتاب الحظرو الإباحة، فصل فى البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

”تجوز المسابقة بالسهم والخيل ولأنه يحتاج إليه فى الجهاد للكرّ والفرّ، وكل ما هو
من أسباب الجهاد فتعلمه مندوب إليه سعياً فى إقامة هذه الفريضة“. (مجمع الأنهر مع الملتقى الأبحر،
كتاب الكراهية، فصل فى المتفرقات: ۳/۲۱۶، غفاريه)

(وكذا فى ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۲، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل السادس فى المسابقة: ۵/۳۲۶، رشيديه)

معلوم ہو سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۲ھ۔

بچوں کا لٹو وغیرہ کھیلنا

سوال [۹۵۱۷]: بچوں کو لٹو کھیلنے کی اجازت دی جائے یا نہیں؟ اسی طرح ترکی ٹوپی اور کوٹ پہننے کی اجازت دی جائے یا نہیں، اگر اجازت دی جائے تو کس عمر تک؟ اگر بیان فرمائیں گے تو مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگرچہ یہ چیزیں بچوں کے حق میں حرام نہیں، تاہم جس قدر اچھے اخلاق و افعال کا ان کو عادی بنایا جائے گا اسی قدر بڑے ہو کر ان پر اثر ہوگا۔ جو کوٹ کسی غیر قوم کا شعار نہیں وہ درست ہے، بڑے کی حق میں بھی بچے کے حق میں بھی (۲)۔

(۱) ”فالضابط في هذا الباب أن اللهو المجرد الذي لا طائل تحته، وليس له غرض صحيح مفيد في المعاش ولا المعاد حراماً أو مكروهاً تحريماً وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية، فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة كان حراماً أو مكروهاً تحريماً وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع، وفيه فائدة ومصلحة للناس، فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه، ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده، وعن الصلوة والمساجد، التحق ذلك بالمنهى عنه، لا اشتراك العلة، فكان حراماً أو مكروهاً. والثاني ما ليس كذلك، فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب، فهو مكروه. وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة، وبنية استجلاب المصلحة، فهو مباح، بل قد يرتقى إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها ما لم تشتمل على معصية أخرى، وما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه. والله سبحانه أعلم.“ (تكملة فتح الملهم، قبيل كتاب الرؤيا: ۳/۳۳۵، دارالعلوم کراچی)

(۲) ”وعنه (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم.“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

ترکی ٹوپی بھی درست ہے (۱)۔ لٹو کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ قمار نہ ہو (۲)، لیکن سنت کے موافق

= قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أي فی الإثم والخیر. قال طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ: هذا عام فی الخلق والخلق والشعار“. (مرقاۃ الفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، (رقم الحدیث: ۴۳۴۷)، رشیدیہ)

”المشاركة فی الهدی فی الظاهر تؤثر تناسباً وتشاكلاً بین المتشابهین، تعود إلى موافقة ما فی الأخلاق والأعمال، وهذا أمر محسوس“. (فیض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۳، ۵۷۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مكتبة نزار مصطفى الباز ریاض)

(۱) ”لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه“. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس: ۳۴۹/۸، رشیدیہ)

”لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا يتكبر، وكذا جمع المال إذا كان من الحلال“. (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، فصل فی اللبس: ۳۷۸/۴، رشیدیہ)

(۲) ”حرمت شطرنج کی علت صرف تصاویر اور جواہی نہیں، اگر تصاویر اور جوا کا وجود شطرنج کے لئے لازم ہوتا تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی کراہت تنزیہہ کا قول نہ فرماتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس کھیل میں بھی ذہنی ورزش ہوگی وہ ناجائز ہوگا، اور جو ذہنی ورزش سے پاک ہو وہ جائز ہے، خواہ اس میں جسمانی ورزش ہو یا محض دل و دماغ تفریح جیسے لٹو، چکنی، بچوں کے کھلونے اور سیر و تفریح وغیرہ۔ وجوہ الفرق تین ہیں:

۱- دل و دماغ کے سامنے مقاصد اصلیہ بہت کثیر ہیں، بلکہ مقاصد آخرت تو غیر متناہیہ ہیں، اس لئے انہیں کسی مقصد کی تحصیل کے لئے ذہنی ورزش کو ذریعہ بنانے کی ضرورت نہیں، بلکہ فرصت ہی نہیں:

آن خیالاتی کہ دام اولیاء ست

عکس مہرویاں بستان خداست

جسمانی صحت کے لئے جسمانی ورزش کی ضرورت ہے، اس لئے جائز بلکہ بقدر ضرورت واجب و موجب اجر ہے، اسی طرح دل و دماغ کی تفریح کا سامان بھی صحت جسمانیہ کے لئے نافع ہونے کی وجہ سے جائز و باعث اجر ہے، بشرطیکہ وہ ذہنی ورزش سے پاک ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دل و دماغ کی تفریح اور ورزش دونوں کا اجتماع محال ہے، دماغی تفریح صحت جسمانیہ کے لئے نافع اور دماغی ورزش مضر ہے۔

اگر کسی کو بارہ ٹینی جیسی ذہنی ورزش میں دماغی فرحت محسوس ہو تو اس کی مثال کھلی کے مرض جیسی ہے جس میں کھلانے =

= سے وقتی طور پر لذت و سکون ملتا ہے، مگر بعد میں سخت تکلیف و اذیت۔

دماغ بادشاہ ہے اور پورا جسم اس کی فوج ہے، فوج کے لئے پریڈ اور جنگی مشقیں کرنا لازم ہے، اس لئے کہ یہ تحصیل مقصد کا ذریعہ ہے، مگر بادشاہ کے لئے جس طرح جسمانی پریڈ مضر ہے اسی طرح فکری پریڈ بھی سخت مضر ہے، حکومت کا بقاء اس پر موقوف ہے کہ بادشاہ دماغ کو فکری پریڈ میں لگانے کی بجائے براہ راست تحصیل مقاصد کی طرف متوجہ رکھے۔

۲- ذہنی ورزش دل و دماغ کے مقاصد اصلیہ کی تحصیل میں مغل ہونے کے علاوہ جسمانی صحت کے لئے بھی سخت مضر ہے۔ اس کے برعکس جسمانی ورزش اور تفریح صحت جسمانیہ کے لئے نافع ہونے کے ساتھ دل و دماغ کے مقاصد اصلیہ کی تحصیل میں بھی معین و مددگار ہے۔

اس وجہ ثانی اور وجہ اول میں یہ فرق ہے کہ اول میں مقصود یہ ہے کہ ورزش ذہنی کی ضرورت نہیں، اس لئے عبث و لہو میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور وجہ ثانی میں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ صحت جسمانیہ اور دل و دماغ کے مقاصد کی تحصیل کے لئے سخت مضر ہے۔

۳- ذہنی ورزش میں ایسا انہماک ہو جاتا ہے جو مشاغل دینیہ و دنیویہ کو نقصان پہنچاتا ہے، جسمانی ورزش میں اتنا انہماک نہیں ہوتا، اس فرق کی دو وجوہ ہیں:

۱= جسمانی ورزش میں کچھ وقت کے بعد تھکاوٹ کا احساس اس سے روک دیتا ہے، گویا الارم اور منبہ کا کام دیتا ہے، ذہنی ورزش میں ایسا کوئی منبہ نہیں۔

۲= جسمانی ورزش میں دماغ کسی قدر آزاد ہوتا ہے، کھیل میں مشغول تو ہوتا ہے، مگر اتنا نہیں کہ دوسری جانب توجہ کا ہوش ہی نہ رہے اور ذہنی ورزش میں مکمل طور پر اسی طرف مشغول ہوتا ہے۔

لوگ جسے ”ذہنی ورزش“ کہتے ہیں وہ درحقیقت ”تفکر بے مقصد“ ہے، جو نعمت فکر کو بے محل صرف کرنے کی وجہ سے تہذیر ہے۔

تحقیق حکم کی غرض سے اس قسم کے مروجہ کھیلوں کے نقشے اور کھیل جانے والے دارالافتاء میں بلائے گئے، بندہ نے چند علماء کو ساتھ بٹھا کر ان کے طریق کار کا معائنہ کر کے فیصلہ کیا کہ ان میں سے کس میں تفکر بے مقصد ہے اور کس میں محض دماغی تفریح، تفصیل درج ذیل ہے:

دماغی تفریح

تفکر بے مقصد

۱- کیرم بورڈ

۱- شطرنج، ۲- تاش

=

لباس اور معاشرت اختیار کرنا موجب برکت و ثواب ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بچہ کو جھنجھنے سے بہلانا

سوال [۹۵۱۸]: نابالغ بچوں کو جھنجھنے سے بہلانا کیسا ہے، جبکہ تصویر والے نہ ہوں، یہ مزامیر میں

شمار تو نہیں ہے؟

- =
- ۳- ڈرافٹ، ۴- لوڈو، ۶- سواں جوڑ
- ۲- لوڈو کا حاشیہ
- ۶- اٹھارہ گوٹی، بارہ گوٹی، نو گوٹی
- ۳- لوڈو کی پشت
- ۷- اڈہ کھڈہ، چوسر، چوپڑ، گنگل چرا، چنگاپوہ، نرد بازی، پچھسی
- ۴- دو گوٹی (کیونکہ اس میں عدم تفکر ضروری ہوتا ہے)

مندرجہ بالا دماغی تفریح کے کھیلوں کا تفصیل مذکور کے تحت اگرچہ جواز معلوم ہوتا ہے، مگر ان میں فسادات ذیل کی وجہ

سے یہ بھی جائز نہیں:

- ۱- ان سے ذہنی ورزش والے کھیلوں میں ابتلاء کا خطرہ ہے۔
- ۲- ناجائز کھیلوں کے ساتھ مشابہت ہے۔
- ۳- بے دین لوگوں کا شعار ہے۔
- ۴- دیکھنے والوں کے لئے موقع اشتباہ و باعث سوءظن۔

۵- انہماک کی وجہ سے دین و دنیا کے اہم کاموں سے غفلت۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (أحسن الفتاویٰ،

كتاب الحظر والإباحة، باب المتفرقات، عنوان مسئله: شطرنج، لوڈو اور بارہ گوٹی کھیلنا جائز نہیں: ۲۴۱/۸،

سعید)

(۱) ”لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا ينكر عليه فيه“۔ (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في

اللبس: ۳۴۹/۸، رشیدیہ)

”لابأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لا يتكبر، وكذا جمع المال إذا كان من الحلال“۔

(خلاصة الفتاویٰ، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۷۸/۴، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ مزامیر میں شمار نہیں، اس کی گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۸۶ھ۔



(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجها وهي بنت سبع سنين، وزُفَّت إليه وهي بنت تسع سنين ولعبها معها“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح، ص: ۲۷۰، قدیمی)

”لعب - جمع لعبة - أرادت ما كانت تلعب به. وفيه إباحة لعب الجوارى بهن، ولم يثبت كونها صوراً محرمة“۔ (حاشیة مشکوٰۃ المصابیح، (رقم الحاشیة: ۷)، المصدر السابق)

سوال: ”بچوں کا باجہ، سیٹی، سیفٹی ریزر، بلیڈ یا کاغذ پر چھپی ہوئی تصویریں جو بچے پانی میں بھگو کر اپنے ہاتھوں یا کتابوں پر اتار لیتے ہیں اور شیشے کی گولیاں وغیرہ ان چیزوں کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟
(شیخ رشید احمد سوداگر، صدر بازار دہلی)

جواب: ”بچوں کا باجہ، سیٹی، سیفٹی ریزر، بلیڈ، گولیاں، یہ چیزیں بیچنی جائز ہیں، تصویر بیچنی جائز نہیں ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ“۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، بچوں کے کھیل کھلونے فروخت کرنے کا حکم: ۲۰۵/۹، دارالاشاعت کراچی)

(وکذا فی إمداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، بچوں کے کھیل کھلونے فروخت کرنے کا حکم: ۲۵۶/۳، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

باب الموالات مع الکفار والفسقة

(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)

غیر مسلم سے تعلقات

سوال [۹۵۱۹]: ہندو سے دوستی کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا کہ نہیں، یعنی ایسے ہندو سے دوستی قائم کرنا جو کہ مسلمانوں کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا ہے اور یہ دوستی اس کی بہت زمانہ سے چلی آرہی ہے، تو اس کے ساتھ دوستی قائم کرنا عندالشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بستی دار یا محلہ دار ہونے کی وجہ سے، یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور میل ملاپ رکھنا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

کافر سے موالات و مواسات

سوال [۹۵۲۰]: کسی ہندو کا مسلمان سے دوستانہ تعلق ہے، شادی کے وقت ایک دوسرے کو روپیہ،

(۱) ”ولا بأس بمصافحة المسلم جاره النصراني إذا رجع بعد الغيبة و يتأذى بترك المصافحة، كذا في الغنية“۔ (الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب الکراهية، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة: ۳۲۸/۵، رشیدیہ)

”ولا بأس بأن يصل الرجل المسلم المشرك، قريباً كان أو بعيداً، محارباً كان أو ذمياً. وأراد بالمحارب المستأمن“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراهية، فصل في البيع: ۳۷۲/۸، رشیدیہ)
(و کذا في رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۸/۶، سعید)
(و کذا في الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب الکراهية، الباب الرابع: ۳۲۷/۵، رشیدیہ)

کھانے پکانے اور کھانے کو دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں۔ ایسا روپیہ لینا دینا اور کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کفار سے دوستانہ تعلق اور دلی محبت حرام ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا﴾ الآية (۱)۔

البتہ دنیوی معاملات میں لین دین وغیرہ بضرورت درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۰/۶۲ھ۔

شانِ خداوندی میں گستاخی کرنے والے کے ساتھ سلوک

سوال [۹۵۲۱]: غیر مسلم اللہ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر اس کو اللہ کی عظمت کا

علم ہو جاتا تو ایسا نہ کرتا۔ علم رکھنے والے کے لئے ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنا کیسا ہے؟ سمجھانے پر نہ ماننے پر

جسمانی تکلیف پہنچانے کا حق ہے یا نہیں، جب کہ قدرت ہو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کیا جسمانی تکلیف پہنچانے سے اس کی اصلاح ہو جائے گی جب کہ وہ بے علم ہے، اصلاح کی

صورت تو یہ ہے کہ اخلاق و شفقت سے اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم کرایا جائے اور عقیدہ درست کیا

(۱) (سورة المائدة: ۵۷)

وقال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ (سورة المائدة: ۵۱)

(۲) ”لابأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان ممالاً بدمنه، كذا في السراجية“.

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في أهل الذمة والأحكام التي تعود اليهم:

۵/۳۴۸، رشيدية)

جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۹۱ھ۔

جس کا ظاہر کافروں جیسا ہو، اس کے ساتھ تعلق

سوال [۹۵۲۲]: ایک شخص مسلمان ہے مگر ظاہر غیر مسلموں جیسا ہے، فسادات کے دوران وہ مسلمانوں کے گھر جاتا ہے، اس کو کافر سمجھ کر قتل کر دیتے ہیں۔ جواب طلب یہ بات ہے کہ اس مقتول کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا یا مسلمانوں کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ مسلمان تھا اور اس کا خاتمہ کفر پر نہیں بلکہ اسلام پر ہوا تو وہ مستحق نجات ہے، اس کے ساتھ دنیا میں وہی معاملہ کیا جائے جو مسلمان کے ساتھ کرنے کا حکم ہے (۲)، رہا حشر کا حال سو جو شخص بھی جس کے ساتھ محبت

(۱) قال العلامة ابن البزاز الكردي رحمه الله تعالى: "تعليم صفة الخالق مولانا جل جلاله للناس وبيان خصائص مذهب أهل السنة والجماعة من أهم الأمور، وعلى الذين تصدوا للوعظ أن يلقنوا الناس في مجالسهم على منابرهم ذلك قال الله تعالى: ﴿وذكر فإن الذكر تنفع المؤمنين﴾، وعلى الذين يؤمنون في المساجد أن يعلموا جماعتهم شرائط الصلوة، وشرائع الإسلام، وخصائص مذاهب الحق. وإذا علموا في جماعتهم مبتدعاً، أرشدوه". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، الثاني فيما يكون كفراً من المسلم: ۳۲۰/۶، رشيدية)

(۲) "ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قوله: ويغسل المسلم: أي جوازاً؛ لأن من شروط وجوب الغسل كون الميت مسلماً"

"قال في البدائع: حتى لا يجب غسل الكافر؛ لأن الغسل وجب كرامة وتعظيماً للميت، والكافر ليس من أهل ذلك (قوله: قريبه) مفعول تنازع فيه الأفعال الثلاثة قبله (قوله: كخاله) أشار إلى أن المراد بالقريب ما يشمل ذوى الأرحام كما في البحر". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب

الصلوة، باب صلوة الجنائز، قبيل: مطلب في حمل الميت: ۲/۲۳۰، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل: السلطان أحق بصلاته: ۲/۳۳۵، رشيدية)

رکھتا ہے اور اس کے طریقہ کو پسند کرتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوتا ہے، ”المرء مع من أحب“ (۱)، لیکن اگر کوئی شخص بے علم ہونے یا عملی کوتاہی کی وجہ سے پابند شرع نہ ہو تو اس کے متعلق ایسا فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”عن أبی وائل عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاء رجل إلى رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال: یا رسول اللہ! کیف تری فی رجل أحب قومًا، ولمّا يلحق بهم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: المرء مع من أحب“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحب: ۳۳۲/۲، قديمی)

قال العلامة النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”قوله: صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: للذي سأله عن الساعة ما أعددت لها قال: حبّ الله ورسوله، قال: أنت مع من أحببت، وفي روايات: ”المرء مع من أحب“ فيه فضل حبّ الله ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، والصالحين وأهل الخير الأحياء والأموات، ومن أفضل محبة الله ورسوله امتثال أمرهما، واجتناب نهيهما، والتأدب بالآداب الشرعية، ولا يشترط في الانتفاع بمحبة الصالحين أن يعمل عملهم إذ لو عمله لكان منهم، ومثلهم. وقد صرح في الحدى الذى بعد هذا بذلك، فقال: رجل أحب قومًا ولمّا يلحق بهم. قال أهل العربية: مما نفى للماضى المستمر فيدل على نفيه فى الماضى، وفى الحال بخلاف لم، فإنها تدل على الماضى فقط، ثم إنه لا يلزم من كونه معهم أن تكون منزلته وجزاؤه مثلهم من كل وجه“۔ (شرح النووى على الصحيح لمسلم، کتاب البر والصلة والأدب، باب المرء مع من أحب: ۳۳۱/۲، ۳۳۲، قديمی)

الفصل الأول فی التشبه بالکفار

(کفار کی مشابہت کا بیان)

سراغ رسائی کے لئے کافروں کی ہیئت اختیار کرنا

سوال [۹۵۲۳]: بلوائیوں کی خفیہ تنظیم کی سراغ رسائی کے لئے اور ان کے حملے کو پسپا کرنے کے لئے اگر سرپر چوٹی رکھ لی جائے اور زنا باندھ لی جائے اور سرپر ٹیکا لگایا جائے اور دھوتی پہن لی جائے، اور یہ سب امور صرف اتنی دیر کے لئے کئے جائیں جتنی دیر تک ضرورت ہو، جائز ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا امور کے بغیر دفاع ناممکن ہے، کیونکہ سراغ رسائی دفاع کے لئے مثل لازم کے ہیں۔ ان مسائل کی حضرت والا اصل بھی تحریر فرمائیں تو مزید تشفی ہو جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بلوائیوں کی خفیہ تنظیم کی سراغ رسائی کے لئے زنا باندھنے، سرپر چوٹی رکھنے اور دھوتی وغیرہ پہننے کی اتنی دیر تک کے لئے اجازت ہے:

”یکفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح إلا لضرورة و دفع الحرو البرد، وبشد الزنار في وسطه، إلا إذا فعل ذلك خديعة في الحرب و طليعة للمسلمين“. عالم گیری (۱)، البحر الرائق (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفر له۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب: موجبات الکفر، منها ما يتعلق بتلقین الکفر والأمر بالإرتداد: ۲/۲۷۶، رشیدیہ)
(۲) ”و بشد الزنار فی وسطه إلا إذا فعل ذلك خديعة فی الحرب و طليعة للمسلمين“. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۸، رشیدیہ) =

بہروپیہ اور سی آئی ڈی کا غیر مسلم کی صورت وضع بنانا

سوال [۹۵۲۲]: زید بوجہ پیشہ خوردونوش (بہروپیہ) ایسے روپ بدلتا ہے جس سے اس کے ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے، مثلاً: کبھی ہندو کمہار، ہندو فقیر وغیرہ بنتا ہے، ماتھے پر قشقہ لگاتا ہے (۱)، گلے میں مالا ڈالتا ہے (۲) یہ تو اس کے افعال ہوتے ہیں، مگر بعض اوقات وہ خود اپنا ہندو ہونا بیان کرتا ہے اور مسلمان ہونے کی خواہش کرتا ہے، گویا خود کو ہندو کہہ کر دھوکہ دیتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کے مسلمان رہنے اور نکاح قائم رہنے کی نسبت کیا حکم ہے؟ اگر نکاح ساقط ہو جاتا ہے تو بغیر حلالہ کے نکاح ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۲..... بکر بوجہ ملازمت سرکاری سی آئی ڈی (خفیہ پولیس) کسی مفروضہ کی تلاش میں، یا کسی معلومات واقعہ کے لئے اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے ایسا روپ بھر لے کہ انجان آدمی کو اس کے مسلمان ہونے کا شبہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ اس کو ہندو ہونے کا یقین ہوتا ہے، اگرچہ وہ زبان سے ہندو ہونے کا مقرر نہیں۔ تو ایسی حالت میں اسلام و نکاح کا کیا حکم ہے؟

محمد احمد شاعری، متعلم مدرسہ ہذا، ۲۹/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۲۲ھ۔

الجواب حامداً و مصلياً:

بلا ضرورت شدیدہ کفار کا مخصوص لباس استعمال کرنا ممنوع اور ناجائز ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَرٰ كُنُوزَ اِلٰی الذّٰی ظَلَمُوْا فَمَسٰكُمُ النَّارُ﴾ (۳)۔

اور قشقہ لگانا کفار کا مذہبی شعار ہے، جیسے زنا پر پہننا، اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے:

= (و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب السیر، ثم ألفاظ الکفر أنواع: ۲/ ۵۱۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، ألفاظ الکفر، السادس فی

التشبیہ: ۶/ ۳۳۲، رشیدیہ)

(۱) ”قشقہ: تلک، ٹیکہ، صندل وغیرہ کا نشان جو ہندو ماتھے پر لگاتے ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۹۶، فیروز

سنز، لاہور)

(۲) ”مالا: پھولوں، موتیوں یا سونے کا بنا ہوا ہار، گجرا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۸۵، فیروز سنز، لاہور)

(۳) (سورۃ ہود: ۱۱۳)

”یکفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح، إلا لضرورة دفع الحر والبرد، وبشد الزنار في وسطه، إلا إذا فعل ذلك خديعة في الحرب“۔ عالم گیری: ۲/۸۹۴ (۱)، بحر الرائق: ۵/۱۲۳ (۲)۔

اور اپنے ہندو ہونے کا اقرار کرنا خود کفر ہے:

”وأما الهازل والمستهزئ إذا تكلم بكفر استخفافاً ومزاحاً واستهزاءً، يكون كفراً عند الكل وإن كان اعتقاده خلاف ذلك“۔ عالم گیری: ۲/۸۹۴ (۳)، فتاویٰ قاضی خان: ۴/۶۰۷ (۴)۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

اور ارتداد کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے:

قال العلامة الحصكفي: ”وارتداد أحدهما: أي الزوجين فسخ، فلا ينقص عدداً عاجلاً“

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد والتشبيه: ۲/۲۷۶، رشيدية)

(۲) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۸، رشيدية)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر للقارى، فصل في الكفر صريحاً وكنياً، ص: ۱۸۵، قديمي)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في التشبيه بالكفار، الخ: ۵/۵۱۹، ۵۲۰، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع السادس في التشبيه: ۶/۳۳۲، رشيدية)

(و كذا في خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس السادس في التشبيه: ۳/۳۸۷، رشيدية)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بتلقين والأمر بالارتداد اه: ۲/۲۷۶، رشيدية)

(۴) (فتاوى قاضی خان علی هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون: ۳/۵۷۷، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۳/۲۲۲، سعيد)

بلاقضاء“۔ در علی الشامی: ۲/۶۴۳ (۱)۔

اس کے بعد اگر وہ شخص مسلمان ہو جائے تو پھر اس کا نکاح اس پہلی عورت سے جو اس کے نکاح میں تھی بلا حلالہ کئے شرعاً درست ہے:

قال الشامی تحت قول الدر: ”(فسخ) نقلاً عن الفتح؛ لأن الحرمة بالردة غير متأبدة، فإنها ترتفع بالإسلام“۔ وتحت قول الدر: ”(فلا ينقص عدداً) فلو ارتد مراراً و جدد الإسلام في كل مرة، و جدد النكاح على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان، بحر عن الخانية“ (۲)۔

۲..... اگر محض کفار کا لباس قومی اختیار کیا ہے تو اس سے کفر نہیں بلکہ گناہ ہوتا ہے، اگر کفار کا شعار مذہبی اختیار کیا ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر نمبر ۱ میں مذکور ہے، دلیلہ ذکر تم۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۶/۵۲ھ۔
صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/جمادی الثانی/۵۲ھ۔
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۱۹۳، ۱۹۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۳۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثانی، الجنس الأول فی المقدمة:

۳/۳۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار: ۲/۳۳۹، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرهانی کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین، نوع آخر من المتفرقات:

۵/۵۸۳، غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب أحكام المرتدین، فصل من فصل فی الإرجاء: ۵/۵۴۶، إدارة

القرآن کراچی)

(۲) (رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۱۹۳، ۱۹۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۳۷۵، رشیدیہ)

شعار اہل کفر کو اختیار کرنا

سوال [۹۵۲۵]: زید مسلمان اور عمر ہندو نے باہمی مشترکہ دوکان کھولی، اس دوکان کے شروع کرنے کی تاریخ ہندو پنڈت کا ہنوں سے پوچھ کر معین کی، چنانچہ معینہ تاریخ پر اہل ہندو کے رواج کے مطابق دوکان کھولی گئی، یعنی پنڈتوں و برہمنوں کو دعوت دی گئی اور حساب کی بھی پر بجائے ”بسم اللہ“ کے لفظ ”اوم“ (جو ہندو اپنی خط و کتابت میں لکھتے ہیں، لکھا گیا، اور ہنومان وغیرہ کی ان پر تصویریں بنائی گئیں (۱)، اور زید مسلمان کی پیشانی پر ہندووں کی رسم مخصوص کے مطابق سرخ رنگ کے ٹیکے لگائے گئے، اور چاول وغیرہ بھی جیسے ہندو لگاتے ہیں ماتھے پر لگائے گئے، اور تھالیوں پر گھی کے چراغ رکھ کر مطابق رسم کے جلانے گئے۔ یہ سب کچھ علماء کے منع کرنے کے بعد کیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو یہ فعل دیدہ و دانستہ کیا ہے اس پر بسبب اس فعل کے بموجب شریعت بیضاء کیا حکم عائد ہوتا ہے اور دیگر مسلمانوں کو زید سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے اور جو لوگ اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں ان پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

غیر مسلم قوم کے شعار قومی کو اختیار کرنا کبیرہ گناہ ہے اور شعار مذہبی کو اختیار کرنا بلا ضرورت معتبرہ عند الشرع کفر ہے (۲)، لہذا احتیاطاً زید کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کر لینا چاہیے اور آئندہ کے لئے بھی ایسے افعال سے پختہ توبہ کرنا ضروری ہے۔ اور جتنے مسلمان اس مجلس میں شریک ہوئے ہیں سب کو توبہ کرنا

(۱) ”ہنومان: ہندوؤں کا ایک دیوتا، ہندوؤں کا ایک روایتی سردار جس نے سیتا جی کی بازیابی میں رام چندر کی مدد کی تھی“۔

(فیروز اللغات، ص: ۱۲۵۲، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”یکفر..... بوضع قلنسوة المجوسی علی رأسه علی الصحیح، وبشد الزنار فی وسطه“۔ (البحر

الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتین: ۲۰۸/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتین: ۲۷۶/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر، الفصل

السادس فی التشبیہ: ۳۳۲/۶، رشیدیہ)

ضروری ہے (۱)۔

اگر زید توبہ نہ کرے اور اپنے فعل کو برانہ سمجھے تو مسلمانوں کو اسے سمجھانا چاہیے، اگر باوجود فہمائش کے نہ مانے اور اپنی بات پر جمار ہے تو اس سے قطع تعلق کر دینا چاہیے تاکہ تنگ آ کر توبہ کر لے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۲/صفر/۵۶ھ، صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

غیر قوموں کے ساتھ تشبہ

سوال [۹۵۲۶]: عورت کا بے پردہ پھرنا، ساڑھی پہننا، انگریزی لیڈی وضع، جو تا مردوں اور عورتوں کو پہننا، کپڑے بھی اسی وضع کے، بالوں کو بھی اسی طرح سے گوندھنا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلياً:

یہ جملہ امور ممنوع اور ناجائز ہیں ”من تشبه بقوم فهو منهم“۔ الحدیث (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۸/صفر/۱۳۵۹ھ۔

(۱) ”و من خرج إلى السدة: أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز، كفر“۔ (شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكنياً، ص: ۱۸۶، قدیمی)

(و كذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر، الفصل السادس في التشبيه: ۳۳۳/۶، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة الملا على القارى رحمه الله تعالى: ”قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمه أحد وصلة ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرّة في دنياه، يجوز له مجانته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه..... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مرّ الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“۔ (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۹/۸، رشیدیہ)

(۳) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه =

ہندوانہ زیبائش

سوال [۹۵۲]: مشرقی اضلاع میں رواج کے مطابق مسلمان عورتیں بھی مانگ میں سیندور بھرتی

ہیں (۱) ماتھے پر بندیاں لگاتی ہیں، پیر کی انگلیوں میں بچھونے پہنتی ہیں (۲) اور ساڑھی کا استعمال کرتی ہیں۔
از روئے شریعت اس قسم کی زیبائش جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ چیزیں اصالتاً غیر مسلموں کی ہیں، بعض تو محض قومی ہیں اور بعض میں مذہبیت کی بھی شان ہے، ایسی

= بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵،

(وسنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره،

أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: ای فی الإثم والخیر“۔ (مرقاۃ

المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۸/۱۵۵،

(و کذا فی بذل المجہود، کتاب اللباس، باب فی لباس الشهرة: ۴۰/۵، معهد الخلیل الاسلامی کراچی)

قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من تشبه بقوم“: ای تزیاء فی ظاہرہ بزیہم، و فی

تعرفہ بفعالہم، و فی تخلقه بخلقہم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: ای و کان

التشبه بحق قد طابق فیہ الظاہر الباطن..... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء..... لو

خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغيرهم، فقد یظن به من لا یعرفہ أنه منهم، فیظن به ظن

السوء، فیأثم الظان والمظنون فیہ بسبب العون علیہ. وقال بعضهم: قد يقع التشبه فی أمور قلبیة

..... وقد تكون عادات فی نحو طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق..... و قد

یحمل منهم فی القدر المشترك الذی شابہم فیہ، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان

حکمه كذلك“۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۳، ۵۷۴، رقم الحدیث:

۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۱) ”سیندور: سرخ رنگ کا ایک سفوف جسے ہندو عورتیں مانگ میں بھرتی ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز

سنز لاہور)

(۲) ”بچھونے: ایک قسم کا زیور جو پاؤں کی انگلیوں پر پہنا جاتا ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۳، فیروز سنز، لاہور)

چیزوں کا اہل اسلام کو اختیار کرنا منع ہے، قسم ثانی کا استعمال قسم اول سے زیادہ سخت ہے اور اس کی ممانعت بھی شدید ہے۔ اور جس جگہ یہ چیزیں اہل اسلام میں غیر مسلموں کی صحبت کے اثرات سے کچھ پھیل گئی ہیں، یا نو مسلموں میں ترکہ آباء کی حیثیت سے باقی رہ گئی ہیں، وہ بے علم اور بے عمل مسلمانوں میں ہیں، ان کی اصلاح لازم ہے نہ کہ اشاعت (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود گنگوہی غفرلہ۔

بالوں میں کفار کی مشابہت

سوال [۹۵۲۸]: ما الحکم عن الشعر الذی یقطع خلف الرأس فقط - کما یفعل

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیرہ، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فہو منهم“: ”أی فی الإثم والخیر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی بذل المجہود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۰/۵، معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من تشبه بقوم“: ”أی تزیاء فی ظاہرہ بزیمہم، و فی تعرفہ بفعالہم، و فی تخلقه بخلقہم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: ”أی و کان التشبه بحق قد طابق فیہ الظاہر الباطن..... و أنه لا یجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء..... لو خص أهل الفسوق و المجون بلباس منع لبسہ لغيرہم، فقد یظن بہ من لا یعرفہ أنه منهم، فیظن بہ ظن السوء، فیأثم الظان و المظنون فیہ بسبب العون علیہ. و قال بعضهم: قد یقع التشبه فی أمور قلبیة..... و قد تكون عادات فی نحو طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق..... و قد یحمل منهم فی القدر المشترك الذی شابهہم فیہ، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمہ كذلك“۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۴، ۵۷۴، رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

الکفار - هل هو جائز أم لا، أم حرام؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ما كان شعار الكفار، فإن كان شعاراً مذهبياً، فهو حرام على المسلمين، وإن كان شعاراً

قومياً فهو مكروه (۱) - فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم -

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۸۷ھ -

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۸۷ھ -

عورت کو مانگ میں سیندور اور پیشانی پر بندی لگانا

سوال [۹۵۲۹]: کیا عورت اپنی زینت کے لئے مانگ میں سیندور (۲) اور پیشانی پر بندی لگا سکتی

ہے (۳)؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مانگ میں سیندور اور پیشانی پر بندی غیر مسلم عورتوں کا شعار ہے، اس سے بچنا لازم ہے ہرگز اس کو

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن القزع.

والقزع أن يحلق رأس الصبي، فيترك بعض شعره". (سنن أبي داود، كتاب الترجل، باب في الصبي له

ذؤابه: ۵۷۷/۲، دارالحدیث ملتان)

"و عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رای صبياً قد حلق

بعض رأسه و ترک بعضه، فنہام عن ذلك وقال: "احلقوا کله أو اترکوا کله". (مشکوٰۃ المصابیح،

كتاب الآداب، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

"ویکفر بخروجه إلى نیروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه فی ذلك اليوم". (مجمع

الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الکفر أنواع: ۵۱۳/۳، غفاریہ کوٹہ)

(۲) "سیندور: ایک قسم کا سرخ سفوف"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۲، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "بندی: کانچ کی رنگین نکل جو عورتیں ماتھے پر چپکاتی ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۱۹، فیروز سنز، لاہور)

اختیار نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۶ھ۔

سرکاری تقاریب میں ہنود کا مسلمان کی پیشانی پر سیندور لگانا

سوال [۹۵۳۰]: سرکاری تقریبوں میں مسلمانوں کی پیشانیوں کو ہندو لوگ سیندور لگاتے ہیں (۲)،

اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرۃ، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیرہ،

أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: ”أی فی الإثم والخیر“۔ (مرقاۃ

المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی بذل المجہود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرۃ: ۴۰/۵، معهد الخلیل

الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من تشبه بقوم“: ”أی تزیا فی ظاہرہ بزیمہم، و فی

تعرفہ بفعالہم، و فی تخلقه بخلقہم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: ”أی و کان

التشبه بحق قد طابق فیہ الظاہر الباطن..... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء..... لو

خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد یظن بہ من لا یعرفہ أنه منهم، فیظن بہ ظن

السوء، فیأثم الظان والمظنون فیہ بسبب العون علیہ. وقال بعضهم: قد يقع التشبه فی أمور قلبیة

..... وقد تكون عادات فی نحو طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق..... و قد

یحمل منهم فی القدر المشترك الذی شابهہم فیہ، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان

حکمہ كذلك“۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۳، ۵۷۴، رقم الحدیث:

۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۲) ”سیندور: ایک قسم کا سرخ سفوف“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۲، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً ومصلياً:

ان کے مذہبی شعار میں شرکت کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔

لباس اور برتن میں تشبہ سے پرہیز

سوال [۹۵۳۱]: ایک مسلمان شخص کو میں نے منع کیا تھا کہ تم وہ چتے ہوئے گھڑے کو جن کو ہندو استعمال کرتے ہیں تم نہ استعمال کیا کرو، وہ گھڑے استعمال کرو جو چتے ہوئے نہ ہوں اور کئی دار دھوتی نہ استعمال کرو (۲) وہ بھی ہندو استعمال کرتے ہیں، تم بے کئی کی دھوتی استعمال کرو۔ شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟ جواب سے مشرف فرمائیں۔

بندو محلہ پٹھان پورہ سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو برتن یا کپڑا وغیرہ کسی غیر مسلم قوم کا مخصوص شعار ہو، مسلمانوں کو اس سے حتی الوسع اجتناب چاہئے،

(۱) ”وعن الإمام أبي حفص: لو أن رجلاً عبّد ربه خمسين سنة، ثم جاء يوم النيروز، فأهدى إلى بعض المشركين هدية يريد تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر“. (الفتاوى البنزازیة علی هامش الفتاوى العالمکریة، کتاب الفاظ تکنون إسلاماً أو کفراً أو خطأ، السادس فی التشبیہ: ۳۳۴/۶، رشیدیہ)

”ویکفر بخروجہ إلى نیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذلك الیوم“ (مجمع

الأنهر، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر أنواع: ۵۱۳/۴، غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاوى العالمکریة، کتاب السیر، باب ما یكون کفراً من المسلم وما لا یكون: ۵۷۷/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۷۵۴/۶، سعید)

(۲) ”کنی دار: وہ کپڑا جس کے کناروں پر کسی رنگ کی کناری ہو، کنارہ دار“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۳۸، فیروز

سنز، لاہور)

کیونکہ کفار کے ساتھ تشبہ منع ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۴/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اذانِ مغرب کے بعد لائٹ روشن کرنا

سوال [۹۵۳۲]: عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد لائٹ روشن کر دی جاتی ہے اور اس

کے بعد جماعت ہوتی ہے، کیونکہ کچھ اندھیرا ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب کو اس پر اعتراض ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ آتش پرستی کے مشابہ ہے۔ اتفاق سے بجلی کا بلب امام کے کھڑے ہونے کی جگہ لگا ہوا ہے، اس لئے انہیں خلجان رہتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد بلب روشن کیا جانا چاہیے۔ از روئے شرع کیا حکم ہے، کیا ان کا یہ خلجان صحیح

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری: ”من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار،

أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: ”أی فی الإثم والخیر عند اللہ تعالیٰ“۔ (مرقاۃ المفاتیح،

کتاب اللباس: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی بذل المجہود: ۴۰/۵، معهد الخلیل الاسلامی کراچی)

قال العلامة المناوی: ”من تشبه بقوم“: ”أی تزیاء فی ظاہرہ بزیتہم، و فی تعرفہ بفعلہم، و فی

تخلقه بخلقہم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: ”أی و کان التشبه بحق قد طابق

فیہ الظاہرُ الباطنُ وأنہ لا یجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء لو خص أهل الفسوق

والمجون بلباسٍ مُنع لبسه لغيرهم، فقد یظن بہ من لا یعرفہ أنه منهم، فیظن بہ ظن السوء فیأثم الظان

والمظنون فیہ بسبب العون علیہ. وقال بعضهم: قد یقع التشبه فی أمور قلبیة و قد تكون

عادات فی نحو طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق و قد یحمل منهم فی القدر

المشترک الذی شابهہم فیہ، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمہ كذلك“۔ (فیض

القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفیٰ

(الباز ریاض)

ہے؟ جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

فیض احمد باندہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ خلجان لغو اور بے اصل ہے، آتش پرستی سے اس کو کوئی مشابہت نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

دھوتی باندھنا

سوال [۹۵۳۲]: دھوتی اس طریقہ سے باندھنا کہ اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو یعنی شلوار نما، یا

دوسری قسم سے جیسے ہندو وغیرہ باندھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو طریقہ ہندوؤں کے ساتھ خاص ہے، اس طریقے سے باندھنا منع ہے (۲)۔ فقط۔

حررہ محمود وغفر لہ۔

(۱) ”ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لا يكره في كل شيء، فإننا نأكل ونشرب كما يفعلون، إنما الحرام

هو التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يقصد به التشبه“ (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة:

۸۸/۳، دارالعلوم کراچی)

”ثم اعلم أن التشبه بأهل الكتاب لا يكره في كل شيء. فإننا نأكل ونشرب كما يفعلون، إنما

الحرام هو التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يقصد به التشبه“ (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد

الصلاة، الخ: ۱۸/۲، رشیدیہ)

(۲) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵،)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لباس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحديث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره،

أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: ”أى فى الإثم والخير“ (مرقاۃ

المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۵۵/۸، رشیدیہ) =

مسلمان بھنگی کا حکم

سوال [۹۵۳۲]: (الف) زید ایک مسلمان بھنگی کی عورت کو لے کر بلا نکاح کئے ہوئے مفرور ہو گیا، کچھ دنوں کے بعد واپس آیا اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔ اب اس حالت میں زید کے ساتھ کھانا کھانا اور اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟ اور کیا اس حرکت حرام سے اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟ زید کا مسجد میں جانا اور وضو کا برتن استعمال کرنا کیسا ہے؟

(ب) زید اب اپنی اس حرکت سے مسجد میں تائب ہوتا ہے اور بستی کے مسلمان اس کو رو نہیں سمجھتے اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے تو جس برتن میں وضو کرتا ہے، اس کو الگ کر دیتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟ نیز جو لوگ زید کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں وہ کیسے ہیں، وہ معذب عند اللہ ہوں گے یا نہیں؟

(ج) مسلمان بھنگی کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں، جو لوگ اس کو برا جانتے ہیں وہ کیسے ہیں؟ یہاں کے اکثر مسلمان بھنگی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ جواب مفصل مع احادیث صحیحہ تحریر فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔
المستفتی: نور محمد معرفت قبول احمد صدیقی۔

= (و کذا فی بذل المجہود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهره: ۴۰/۵، معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی: "من تشبه بقوم": أي تزیاء فی ظاہرہ بزیتهم، و فی تعرفہ بفعالهم، و فی تخلقه بخلقهم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: أي و کان التشبه بحق قد طابق فیہ الظاہر الباطن..... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء..... لو خص أهل الفسوق و المجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد یظن بہ من لا یعرفہ أنه منهم، فیظن بہ ظن السوء، فیأثم الظان و المظنون فیہ بسبب العون علیہ. و قال بعضهم: قد يقع التشبه فی أمور قلبیة..... و قد تكون عادات فی نحو طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق..... و قد یحمل منهم فی القدر المشترك الذی شابہم فیہ، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمہ كذلك". (فیض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۳، ۵۷۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

الجواب حامداً ومصلياً:

(الف) یہ گناہ کبیرہ ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک کبیرہ گناہ کرنے سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا، پس زید مسلمان ہے:

”ولا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان“. شرح فقہ اکبر، ص: ۸۶ (۱)۔

(ب) زید نے جب صدق دل سے توبہ کر لی تو وہ توبہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے، اب سابقہ گناہ کی وجہ سے اس پر طعن اور اس سے پرہیز کرنا جائز نہیں ہے اور اسلام سے خارج جاننا تو کسی طرح بھی درست نہیں، سخت خطرناک گناہ ہے، مسلمانوں کو اس سے توبہ لازم ہے ورنہ ایمان کا خطرہ ہے، کیونکہ مسلمانوں کو کافر سمجھنا کفر ہے (۲)۔

”ثم كون التوبة سبباً لغفران الذنوب وعدم المواخذة بها مما لا خلاف فيه بين الأمة، وليس شيئاً يكون سبباً لغفران جميع الذنوب إلا التوبة. ثم إذا تاب توبةً صحيحة، صارت مقبولةً غير مر دودة قطعاً من غير شك وشبهه“. شرح فقہ اکبر، ص: ۱۹۵، ۱۹۶ (۳)۔

(۱) (شرح الفقہ الأكبر، بحث فی أن الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۱۰۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات﴾ (سورة الشورى: ۲۵) وقال الله تعالى: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ (سورة النساء: ۱۱۰)

”إذ قال لغيره: يا كافر! أو للمرأة: يا كافرة! ولم يقل المخاطب: شيئاً، فالفقيه أبو بكر الأعمش البلخي على أنه كافر وإن اعتقده كافراً، فخاطبه على اعتقاده أنه كافر، كفر؛ لأنه لما اعتقد المسلم كافراً، فقد اعتقد دين الإسلام كفراً، ومن اعتقد دين الإسلام كفراً، فهو كافر“. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، الخامس في الإقرار بالكفر: ۳۳۰/۶، رشيدية)

(۳) (شرح الفقہ الأكبر، مسألة في التوبة وشرائطها وفيها أبحاث جلية، ص: ۲۳۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

(ج) اگر وہ پاکی کا اہتمام کرتا ہے اور کھانے وغیرہ کو نجاست سے پاک رکھتا ہے تو وہ پاک ہے، بلا دلیل اس کو ناپاک کہنا درست نہیں، البتہ اس میں نجاست کا تیقن ہو تو اس کو ناپاک کہا جائے، شک کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتا: ”شک فی وجود النجس، فالأصل بقاء الطهارة“۔ اشباہ، ص: ۵۵ (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۸/۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شعبان۔



(۱) (الاشباہ والنظائر، القاعدة الثالثة، اليقين لا يزول بالشك، ص: ۶۱، قديمی)

الفصل الثانی فی الشركة فی اعیاد الکفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شریک ہونا

سوال [۹۵۳۵]: مسلمانوں کا ہندوؤں کی خوشی میں شامل ہونا، مثلاً: بنگال میں یہ رواج ہے کہ جب وہاں رام لیلا ہوتی ہے تو کشتی پر بتوں کو رکھ کر اس کے پیچھے کشتیوں میں سوار ہو کر ہندو اور مسلمان شرکت کرتے ہیں اور ان کشتیوں کو ہندو مسلمان کھیلتے بھی ہیں اور بالخصوص مسلمانوں کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔
اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلمانوں کا ان کی مجلس میں شرکت کرنے سے ان کے مسلمان ہونے میں تو کوئی اثر پیدا نہیں کرتا؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

یہ شرکت قطعاً ممنوع ہے اور گناہ ہے (۱) اس سے توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۳/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه

بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری: ”من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار،

أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: ”أی فی الإثم والخیر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس،

الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی بذل المجہود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۰/۵، معهد الخلیل الإسلامی

کراچی) =

رام لیلا جیسے تہوار میں شرکت

سوال [۹۵۳۶]: رام لیلا یا اس قسم کے تہوار میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان کے مذہبی تقریبات میں شرکت خطرناک ہے (۱)، الا یہ کہ مقصود شرکت سے سیر و تفریح، نیز ان کی

= قال العلامة المناوی: "من تشبه بقوم": أى تزيّاً في ظاهره بزيّهم، و في تعرفه بفعالهم، و في تخلقه بخلقهم، و سار بسيرتهم و هديهم في ملبسهم و بعض أفعالهم: أى و كان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء لو خص أهل الفسوق و المجون بلباسٍ منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان و المظنون فيه بسبب العون عليه. و قال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية و قد تكون عادات في نحو طعام و لباس و مسكن و نكاح و اجتماع و افتراق و قد يحمل منهم في القدر المشترك الذي شابههم فيه، فإن كان كفراً أو معصيةً أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۲۳، ۵۷۲۴، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

کفار کی مذہبی تہواروں میں شرکت کر کے انہی کی طرح اس میں حصہ لینے اور ان سے موافقت کرنے سے متعلق فقہائے کرام کی عبارات بہت سخت ہیں کہ کفر تک کے حکم پر مشتمل ہیں:

"و عن الإمام أبي حفص رحمه الله تعالى: لو أن رجلاً عبّد ربه خمسين سنة، ثم جاء يوم النيروز، فأهدى إلى بعض المشركين هديةً يريد تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، السادس في التشبيه: ۳۳۴/۶، رشيدية)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس و الموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم" (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۵۱۳/۴، غفاريه كوئته)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم و ما لا يكون: ۵۷۷/۳، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۴/۶، سعيد)

(۱) "ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس و الموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع =

رونق بڑھانا نہ ہو، بلکہ کوئی جائز و پسندیدہ مقصد ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۰ھ۔

غیر قوم کے تہوار میں ان کو مبارکباد دینا

سوال [۹۵۳۷]: غیر قوم کے تہوار کے دن مسلمانوں کو انہیں مبارکباد دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۱۴۰۱ھ۔

= الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۵۱۳/۴، غفاريه كوئنه

(و كذا في قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيريّة، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم

وما لا يكون: ۵۷۷/۳، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى البزازيه على هامش الفتاوى العالمكيريّة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ،

السادس في التشبيه: ۳۳۴/۶، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۴/۶، سعيد)

(و شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸۶، قديمي)

(۱) "لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة، كذا في التمرتاشي". (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب

الكرهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۳۳۷/۵، رشيديه)

(و كذا في الملتقط، ص: ۲۷۷، مكتبه حقاينه پشاور)

(۲) "اجتمع المجوس يوم النيروز، فقال مسلم: "خوب رکی نهاده اند" أو قال: "نیک آئین نهاده اند" يخاف

عليه الكفر". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في الخروج إلى النشيدة والذهاب

إلى ضيافة المجوس: ۵۱۹/۵، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸۶، قديمي)

(و كذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيريّة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً،

السادس في التشبيه: ۳۳۳/۶، رشيديه)

غیر قوم کے مذہبی اجتماع میں شرکت

سوال [۹۵۳۸]: غیر قوم کے لوگ ہمیں بعض اوقات ان کے مذہبی اجتماع میں شرکت کرنے کے لئے دعوت دیتے ہیں۔ ایسے اجتماع میں شرکت کرنا شریعت کے اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان کے اجتماع کو اپنی شرکت سے رونق دینا درست نہیں: ”من کثر سواد قوم، فہوم منهم“ (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوؤں کے میلہ میں جانا

سوال [۹۵۳۹]: مسلمان مرد و عورت کا ہندوؤں کے میلوں میں تماشا دیکھنے جانا، ہندوؤں کے تیوہاروں میں جو کھانے پکتے ہیں (۲) ایسے کھانے پکا کر کھانا ہندوؤں کے رسوم پوجا وغیرہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ سب باتیں ناجائز اور گناہ ہیں، اگر ہندو کے تیوہار کی تعظیم کے لئے چندہ دینا اور شرکت کرنا ہے تو یہ کفر ہے، مسلمانوں کو ایسے امور سے توبہ ضروری ہے:

”رجل اشتری يوم النيروز شيئاً لم يكن يشتره قبل ذلك، إن أراد به تعظيم النيروز

(۱) ”من کثر سواد قوم فہوم منهم، و من رضی عمل قوم کان شریکاً فی عملہ“۔ (کنز العمال، کتاب الصحبة من قسم الأقوال: ۲۲/۹، (رقم الحدیث: ۲۳۷۳۵)، مکتبہ التراث الإسلامی حلب)

”ومن خرج إلى السدة: أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز، كفر“۔ (شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً أو كناية، ص: ۱۸۶، قدیمی)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً، الفصل السادس فی التشبیہ: ۳۳۳/۶، رشیدیہ)

(۲) ”تیوہار: خوشی کا دن، جشن، تہوار“۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۰۷، فیروز سنز لاہور)

يعظمه المشركون، كفر“. مجموعة فتاوى: ۲/۲۱۵ (۱)۔

میلے اور نمائش میں جانا

سوال [۹۵۴۰]: میلے میں جانا کیسا ہے، کلبہ (۲) اور چھتر (۳) کا میلہ، اردو سہرا (۴) وغیرہ جب کہ تجارت یا کسی چیز کے خریدنے کی نیت سے جائے اور میلے کے اندر تمام ملک کی اشیاء آتی ہو اور تجارت کا بڑا مرکز ہو؟

۲..... نمائش میں بلا ضرورت جانا کیسا ہے؟

منیر احمد پرنوی، از مدرسہ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

..... یہ میلے ہندوؤں کے مخصوص قومی اور مذہبی میلے ہیں، ان میں جا کر ان کی رونق کو بڑھانا ناجائز ہے، مسلمانوں کو ان سے اجتناب ضروری ہے (۵)۔ ہاں! اگر کوئی ایسی شے وہاں فروخت ہوتی ہے کہ اس کے

(۱) (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۴/۳۳۰، رشيدية)

(و كذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً و كنايةً، ص: ۱۸۶، قديمي)

(و كذا في الفتاوى البنزالية على هامش الفتاوى العالمية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل السادس في التشبيه: ۶/۳۳۳، رشيدية)

(۲) ”کلبہ: چھوٹا سا گھر، غریبوں کا جھونپڑا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۲۱، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”چھتر: بڑا چھاتا، نم گیر، شامیانہ، جائے پناہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۵۱، فیروز سنز لاہور)

(۴) ”اردو سہرا: پھولوں یا موتیوں کی لڑیاں جو ایک ڈور میں باندھ کر دو لہا دو لہن کے سر سے چہرے پر لٹکائی جاتی ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲۲، فیروز سنز لاہور)

(۵) ”من کثر سواد قوم فهو منهم، و من رضى عمل قوم كان شريكاً في عمله“۔ (کنز العمال، کتاب

الصحة من قسم الأقوال: ۲۲/۹، (رقم الحديث: ۲۳۷۳۵)، مكتبة التراث الإسلامي (حلب)

”ومن خرج إلى السدة: أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز، كفر“۔ (شرح الفقه الأكبر،

فصل في الكفر صريحاً أو كنايةً، ص: ۱۸۶، قديمي)

(و كذا في الفتاوى البنزالية على هامش الفتاوى العالمية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل =

بغیر چارہ نہیں ہے اور دوسری جگہ وہ ملتی بھی نہیں تو اس کو خریدنے کے لئے جانے میں گنجائش ہے، لیکن اگر دوسری جگہ وہ شی ملتی ہو، یا اس کی ضرورت شدیدہ نہ ہو تو محض تجارت کے لئے وہاں جانا منع ہے (۱)۔

۲..... حدیث شریف میں بازار کو ”شَرِّ البقاع“ کہا گیا ہے، لہذا بلا ضرورت بازار میں ہرگز نہیں جانا چاہئے (۲) اور نمائش میں بازار سے بدرجہا زیادہ خرابیاں و مفسد و منکرات ہیں، وہاں جانا بلا ضرورت کیسے جائز ہو سکتا ہے بضرورت و مجبوری لہو و لعب و منکرات سے بچ کر جانا درست ہے (۳)، اہل علم کو جانا ہرگز زیبا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ذی الحجہ/۵۴ھ۔

= السادس فی التشبیہ: ۳۳۳/۶، رشیدیہ)

”ویکفر بخروجہ الی نیروز المجوس و الموافقة معهم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم“ (مجمع

الأنهر، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر أنواع: ۵۱۳/۳، غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، باب ما یكون کفراً من المسلم

وما لا یكون: ۵۷۷/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیہ علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً أو خطأ،

السادس فی التشبیہ: ۳۳۲/۶، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۷۵۴/۶، سعید)

(و شرح الفقہ الأكبر، فصل فی الکفر صریحاً و کنایةً، ص: ۱۸۶، قدیمی)

(۱) (راجع رقم الحاشیة: ۳)

(و کذا فی إمداد الأحکام: ۳۸۵/۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) ”عن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أحب البلاد إلی

اللہ مساجدہا، وأبغض البلاد إلی اللہ أسواقہا“۔ رواہ مسلم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب

المساجد و مواضع الصلوٰۃ، الفصل الأول، ص: ۶۸، قدیمی)

(۳) ”کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہیں ہے، بلکہ صرف جو کسی معصیت یا کفر کی غرض سے منعقد کیا جائے، ایسے مجمع کی شرکت

واعانت سب حرام ہے۔ اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے: مجمع مسئول عنہ کہ محض تزیید سرور و استحکام امر حکومت کے لئے ہوگا، =

میلہ میں سامان خریدنے کے لئے جانا

سوال [۹۵۲۱]: کسی میلہ میں بضرورت خرید و فروخت جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو چیز ضرورت کی ہو اور کسی دوسری جگہ نہ ملتی ہو اس کو خریدنے کے لئے جانا درست ہے، بلا اس کے

نہیں جانا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ربیع الأول/۵۴ھ۔

ہندوؤں کے میلہ کے وقت بنی ہوئی مٹھائی خرید کر کھانا

سوال [۹۵۲۲]: یہاں پر رکشا بندہ بن کا میلہ لگتا ہے (۲)، اس موقع پر مٹھائی خرید کر کھانا جائز ہے یا

نہیں؟ میلہ کی وجہ سے مٹھائی بہت زیادہ بنتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دکاندار اپنی بکری کے لئے مٹھائی بناتے ہیں، اس کو خرید کر کھانا درست ہے اگرچہ وہ رکشہ بندہ بن والوں کے

خریدنے کی نیت سے بناتے ہوں (۳)۔ میلہ میں شرکت سے اجتناب چاہیے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= میرے نزدیک اس کا یہ حکم نہیں، ہاں اگر کسی مقتدا کی شرکت سے یہ احتمال ہے کہ عوام الناس میری سند پکڑ کر دوسرے نا جائز

مجامع کو اس پر قیاس کر کے بد احتیاطی کرنے لگیں گے، وہاں اس عارض کی وجہ سے سد اللذرائع خاص ایسے شخص کو بچنا واجب

ہوگا۔ اور اشتہار تقسیم کرانا تو ہر حال میں جائز ہے، اس کو تکثیر سواد سے کچھ مس نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (إمداد الفتاویٰ، کتاب

البيوع، عنوان: بعض سرکاری مجامع میں تجارت: ۳/۱۴۰، دارالعلوم کراچی)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) ”رکشا بندہ بن: راکھی باندھنے کی رسم، تہوار جس میں ہندو لوگ اپنے ہاتھوں پر راکھی باندھتے ہیں“۔ (فیروز اللغات،

ص: ۷۱۵، فیروز سنز، لاہور)

(۳) بظاہر یہاں حرمت کی کوئی وجہ نہیں کہ پہلے کم بناتے تھے، اب میلے کی وجہ سے زیادہ بناتے ہیں:

(۴) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه =

ہولی کے دن ہندو استاد سے ملنا

سوال [۹۵۴۳]: زید ایک اسکول میں پڑھتا ہے، ہولی کے روز زید ایک ہندو مدرس کے یہاں ملنے گیا، غرض ملنے سے یہ تھی کہ زید کی طرف سے اس مدرس کے خیالات اچھے رہیں تاکہ امتحان میں اچھی ڈویژن مل سکے۔ زید ہولی کی اور کسی بات میں بفضلہ تعالیٰ شامل نہیں ہوا، مثلاً: رنگ وغیرہ میں، بلکہ ساری کفار کی رسموں کو بُرا جانتا ہے اور ان سے نفرت کرتا ہے، البتہ اس ہندو مدرس کے یہاں ملنے گیا اگرچہ دل میں نفرت کرتا تھا۔ وہ ہندو مدرس زید سے ملے بھی اور کچھ کھانا جو ان کے یہاں پکتا ہے کھلایا۔

وہیں پر ایک دوسرے ہندو مدرس بھی آگئے اور انہوں نے زید سے کہا کہ تم ہولی میں نہیں ملے، زید گو دل میں نفرت کرتا تھا، مگر ان کے کہنے سے کچھ خیال نہیں آیا، ان سے بھی مل لیا۔ پھر ملنے کے بعد خیال آیا اور بہت

= بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دار الحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری: ”من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغیرہ، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار“ فهو منهم“: ”أی فی الإثم والخیر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸،)

(و کذا فی بذل المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۰/۵، معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی: ”من تشبه بقوم“: ”أی تزیاء فی ظاہرہ بزیمہم، و فی تعرفہ بفعلہم، و فی تخلقه بخلقہم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: ”أی و کان التشبه بحق قد طابق فیہ الظاہر الباطن..... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء..... لو خص أهل الفسوق و المجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد یظن به من لا يعرفه أنه منهم، فیظن به ظن السوء، فیأثم الظان و المظنون فیہ بسبب العون علیہ. و قال بعضهم: قد يقع التشبه فی أمور قلبیة..... و قد تكون عادات فی نحو طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق..... و قد یحمل منهم فی القدر المشترك الذی شابہم فیہ، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمہ كذلك“۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

ممکن ہے کہ خیال کے اندر مدرس کو خوش کرنے کے واسطے ملنے گیا تھا۔ پھر تیسرے مدرس سے ملنے کی خواہش کی، کوشش بھی کی مگر بفضلہ تعالیٰ ان سے نہ مل سکا، کیونکہ وہ گھر پر موجود ہی نہ تھے۔

بعد میں زید کو بہت افسوس ہوا اور توبہ واستغفار کیا کہ ایسا نہ ہو، خدا نخواستہ۔ توبہ توبہ۔ کوئی کفر کی بات سرزد ہوگئی ہو۔ زید ہولی کی شرکت کی غرض سے نہیں ملا، نہ اس خیال سے کہ ان کی شان کو بڑا جان کر، محض اپنی طرف سے اچھے گمان قائم کرانے تھے تا کہ امتحان میں اچھے نمبر ملیں۔ اسی شب کو زید نے ایک خواب دیکھا کہ زید کا دوبارہ نکاح ہوا ہے۔ تو زید کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ زید کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ زید کو توبہ کر کے دوبارہ نکاح کی ضرورت ہے، یا توبہ کر لے اور پہلا نکاح باقی رہے گا؟ زید کا یہ فعل معاذ اللہ کفر کی حد کو تو نہیں پہنچا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید کو صورت مسئلہ میں سچے دل سے توبہ واستغفار ضروری ہے۔ کفار کے مذہبی تہوار میں شرکت حرام ہے (۱)؛ مگر چونکہ اس کے دل میں ہولی کی تعظیم نہیں تھی، بلکہ نفرت تھی، اس لئے زید اسلام سے خارج نہیں ہوا اور نکاح بھی نہیں ٹوٹا (۲)۔ تاہم اگر تجدید نکاح کر لے تا کہ قلب کو پوری طرح اطمینان حاصل ہو جائے تو اس میں

(۱) ”ویکفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم“۔ (مجمع

الأنهر، کتاب السیر، باب ألفاظ الکفر أنواع: ۵۱۳/۴، غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، باب ما یكون کفراً من المسلم وما لا یكون: ۵۷۷/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیہ علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً أو خطأ،

السادس فی التشبیہ: ۳۳۴/۶، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۷۵۴/۶، سعید)

(و شرح الفقہ الأكبر، فصل فی الکفر صریحاً و کنایةً، ص: ۱۸۶، قدیمی)

(۲) ”ولو قال لمجوسی: یا أستاذ تبجیلاً، کفر، الخ“۔ (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ

تعالیٰ ”قوله: تبجیلاً قید به؛ لأنه لو لم یکن كذلك، بل کان لغرض من الأغراض الصحیحة، فلا بأس

به، ولا کفر“۔ (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۴۱۳/۶، سعید)

مضانقہ نہیں، بلکہ افضل ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۶۱ھ۔

مسلمانوں پر ہولی کارنگ چھڑکنا

سوال [۹۵۴۴]: ہولی کے دنوں میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر جبراً رنگ چھڑکا جاتا ہے،

اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز ہولی میں مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ شرع کے بھی خلاف ہے (۲) اور قانون کے بھی خلاف ہے، ایسا کرنے والوں کو پولیس نے زدوکوب

(۱) "لاشک فی فرضیة علم الفرائض الخمس وعلم الألفاظ المحرمة أو المكفّرة، ولعمری!

هذا من أهم المهمات فی هذا الزمان؛ لأنک تسمع كثيراً من العوام يتكلمون بما يكفر وهم عنها غافلون. والاحتياط أن يجدد الجاهل إيمانه كل يوم ويجدد نكاح امرأته عند شاهدين فی كل شهر مرة

أو مرتين". (ردالمحتار، مطلب فی فرض الكفایه وفرض العین: ۴۲/۱، سعید)

(۲) چونکہ اس میں تشبہ کا لحاظ ہوتا ہے اس لئے کراہت سے خالی نہیں:

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبه

بقوم، فهو منهم" (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: "من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره،

أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم": "أی فی الإثم والخیر". (مرقاۃ

المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(وكذا فی بذل المجهود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۰/۵، معهد الخلیل

الاسلامی، کراچی)

قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ: "من تشبه بقوم": "أی تزیاء فی ظاہرہ بزیتہم، و فی

تعرفہ بفعالہم، و فی تخلقه بخلقہم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: "أی و کان =

بھی کیا ہے، کوئی اپنی کمزوری سے مرعوب و مغلوب ہو جائے تو دوسری بات ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔

عیسائی مذہبی تقریب میں شرکت

سوال [۹۵۴۵]: یو کے میں ہم بسنے والے سب حضرات عیسائی مذہب والے کی کبیر ٹمبس ۲۵، ۲۶/ دسمبر کا دن آتا ہے تو عیسائی مذاہب والے بخشش دیتے ہیں، اسی طرح عیسائی مذہب والے کا کبیر ٹمبس کا کارڈ بھی ہوتا ہے، وہ بھی ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ تو یہ سب لینا اور دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر یہ ان کی مذہبی عبادت ہے تو اس میں ہرگز شرکت جائز نہیں ہے (۲)۔ اگر مذہبی عبادت نہیں، محض

= التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء لو خص أهل الفسوق والمجون بلباسٍ منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه. وقال بعضهم: قد يقع التشبه في أمور قلبية وقد تكون عادات في نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وقد يحمل منهم في القدر المشترك الذي شابهم فيه، فإن كان كفراً أو معصية أو شعاراً لها، كان حكمه كذلك". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۷۴۳، ۵۷۴۴، رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض

(۱) "لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة، كذا في التمر تاشي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب

الكرهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۳۷، رشيدية)

(و كذا في الملتقط، ص: ۲۷۷، مكتبة حقاينه پشاور)

(۲) "ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع

الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۴/۵۱۳، غفاريه كوئته)

(و كذا في قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم

وما لا يكون: ۳/۵۷۷، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأ، =

قومی یا ملکی خوشی کا دن ہے تو اس کا حکم زیادہ سخت نہیں، اگرچہ اس سے بھی بچنے کا حکم ہے، مگر ہلکا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۰ھ۔



= السادس في التشبيه: ۳۳۴/۶، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الخشی، مسائل شتی: ۷۵۴/۶، سعید)

(و شرح الفقہ الأكبر، فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃ، ص: ۱۸۶، قدیمی)

(۱) ”وعن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”الحلال بین والحرام بین، و بینہما مشتبهات لا یعلمہن کثیر من الناس، فمن اتقى الشبهات، استبرأ

لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام“. متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع،

باب الکسب و طلب الحلال، الفصل الأول، ص: ۲۴۱، قدیمی)

الفصل الثالث فی إعانة الکفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

غیر مسلم کے مذہب میں مسلم کا روپیہ لگانا

سوال [۹۵۲۶]: غیر مسلم کے مذہب میں اگر کوئی مسلمان روپیہ لگائے تو اس کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ثواب نہ پوچھئے، بلکہ یہ پوچھئے کہ گناہ کتنا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۲ھ۔

غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی مصلحت سے تعاون

سوال [۹۵۲۷]: زید ایسی بستی میں رہتا ہے جس کی ہندو مسلم آبادی تقریباً برابر ہے، اس بستی میں

خصوصاً ایام قربانی میں ہنگامہ و فساد کے اندیشہ کے باوجود گائیں ذبح کی جاتی ہیں۔ زید غیر مسلموں سے رابطہ

(۱) قال الله تعالى: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۳)

”هو عام لكل بر و تقوى وإثم و عدوان، هكذا قال المفسرون“. (التفسيرات الأحمديّة،

ص: ۳۳۱)، مکتبہ حقانیہ پشاور)

قال ابن كثير تحت هذه الآية: ”يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعونة على فعل الخيرات و هو

البر، و ترك المنكرات و هو التقوى. و ينهاهم عن التناصر على الباطل و التعاون على المآثم

والمحارم“. (تفسير ابن كثير: ۲/۱۰، دار السلام رياض)

”كل ما يؤدى إلى ما لا يجوز، لا يجوز“. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى

اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

قائم کرنے اور اسے نبھانے میں محسوس کرتا ہے کہ غیر مسلم کی طرف سے ذبیحہ گاؤ کے سلسلہ میں فساد کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہے گا، اور ان کی مذہبی پوجا میں کھانے پینے والے سامان، سواری اور پوجا جاری نہ رہنے کے اوقات میں مقام پوجا پر ان کی ذل دہی کرنے (بنیت استوار تعلقات) کے ذریعہ غیر مسلموں کا تعاون محض اس نیت سے کرتا ہے کہ اس کے ان اعمال سے غیر مسلموں سے تعلقات اچھے رہیں گے۔

اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو ذبیحہ گاؤ کے ذریعہ فریضہ قربانی ادا کرتے وقت کسی طرح کے فساد کا اندیشہ نہیں رہے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ مذکورہ طریقہ مذکورہ نیت کے ساتھ شرعی نقطہ نظر سے درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اعمال صالحہ پر بغیر نیت کے ثواب مرتب نہیں ہوتا: ”لا ثواب إلا بالنية“۔ الأشباه والنظائر (۱)۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کام بھی نیت صالحہ سے کیا جائے وہ جائز بھی ہو، کیونکہ جن امور کی ممانعت ہے وہ نیت صالحہ سے جائز نہیں ہو جاتے، قرآن کریم میں ہے: ﴿تعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاء العبد محمود وغفر له، دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۱۴۰۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۲۲/۳/۱۴۰۶ھ۔

(۱) (الأشباه والنظائر، الفن الأول: ۶۳/۱، إدارة القرآن کراچی)

”قوله: ”بالنية“ هي بالتشديد، وقد تخفف لغة: عزم القلب على الشيء. واصطلاحاً: قصد الطاعة والتقرب إلى الله تعالى في إيجاد فعل، وفيه أن هذا إنما يستقيم في عبادة يترتب عليها ثواب لا المنهيات المترتب عليها عقاب. فالصواب تفسيرها بتوجه القلب نحو إيجاد فعل، لو تركه موافق بغرض جلب نفع، أو دفع ضرر حالاً أو مآلاً، والمراد من العزم إرادة الفعل“۔ (شرح الحموی علی الأشباه والنظائر، الفن الأول: قول فی قواعد الكلية، الأولى: لا ثواب إلا بالنية: ۶۳/۱، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

تعمیر مندر میں امداد

سوال [۹۵۳۸]: ایک شخص مسلمان، دیندار، صلح پسند ہے، اس کی زمین داری میں ایک گاؤں ہے جس میں تمام ہندو آباد ہیں، کسی مسلمان کا گھر نہیں ہے اور سکنائی زمین ان کی مقبوضہ زمین داری کی طرف سے اس پر کوئی ٹیکس یا محصول نہیں۔ زمین دار کے سب گاؤں والے تابعدار ہیں اور زمیندار ان کو ہر طرح خوش رکھنے کا قصد کرتا ہے، کیونکہ زمانہ کاشتکاروں کی خوشحالی کا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ گاؤں میں عبادت کے لئے کوئی مندر وغیرہ بن جاوے اور زمین میں کوئی حق روکنے کا بھی نہیں ہے، بلکہ انکار میں اندیشہ فساد و مخالفت کا ہے۔ ایسی صورت میں اجازت و امداد اگر کی جاوے تو کس حیلہ و صورت سے کی جاوے؟ بینوا توجروا۔

عبدالحمید تھانوی باغپت، حویلی نواب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر روکنے پر قدرت ہو اور مندر بنانا زمین داری کی اجازت پر موقوف ہو تو روکنا ضروری ہے اور اجازت دینا جائز نہیں (۱)۔ اور اس میں امداد کرنا تو ہر حال میں حرام ہے اور سخت معصیت ہے (۲)۔ اگر زمین زمیندار کی

(۱) ”عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان.“ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”ثم اعلم أنه إذا كان المنکر حراماً وجب الزجر عنه، وإذا كان مکروهاً ندب. والأمر بالمعروف أيضاً تبع لما يؤمر به، فإن وجب فواجب، إن ندب فمندوب، ولم يتعرض له في الحديث؛ لأن النهی عن المنکر شامل له؛ إذ النهی عن الشيء أمر بضده، وضد المنهى إما واجب أو مندوب أو مباح، والکل معروف. وشرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة، كما علم من الحديث، وأن یظن قبوله، فإن ظن أنه لا یقبل فیستحسن إظهار الشعار الإسلام. ولفظ ”من“ لعمومه شمل کل أحد رجلاً أو امرأة، عبداً أو فاسقاً أو صبیاً ممیزاً إذا كان وإن كان یستقبح ذلك من الفاسق قال الله تعالیٰ: ﴿اتأمرون الناس بالبر وتسنون أنفسکم﴾ وقال عز وجل: ﴿لم تقولون ما لا تفعلون﴾..... قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح مسلم: قوله: ”فليغيره بيده“ وقد تطابق علی وجوبه الكتاب والسنة وإجماع الأمة، وهي أيضاً من النصيحة التي هي الدين..... فمن وجب عليه وفعله ولم يمتثل =

ملک نہ ہو بلکہ وہ لوگ اپنی زمین میں بنانا چاہیں تو پھر روکنا واجب نہیں، مگر امداد پھر بھی جائز نہیں ہے، والبسوط فی رد المحتار: ۳/۱۸۴ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف۔

مندرا اور پوجا میں چندہ دینا

سوال [۹۵۴۹]: ہمارے یہاں کچھ لوگ دسہرہ اور درگا پوجا کے میلے کے سلسلے میں چندہ دیتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں دیتے ہیں، دینے والوں کو منع کرنے پر یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے ساتھ میل جول کا یہ ایک طریقہ ہے، گورنمنٹ ہم سے ٹیکس لیکر مندر و مسجد دونوں میں صرف کرتی ہے، اورنگ زیب عالمگیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مندر تعمیر کرائے اور بہت سے مندر پرستوں کو وظیفہ دیتے تھے۔

مندرجہ بالا تاویل کے پیش نظر از روئے شریعت فتویٰ جاری فرمائیں، تاکہ ہم لوگ مطمئن ہو سکیں اور ہم اسلامی مسائل کے پیش نظر لین دین قائم رکھیں۔

= المخاطب، فلا عتب بعد ذلك عليه لكونه أدى ما عليه، وما عليه أن يقبل منه، وهو فرض كفاية، ومن تمكن منه وتركه بلا عذر أثم.“ (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۱۳۷): ۸/۸۶۲، رشیدیہ)

(۲) ﴿و لا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الآية (سورة المائدة: ۳)

”هو عام لكل بر وتقوى وإثم وعدوان، هكذا قال المفسرون.“ (التفسيرات الأحمدية، ص:

۳۳۱، مكتبة حقانيه پشاور)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى: ”و ينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم

والمحارم.“ (تفسير ابن كثير: ۲/۱۰، دار السلام رياض)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ”ولا يصح وقف مسلم أو ذمی علی بیعة أو حربی، وقیل: أو

مجوسی، الخ.“ (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”أما فی المسلم، فلعدم كونه

قربة فی ذاته.“ (رد المحتار: ۳/۳۴۲، كتاب الوقف، مطلب فی وقت المرتد والكافر، سعید)

الجواب حامداً ومصلياً:

ضرر سے بچنے کے لئے ان لوگوں کو تملیکاً پیسے دیدئے جائیں تو اس کی گنجائش ہے، پھر وہ جہاں چاہیں خرچ کریں (۱)، اس صورت میں عالمگیر کے یا کسی اور کے فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں اور ان کی پوری کیفیت بھی سامنے نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کفار کے میلہ میں چندہ دینا

سوال [۹۵۵۰]: ملک برہما میں یہ دستور ہے کہ ہر ایک سال ہر محلہ میں ایک ایک مہینہ میلہ

لگتا ہے، جس میں ناچ، رنگ، سرود وغیرہ کھیل تماشے بھی ہوتے ہیں۔ اس مہینہ کو برہمی زبان میں ”پھیا پھیلاڑی“ یعنی ”بھوت میلہ“ کہتے ہیں، جس میں روپیہ پیسہ چندہ دیتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کو چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

۲..... چندہ دینے والے لوگ کہتے ہیں کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہیے۔ تو ایسے لوگ اسلام سے خارج

ہو جاتے ہیں یا نہیں، اور اگر ہیں تو پھر اس جیسے کہنے والے کے پیچھے اقتدانی الصلوٰۃ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... بلکہ ناجائز ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ الآية (۲)۔

۲..... یہ لوگ اسلام سے واقف نہیں اس لئے ایسا کہتے ہیں، ان کو مسئلہ سمجھا دیا جائے کہ اسلام نے ہر

(۱) ”وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين مسلمٌ وهب لمرتد هبةً فعوضه منها المرتد،

ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة“. (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الهبة، الباب الحادى عشر فى

المتفرقات: ۴/۲۰۵، رشيدية)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

”هو عام لكل بر وتقوى وكل إثم وعدوان“. (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۱، مکتبه

حقانيه پشاور)

ہر مسئلہ ضروریہ کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور اس کی اجازت نہیں دی کہ جیسا زمانہ ہو ویسا چلنا چاہئے (۱)۔ اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو ایسے لوگوں کو امام نہ بنایا جائے جب کہ ان سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو، کیونکہ امامت کے لئے صالح، دیندار، متبع شریعت اور مسائل شرعیہ سے واقف آدمی ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ربیع الثانی/۶۷ھ۔

غیر مسلم کی تقریب میں مصلحت و سیاست شرکت کر کے چندہ دینا

سوال [۱۹۵۱]: کیا غیر مسلموں کے مذہبی کاموں میں مثلاً: مندر بنوانے یا مورتی کے نصب کے موقع پر جشن وغیرہ میں چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ موجودہ بھارت میں مصلحتاً یا سیاستاً چندہ دینا جائز ہے، لیکن حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب نے بہار کے اسکولوں میں گاندھی جی کا مشہور گھیت ”جن من گن“ پڑھنے سے سختی سے منع فرمادیا تھا، لیکن زید نے مصلحتاً جائز کہہ دیا۔ اس بارے میں کس کا قول درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب مرحوم مغفور کی رائے صحیح ہے، اس راستہ کو بند ہی کیا جائے، ہرگز نہ

(۱) قال الله تعالى: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم، وأتممت عليكم نعمتي، ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾.
(سورة المائدة: ۳)

قال الحافظ ابن كثير: ”هذه أكبر نعم الله تعالى على هذه الأمة حيث أكمل تعالى لهم دينهم، فلا يحتاجون إلى دين غير ه، ولا إلى نبي غير نبيهم صلوات الله وسلامه عليه، ولهذا جعله الله تعالى خاتم الأنبياء وبعثه إلى الإنس والجن، فلا حلال إلا ما أحله ولا حرام إلا ما حرمه ولا دين إلا ما شرعه، وكل شيء أخبر به، فهو حق وصدق لا كذب فيه ولا خلف“ (تفسير ابن كثير: ۱۲/۲، سهيل اكيڈمی، لاہور)

(و كذا في روح المعاني: ۶۰/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في معارف القرآن: ۳۲/۳، إدارة المعارف، كراچی)

کھولا جائے، تھوڑے کی اجازت سے بات بہت دور تک پہنچے گی جس کا نتیجہ بہت خراب نکلے گا، جیسا کہ بعض جگہ کا مشاہدہ ہے: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ الحدیث (۱)۔ ﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا، فتمسکم النار﴾ الآیة (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۹۰ھ۔

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب لبس الشهر، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری: ”من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: ”أی فی الإثم والخیر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی بذل المجہود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۰/۵، معهد الخلیل الاسلامی، کراچی)
قال العلامة المناوی: ”من تشبه بقوم“: ”أی تزیاً فی ظاہرہ بزیتهم، و فی تعرفہ بفعلهم، و فی تخلقه بخلقهم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: ”أی و کان التشبه بحق قد طابق فیہ الظاہر الباطن..... و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء..... لو خص أهل الفسوق و المجنون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد یظن به من لا يعرفه أنه منهم، فیظن به ظن السوء، فیأثم الظان و المظنون فیہ بسبب العون علیہ. و قال بعضهم: قد يقع التشبه فی أمور قلبیة..... و قد تكون عادات فی نحو طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق..... و قد یحمل منهم فی القدر المشترك الذی شابهہم فیہ، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمہ كذلك“۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱۱/۵۷۳، ۵۷۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

(۲) (سورة هود: ۱۱۳)

﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا﴾: ”أی لاتمیلوا إلیہم أدنی میل، والمراد بہم المشرکون کما روی ذلك ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما. و فسر الميل بمیل القلب إلیہم بالمحبة، و قد یفسر بما هو أعم من ذلك كما یفسر ﴿الذین ظلموا﴾ ممن وجد منه ما یسمى ظلماً مطلقاً..... و یشمل النهی حنیئذ مداهنتہم و ترک التغییر علیہم مع القدرة، و التزیی بزیتہم و تعظیم ذکرہم و مجالستہم من غیر داع شرعی..... و إذا کان حال الميل فی الجملة إلی =

ہندوؤں کی رسم میں چندہ

سوال [۹۵۵۲]: ہم لوگ ایسی جگہ پر رہتے ہیں کہ جہاں اکثر آبادی ہندوؤں کی ہے اور ہم لوگوں کو ان کے ساتھ مل جل کر رہنا ہوتا ہے، اگر ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کریں تو ہم لوگوں کو ہر طرح کھانے پینے کی چیزیں ملنا اور کسی قسم کا کاروبار کرنا مشکل ہو جائے گا، بچوں کی تعلیم بھی مشکل ہو جائے گی۔ اگر ہم ان کے ساتھ مل کر رہتے ہیں تو یہ لوگ اپنے کسی کسی پوجا میں مثلاً: کالی درگاہ، لکھمی وغیرہ میں ہم سے کچھ چندہ کرتے ہیں، اگر نہ دیا جائے تو یہ لوگ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں اور خطرہ کا سبب ہو جاتا ہے۔

لہذا آپ سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس مجبوری کے درجہ میں اگر کچھ پیسہ یا سامان دیدیں تو یہ جائز ہے یا نہیں، اور ہم لوگ اس میں گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی حالت میں ان لوگوں کو چندہ دے دیا جائے جو چندہ مانگنے آئیں، پھر وہ جہاں ان کا دل چاہے خرچ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۲ھ۔

= من وجد منه ظلم مافی الإفضاء إلی مساس الناس النار، فما ظنک بمن یمیل إلی الراسخین فی الظلم کل المیل، ویتھالک علی مصاحبتم ومنادمتهم، ویتعب قلبه وقالبه إدخال السرور علیهم ویستنھض الرجل والخیل فی جلب المنافع إلیهم ویبتھج بالتزیی بزیهم، والمشاركة لهم فی غیهم، ویمد عینیہ إلی مامتعوا به من زهرة الدنيا الفانية“۔ (روح المعانی، (سورة هود: ۱۱۳): ۱۵۳/۱۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) مطلب یہ ہے کہ ان کو تملیکاً دیا جائے، ان کی ملک میں آنے کے بعد کسی بھی جگہ خرچ کرنے سے چندہ دہندگان پر مواخذہ نہیں ہوگا:

”وأهل الذمة فی حکم الهبة بمنزلة المسلمین مسلمٌ وهب لمرتد هبةً، فعوضه منها المرتد ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات: ۴/۵۰۵، رشیدیہ)

ہولی میں چندہ دینا

سوال [۹۵۵۳]: عمر جس محلہ کی مسجد میں رہتا ہے، اس میں مسلمان کم اور ہندو بہت ہی زیادہ ہیں اور وہ اس سے کبھی گڑ بنس کی پوجا کے لئے چندہ لینے آتے ہیں اور کبھی ہولی کا چندہ لینے آتے ہیں۔ تو کیا اس کو چندہ دیدینا چاہیے؟ ایک بار اس نے ہولی کا چندہ نہیں دیا، رات کو اس کے احاطہ میں لگی ہوئی لکڑیاں اکھاڑ کر لے گئے اور ہولی میں جلادیں۔ جب وہ صبح سو کر اٹھا تو دیکھا کہ اس کے احاطہ کی بہت سی لکڑیاں کوئی رات میں چوری سے اکھاڑ کر لے گیا۔ تو کیا ایسی حالت میں اسے روپیہ، آٹھ آنے چندہ دیدینا چاہیے جب کہ اس کے مقابلہ میں اس کا بہت نقصان ہوا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مجبوری کی حالت میں ان کو پیسے دیدے جو مانگنے آئے، یعنی ان کی ہی ملک کر دے، پھر وہ جہاں چاہیں خرچ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ساگ کرانا اور اس میں روپیہ دینا

سوال [۹۵۵۴]: ہندوؤں نے ہمارے گاؤں میں ایک مندر تعمیر کرایا تھا، اور اس کے لئے ساگ کرایا تھا (۲) اس میں روزانہ طے کے علاوہ جو بچتا تھا وہ مندر کا ہوگا، اس میں مسلمانوں نے بھی انعام دیا۔ ہندوؤں کو دیکھ کر مسلمانوں نے بھی ساگ کرایا۔ ایک شخص نے حجرہ کے لئے ۵۱ روپے دیئے تھے، ان روپیہ کو ساگ والوں کو دے کر دوسرا ساگ کرایا۔ تقریباً ۱۹۰ روپے زائد تھے تو ان بچے ہوئے روپیہ کو حجرہ کی تعمیر میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۱) ”وأهل الذمة في حكم الهبة بمنزلة المسلمين مسلمٌ وهب لمرتد هبةً، فعوضه منها المرتد ثم قتل أو لحق بدار الحرب، جازت الهبة.“ (الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات: ۴/۴۰۵، رشیدیہ)

(۲) ”ساگ کرنا: تماشا کرنا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۶۹، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامدًا ومصلياً:

سانگ کھیلنا، اس کا دیکھنا، اس پر انعام دینا سب غلط اور خلاف شرع ہے، مسلمانوں کو غیر مسلموں کی حرص میں ایسا کرنا اور بھی بے غیرتی ہے (۱)۔ جو روپیہ بیچ گیا ہے وہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے انعام دیا ہے، ان کو واپس کر دیا جائے، پھر اگر سب متفق ہو کر از سر نو تعمیر حجرہ کے لئے دیں تو تعمیر میں خرچ کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی) (وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۵۸، دارالحدیث ملتان) قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار ”فهو منهم“: أى فی الإثم والخیر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی بذل المجہود، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۴۰/۵، معهد الخلیل الاسلامی کراچی) قال العلامة المناوی: ”من تشبه بقوم“: أى تزیاً فی ظاہرہ بزیتہم، و فی تعرفہ بفعالہم، و فی تخلقه بخلقہم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم: أى و کان التشبه بحق قد طابق فیہ الظاہر الباطن و أنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغيرهم، فقد یظن بہ من لا یعرفہ أنه منهم، فیظن بہ ظن السوء، فیأثم الظانّ والمظنون فیہ بسبب العون علیہ. و قال بعضهم: قد يقع التشبه فی أمور قلبیة و قد تكون عادات فی نحو طعام و لباس و مسکن و نکاح و اجتماع و افتراق و قد یحمل منهم فی القدر المشترك الذی شابهہم فیہ، فإن کان کفراً أو معصیةً أو شعاراً لها، کان حکمہ كذلك“۔ (فیض القدير شرح الجامع الصغير: ۵۷۴۳/۱۱، ۵۷۴۴، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفى الباز ریاض)

(۲) ”عن أبی حرة الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه“۔ (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الغصب: ۷۲/۴، دار الفکر بیروت) =

غیر مسلم سے کفن سلوانا

سوال [۹۵۵۵]: غیر مسلم سے کفن سلوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

درست ہے، جیسے اور معاملات درست ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کافر میت کو جلانے کے لئے سامان دینا

سوال [۹۵۵۶]: اگر کوئی کافر مردہ آدمی کو ہسپتال سے گاڑی یا کشتی وغیرہ سے پہنچادیں، یا مردہ

جلانے کے لئے سامان فراہم کردیں تو ”تعاون علی المعصیة“ ہوگا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے کہ ”إعانة علی المعصیة“ ہے، لہذا اجتناب چاہئے (۲)۔ فقط واللہ

سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

= (ومشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(وکنز العمال، الفرع الثانی فی أحكام الایمان: ۱/۳۹۷، التراث الإسلامی)

(وکذا فی تنبیہ الغافلین، باب ما جاء فی الظلم، ص: ۲۰۲، حقانیہ پشاور)

(۱) ”لا بأس بأن یكون بین المسلم والذمی معاملةً إذا کان مما لا بد منه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب

الکراهیة، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة: ۵/۳۴۸، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، ص: ۷۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع: ۸/۳۷۴، رشیدیہ)

(۲) ”ویکره تحریماً بیع السلاح من أهل الفتنۃ بن علم؛ لأنه إعانة علی المعصیة“۔ (ردالمحتار، کتاب

الجهاد، باب البغاة، قبیل کتاب اللقیط: ۲/۲۶۸، سعید) =

ہندولاش کو جلانے کے لئے مسلمان کا لکڑی فروخت کرنا

سوال [۹۵۵۷]: ہندو کی میت جلوانے کے واسطے ایک مسلمان کا لکڑی وغیرہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی مسلم سے اگر ہندو لکڑی خریدے اور مسلم کو معلوم ہے کہ یہ اس سے مردہ جلاوے گا، اس کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔



(مجمع الأنهر، کتاب السیر والجهاد، قبیل کتاب اللقيط: ۵۱۸/۲، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

سوال: ”ایک امام باڑہ بنتا ہے ایک شخص نے اپنا سامان یعنی کڑی وغیرہ واسطے طیاری امام باڑہ کے مالک امام باڑہ کے ہاتھ فروخت کر دی زید کہتا ہے کہ یہ شخص جس نے اپنی کڑی امام باڑہ کے واسطے فروخت کر دی بڑا گنہگار ہو ایہ کہنا زید کا صحیح ہے یا غلط؟“

جواب: ”اگر کوئی امام باڑہ کے بنانے کو کڑی خرید کرے تو اس کے ہاتھ کڑی کا بیع کرنا امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ مکان بنانے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ گناہ دوسرا فعل ہے مگر بہتر ہے کہ اعانت نہ کرے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب خرید و فروخت کے مسائل، عنوان مسئلہ: امام باڑہ کی تعمیر کے لئے سامان بیچنا، ص: ۴۹۲، سعید)

”ومن اجر بيتاً لتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباح فيه الخمر بالسواد، فلا بأس به، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وقالوا: لا ينبغي أن يكره لشيء من ذلك؛ لأنه إعانة على المعصية.“ (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۴/۲۷۲، مکتبہ شرکة علميہ ملتان)

(۱) چونکہ معصیت لکڑی کی ذات کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ ہندو کے فعل (جلانے) سے ہے، لہذا لکڑی بیچنے میں بظاہر کوئی حرج نہیں:

”ولا بأس ببيع العصير ممن يعلم أنه يتخذه خمراً؛ لأن المعصية لا تقام بعينه بل بعد تغييره، بخلاف بيع السلاح في أيام الفتنة؛ لأن المعصية تقوم بعينه. قال: ومن اجر ليتخذ فيه بيت نار أو كنيسة أو بيعة أو يباح فيه الخمر بالسواد، فلا بأس به، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى.“ (الهداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۴/۲۷۲، مکتبہ شرکة علميہ ملتان)

الفصل الرابع فی إعانة الفساق والفسجار

(فاسق وفاجر کی مدد کرنے کا بیان)

نا جائز کام کی اعانت بھی ناجائز ہے

سوال [۹۵۵۸]: مزدوروں کی جماعت کا صدر، سکریٹری بننا کیسا ہے جس میں شرعی اور غیر شرعی ہر قسم کے کام کرنے ہوتے ہیں؟ کیا کسی مسلمان صدر کو کسی غیر مسلم کی میت میں جانا، یا اس کی ہڈیاں جمع کرنے کے لئے جانا اور ندی میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں، جب کہ نیت شرک کی نہیں، نہ استعانت کی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

غیر شرعی ناجائز کام کرنا سب کے لئے ناجائز ہے، صدر یا سکریٹری کو ناجائز کام کرنا، یا کرانا اپنے انتظام سے اور بھی زیادہ مذموم ہے (۱)، خاص کر جو امور شرعاً کفر ہوں ان کی ہرگز اجازت نہیں اگرچہ شرک کی نیت اور اعانت و استعانت مقصود نہ ہوں (۲)۔ جہاں تک اجتماعی نظم کا تعلق ہے، اس کے لئے اگر صدر یا

(۱) قال الله تعالى: ﴿و لا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الآية (سورة المائدة: ۲)

قال الملاجيون رحمه الله تعالى: "هو عام لكل برٍ و تقوى و إثم و عدوان، هكذا قال

المفسرون". (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۱، مكتبة حقانيه پشاور)

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة

على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى، وينهاهم من التناصر على الباطل والتعاون

على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۱۰/۲، مكتبة دار الفحاء)

"كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز، لا يجوز". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في

اللبس: ۳۶۰/۶، سعيد)

(۲) "ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع

الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم أن ألفاظ الكفر أنواع: ۵۱۳/۲، غفاريه كوئته)

سکریری بنا دیا جائے تو اس کی ممانعت نہیں جب کہ وہ آدمی اس کی اہلیت بھی رکھتا ہو (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

معصیت میں ساتھ دینا

سوال [۹۵۵۹]: مسماة زہرہ بی بی منکوحہ مسمی گل حسن کو مسمی غلام محمد فرار کر کے لے گیا ہے اور چار ماہ سے اس کے ساتھ زنا کر رہا ہے۔ مسمی گل حسن غریب اور ناتواں ہے، بجز شریعت کے وہ کسی اور کو نہیں پکار سکتا۔ غلام محمد کہتا ہے کہ اسلام چھوڑ دوں گا، مگر عورت کو نہیں چھوڑوں گا، کچھ لوگ غلام محمد کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ اب دارالعلوم دیوبند سے اس کا فیصلہ مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زنا کرنا قطعاً حرام ہے: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشةً و ساء سبيلاً﴾
الایة (۲)، جو شخص اس خبیث فعل میں مبتلا ہو وہ سخت گنہگار ہے اور لوگوں کے ذمہ حسب استطاعت اس سے

= (و کذا فی الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، باب ما یكون کفراً من المسلم وما لا یكون: ۵۷۷/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الخنثی، مسائل شتی: ۷۵۴/۶، سعید)

(۱) ”لابأس بأن یضیف کافراً لقراءة أو لحاجة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة: ۳۴۷/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الملتقط، ص: ۲۷۷، حقانیہ کوئٹہ)

(۲) (سورة الإسراء: ۳۲)

قال الله تعالى: ﴿فمن ابتغى وراء ذلك، فأولئك هم العادون﴾ (سورة المؤمنون: ۷)

”عن الهیثم بن مالک الطائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال:

”ما من ذنب بعد الشرك أعظم عند الله من نطفةٍ وضعها رجل في رحمٍ لا يحل له“۔ (تفسیر ابن کثیر:

۳۸/۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

روکنا ضروری ہے (۱)، اس میں اس کا ساتھ دینا اور مدد کرنا معصیت ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الایة (۲)۔

(۱) ”عن طارق بن شهاب قال: أول من قدم الخطبة قبل الصلوة مروان، فقام رجل فقال لمروان: خالفت السنة، فقال: يا فلان! قد ترك ما هناك، فقال أبو سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه: أما هذا فقد قضى ما عليه، سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان“۔ (جامع الترمذی، أبواب الفتن، باب ماجاء فی تغییر المنکر بالید أو باللسان أو بالقلب: ۳/۴۰، سعید)

(والصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر، من الإيمان الخ: ۱/۵۱، قديمی) (ومسند أحمد بن حنبل، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، (رقم الحديث: ۱۰۷۶۶): ۳/۳۹۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً ندب، والأمر بالمعروف أيضاً تبع لما يؤمر به، فإن وجب فواجب، إن ندب فمندوب، ولم يتعرض له في الحديث؛ لأن النهي عن المنكر شامل له؛ إذ النهي عن الشيء أمر بضده، وضد المنهي إما واجب أو مندوب أو مباح، والكل معروف. وشرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة، كما علم من الحديث، وأن يظن قبوله، فإن ظن أنه لا يقبل فيستحسن إظهارا لشعار الإسلام. ولفظ ”من“ لعمومه شمل كل أحد رجلاً أو امرأة، عبداً أو فاسقاً أو صبيماً مميّزاً إذا كان، وإن كان يستقبح ذلك من الفاسق، قال الله ﴿أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم﴾ وقال عز وجل ﴿لم تقولون ما لا تفعلون﴾..... قال النووي رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح مسلم: قوله: ”فليغيره بيده“ هو أمر إيجاب، وقد تطابق على وجوبه الكتاب والسنة وإجماع الأمة، وهي أيضاً من النصيحة التي هي الدين..... فمن وجب عليه وفعله ولم يمثل المخاطب، فلا عتب بعد ذلك عليه، لكونه أدى ما عليه، وما عليه أن يقبل منه. وهو فرض كفاية، ومن تمكن منه وتركه بلا عذر، أثم“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۱۳۷): ۸/۸۶۲، رشيدية)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

قال الملا جيون رحمہ اللہ تعالیٰ: ”هو عام لكل بر و تقوى و اثم و عدوان“. (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، مكتبة حقانيه پشاور)

اگر اس کے ساتھ میل جول ترک کر دینے سے اس کی اصلاح کی توقع ہے تو میل جول ترک کر دینا چاہیے، ظالم سے الگ رہنے کا حکم ہے: ﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾ الایة (۱)۔ جو شخص یہ کہے کہ اسلام کو چھوڑ دوں گا، حرام کاری نہیں چھوڑوں گا، اس کا ایمان برقرار رہنا دشوار ہے (۲)۔ حق تعالیٰ ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۹۱ھ۔

= وقال ابن كثير رحمه الله تعالى: "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعونة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى. وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير: ۱۰/۲، دار السلام رياض)
(۱) (سورة هود: ۱۱۳)

"﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا﴾: أى لاتمیلوا الیهم أدنی میل، والمراد بهم المشرکون کما روى ذلك ابن جرير وابن أبي حاتم عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما. وفسر الميل بميل القلب إليهم بالمحبة، وقد يفسر بما هو أعم من ذلك كما يفسر ﴿الذین ظلموا﴾ ممن وجد منه ما يسمى ظلماً مطلقاً..... ويشمل النهی حینئذ مداهنتهم وترك التغير علیهم مع القدرة، والتزبی بزیهم، وتعظیم ذکرهم ومجالستهم من غیر داع شرعی..... وإذا كان حال الميل فى الجملة إلى من وجد منه ظلم مافى الإفضاء إلى مساس الناس النار، فما ظنک بمن یمیل إلى الراسخين فى الظلم كل الميل، ويتهاك على مصاحبتهم ومناذمتهم، ويتعب قلبه وقالبه إدخال السرور علیهم ويستنهض الرجل والخيل فى جلب المنافع إليهم ويتهيج بالتزى بزیهم، والمشاركة لهم فى غيهم، ويمد عينيه إلى مامتعوا به من زهرة الدنيا الفانية". (روح المعانى، (سورة هود: ۱۱۳): ۱۲/۱۵۳، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۲) "الرضا بالكفر كفر". (فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم: ۵۷۳/۳، رشيدية)

(و كذا فى الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألقاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الباب الرابع فى الإيمان والإسلام: ۳۲۸/۶، رشيدية)

(و كذا فى شرح الفقه الأكبر للملا على القارى الحنفى رحمه الله، قبيل بحث التوبه، ص؛ ۱۵۳، قديمى)

قاتل کی مدد کرنا

سوال [۹۵۶۰]: زید نے عمر کو جان بوجھ کر قتل کر دیا، جس کا سبب کچھ زمین کا جھگڑا ہے، اور اب قتل ہو جانے کے بعد زید پریشان ہے کہ مغفرت کی کیا شکل ہو۔ تو کیا ایسے شخص کی مغفرت ہونے کی کوئی شکل ہے؟ ایسے شخص کی بعد القتل رہائی کی کوشش کرنا اور مدد کرنا کہ کسی طرح چھوٹ جائے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز آجائے شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ جو فعل اس سے صادر ہوا ہے وہ مقتول کی بدعنوانیوں کو دیکھ کر ہوا ہے تو کیا ایسی شکل میں اس مدد کرنے والے کو کوئی گناہ نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مقتول کے واسطے دعائے مغفرت، ایصالِ ثواب اور اس کے بچوں کی اعانت (امداد) دلجوئی کرتا رہے، زیادہ سے زیادہ ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار میں مشغول رہے، حق تعالیٰ سے توقع ہے کہ وہ اس جرم عظیم میں تخفیف فرمائے گا، وہ اس مرحوم مقتول کو اپنے خزانہ غیب سے بہت کچھ دے کر راضی فرمادے تو کیا بعید ہے (۱)۔

جس طرح مقتول کے ساتھ ہمدردی کا حکم ہے، قاتل کے ساتھ بھی ہمدردی کا حکم ہے، اس کی ہمدردی

یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکے، کما ورد فی الحدیث: "انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً"۔ اس پر دریافت

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً، عسى ربكم أن يكفر عنكم سيئاتكم﴾
(سورة التحريم: ۸)

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى: "التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع من المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزمًا جازماً على أن لا يعود إلى مثلها أبداً. فإن كانت تتعلق بآدمي، لزم رد الظلامة إلى صاحبها أو وارثه أو تحصيل البراءة منه. وركنها الأعظم الندم". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۳، قديمي)

ايضاً راجع للتفصيل: (روح المعاني، (سورة التحريم: ۸): ۱۵۸/۲۸، دار إحياء التراث

العربي بيروت)

(وإنجاح الحاجة حاشية ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمي)

کیا گیا کہ ظالم کی نصرت کس طرح کی جائے تو فرمایا: ”اس کو ظلم سے روکنا یہ اس کی مدد ہے“ (۱)۔

اگر رہائی میں اس کی توقع ہو تو یہ بھی اس میں داخل ہے، لیکن اس کو بے قصور قرار دینے کی کوشش کرنا یہ

جائز نہیں ہے، یہ ظلم کی اعانت ہے (۲)، جھوٹ ہے جو کہ خود مستقل جرم ہے (۳)۔

ہاں! کوشش اس طرح ہو سکتی ہے کہ مقتول کے ورثاء کو روپیہ دے کر خوشامد کر کے راضی کر لیا جائے، یہ

صورت درست ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۹۲ھ۔

مقتول اور قاتل کی مدد کرنا

سوال [۹۵۶۱]: ایک مسلمان کو چند مسلمانوں نے مل کر قتل کر دیا، اب چند مسلمان قاتلوں کی جانی

و مالی امداد کر رہے ہیں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے، جب کہ مقتول بظاہر بے گناہ ہے؟ ایسی صورت میں قاتل کی مدد

کی جائے یا مقتول کے ورثاء کی مدد کی جائے؟ از روئے شرع جواب دیں۔

(۱) الحدیث بتمامہ: ”عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”انصر أخاک ظالماً أو مظلوماً“۔ قال: یا رسول اللہ! هذا نصرہ مظلوماً، فكيف نصرہ ظالماً؟ قال:

”تأخذ فوق یدیه“۔ (صحیح البخاری، أبواب المظالم، باب عن أخاک وظالماً أو مظلوماً:

۱/۳۳۱، قدیمی)

(راجع للتفصیل، فتح الباری، أبواب المظالم: ۵/۱۲۴، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۳) ”عن أبی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”آیة المنافق ثلاث:

إذا حدث کذب، الخ“۔ (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامة النفاق، ص: ۱۰، قدیمی)

(۴) ”﴿ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً﴾: أى سلطة علی القاتل، فإنه بالخيار فیہ: إن شاء قتله

قوداً، وإن شاء عفا عنه علی الدیة، وإن شاء عفا عنه مجاناً“۔ (تفسیر ابن کثیر، سورة بنی اسرائیل:

۳۸/۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

الجواب حامداً ومصلياً:

ناحق قتل کرنا جرمِ عظیم ہے (۱) ظلم کا ساتھ دینا اور اس کی مدد کرنا بھی سخت گناہ ہے لقولہ تعالیٰ: ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ الآية (۲)۔ اس کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی، مظلوم کی مدد کرنا حسبِ حیثیت لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۹۱ھ۔

اپنے باپ کے قاتل کی مدد کرنا

سوال [۹۵۶۲]: پانچ بھائیوں نے سازش کر کے اپنے باپ کو قتل کر دیا، ان میں سے چار بھائیوں نے رشوت لوگوں سے دلوا کر رہائی حاصل کر لی۔ اب اس صورت میں ان لڑکوں کی مدد کرنا ان کے ساتھ برتاؤ کیسا کرنا اور ان کا باپ کو قتل کرنے کا کیا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بلاوجہ شرعی اپنے باپ کو قتل کرنا بہت بڑا ظلم اور سخت قسم کا گناہ ہے، اس کا وبال ناقابلِ برداشت ہے (۴)،

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمداً، فجزاؤه جهنم خالداً فيها، وغضب الله عليه، ولعنه، وأعد له عذاباً عظيماً﴾. (سورة النساء: ۹۳)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

(۳) ”عن البراء بن عازب رضى الله تعالى عنه قال: أمرنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بسبع، ونهانا عن سبع، فذكر عيادة المريض واتباع الجنائز وتشميت العاطس ورد السلام ونصر المظلوم“.

(صحيح البخارى، أبواب المظالم والقصاص، باب نصر المظلوم: ۳۳۱/۱، قديمي)

(۴) قال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة الإسراء: ۳۳)

وقال الله تعالى: ﴿فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما، وقل لهما قولا كريماً﴾ (سورة الإسراء: ۲۳)

والدين كوجب اف تک کہنا صحیح نہیں ہے تو ان کو مارنا اور قتل کرنا بطریقِ اولیٰ ناجائز و حرام ہے:

قال العلامة ابن كثير رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿فلا تقل لهما أف﴾: أى لا تسمعهما

قولاً شيئاً حتى ولا التأفيف الذى هو أدنى مراتب القول السيئ“. (تفسير ابن كثير، (سورة الإسراء: =

اس سلسلہ میں ان کی کوئی مدد نہ کی جائے (۱) نہ رشوت دے کر اس جرمِ عظیم کو چھپایا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۸۸ھ۔

(۲۳ = ۵۰/۳، مکتبہ دارالفيحاء بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة المائدة: ۲)

”هو عام لكل برٍ و تقوى و اثمٍ و عدوانٍ، هكذا قال المفسرون“. (التفسيرات الأحمديّة، ص:

۳۳۱، مکتبہ حقانیہ پشاور)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: ”يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة

على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى. وينهاهم من التناصر على الباطل والتعاون

على المآثم والمحارم“. (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۱۰/۲، دارالفيحاء بيروت)

”كل ما يؤدي إلى مالا يجوز، لا يجوز“. (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في

اللبس: ۳۶۰/۶، سعيد)

(۲) رشوت دینا چونکہ اصلہ حرام ہے، بعض صورتوں میں فقہائے کرام نے گنجائش کے مطابق اجازت دی ہے، لیکن صورت

مذکورہ میں چونکہ کام بھی ناجائز ہے، اس لئے اس پر رشوت دینا حرام درحرام ہے:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”ثم الرشوة أربعة أقسام: منها: ما هو حرام على الآخذ

والمعطي، وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة. الثاني: إرتشاء القاضي ليحكم، وهو كذلك ولو

القضاء بحق؛ لأنه واجب عليه. الثالث: أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعا للضرر أو جلبا للنفع،

وهو حرام على الآخذ فقط..... الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله،

حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب، ولا يجوز أخذ المال ليفعل

الواجب، انتهى مافي الفتح ملخصاً“. (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: في الكلام على الرشوة

والهدية: ۳۶۲/۵، سعيد)

”عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الراشى

والمرتشى“. (سنن أبى داؤد، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة: ۱۲۸/۲، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

ظالم کی رہائی میں مدد کرنا

سوال [۹۵۶۳]: زید و عمر دو بھائی تھے، زید نابالغ اور عمر بالغ۔ عمر نے اپنے باپ خالد کا قرض مشترکہ زمین سے ادا کیا، زمین فروخت کر کے لیکن زید کی نابالغی کی وجہ سے دستخط نہیں ہوئے، اب چک بندی کے دوران بیع شدہ زمین عمر کے حصہ میں آئی اور زید کا حصہ نہیں دیا کہ دستخط نہیں تھے۔ زید کا مطالبہ ہوا کہ موجودہ زمین سے نصف مجھے دو، عمر نے انکار کیا جس کی وجہ سے معاملات کشیدہ ہو گئے، یہاں تک کہ عمر زید کو قتل کرنے کے ارادہ سے کئی مرتبہ گیا۔

اس کے بعد ایک بیوہ عورت نے زید کے لڑکے سے نکاح کرنا چاہا، عمر اپنے لڑکے سے چاہتا تھا، مگر عورت تیار نہیں تھی جس کی وجہ سے عداوت میں کافی اضافہ ہو گیا۔ پھر دونوں بھائیوں نے مل کر مصالحت چاہی، مگر عمر نے دوسرے روز زید کو دن میں مصالحت کے بہانہ سے بلا کر اچانک قتل کر دیا، جب زید کی عورت نے شور مچایا تو اس کو بھی ختم کر دیا، کیا اس صورت میں زید اور اس کی بیوی شہید ہوئے کہ نہیں؟ اور عمر کی قید سے رہائی کے لئے مدد کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامدًا ومصلياً:

زید اور اس کی عورت دونوں شہید ہیں (۱)۔ اگر عمر نے اپنی حرکت پر نادم ہو کر سچی توبہ کر لی اور اس پر

= قال العلامة خليل أحمد سهارنفوري رحمه الله تعالى تحت قوله: "لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الراشي". أي معطى الرشوة "والمرتشي": أي أخذها. قال الخطابي رحمه الله تعالى: الراشي المعطى، والمرتشي الأخذ، وإنما يلحقهم العقوبة معاً إذا استويا في القصد والإرادة، ورشاء المعطى لينال به باطلاً ويتوصل به إلى الظلم. فأما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق أو يدفع عن نفسه ظلماً، فإنه غير داخل في هذا الوعيد". (بذل المجهود في حل أبي داؤد، كتاب القضاء، باب في كراهية الرشوة: ۳۰۷/۵، مكتبة إمداديه ملتان)

(۱) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون أهل فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد". (مسند الإمام أحمد: ۳۱۱/۱، رقم الحديث: ۱۶۵۵)، دار إحياء التراث العربي

"هو (أي الشهيد) كل مسلم طاهر بالغ قتل ظلماً، الخ". (قواعد الفقه، التعريفات الفقهية، =

اطمینان ہو تو اس کی مدد کرنا بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرزہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۸۷ھ۔

ظالم سے ہمدردی کا طریقہ

سوال [۹۵۶۴]: ظالم انسان کے ساتھ ہمدردی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ضرور ہمدردی کی جائے اور اس کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے، کما ورد فی حدیث:

= ص: ۳۴۳، الصدق)

”الشہید ہو من قتلہ اهل الحرب أو قتلہ مسلم ظلماً، الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب

الجنائز، باب صلاة الشہید: ۳۴۳/۲، رشیدیہ)

(۱) ”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”التائب

من الذنب کمن لا ذنب لہ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار، الفصل الثالث، ص:

۲۰۶، قدیمی)

اگر توبہ نہ کی ہو، بلکہ اسی طرح اپنے کئے ہوئے ظلم کو ظلم تصور نہ کرے، بلکہ جائز سمجھتا رہے تو یہ فسق ہے، اور فاسق کی

اعانت جائز نہیں:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال الملا جيون رحمہ اللہ تعالیٰ: ”هو عام لكل برٍ و تقوی و اثمٍ و عدوانٍ، هكذا قال

المفسرون“۔ (التفسیرات الاحمدیہ، ص: ۳۳۱، مکتبہ حقانیہ پشاور)

قال الحافظ ابن كثير رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذه الآية: ”یأمر تعالیٰ عباده المؤمنین بالمعاونة

على فعل الخیرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوی. وینهاهم من التناصر على الباطل والتعاون

على المآثم والمحارم“۔ (تفسیر ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۱۰/۲، مکتبہ دار الفیحاء بیروت)

”كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز، لا يجوز“۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی

اللبس: ۳۶۰/۶، سعید)

”انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً“. الحدیث (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له

ظالم کو مار ڈالنا

سوال [۹۵۶۵]: عمر اور زنجن کی ایک اراضی کی بنا پر رنجش ہے، زیادتی زنجن غیر مسلم کی ہے، وہ بڑا فسادی اور غنڈہ ہے، عمر شریف اور دیندار ہے۔ ایک مرتبہ عمر کو لاکھوں سے مارنا شروع کیا اور دوسری مرتبہ گھونسوں اور جوتوں سے زود و کوب کیا۔ یہ شخص پولیس کا دلال بھی ہے، اس لئے پولیس والے اس کے خلاف کارروائی نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے زنجن کو جان سے مروا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، قیامت میں اس کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اپنی جان کی حفاظت لازم ہے، اس کے لئے ہر مناسب تدبیر کو اختیار کی جاسکتا ہے (۲)، دوسرے کی

(۱) الحدیث بتمامہ: ”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً“. قال: يا رسول الله! هذا نصره مظلوماً، فكيف نصره ظالماً؟ قال: ”تأخذ فوق يديه“. (صحيح البخاري، أبواب المظالم، باب أعن أخاك ظالماً أو مظلوماً: ۳۳۱/۱، قديمي)

”فقال: ”تأخذ فوق يديه“ كنى به عن كفه عن الظلم بالفعل إن يكف بالقول، عبّر بالفوقية إشارة إلى الأخذ بالاستعلاء والقوة“. (فتح الباري، أبواب المظالم، باب أعن أخاك ظالماً أو مظلوماً: ۱۲۳/۵، قديمي)

(و كذا في تنبيه الغافين، باب ماجاء في الظلم، ص: ۲۰۲، حقانيه پشاور)

(۲) ”ومن شهر على المسلمين سيفاً، فعليهم أن يقتلوه..... قوله: فعليهم..... إشارة إلى الوجوب، والمعنى وجوب دفع الضرر. وفي سرقة الجامع الصغير: ومن شهر على رجل سلاحاً ليلاً أو نهاراً، أو شهر عليه عصا ليلاً في مصر أو نهاراً في طريق في غير مصر، فقتله المشهور عليه عمداً، فلا شيء عليه.“ (الهداية، كتاب الجنایات، باب ما يوجب القصاص و ما لا يوجب: ۶۳/۲، مكتبة شركة علميه ملتان)

(و كذا في فتح القدير، كتاب الجنایات، باب ما يوجب القصاص، الخ: ۲۳۲/۱۰، مصطفى البابی مصر)

جان لینا مقصود نہ ہونا چاہیے، اس کا انجام دنیا اور آخرت میں برا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

زانی کی مدد بھی گناہ ہے

سوال [۹۵۶۶]: ایک شخص برسرِ عام زنا کرتا ہے جب کہ اس کے پاس دو عورتیں شادی شدہ موجود ہیں، پھر بھی دوسری عورتوں کو بہلا پھسلا کر گھراتا ہے۔ اس کے اس کام میں اس کے والدین وغیرہ بھی شامل ہیں۔ تو کیا اس زنا کا گناہ اس کو تنہا ہوگا، یا جو اس کام میں اس کی مدد کر رہے ہیں ان کو بھی ہوگا؟ نیز ایسے شخص سے تعلق رکھنا، کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

زنا کرنا حرام کاری ہے (۱)، اس میں اس کی جس قدر بھی کوئی مدد کرے گا وہ بھی گناہ میں شریک ہوگا (۲)، تمام خاندان والوں کو ضروری ہے کہ اس کی روک تھام کریں (۳) اگر ترک تعلق سے اس کی اصلاح کی

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَةَ وَأَنَّ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة المائدة: ۲)

”هو عام لكل بر وتقوى وإثم وعدوان، هكذا قال المفسرون“۔ (التفسيرات الأحمدية، ص:

۳۳۱، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) ”وعن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه قال: ”يأبها الناس! إنكم تقرأون هذه الآية: ﴿يَأْبَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مِنْ أَضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ فإني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ”إن الناس إذا رأوا منكراً فلم يغيروه، يوشك أن يعمهم الله بعقابه“۔ رواه ابن ماجه والترمذی وصححه. وفي رواية أبي داؤد: ”إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه، أوشك أن يعمهم الله بعقاب“۔ وفي أخرى له: ”ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي، ثم يقدرن على أن يغيروا ثم لا يغيرون، إلا يوشك أن يعمهم الله بعقاب“۔ وفي أخرى له: ”ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي هم أكثر ممن يعمله“۔

وعن جرير بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

يقول: ”ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرن على أن يغيروا عليه، ولا يغيرون إلا =

توقع ہو تو اس کے یہاں کھانا پینا وغیرہ چھوڑ دیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۹۲ھ۔

بدکاری کی وجہ سے گھر سے نکالی گئی بھانجی کو اپنے یہاں پناہ دینا

سوال [۹۵۶۷]: میری بہن کی لڑکی ہے اس کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے، باپ نالائق ہے، بھائی نے

گھر سے باہر کر دیا ہے اس وجہ سے کہ اس کے ناجائز بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ وہ لاوارث تھی اس لئے میں نے

اس کی شادی کر دی تھی، لیکن سال بھر بعد اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی، پھر دوسری جگہ شادی نہیں ہوئی

تھی، سوچ رہے تھے کہ اب کہاں رشتہ تلاش کیا جائے کہ اس کی زندگی بن جائے، طلاق ہوئے دو سال ہو گئے۔

پہلی شادی جب ہوئی تو اس کے بھائی لوگ میرے اوپر بہت خفا ہوئے، اس لئے دوسری شادی کرنے

کے لئے تیار نہیں ہوا، آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی زندگی عذاب بن کر رہ گئی۔ بھائیوں نے جب نکال دیا تو میرے گھر

آئی ہے، رہ رہی ہے۔

= أصابهم الله منه بعقاب قبل أن يموتوا“۔ رواه أبو داؤد وابن ماجه“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب

الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثانی، ص: ۴۳۶، ۴۳۷، قدیمی)

(۱) ”عن ابی ایوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”لا یحل للرجل أن یهجز أخاه فوق ثلاث لیا، یلتقیان فیعرض هذا ویعرض هذا، وخیرهما الندی یبدأ

بالسلام“۔ متفق علیہ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنہ من التهاجر والتقاطع،

الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قدیمی)

قال الملا علی القاری علیہ رحمہ اللہ تعالیٰ: ”قال الخطابی رحمہ اللہ تعالیٰ: رخص للمسلم أن

یغضب علی أخیه ثلاث لیا لقتلہ، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الہجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ،

فیجوز فوق ذلك..... قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد وصلته ما یفسد علیہ دینہ

أو یدخل مضرةً فی دنیاه، یجوز له مجانبة وبعده..... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مرّ

الأوقات ما لم یظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنہ من

التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۵۸، ۷۹، رشیدیہ)

اب بتائیے کہ میں اپنے گھر رکھوں یا نہ رکھوں اور اب اس کے بارے میں کیا کیا جائے، یعنی لڑکی کے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے؟ مجھ کو رکھنے میں عذاب ہو تو میں لڑکی کو نکال دوں، اور اگر عذاب نہ ہو تو میں رکھے رہوں اور پھر جب بچہ پیدا ہو تو بچہ کا کیا کروں؟ بچہ کو کہیں دور بھیج دوں یا کیا کروں؟ میں بہت پریشان ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ اس وقت نہ کسی کے نکاح میں ہے نہ عدت میں ہے تو کوشش کر کے کسی مناسب جگہ اس کا نکاح کر دیا جائے، کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی جائے (۱) اور جب تک نکاح نہ ہو، آپ اس کو اپنے گھر رکھ سکتے ہیں، وہ آپ کی بھانجی ہے، آپ اس کے محرم ہیں (۲)۔ جو بچہ غلط طریقہ پر پیدا ہو اس کا کیا تصور ہے، وہ اپنی ماں کے پاس رہے گا، اس کو ماں سے جدا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۳۹۹ھ۔

ناجائز اولاد کو سماج میں جگہ دینا

سوال [۹۵۶۸]: ہمارے یہاں قصبہ سیانہ ضلع بلند شہر میں ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی گزارتی تھی، اس اثنا میں آج سے قریب پچیس سال قبل اپنے شوہر کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے ساتھ ناجائز طریقہ کے ساتھ چلی گئی۔ اور گھر سے فرار ہونے کے بعد اس شخص کے ساتھ بغیر طلاق اور بغیر نکاح کے رہنے لگی، جس کے بطن سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جب کہ دونوں لڑکے اور لڑکیاں اب بالغ ہیں۔ اور قریب دس سال پہلے اس شخص کا انتقال ہو چکا ہے جس سے یہ چار بچے پیدا ہو چکے ہیں، اب ان بچوں کا سرپرست کوئی نہیں ہے، لہذا ہم اہل قصبہ سیانہ ضلع بلند شہر کے مسلمان بھائی یہ چاہتے ہیں کہ ان بچوں کو سماج میں جگہ دی جائے۔ اور اس عورت کے بارے میں بھی فتویٰ صادر فرمائیں کہ ان کو

(۱) قال الله تعالى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخُوتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ﴾ (النساء: ۲۳)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ (سورة الزمر: ۷)

وقال الله تعالى: ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ، وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ (حم السجدة: ۴۶)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ ﴿مَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ ضُرُّهُ لَا عَلَى الْغَيْرِ. (روح المعانی

(سورة حم السجدة: ۴۶): ۲۴/۱۳۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

سماج میں جگہ دی جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان بچوں نے تو کوئی جرم نہیں کیا (۱) ان کو سماج میں جگہ دے کر ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا جائے جس سے ان کی اچھی طرح تعلیم و تربیت ہو۔ اور اس عورت کو اس کی نالائق اور کمینہ حرکات سے توبہ کرا کے اس کی بقیہ زندگی کو شریعت کے موافق بنانے کی کوشش کی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۱۴۰۱ھ۔



(۱) قال الله تعالى: ﴿من عمل صالحاً فلنفسه، ومن أساء فعليها﴾ (سورة حم السجدة: ۴۶)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ﴿من أساء فعليها﴾ ضره لا على الغير. (روح

المعانی، (سورة حم السجدة: ۴۶): ۱۳۱/۲۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً، عسى ربكم أن يكفر عنكم سيئاتكم﴾

(سورة التحريم: ۸)

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”التائب من الذنب كمن لا ذنب له“. (سنن ابن

ماجة، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمی)

”والمراد بالتوبة هنا الرجوع عن الذنب، وقد سبق في كتاب الإيمان أن لها ثلاثة أركان:

الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم على أن لا يعود إليها أبداً. فإن كانت المعصية لحق

آدمي، فلها ركن رابع، وهو التحلل من صاحب ذلك الحق. وأصلها الندم، وهو ركنها الأعظم. واتفقوا

على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت

المعصية صغيرة أو كبيرة. والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأكدة، ووجوبها عند أهل السنة

بالشرع“. (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۳۵۳/۲، قديمی)

(وكذا في روح المعاني، (سورة التحريم: ۸): ۱۵۸/۲۸، ۱۵۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

دلیل افشا جا معہ فاروقیہ کراچی